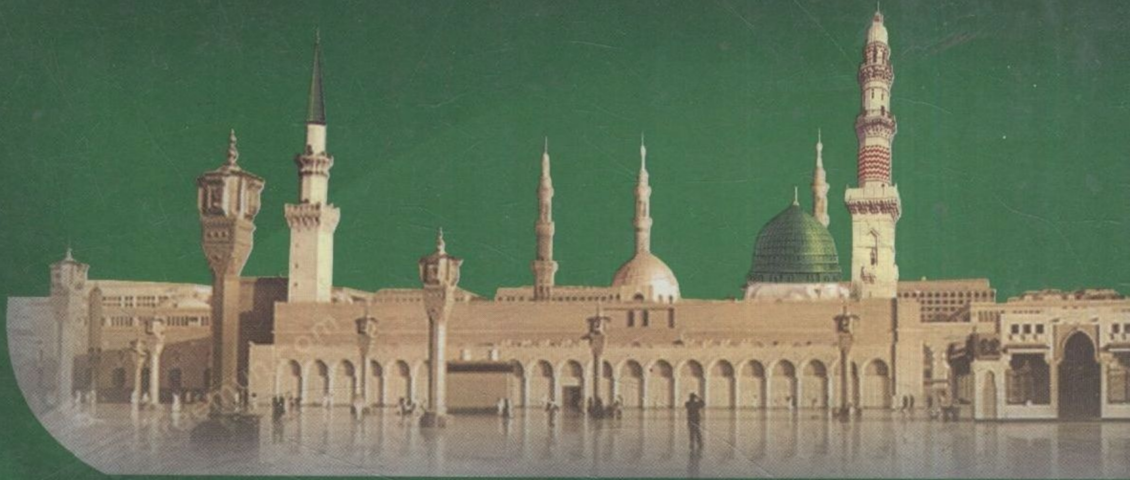


نشاناتِ ارضِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

تحقیق وتالیف

شاہ مصباح الدین شکیل

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(اور ہم نے آپ ﷺ کو سارے جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے)
(سورۂ انبیاء آیت ۱۰۷)

وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والا (الطاف حسین حالی) مرادیں غریبوں کی بر لانے والا

ارضِ شبستانِ نبوی ﷺ

تحقیق و تالیف

شاہ مصباح الدین شکیل

سینئر ریسرچ اسوی ایٹ۔ مرکزِ مطالعۂ سیرت (شعبۂ اسلامیات)
سرسید یونیورسٹی آف انجینئرنگ اینڈ ٹکنالوجی۔ کراچی
سابق سینئر ایگزیکٹیو۔ پاکستان اسٹیٹ آئل کمپنی لمیٹڈ۔ کراچی
رکن مجلسِ نظماء۔ بہادر یار جنگ اکاڈمی۔ کراچی
خطیب جمعہ۔ مسجد فاران کلب انٹرنیشنل۔ کراچی

ناشر
فضلی سنز (پرائیویٹ) لمیٹڈ

نام کتاب	نشاناتِ ارضِ نبوی ﷺ
مولف	شاہ مصباح الدین شکیل
	بی۔کام، ایل ایل بی (عثمانیہ) ایم۔اے (دہلی یونیورسٹی)
اشاعتِ اوّل	۲۱ اپریل ۲۰۰۹ء علامہ اقبال کے ۷۱ ویں یوم وفات پر خراج عقیدت کا تحفہ
پیش کش / اہتمام	طارق رحمٰن فضلی، ساجد رحمٰن فضلی
لے آؤٹ ڈیزائننگ	احمد گرافکس، کراچی۔
ناشر و طابع	فضلی سنز (پرائیویٹ) لمیٹڈ۔ کراچی
تقسیم کار	۱۔ فضلی بک سپر مارکیٹ، 507/3 ٹمپل روڈ، اردو بازار۔ کراچی

فون: 021-32629724 ,021-32212991 فیکس: 021-32633887

fazleebook@hotmail.com

website : www.fazleebooks.com

۲۔ کتاب سرائے

فرسٹ فلور، الحمد مارکیٹ، غزنی اسٹریٹ اردو بازار، لاہور۔ فون: 042-7320318، فیکس: 042-7239884

۳۔ کتاب گھر

اقبال روڈ، کمیٹی چوک، راولپنڈی۔ فون: 051-5552929

مطبوعہ پاکستان اسٹیٹ آئل کمپنی لمیٹڈ کراچی۔

مولف کی دیگر کتابیں

۱۔ سیرت احمد مجتبیٰ ﷺ
جلد اوّل (ا) ظہور قدسی ﷺ سے مسجد قباء تک۔ مطبوعہ ۱۹۸۶ء، ۱۹۹۲ء، ۱۹۹۶ء
جلد دوم (ب) قباء سے واقعۂ افک تک۔ مطبوعہ، ۱۹۹۰ء، ۱۹۹۶ء
جلد سوئم (ج) غزوۂ خندق سے سفرِ آخرت تک۔ مطبوعہ ۱۹۹۳ء، ۱۹۹۶ء، ۱۹۹۹ء

(ہندوستانی ایڈیشن، ۱۸۔ زکریا اسٹریٹ کلکتہ سے عطاء الرحمٰن، مالک الرحمٰن پرنٹرز اینڈ پبلیشرز نے ۱۹۸۸ء اور ۲۰۰۰ء میں شائع کیے۔

۲۔ سیرت النبی البم (پانچ، پانچ ہزار کے تین ایڈیشن مطبوعہ PSO ۱۹۹۲ء، ۱۹۹۴ء، ۱۹۹۶ء

۳۔ پی۔ایس۔او۔ ریویوح نمبر (۲۷۶ صفحات) مطبوعہ پی ایس او، جولائی ۱۹۸۸ء

۴۔ نشاناتِ ارضِ قرآن، فروری ۲۰۰۵ء، اکتوبر ۲۰۰۵ء (جملہ ۴ ہزار) ناشر و طابع: فضلی سنز (پرائیوٹ) لمیٹڈ اردو بازار، کراچی۔

۵۔ مرقع جامعہ عثمانیہ (پلاٹینم جوبلی نمبر) مطبوعہ: انجمن طلبائے قدیم۔ جامعہ عثمانیہ۔ کراچی

۶۔ مجلّہ عثمانیہ کا ڈاکٹر محمد حمید اللہ نمبر (۱۹۹۷ء) مطبوعہ: انجمن طلبائے قدیم۔ جامعہ عثمانیہ۔ کراچی

۷۔ صدیقی ٹرسٹ (کراچی) کے مطبوعہ کتابچے:

۱۔ معراج النبیؐ (۱۹۹۰ء) ۲۔ آخری آسمانی کتاب (۱۹۹۰ء) ۳۔ بسم اللہ کی تشریح وتفسیر (۱۹۹۳ء) ۴۔ مسجد نبوی کا تاریخی جائزہ (۱۹۹۴ء)

۵۔ سید الشہدا حضرت امیر حمزہؓ (۱۹۹۵ء) ۶۔ امیر المومنین حضرت عثمانؓ بن عفان (۲۰۰۵ء) ۷۔ صحابہ کرامؓ شمع نبوت کے (۲۰۰۵ء)

۸۔ حضور اکرمؐ کی عسکری حکمت عملی (۲۰۰۰ء) مطبوعہ "السیرہ" ششماہی کراچی۔

۹۔ سیرت احمد مجتبیٰ کا سندھی ترجمہ جناب میمن مشتاق احمد مٹھانی نے کیا زیر طباعت۔

بسا لیا ہے تمہیں میں نے اپنے خوابوں میں (احمد رئیس) تمہارا ذکر تو ہوگا میری کتابوں میں

تو ہے محیطِ بیکراں میں ہوں ذرا سی آبجو
اقبال

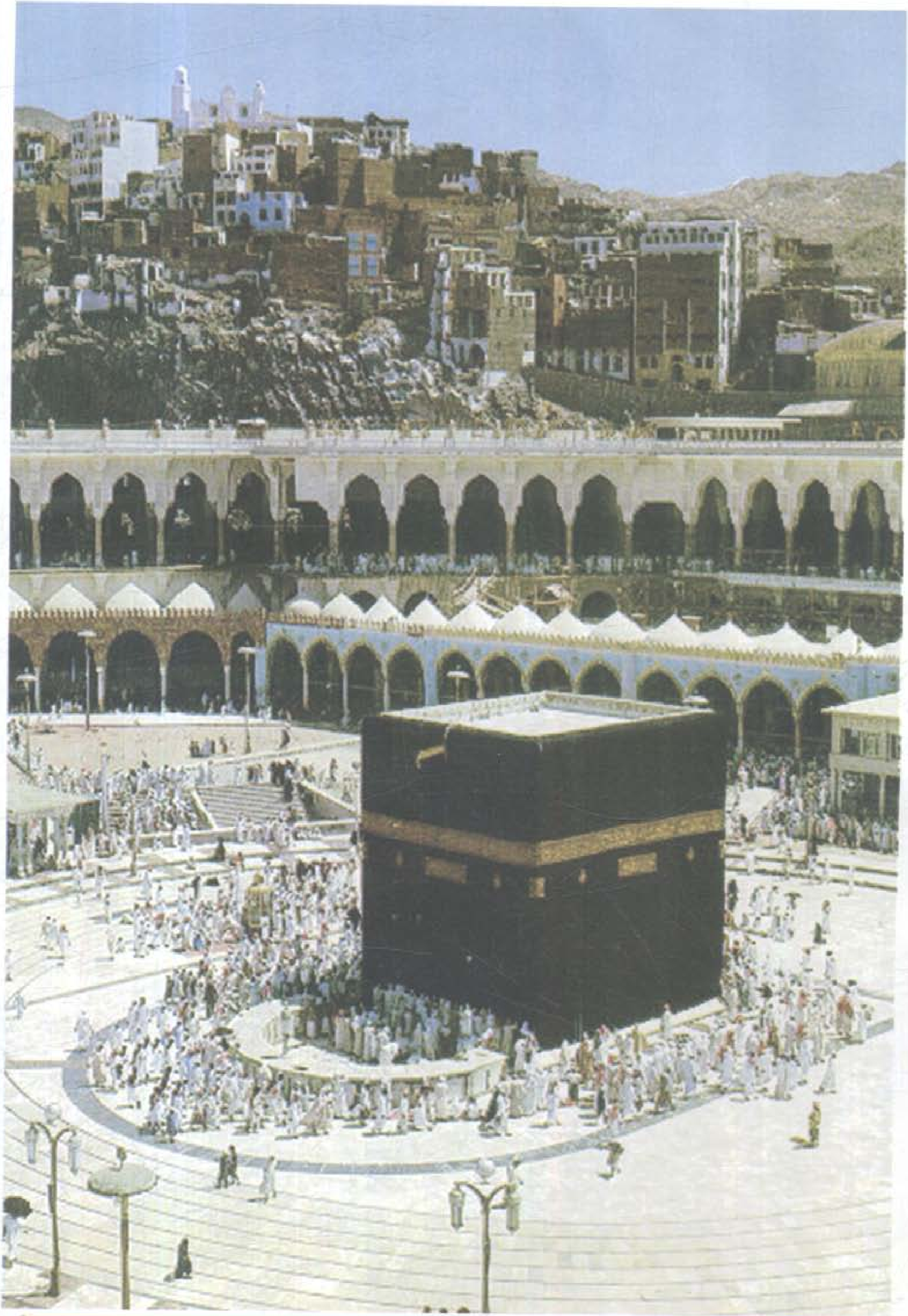
سرگزشتِ ملتِ بیضا کا تو آئینہ ہے
اقبال



قبلہ نما



تاریخ محمدؐ کا نشانِ کفِ پا ہے — یہ بات غلط ہے کہ قدم کچھ نہیں لکھتے (وقار صدیقی اجمیری)



دنیا کے بت کدوں میں پہلا وہ گھر خدا کا

اقبال

حاضر ہوئے اس کے آستاں پر (محسن کاکوروی) جس کا مکاں ہے لامکاں پر

خیمہ
افلاک
کا
ایستادہ
اسی
نام
سے
ھے
اقبال





شروع اللہ کا نام لے کر جو بڑا مہربان اور نہایت رحم کرنے والا ہے

''سب طرح کی تعریف اللہ ہی کو (سزاوار) ہے جو تمام مخلوقات کا پروردگار ہے، بڑا مہربان اور نہایت رحم والا ہے۔ انصاف کے دن کا حاکم (اے پروردگار!) ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔ ہم کو سیدھے راستے پر چلا۔ ان لوگوں کے راستے جن پر تو اپنا فضل و کرم کرتا رہا، نہ ان کے جن پر غصے ہوتا رہا اور نہ گمراہوں کے۔'' (آمین)

کمالِ فن کے شاہکار اشتہار نہیں
خطاطی کے تین شاہکار

تفسیر: یہ سورت اللہ تعالیٰ نے بندوں کی زبان میں نازل فرمائی ہے۔ مقصود یہ سکھانا ہے کہ اس طرح دعا کیا کریں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ سب سے افضل ذکر لاالٰہ الااللہ ہے اور سب سے افضل دعا الحمدللہ ہے۔ اس کو ''سبع مثانی''، یعنی بار بار دہرائی جانے والی سات آیات بھی کہا گیا ہے۔ سورۂ فاتحہ میں ایک رکوع، ۷ آیات، ۲۵ کلمات اور ۱۲۶ حرف ہیں۔ پہلی تین آیات میں حمد وثناء ہے۔ آخری تین آیات میں بندے کی طرف سے دعا ہے اور درمیانی ایک آیت میں کچھ حمد وثناء کا پہلو ہے۔ کچھ دعا و درخواست کا پیرایہ ہے۔ اس طرح یہ سورت ایک عرضی ہے جو رب ذوالجلال والاکرام کی بارگاہ میں شاہانہ القاب وآداب کے ساتھ پیش کی جاتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ ''میں نے صلوٰۃ (سورۂ فاتحہ) کو اپنے اور بندے کے درمیان آدھا آدھا تقسیم کر دیا ہے یعنی حمد وثناء میرے لیئے اور دعا و درخواست بندے کے لیئے۔

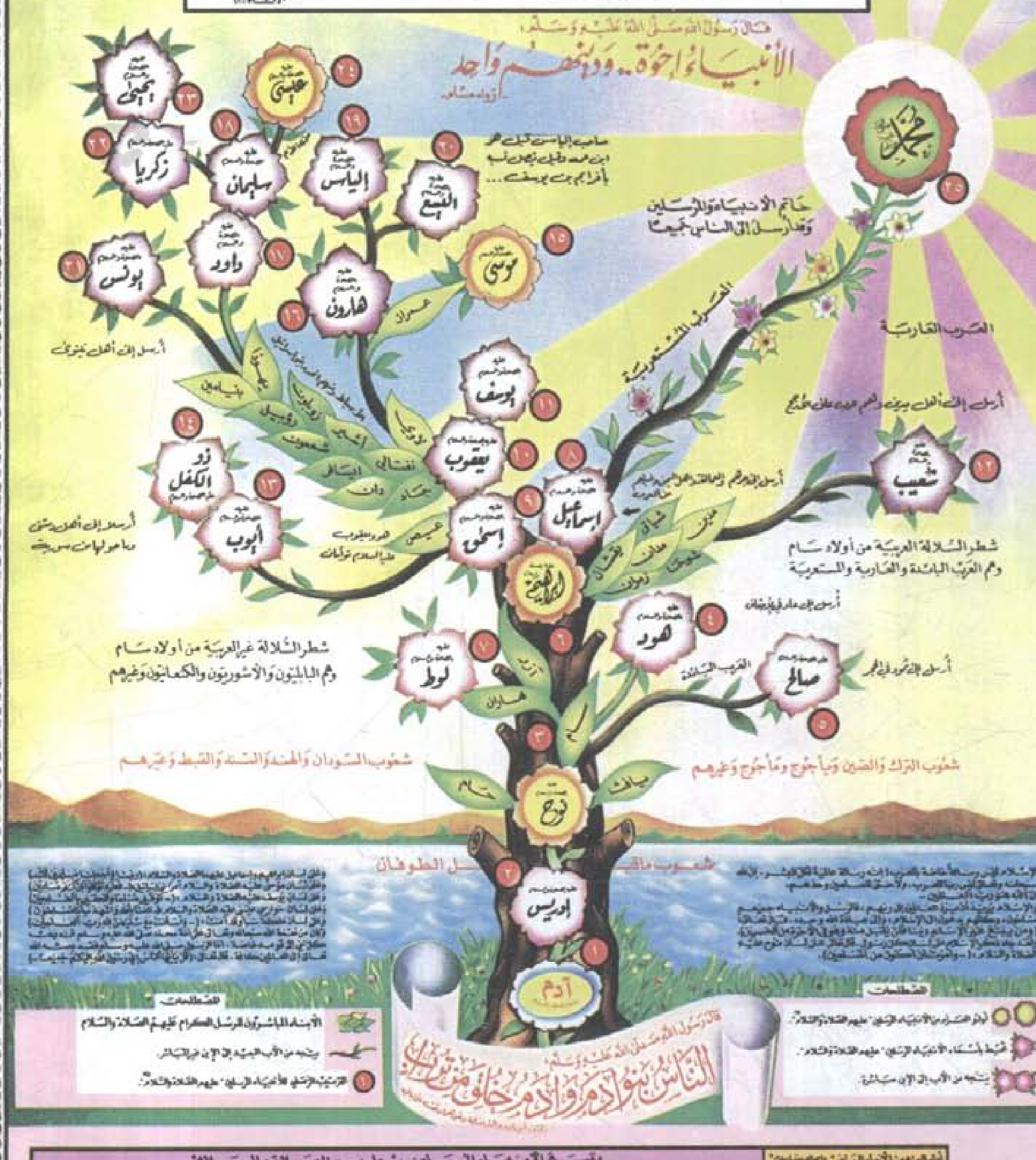


کوفی خط میں استاد شفیق الزماں (پاکستانی) کا شاہکار۔ شفیق الزماں آج کل مسجدِ نبویؐ میں خطاطی کے کام پر مامور ہیں۔ ؏ نقوشِ دستِ عقیدت فنا پذیر نہیں (وجد)

راہِ مضمونِ تازہ بند نہیں (مومن خاں مومن) تا قیامت کھلا ہے بابِ سخن

تری نسبت براہیمیؑ ہے معمارِ جہاں تو ہے
اقبالؔ

إن هذه أمتكم أمة واحدة وأنا ربكم فاعبدون



	أولو العزم من الأنبياء والرسل عليهم السلام					بقية الأنبياء والمرسلين عليهم الصلاة والسلام																			
الترتيب الزمني	٢٥	٢٤	١٥	٦	٣	٢٣	٢٢	٢١	٢٠	١٩	١٨	١٧	١٦	١٤	١٣	١٢	١١	١٠	٩	٨	٧	٥	٤	٢	١
اسم الرسول	محمد ﷺ	عيسى عليه السلام	موسى عليه السلام	إبراهيم عليه السلام	نوح عليه السلام	يحيى عليه السلام	زكريا عليه السلام	يونس عليه السلام	اليسع عليه السلام	الياس عليه السلام	سليمان عليه السلام	داود عليه السلام	هارون عليه السلام	ذو الكفل عليه السلام	أيوب عليه السلام	شعيب عليه السلام	يوسف عليه السلام	يعقوب عليه السلام	إسحٰق عليه السلام	إسماعيل عليه السلام	لوط عليه السلام	صالح عليه السلام	هود عليه السلام	إدريس عليه السلام	آدم عليه السلام
مدة حياته تقريباً	٦٣	٣٣	١٢٠	١٧٥	٩٥٠	٣٠	١٢٠	؟	؟	؟	٥٣	٧٠	١٢٢	٧٥	٩٢	؟	١١٠	١٤٧	١٨٠	١٣٧	١٧٥	٥٨	١٥٠	٨٣	[illegible]
التاريخ	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]		[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]		[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	؟	؟

شجرة الأنبياء المرسلين الذين قص الله علينا قصصهم في القرآن الكريم عليهم الصلاة والسلام

تیرے وجود پہ فہرستِ انبیاء ہے تمام (امید فاضلی) اسی پہ ختم ہے روح الامیںؑ کی نامہ بری



حرفِ اوّل

حسن آئینۂ حق اور دل آئینۂ حسن
اقبال

انسانی علوم وفنون میں مسلمانوں کے علمی اور تحقیقی کاموں کو ایک خاص امتیاز حاصل ہے۔ مسلمانوں کے امتیازی علمی کارناموں میں علوم القرآن، علوم الحدیث اور سیرو مغازی کو بہت فضیلت حاصل ہے۔ سیرۃ النبی ﷺ کے مختلف اور متنوع پہلوؤں پر دنیا کی متعدد زبانوں میں ہزاروں کتب لکھی جا چکی ہیں۔ رسول اکرم ﷺ کی سیرت کی جمع وحفاظت میں متعدد علمی وسائل کو بروئے کار لایا گیا ہے۔ اصلاحِ نفس، اخلاقی تربیت اور روحانی نشوونما کے لئے اسوۂ حسنہ اور خُلقِ عظیم کی ضرورت ہوتی ہے۔ ہر چند یہ اُسوۂ حسنہ اور خُلقِ عظیم قرآن مجید میں ایک جامعیت اور کاملیت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے مگر سیرت نگاروں نے اس کے بہت سے دوسرے ماخذ اور سرچشمے بھی دریافت کئے ہیں جن میں اماکنِ سیرت اور حجازی ثقافت کو ایک بنیادی اور کلیدی حیثیت حاصل ہے۔ فہم سیرت کے لئے جغرافیہء عرب اور نشاناتِ ارضِ نبوی ﷺ کی اہمیت سے کون انکار کر سکتا ہے۔ مطالعہ سیرت کے دوران میں اخبار و آثار، دیار و امصار، ملکوں، شہروں، عمارتوں، وادیوں، بستیوں، قلعوں، غاروں، کنوؤں، چشموں، قبرستانوں، راستوں، صحراؤں، پہاڑوں، نخلستانوں، سمندروں، دریاؤں، جھیلوں اور میدان ہائے جنگ کا ذکر ہوتا ہے۔ ان سب اماکن اور آثار کی مطالعہء سیرت اور فہم سیرت میں بہت اہمیت ہے۔

گزشتہ صدیوں میں ہمارے علماء و محققین نے ان اماکن اور آثار کے حوالے سے بہت سی علمی اور تحقیقی کاوشیں کی ہیں جن میں عبید بن شریہ کی اخبار الملوک و اخبار الماضین ، ابوعبیدہ کی کتاب مغازات، مبرد کی کتاب ایام ، بنی مازن کی نسب قحطان و عدنان ، ہشام کلبی کی مختلف کتابیں، ابن اسحٰق اور ابن ہشام کی السیرۃ النبویۃ ، ابن الحائک ہمدانی کی صفۃ جزیرۃ العرب اور اکلیل ابوولید ازرقی کی اخبار مکۃ، ابن قتیبہ کی کتاب المعارف، یعقوبی کی تاریخ الیعقوبی ، ابوجعفر طبری کی تاریخ الرسل و الملوک ، حمزہ اصفہانی کی تاریخ سنی ملوک الارض ، مسعودی کی مروج الذھب ، ابوالفداء کی المختصر فی اخبار البشر ، ابن خلدون کی کتاب العبر و دیوان المبتداء و الخبر اور ابن عساکر کی تاریخ دمشق کے مطالعے سے بہت اہم اور مفید معلومات سامنے آتی ہیں۔

عرب اور نجد و حجاز کی تاریخ، جغرافیہ اور ثقافت پر مشتمل کتابوں سے بھی اماکنِ سیرت کا سراغ ملتا ہے۔ ایسے موضوعات پر جن حضرات نے اپنا تحقیقی قلم اُٹھایا ہے، اُن میں ہشام بن محمد کلبی، ابوسعید الاصمعی ، سعدان ابن مبارک، ابوسعید حسن السکری، عمر بن رستہ، ابوزید بلخی، ابوسعید السیر انی، حسن بن محمد المعروف محمود بن عمر الزمخشری، البکری، امام سیوطی، ابن خردازبہ، ابن فقیہ ہمدانی، اصطخری، ابن مردویہ، ابن حوقل، مقدسی، ادریسی، یاقوت حموی، زکریا قزوینی، شمس الدین دمشقی، بلاذری، محمود شکری آلوسی، اور دکتور سید جواد علی کے نام خصوصیت سے لئے جا سکتے ہیں۔ عصر حاضر میں نبوت و رسالت کے آثار و اماکن کے حوالے سے مزید تحقیقات سامنے آ رہی ہیں جن میں نضرۃ النعیم ، اعلام النبوۃ از محمد الماوردی الشافعی، سفراء النبی از محمود شیت خطاب، نظام الحکومۃ النبویۃ از عبدالحیٔ الکتانی، مجموعہ الوثائق السیاسیۃ از ڈاکٹر محمد حمید اللہ حیدر آبادی، التاریخ القویم از محمد طاہر الکردی، بالمدینۃ المنورۃ از احمد سلیم سلم، تاریخ العرب قبل الاسلام از دکتور السید عبدالعزیز سالم، فضائل المدینۃ المنورۃ از ملّا خاطر، مواقف غضب فیھا النبی ﷺ از خمیس السعید، مواقف مزح فیھا النبی ﷺ از خمیس السعید، اخبار مکہ للفاکھی ، اتحاف الوریٰ باخبار اُم القریٰ از عمر فہد یہ محمد، غایۃ المرام باخبار سلطنۃ البلد الحرام از عز الدین عبدالعزیز بن عمر القریش، مکہ و المدینۃ فی الجاھلیۃ و عھد رسول اللہ ﷺ از ڈاکٹر احمد ابراہیم الشریف، تاریخ قریش از حسین مونس، ایام العرب فی الجاھلیۃ از محمد ابوالفضل ابراھیم و علی محمد البجادی ، معجم قبائل العرب از عمر رضا کحالہ، تاریخ المدینۃ المنورۃ از ابوزید عمر، تاریخ معالم المدینۃ المنورۃ از احمد یٰسین احمد الخیاری، الشجرۃ الزکیہ فی انساب و سیر اھل بیت النبوۃ از اللواء الرکن السید یوسف بن عبداللہ جمل اللیل اور الدر الکمین بذیل العقد الثمین فی تاریخ البلد الامین از عمر ابن فہد الہاشمی المکی کی تصانیف و تحقیقات لائق اعتنا ہیں۔ اماکنِ سیرت، آثار نجد و حجاز اور اخبار مکہ و مدینہ کے موضوع پر ان دنوں اطلس

وجودِ ہستی کا ذرہ ذرہ انھیں کا احسان مند ٹھہرا
وہ جن کا آنا فسانۂ دو جہاں کا عنوان ہو گیا ہے

اورخرائط کی صورت میں بھی کتابیں لکھی جا رہی ہیں جن میں رنگ دار نقشے، تصویریں، خاکے، چوکھٹے اور معلومات کے جداول پیش کئے جا رہے ہیں۔ یہ اسلوب سیرت فہمی میں حد درجہ معاون مگر بہت احتیاط کا طلبگار ہے۔ اس سلسلے میں جامعہ دمشق (شام) کے استاد الدکتور شوقی ابوخلیل نے متعدد موضوعات پر اطلس وخرائط تیار کئے ہیں جن میں ایک وقیع کام اطلس السیرۃ النبویۃ ہے جس میں متعدد چارٹوں، رنگ دار تصویروں اور متنوع جداول کی مدد سے سیرت کی تفصیلات فراہم کی گئی ہیں۔ اس اطلس میں نقشہ نویسی **(Cartography)** کے فنی لوازم کو بھی پیش نظر رکھا گیا ہے۔ اس نوع کا فنی لوازمہ زیادہ تر عربی میں یا پھر چند کتابیں انگریزی زبان میں فراہم کی گئی ہیں مگر اُردو زبان کا دامن اس موضوع میں بہت تنگ دکھائی دیتا ہے۔

اُردو زبان میں سیرتِ نبوی ﷺ پر پہلی کتاب جس میں نقشے اور جداول کا اہتمام بھی کیا گیا ہے وہ سرسید احمد خان (۱۸۱۷ء-۱۸۹۸ء) کی ''الخطبات الاحمدیہ فی سیرۃ المحمدیہ'' ہے۔ مولانا ابوالکلام آزاد نے اپنے رسالے ''الہلال'' اور پھر اپنی تفسیر ''ترجمان القرآن'' کے بعض مقامات پر جغرافیائی تفصیلات فراہم کی ہیں۔ سیّد سلیمان ندوی (م ۱۹۵۳ء) نے ''ارض القرآن'' کے نام سے دو جلدوں میں اہم قرآنی جغرافیے اور آثار کی تحقیقی تفصیلات مہیا کی ہیں۔ سیّد ابوالاعلیٰ مودودی نے اپنی تفسیر ''تفہیم القرآن'' لکھتے ہوئے یہ ضرورت محسوس کی کہ قرآن میں مذکور مقامات کو بچشم خود دیکھا جائے اور اس سلسلے میں انہوں نے ایک طویل سفر اختیار کیا جس کی رُوداد محمد عاصم الحداد نے ''سفرنامہ ارض القرآن'' میں پیش کی ہے۔ مگر اس سلسلے کا سب سے اہم، مفید اور دلچسپ کام شاہ مصباح الدین شکیل صاحب نے سرانجام دیا ہے۔ اس ضمن میں ان کا پہلا اہم کام ''سیرت احمد مجتبیٰ ﷺ'' ۱۹۸۶ء میں منظر عام پر آیا۔ ۱۹۹۲ء میں انہوں نے ''سیرۃ النبی ﷺ البم'' کے عنوان سے اُردو میں ایک منفرد کاوش پیش کی جس نے تفہیم سیرت کے نئے دریچے وا کردیئے۔ ۲۰۰۵ء میں ''نشاناتِ ارض قرآن'' کے نام سے ان کا ایک اور وقیع کام سامنے آیا جس نے اسلامی اثار واخبار کے حوالے سے بہت اہم تصاویر، نقشے اور تفصیلات فراہم کیں۔ سوچیے کہ جن معلومات کو تصاویر، نقشوں اور جداول کی مدد سے پیش کیا جائے اس سے بہتر تفہیم کا اسلوب اور کیا ہوسکتا ہے۔ یہ اُردو زبان میں سیرت نبوی ﷺ کے ایک نئے دبستان کا تعارف ہے جس کی اوّلین سعادت شاہ مصباح الدین شکیل صاحب کے حصے میں آئی ہے۔

شاہ مصباح الدین شکیل صاحب کا تازہ شاہکار ''نشاناتِ ارضِ نبوی ﷺ'' کے عنوان سے منصۂ شہود پر آ رہا ہے۔ سیرت نبوی ﷺ کے موضوع پر یہ ان کی نصف صدی پر محیط شبانہ روز ریاضت کا ثمرہ ہے۔ وقائع سیرت کے حوالے سے نثری تفصیلات کے ساتھ جہاں بھی ممکن ہوسکا ہے ایسی تصویریں اور نقشے فراہم کردیئے گئے ہیں جن کی موجودگی میں فہم سیرت کا ایک ایسا دریچہ وا ہوجاتا ہے جو قاری یا ناظر کے لئے مستند معلومات کا خزانہ پیش کرتا ہے۔ آئینہ ماہ وسال کے ساتھ عربستان کا ایک ایسا نقشہ پیش کیا گیا ہے جس میں آج سے چار ہزار سال پہلے سرزمین حجاز میں سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور ان کے مقدس خانوادے کی پاکیزہ سرگرمیوں کی تفصیل فراہم کی گئی ہے۔ حجاز کی اس مقدس وادی کا حسن اس وقت کمال کو پہنچ گیا جب قریش کے معزز قبیلے میں نبی اکرم محمد رسول اللہ ﷺ کی ولادت باسعادت ہوئی اور پھر آپ ﷺ کی طفولیت، جوانی، غارِ حرا کی خلوتوں میں ذوق عبادت، اسراء ومعراج، راہ ہجرت، غارِ ثور، مدینۃ النبی میں آمد سے قبل قبا میں تعمیر مسجد، مسجد نبوی اور اس کی تفصیلات، غزوات کے میدان، جنت المعلیٰ اور جنت البقیع کے آسودۂ خاک خوش نصیب مکینوں کے احوال، مملکت سعودی عرب کی تشکیل اور آثار نبوت، نیز خلافتِ عثمانیہ میں توپ قاپی کے عجائب گھر کے مقدس نوادرات اور دیگر یقین افروز تفصیلات کی تصاویر، اس تصنیف لطیف کے حسن وجمال کی آئینہ دار ہیں۔

''نشاناتِ ارضِ نبوی ﷺ'' اپنی نوعیت کی ایک منفرد تحقیقی کاوش ہے۔ ارضِ نبوی ﷺ کی روحانی سرحدیں تو عالم کون ومکان سے وابستہ ہیں مگر اس کی زمینی سرحدیں نجد و حجاز کی مقدس وادی میں بالعموم اور مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کی نورانی بستیوں میں بالخصوص اپنے آثار اور نشانات کے ساتھ موجود ہیں۔ مسلمان سیاحوں اور زائرین حرم نے گزشتہ صدیوں میں ان مقامات کے سینکڑوں سفرنامے تحریر کئے ہیں۔ ان سفرناموں اور دوسری تاریخی کتابوں کے مطالعے سے بہت سی ایمان افروز معلومات فراہم ہوتی ہیں مگر ان اماکن، آثار اور مقامات کا نقشہ سطح ذہن پر واضح نہیں ہوتا۔ ''نشاناتِ ارضِ نبوی ﷺ'' کے مطالعے سے قاری ان نادر تصاویر اور نقشوں کی مدد سے اپنے آپ کو ان مناظر کے درمیان گھرا ہوا محسوس کرتا ہے۔ یہ وہ خوبی اور کمال ہے جسے شاہ مصباح الدین شکیل کی ریاضت نے بڑی ہنرمندی اور چابک دستی سے پیش کیا ہے۔ یہ تصاویر متعدد کتابوں، رسائل وجرائد اور ذاتی ذخائر میں موجود تھیں۔ فاضل مرتب نے کمال تن دہی اور محنت ومشقت سے انہیں اس کتاب میں جمع کردیا ہے۔ ایسی نادر تصاویر کی جمع آوری ایک زبردست تخلیقی اور تحقیقی کارنامہ ہے جس کے پس منظر میں آتش شوق اور سوز محبت کی فراوانی محسوس کی جاسکتی ہے۔

نجد وحجاز نبوت ورسالت کی سرزمین ہے۔ مکہ مکرمہ کی تاریخ پر لکھی گئی درجنوں کتب اس شہر کی قدامت پر شاہد عادل ہیں۔ سیدنا آدم علیہ السلام ایک روایت کے مطابق سری لنکا کے جزیرے میں اترے مگر وہ حوا علیہا السلام سے مقامِ عرفات پر جبل رحمت کے قریب ملے۔ یوں یہ سرزمین انسانِ اوّل اور نبی اوّل کی قدم گاہ ہے۔ پھر امام الانبیاء سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے حوالے سے تو عراق، شام، مصر، فلسطین اور نجد وحجاز تک ان کی نبوت کے نشانات ملتے ہیں مگر ان میں مرکزی حیثیت تو مکہ مکرمہ کو حاصل ہے۔ تعمیر کعبہ، جمرات، مقامِ ذبح اسماعیل، زم زم اور صفا مروہ کی پہاڑیاں سبھی دائمی نشانات ہیں۔ یہی مکہ مولد النبی ﷺ ہے، اس کے پہاڑ، وادیاں، غاریں، بابِ کعبہ، مطاف، قفل، کلید اور غلاف وغیرہ مستقل مقاماتِ نبوت

حسنِ روز افزوں سے تیرے آبروِ ملّت کی ہے
اقبال

قلب و نظر پر گراں ایسے جہاں کا ثبات
(اقبال)

اور نشاناتِ نبوت کے امین ہیں۔ پھر اس راہِ ہجرت کا جائزہ لیجیے، غارِ ثور کا تصور کیجیے، اُمّ معبد کا حلیہ نامہ ساعت کیجیے، قباء میں ورود کا منظر دیکھیے، سلع کی چوٹیوں پر نبی آخر الزماںؐ کا استقبال ملاحظہ کیجیے، مسجد نبوی کی تعمیر پر توجہ دیجیے، صفہ کے چبوترہ پر بیٹھیے، اسطواناتِ رحمت سے ٹیک لگایئے، ریاض الجنۃ کے ماحول میں آجایئے، مسجد نبوی کے محراب و منبر کو دیکھیے، ابواب مسجد نبوی سے گزریئے، اسی کے قریب بقیع الغرقد میں تشریف لے جایئے، داخل ہوتے ہی دائیں جانب عباسؓ بن عبدالمطلب اور خانوادۂ رسول ﷺ کی قبور دیکھیے جن کے ساتھ خلیفہ راشد عثمانؓ بن عفان، عبدالرحمٰنؓ بن عوف، سعدؓ بن ابی وقاص، عبداللہ بن مسعودؓ، سعدؓ بن معاذ، ابو سعید خدریؓ، حسنؓ بن علی المرتضیٰؓ اور دوسرے صحابہؓ، تابعینؒ، تبع تابعینؒ، شہداءؒ، صلحاء اور آئمہ دینؒ کی آخری آرام گاہوں میں سے گزریئے، یہ سب فنا کی دائمی اور ابدی حقیقت کو واشگاف کر رہی ہیں۔ یہ سینکڑوں اماکن اور دوسرے آثارِ ارضِ نبوی کے مستقل نشانات ہیں جن کے ساتھ ہماری ایمان عقیدت، روحانی محبت، قلبی راحت اور ذہنی طمانت وابستہ ہے۔

''نشاناتِ ارضِ نبوی ﷺ'' کا مطالعہ کرتے ہوئے چند تصاویر کے نیچے درج تعارفی جملوں (Captions) اور بعض عبارتوں سے مزارات اور قبوں کے انہدام کے بارے میں معلومات ملتی ہیں، جس سے بہت سے قارئین اپنے جذبات کو مجروح محسوس کرتے ہیں۔ اس سلسلے میں شرعی، تاریخی اور واقعاتی شہادتوں کا علم بہت ضروری ہے۔ اس موضوع پر سینکڑوں کتب شہادت پیش کرتی ہیں کہ جنت المعلیٰ اور جنت البقیع میں ابتدائی طور پر دفن ہونے والے خانوادۂ رسول اور صحابہ و تابعین کرام میں سے کسی کی قبر پر کوئی قبہ اور مزار تعمیر نہیں تھا۔ خلافت عثمانی کے دور میں نجد و حجاز پر ترکوں کی حکومت ۱۵۱۷ء میں قائم ہوئی جو ۱۹۲۴ء میں مصطفیٰ کمال پاشا کے ہاتھوں ختم ہوگئی۔ سلطان سلیم نے پہلی مرتبہ حجاز کو اپنی سلطنت میں شامل کیا۔ انہی ترکانِ عثمانی کے دور میں عجمی روایات کے زیرِ اثر قبروں پر قبے، مزارات اور دوسرے نشانات تعمیر کیے گئے ورنہ صدیوں تک یہ قبور شرعی آداب و رسوم کے مطابق قائم رہیں۔

ترکانِ عثمانی کے دور میں نجد و حجاز کی سرزمین میں مقدس آثار پر غیر شرعی اور غیر مسنون سرگرمیوں کا آغاز ہوا اور بتدریج فروغ پذیر رہا۔ نجد کی سرزمین میں ۱۷۰۰ء میں محمد بن عبدالوہابؒ نامی ایک شخصیت نے جنم لیا جس نے علوم اسلامیہ کی تحصیل کے بعد ۱۱۵۸ھ/ ۱۷۴۵ء میں اپنی دعوتی سرگرمیوں کا آغاز کیا۔ تجدید و احیائے دین کی یہ تحریک جس کے بارے میں مولانا مسعود عالم ندوی نے اُردو زبان میں پہلی بار ایک مستند کتاب ''محمد بن عبدالوہابؒ ایک بدنام اور مظلوم مصلح'' کے نام سے لکھی۔ سیاسی قوتوں نے اسے وہابی تحریک کا نام دیا۔ گذشتہ صدیوں میں یہ عالم عرب کی سب سے مقبول تحریک بن کر اُٹھی اور اس کے اثرات دوسرے اسلامی ممالک میں بھی منتقل ہوئے۔ اس تحریک کا مقصود اور مطلوب اس کے علاوہ کچھ اور نہیں تھا کہ اسلام کو الدین الخالص کی حیثیت سے اس کے دو معتبر اور مستند ماخذوں یعنی کتاب و سنت کے حوالے سے پیش کیا جائے۔ اسی تحریک کے فروغ کے زمانے میں عربوں اور ترکوں کی سیاسی کشمکش اپنے عروج کو پہنچی مگر جون ۱۹۲۴ء میں سلطنت عثمانی کے زوال کے ساتھ ہی ملک عبدالعزیز بن عبدالرحمٰن کو حجاز پر مکمل کنٹرول حاصل ہوگیا۔ ۱۹۳۲ء میں نجد و حجاز کی اسی سلطنت کو ملا کر ایک نئی مملکت وجود میں آئی جسے آج ہم المملکۃ العربیۃ السعودیہ کہتے ہیں۔ محمد بن عبدالوہابؒ کی تحریک سے متاثر اور مستفید اسی نئی سعودی حکومت نے جنت المعلیٰ اور جنت البقیع کے قبرستانوں سے تمام قبوں اور مزارات کو منہدم کر کے انہیں عہد نبوی اور دورِ خلافت راشدہ میں موجود آثار و نشانات کی صورت میں تبدیل کر دیا۔ اس پر عالم اسلام، بالخصوص برصغیر کے عامۃ المسلمین میں اضطراب کی ایک لہر اُٹھی۔ سعودی حکمران ملک عبدالعزیز نے عالم اسلام کے ممتاز علماء اور رہنماؤں سے ایک اجتماع میں اس موضوع پر شرعی فتویٰ طلب کیا اور مجلس سے عرض کیا کہ اگر دین و شریعت کی نصوص سے قبروں پر مزارات اور ان کی تزئین و آرائش کی اجازت ہے تو اس پورے قبرستان کو طلائی قبرستان میں تبدیل کرنے میں بھی انہیں کوئی عذر نہ ہوگا۔ اس مجلس کی تفصیلات مطبوعہ شکل میں موجود ہیں اور مطالعے کے لائق ہیں۔ محمد بن عبدالوہابؒ کی تعلیمات کے زیرِ اثر اُٹھنے والی اس تحریک کے بارے میں علامہ محمد اقبالؒ نے ۱۹۲۴ء کے زمانے میں ''تشکیل جدیدِ الٰہیاتِ اسلامیہ'' کے موضوع پر اپنے معروف خطبات کے چھٹے خطبے ''الاجتہاد فی الاسلام'' میں لکھا ہے:

''عظیم پابندِ شریعت مصلح محمد بن عبدالوہابؒ نے جو ۱۷۰۰ء میں پیدا ہوئے، مدینے میں تعلیم حاصل کی، ایران کی سیاحت کی اور بالآخر اپنی مضطرب رُوح کی تپش اور حرارت تمام دنیائے اسلام میں پھیلانے میں کامیاب ہوگئے۔ وہ روحانی اعتبار سے امام غزالی کے شاگرد محمد ابن تومرت کے مشابہ تھے جو اسلام کا ایک پابندِ شریعت مصلح تھا''۔

''نشاناتِ ارضِ نبوی ﷺ'' میں شاہ مصباح الدین شکیل صاحب نے ایک مؤرخ اور محقق دونوں کی ذمہ داریوں کو پورا کرنے کی کوشش کی ہے۔ اپنے موضوع پر اس منفرد کاوش کا علمی حلقوں میں ان شاء اللہ العزیز شایانِ شان استقبال ہوگا۔ فضلی سنز کے محترمین نے بھی اس کتاب کی پیشکش میں جس طباعتی ذوق کا اظہار کیا ہے اس کے باعث یہ کتاب معیاری طباعت کا ایک عمدہ نمونہ بن گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ مصنف اور ناشر کی اس کاوش کو قبولیت عامہ عطا فرمائے۔ آمین یا رب العالمین۔

پروفیسر عبدالجبار شاکر
ڈائریکٹر دعوہ اکیڈمی
بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد

ؒ ۱۲ اکتوبر ۲۰۰۹ کو اسلام آباد میں پروفیسر عبدالجبار شاکر نے داعیٔ اجل کو لبیک کہا



تُو اُسے پیمانۂ اِمروز و فردا سے نہ ناپ
اقبال

عرضِ ناشر

اللہ ہی نور السماوات والارض ہے۔ یہ اللہ ہی کا حق ہے کہ اس کی حمد وثناء اور اُسی کی عبادت کی جائے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے تعارف کے لئے انبیاء علیہم السلام کو مبعوث فرمایا جنہوں نے بھٹکی ہوئی انسانیت کو منزل کی راہ دکھائی۔ اللہ نے ان کا ذکر بلند کیا اور آج بھی ہر زبان پر ان ہی کے نام ہوتے ہیں۔

''نشاناتِ ارضِ نبوی'' بھی اسی سلسلے کی ایک کاوش ہے۔ ہماری اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس کوشش کو قبول فرمائے۔ اگر اس سلسلے میں ہم سے کوئی لغزش ہوئی ہو تو ہم صدقِ دل سے توبہ واستغفار کرتے ہیں۔

کتاب کے مصنف شاہ مصباح الدین شکیل صاحب کا اس سلسلے میں یہ وقیع کام ہے۔ اس کتاب میں ان کی صلاحیتوں کو آپ کمال پر پائیں گے۔ جس قدر محنت، تن تنہا انجام دی، اس کی مثال اس معاشرے میں کم ہی ملتی ہے۔ بہرحال یہ فیصلہ تو ہم اپنے قارئین اور ناظرین پر چھوڑتے ہیں کہ ان کے ایمان کو ''نشاناتِ ارضِ نبوی'' نے کتنا گرمایا اور اتباعِ رسول ﷺ کو ان کی زندگیوں میں کیا اہمیت حاصل ہوئی۔ میں اسے بھی ایک فالِ نیک سمجھتا ہوں کہ پاکستان کے مایہ ناز فرزند اور مسجد نبوی کے خوش نصیب خطاط اُستاد شفیق الزماں صاحب نے ہماری درخواست پر اس کتاب کا نام اپنے بابرکت قلم سے لکھا ہے۔ ہم اپنے قارئین کو خراجِ عقیدت پیش کرتے ہیں جن کی حوصلہ افزائی سے ایسے کام ممکن ہو پاتے ہیں۔ ہمیں اُمید ہے کہ قارئین پہلے کی طرح اس بار بھی ہماری رہنمائی کریں گے۔ ہم ہمیشہ ان کی تجاویز وآراء کو خوش آمدید کہتے ہیں۔

محمد ساجد رحمٰن فضلی
ڈائریکٹر
فضلی بک سپر مارکیٹ
اُردو بازار، کراچی

نوٹ: پہلے ایڈیشن کی مکمل پروف ریڈنگ اور اشعار کی اصلاح کے لیئے ناشر بطورِ خاص محترم عاصی رضوی (صدیق حسن) کا شکر گزار ہے۔

تجھ سے ممکن ہو تو اے ناسخِ ایامِ کہن (امام بخش ناسخ) اپنے گمنام خزانوں کو بچا کر رکھ لے

Sir Syed University of Engineering & Technology
University Road, Karachi-75300 Pakistan

Tel Office: 4988006, 4988000-3
: 4992811
Fax: (92-21) 4982393, 4988006
Residence: 9250876, 5865229
Mobile: 0300-8270545
E-mail: nizami@ssuet.edu.pk
Website: www.ssuet.edu.pk

Z.A. Nizami
Chancellor

کریں گے اہلِ نظر تازہ بستیاں آباد
اقبال

حُسنِ سعادت

میرے لئے یہ بات موجبِ مسرت ہے کہ سرسیّد یونیورسٹی کے شعبۂ اسلامیات کے سینئر ریسرچ ایسوی ایٹ شاہ مصباح الدین شکیل کی نئی کتاب "نشاناتِ ارضِ نبوی ﷺ" شائع ہورہی ہے۔ وہ ۱۹۹۹ء سے یونیورسٹی کے شعبۂ اسلامیات (مرکزِ مطالعۂ سیرت) سے متعلق ہیں۔ ان کی پہلی کتاب "نشاناتِ ارضِ قرآن" کا زیادہ تر تحقیقی کام اسی شعبہ میں ہوا۔ مؤلف نے ۲۰۰۱ء میں مزید ریسرچ کے لئے کوئی ایک سال سعودی عرب، لندن، امریکا اور کنیڈا کا مطالعاتی دورہ بھی کیا۔ ۱۸رمئی ۲۰۰۵ء کو پروفیسر سیّد ڈاکٹر نذیر احمد، وائس چانسلر نے بہادر یار جنگ اکادمی (کراچی) میں اس کتاب کی رسمِ اجرائی ادا کی۔

میں بطورِ خاص اس تحقیقی کتاب کے بارے میں دو آراء کا ذکر کرنا پسند کروں گا۔ پہلی رائے ڈاکٹر محمد خالد مسعود، چیئرمین "اسلامی نظریاتی کونسل"، حکومت پاکستان کی ہے۔

> "سیرت النبی ﷺ کو آثار کی تحقیق سے مزیّن کرکے برصغیر میں سیرت نگاری کو ایک نئی اور بہت اہم جہت دی گئی ہے۔ جہاں سیرت نگاری کو علمی ٹھوس، بنیادیں فراہم کی گئی ہیں، وہاں اس کے نقد و تحقیق کا حق بھی ادا کردیا ہے۔ "نشاناتِ ارضِ قرآن" اسی سلسلے کی اہم کڑی ہے، جس میں مطالعۂ قرآن کو تاریخ و آثار کا سیاق مہیا کیا گیا ہے۔ آج کے دور میں یہ سیرت اور قرآن کی بہت بڑی خدمت ہے"۔

دوسرا تبصرہ جامعہ خیر المدارس، (ملتان) کے ترجمان ماہنامہ "الخیر" کے مدیر مولانا محمد ازہر کا ہے:۔

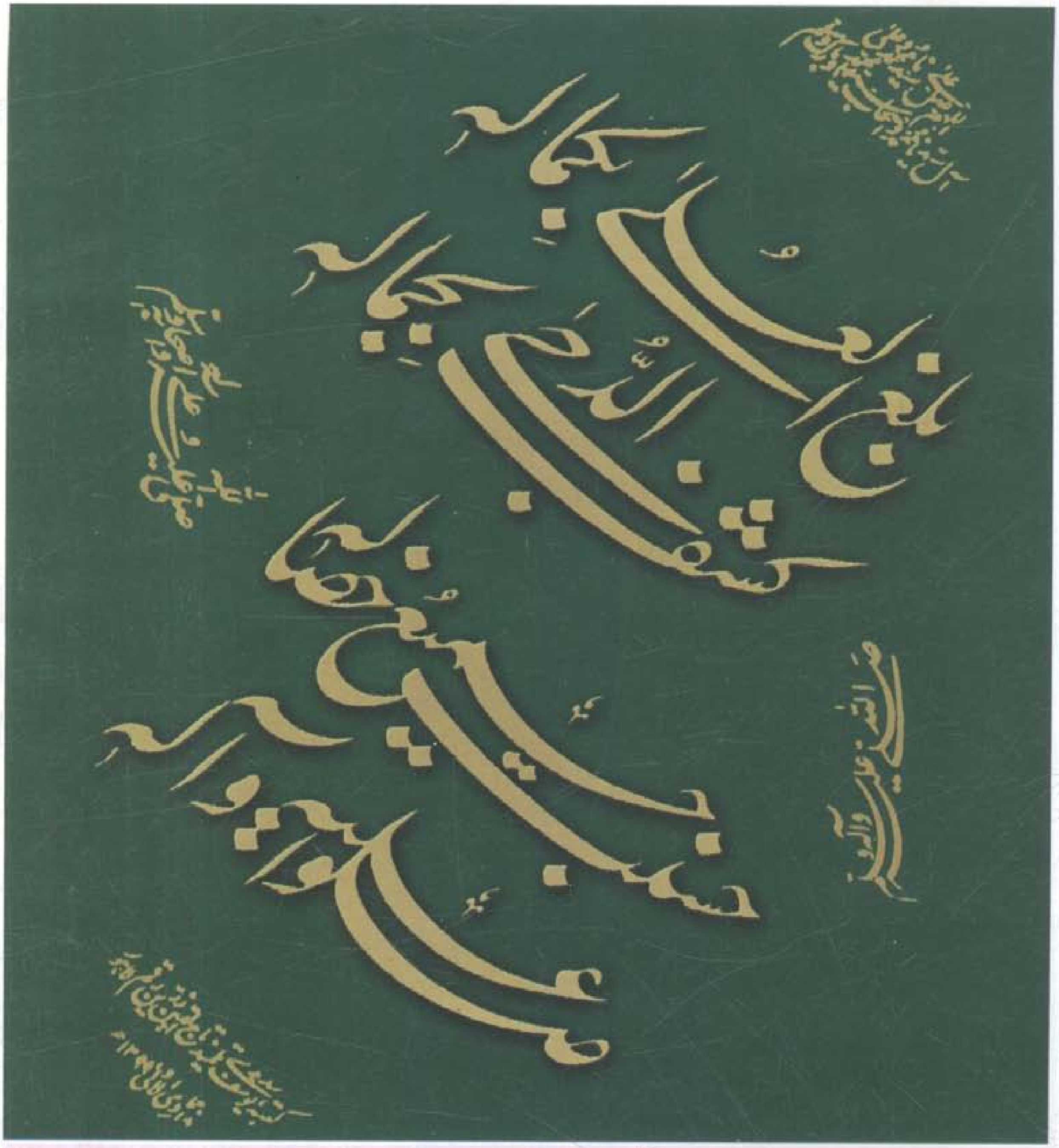
> "نشاناتِ ارضِ قرآن" کی تعریف و تعارف کے لئے بلا مبالغہ خامہ انگشت بدنداں ہے کہ اسے کیا لکھیے۔ اس کا یہ امتیاز ہے کہ وہ حالات و واقعات جو پہلے الفاظ میں پڑھے اور سنے جاتے تھے، اب مجسم ہوکر آنکھوں کے سامنے آگئے ہیں۔ بالخصوص قرآن مجید میں جو واقعات بیان ہوئے ہیں، ان مقامات کی تصاویر اور مختصر تشریح نے اس تاریخی دستاویز کو "تصویری تفسیر" کا درجہ دے دیا ہے۔ بلاشبہ ارضِ قرآن کی اتنی جامع اور مکمل البم اس سے پہلے نظر سے نہیں گزری۔ دورانِ مطالعہ و مشاہدہ قاری ایک ایک تصویر پر محبت، عقیدت اور حیرت کے سمندر میں ڈوب جاتا ہے۔ تصاویر کے علاوہ ہر صفحہ پر موقع محل کی مناسبت سے خوبصورت و نادر اشعار نے کتاب کو مزید دلکش بنادیا ہے۔ مبصر کی رائے میں اس طرح کی تحقیقی و تاریخی اور وقیع و لطیف تالیفات مدتوں بعد منصۂ شہود پر آتی ہیں"۔

ارضِ قرآن کے بعد محقق نے اپنی ریسرچ کا رخ ارضِ نبوی ﷺ کی طرف کرلیا ہے۔ میں نے ان سے خواہش کی کہ شعبۂ اسلامیات ہی میں اپنی تحقیق کو جاری رکھیں چنانچہ یکم اگست ۲۰۰۶ء سے وہ بحثیت سینئر ریسرچ ایسوی ایٹ کام کررہے ہیں۔ ان کی نئی تصنیف تین سالہ محنتِ شاقہ کا نتیجہ "نشاناتِ ارضِ نبوی ﷺ" آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ پچھلی تالیف کی جملہ خصوصیات کے علاوہ مزید دو اضافوں نے اس کی قدر و منزلت کو اور بڑھادیا ہے۔ ایک تو ہر مضمون کے مستند حوالے دیئے ہیں، جس سے کتاب کی علمی حیثیت متعین ہوتی ہے۔ دوسرے شاعرِ مشرق، مصورِ پاکستان، علامہ اقبال کو ایک اچھوتے انداز سے خراجِ عقیدت پیش کیا ہے۔ ہر صفحہ کے مضمون کا ترجمان ایک مصرع، کلامِ اقبال سے ڈھونڈ نکالا ہے۔ میرے خیال میں نئی نسل کو مصورِ پاکستان کے عمیق افکار سے متعارف کرنے کی بلاشبہ ایک مستحسن کوشش ہے۔

شعبۂ اسلامیات کے مرکزِ مطالعۂ سیرت، کی کارکردگی پر طمانیت کے ساتھ ساتھ مجھے امید ہے کہ "نشاناتِ ارضِ نبوی ﷺ" پہلی تالیف کی طرح حُسنِ قبولیت کے معیار کو برقرار رکھے گی۔ میں مؤلف اور ناشر فضلی سنز (کراچی) کو اس خوبصورت، دیدہ زیب، وقیع اور لطیف پیشکش پر مبارکباد پیش کرتا ہوں۔

(ظلِ احمد نظامی)

۱۴راگست ۲۰۰۸ء



کی محمدؐ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں

اقبال

کمالِ خاتمیت سے گئے عرشِ معلّٰی پر	پہنچا بلندیوں پہ جو اپنے کمال سے
جمالِ خاتمیت سے اجالے ہوگئے یکسر	ناپید ظلمتیں ہوئیں جس کے جمال سے
خصالِ خاتمیت سے وہی سب سے حسیں بڑھ کر	حُسنِ صفات ختم اُسی خوش خصال پر
ہو ذاتِ خاتمیت پر درود اور آلِ اطہر پر	صلوٰۃ اس کی ذات پر اور اس کی آل پر

سعدی کی نعتیہ رباعی بہ خط حافظ یوسف سدیدی (پیدائش اپریل ۱۹۲۷ء) موضع بھون ضلع چکوال (وفات ۵۵ سال کی عمر میں ۱۲ ستمبر ۱۹۸۶ء) شیخ مشرف الدین بن مصلح الدین سعدی شیرازی ۵۸۰ھ/ ۱۱۸۴ء تا ۶۹۱ھ/ ۱۲۹۲ء فارسی کے عظیم شاعر اور نثار تھے، شاعرِ سدابہار، نثارِ باغ و بہار، ناصحِ بُردبار اور قارئین کے لیے یار طرح دار۔ ایں سعادت بزور بازو نیست...... تانہ بخشد خدائے بخشندہ۔ ان کی مندرجہ بالا نعتیہ عربی رباعی کو جو قبولیتِ عام حاصل ہوئی وہ عطیہ الٰہی ہے۔ طغریٰ بشکریہ: ''تذکرہ خطاطین'' مرتبہ: محمد راشد شیخ

پُوری کرے خُدائے مُحمّدؐ تری مُراد
(اقبال)

ایمان افروز کتاب

شاہ مصباح الدین شکیل کی ذات کسی تعارف کی محتاج نہیں، جب سے ان کی شعور کی آنکھیں بیدار ہوئی ہیں وہ تصنیف و تالیف کی سرگرمیوں میں اپنی زندگی کے شب و روز بسر کر رہے ہیں اور ایسی کتب اہلِ ذوق کو فراہم کر رہے ہیں جو نہ صرف ایمان افروز ہیں بلکہ اس دورِ بے راہ روی میں ان کی انتہائی ضرورت بھی ہے۔ اس سے قبل وہ دیگر اسلامی موضوعات پر کتب کے علاوہ سیرت النبیؐ پر ایک جامع اور اہم کتاب ''سیرت احمد مجتبیٰ ﷺ'' کے عنوان سے تالیف کر چکے ہیں جسے علمی و دینی حلقوں میں بے حد سراہا گیا، یہی سبب ہے کہ اب تک اس کتاب کے کئی ایڈیشن منظرِ عام پر آ چکے ہیں۔ ان کی ایک اور نہایت اہم کتاب ''نشاناتِ ارضِ قرآن'' بھی تشنگانِ علم کو سیراب کر چکی ہے۔

شاہ صاحب کی تازہ تخلیق ''نشاناتِ ارضِ نبوی ﷺ'' ہے جو اپنی تمام تر جلوہ سامانیوں کے ساتھ منظرِ عام پر آئی ہے۔ ۳۴۸ صفحات پر مشتمل یہ شہ پارہ ہر لحاظ سے ایک تاریخی، تحقیقی اور تخلیقی دستاویز ہے۔ اس کا ہر صفحہ نہ صرف دماغوں کو جلا بخشتا محسوس ہوتا ہے بلکہ ایمان کو تازگی بھی فراہم کرتا ہے۔ کتاب میں موقع محل کی مناسبت سے نادر و نایاب تصاویر بھی موجود ہیں اور چونکہ ان کا تعلق ارضِ مقدس سے ہے لہٰذا انہیں دیکھ کر قاری پر ایک عجیب سی روحانی کیفیت طاری ہو جاتی ہے، کتاب کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ اندازِ تحریر نہایت دلکش و سادہ و عام فہم ہے۔ تاریخی حقائق کی وضاحت اس قدر مؤثر انداز میں کی گئی ہے کہ قاری ہر سطر کو دل میں اترتا محسوس کرتا ہے۔ یقیناً یہ ایک ایسا شہ پارہ ہے جسے ہر گھر اور ہر کتب خانے کی زینت ہونا چاہیے۔

سرورق، کمپوزنگ، طباعت اور کاغذ کتاب کے شایانِ شان ہے، جس نے کتاب کو دیدہ زیب بنا دیا ہے، یقیناً یہ کتاب بھی مقبولِ عوام و خواص ہوگی اور اسے بھی سابقہ کتب کی صورت پذیرائی حاصل ہوگی، خاص طور پر وہ خواتین و حضرات اس سے بے حد مستفید ہو سکیں گے جو تحقیق کے میدان میں سرگرمِ عمل رہتے ہیں۔

میں اس وقیع، جامع، مفید و کارآمد اور بے مثال کتاب کی تصنیف و تالیف پر شاہ مصباح الدین شکیل کو صمیمِ قلب سے مبارکباد پیش کرتا ہوں۔

محمد ذاکر علی خان

حرفِ چند

پروفیسر ڈاکٹر سید نذیر احمد (وائس چانسلر، سرسید یونیورسٹی آف انجینئرنگ اینڈ ٹکنالوجی، کراچی) نے ''نشاناتِ ارضِ قرآن'' کی ۱۸ مئی ۲۰۰۵ء کو تقریب رسم اجرائی کے موقع پر بہادر یار جنگ اکاڈمی (کراچی) میں جو صدارتی تقریر فرمائی اس کا متن ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔ (ناشر)

عجیب اتفاق ہے کہ شاہ مصباح الدین شکیل جنھیں میں کافی عرصے سے جانتا ہوں لیکن ان سے کبھی ملاقات نہیں ہوئی تھی، آج ان کے بارے میں کچھ کہنے کا موقع ملا ہے۔ جن دنوں میں جدہ میں تھا تو میرے ایک ساتھی جناب اکبر حسین صاحب نے جو کراچی سے تشریف لائے تھے مجھے PSO کی شائع کردہ کتاب سیرت احمد مجتبیٰ ﷺ تحفۃً دی۔ اس کو پڑھنے کے بعد مجھے احساس ہوا کہ اللہ تعالیٰ ایسی شخصیت بہت کم پیدا کرتے ہیں جو اتنا عمدہ پیرائے میں سیرت طیبہ بیان کرتے ہیں پھر شکیل صاحب ہماری یونیورسٹی میں تشریف لائے۔ ہماری کوشش رہی کہ وہ ریسرچ کے معاملہ میں ہماری یونیورسٹی میں کام کرتے رہیں۔ اس کے چند مہینوں بعد ان کی کتاب ''نشاناتِ ارضِ قرآن'' شائع ہوئی۔ اس کو دیکھنے اور پڑھنے کے بعد میں سوچنے لگا کہ جس وقت میں جدہ یونیورسٹی میں تھا اور انجینئرنگ کے ایک ریسرچ پروجیکٹ پر کام کر رہا تھا جس میں یہ تحقیق (Investigation) شامل تھی کہ جنوبی یمن (South Yeman) سے اردن کے شمال (North Jordan) تک ارضی علاقے کی Soil Investigation کی جائے۔ مقصد یہ تھا کہ اسے کس طرح بہتر طور پر استعمال کیا جاسکتا ہے۔ جب میں نے یہ کتاب پڑھنا شروع کی تو میرے ذہن میں وہ تمام باتیں تازہ ہونے لگیں۔ مجھے اس بات کا افسوس ہوا کہ کاش یہ کتاب میرے پاس اس وقت موجود ہوتی تو میں کس ذوق وشوق کے ساتھ ان تمام چیزوں کو دیکھتا۔ مصباح الدین شکیل نے وہ تمام باتیں لکھی ہیں جو میری ریسرچ میں شامل تھیں۔

کتاب کا نام ''نشاناتِ ارضِ قرآن'' حد درجہ موزوں ہے۔ میرے ایک عزیز جو کینیڈا (Canada) سے آئے تھے میں نے انہیں یہ کتاب دکھائی اسے پڑھ کر انہوں نے یہ کتاب اپنے ساتھ لے جانے کی خواہش کا اظہار کیا اس لیے کہ ان ملکوں میں ان چیزوں کی سخت ضرورت ہے۔ وہاں اسلام بڑی تیزی سے پھیل رہا ہے۔ دین کی تعلیم بھی دی جانے لگی ہے۔ جس میں انگریزیت کا اثر زیادہ ہوتا ہے۔ اب تو بہت سے لوگ حج اور عمرے کے لیے جانے لگے ہیں۔ ان میں سے اکثر کو اندازہ نہیں ہوتا کہ وہ کہاں جارہے ہیں۔ جب قرآن مجید کا ترجمہ پڑھتے ہیں تو انہیں ان تمام چیزوں سے واقفیت ہوتی ہے۔ خوش قسمتی سے ان تمام چیزوں کے عکس Photographs اور مختصر تفصیل اس کتاب میں موجود ہے۔ سرسری ورق گردانی سے مضامین کی اہمیت کا اندازہ ہوجاتا ہے۔ اس کتاب کو تفصیل سے پڑھا جائے تو معلومات میں بے حد اضافہ ہوتا ہے۔ اس پر مجھے خیال آیا کہ اس کتاب کا انگریزی میں بھی ترجمہ ہونا چاہیے اور یہ بھی ضروری ہے کہ اسے عربی اور دیگر زبانوں میں منتقل کردیا جائے تاکہ ان زبانوں کے پڑھنے والوں کو اس سنجیدہ تحقیقی کام (Intense Study) کا صحیح فائدہ ہو۔ میری نظر میں مصباح الدین شکیل صاحب کا یہ تحقیقی مواد Ph.D. کی سطح سے بھی بلند Post Doctorate Research کے برابر قرار دیا جاسکتا ہے۔ عام طور پر طلباء ایم فل کر کے رجسٹرڈ ہونے کے بعد دو تین سال میں ریسرچ کر کے کچھ لکھ لیتے ہیں اور یونیورسٹی انہیں ڈاکٹریٹ کی ڈگری عطا کردیتی ہے۔ انجینئرنگ اور سائنس کے شعبہ میں یہ ہوتا ہے کہ وہ شخص درجہ استناد (Established Authority) کے مقام پر پہنچ جاتا ہے۔ میرا خیال ہے کہ شاہ مصباح الدین شکیل صاحب اس سطح پر پہنچے ہوئے ہیں مگر ہمارے پاس ایسا کوئی سلسلہ نہیں ہے جس سے ہم ان کو ڈگری دے کر Recognize یعنی خدمات کا اعتراف کریں۔ میں تو یہاں تک بھی کہوں گا کہ شکیل صاحب نے جو کام کیا ہے وہ پوسٹ ڈاکٹریٹ کے بھی بعد پندرہ بیس سال کی ریسرچ پر جو ڈگری چند پروفیشنل حضرات کو دی جاتی ہے اس کے برابر ہے۔ بات مختصر کرتے ہوئے عرض کروں میں تو انجینئرنگ کا طالب علم ہوں جو میں نے محسوس کیا وہ برملا کہہ دیا۔ میں اس ادبی اور مذہبی محفل میں جو حضرات مجھے جانتے ہیں اور جو مجھے نہیں جانتے میں ان سب کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

حیدرآباد دکن مجھے علی گڑھ کے زمانے سے یاد ہے جب ہم وہاں پڑھنے گئے تو ہم کو سب سے پہلے یہ بتایا گیا کہ اس یونیورسٹی کی بنیاد اور قیام میں نظام حیدرآباد کا بہت بڑا حصہ ہے۔ اس وقت سے حیدرآباد کی محبت میرے دل میں اور میرے ساتھیوں کے ذہنوں میں محفوظ ہے۔ ایک مرتبہ جب مجھے حیدرآباد جانے کا موقع ملا تو وہ تمام مناظر میرے ذہن میں گھومنے لگے جو علی گڑھ میں محسوس کرتا تھا۔ بہادر یار جنگ اکاڈمی نے مجھے بڑی عزت بخشی، میں اس کے قابل اپنے آپ کو نہیں سمجھتا کیونکہ یہاں تو اتنے پڑھے لکھے لوگ موجود ہیں جو تحقیقی ذوق اور ریسرچ کا ذہن رکھتے ہیں۔ ایک بار پھر آپ کا بہت بہت شکریہ۔

نشاناتِ ارضِ نبویؐ
ایک مطالعہ

پروفیسر ڈاکٹر ریاض مجید

ایمینینٹ ایجوکیشنسٹ/ریسرچر
ہائر ایجوکیشن کمیشن پاکستان
شعبہ اردو، پشاور یونیورسٹی، پشاور

شاہ مصباح الدین شکیل معاصر علمی شخصیات میں قابلِ احترام انفرادیت کے حامل ہیں۔ان کی انفرادیت کا وقار اور اعتبار سیرت نگاری کے سبب ہے۔انہوں نے اپنی زندگی کا بڑا حصہ تصنیف و تالیف کے جس انداز اور پہلو پر صرف کیا وہ حضور اکرم ﷺ کی سیرت طیبہ سے متعلق ہے۔اُن کا اندازِ تحریر سیرت شناسی کے تقاضوں سے آگاہ ہے اور اُن کی تحقیقات کا مرکزی پہلو سیرت نگاری کے مختلف اور متنوع مضامین سے عبارت ہے۔

سیرت رسول اکرم ﷺ آغاز اسلام ہی سے مسلم اہلِ علم اور ریسرچ کا موضوع رہی ہے۔گزشتہ چودہ صدیوں میں سیرت نگاری کے ہزاروں جامع اور وقیع نمونے تخلیق ہوئے۔اسلامی معاشرہ، روایات و اقدار، ارکان اسلام، قرآن و احادیث رسول اکرم ﷺ پر ہر موضوع کے ضمن میں پیغمبرِ اسلام حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کی سیرت وسوانح کا تذکرہ مبارک بھی ایک لازمے کی طرح جاری وساری رہا۔ یوں اسلامی اقدار و روایات، فقہ وتمدن کے حوالے سے تصنیف ہونے والے علمی سرمایہ کے ساتھ ساتھ آپؐ کی حیات طیبہ کے بارے میں بھی متنوع اور گوناگوں موضوعات پر ایک وقیع علمی اور تصنیفی کام ہوا۔ارباب علم ودانش کی ہمیشہ یہ آرزو رہی کہ سیرت مبارکہ کی تفہیم کے لئے نئے نئے اسالیب ایجاد کئے جائیں اور آپؐ کی زندگی ،تعلیمات، پیغام، فضائل و شمائل اور فیوض وبرکات کا جائزہ مختلف اور متنوع حوالوں سے کیا جائے۔ اس آرزو کے نتیجے میں ایک مبارک جستجو کا سلسلہ شروع ہوا جو آغاز سے اب تک نہ صرف یہ کہ جاری وساری ہے بلکہ جس میں عہد بہ عہد اور زمانہ بہ زمانہ، تازہ کاری کے آثار ہی نمایاں ہورہے ہیں۔

سیرت کا موضوع ایک تابناک آئینے کی طرح ہے۔ ہر زمانہ اور ہر نسل اس آئینے میں اپنے معاشرتی ،سماجی، سیاسی، اقتصادی،نفسیاتی، عمرانی اور جذباتی مسائل وامور کا حل تلاش کرتی ہے۔ اس تلاش کے لازمی اور فطری نتیجے کے طور پر حضور اکرم ﷺ کی حیاتِ مبارکہ کو نئے نئے زاویوں سے دیکھا جاتا ہے۔ آپ ﷺ کی احادیث سے نئے نئے قرینوں سے استنباط کیا جارہا ہے۔ بدلتے ہوئے زمانوں اور معاشرتوں میں آپؐ کی سوانح مبارک اور آپؐ کے فرامین سے استفادہ کے نئے نئے زاویے دریافت ہورہے ہیں۔آپ ﷺ کی مختلف حیثیات کی روشنی میں آپ ﷺ کی سیرت وکردار کا جداگانہ مطالعہ کیا جارہا ہے یوں مطالعاتی تخصیصات(Distinctive Studies) کی روشنی میں سیرت نگاری ہر عہد میں پہلے عہد سے زیادہ ثروت مند ہورہی ہے۔موضوعاتی تنوع (Subjective Diversity) کے ساتھ ساتھ سیرت مبارکہ کے موضوعات ومعاملات اور امور ومسائل کی پیشکش میں بھی تازہ کاری اور جدت کا رجحان پیدا ہورہا ہے۔ گزشتہ کچھ عشروں میں سیرت نگاری پیشکش(Presentation) کے کئی نئے پہلوؤں سے آشنا ہوئی۔علم کے بڑھتے پھیلتے آفاق(جس میں فوٹوگرافی ،کیمرہ ورک کے ساتھ ساتھ شماریات،عمرانیات اور جغرافیہ کے علوم سے مہیا ہونے والی معلومات کا سہل الحصول خزانہ قابل ذکر ہے)سیرت نگاری کو بھی ایک نئے وژن سے آشنا کر رہے ہیں۔ سیرت طیبہ کی تحقیق وتفہیم کے ذیل میں ذرائع ابلاغ اور الیکٹرانک میڈیا کے وسائل سے استفادہ وقت کی اہم ضرورت ہے۔ اس سے نہ صرف مواد ومعلومات کے بارے میں تیقن (Authenticity) کی فضا پیدا ہوتی ہے بلکہ نئے قارئین کے مطالعۂ سیرت میں بھی دلچسپی کے سامان مہیا ہورہے ہیں۔

شاہ مصباح الدین شکیل کی زیرِنظر تصنیف نشاناتِ ارضِ نبوی ﷺ اس قبیل کا ایک خوبصورت نمونہ ہے۔

عصرِحاضر میں سیرتِ رسول اللہ ﷺ پر مختلف زاویہ ہائے نظر سے سینکڑوں کتابیں لکھی گئیں مگر اس کتاب کا انداز اور Format سب سے مختلف ہے۔ اس کتاب سیرت کو اور انداز سے سوچا گیا، سیرت کی تفہیم کے لئے اس کا ڈھانچہ بالکل مختلف اور جدید اسلوب سے ترتیب دیا گیا ۔ اس اندازِ ترتیب اور اظہارِ بیاں کا اوّلین محرک مضامین سیرت اور متعلقاتِ نبوی ﷺ کی ایسی دلآویز ترسیل ہے جو قارئین کے لئے

اصل اس کی نے نواز کا دل ہے کہ چوب نے
اقبال

کسے خبر ہے کہ کیا رنج وغم اٹھاتے ہیں (پروین شاکر) تراش کر جو زباں کو قلم اٹھاتے ہیں

معلومات کے ساتھ ساتھ دلچسپی کا باعث ہو۔ دلچسپی اور دل آویزی کے یہ عناصر عبارت کے علاوہ دوسرے بصری آثار کی شمولیت سے پیدا کئے گئے ہیں جو نئی نسل کی مطالعاتی عادات اور ماحول میں نمایاں اہمیت کا حامل ہیں۔

جہاں تک سیرتی معلومات کا تعلق ہے انہیں سیرت کی اہم ماخذات کی روشنی میں مرتب کیا ہے۔ آغاز سے آخر تک معلومات اور واقعات میں جغرافیائی اور تاریخی تناظر میں عرب کی صورت حال اور سیرت رسول اکرم ﷺ کو ایک توازن اور قرینے سے آمیز کیا گیا ہے۔ واقعات کے بیاں میں ترتیب اور توازن کا قرینہ قابل داد ہے۔ کتاب کا ترتیبی ڈھانچہ بہت سے واقعات میں ایسی تفصیلات کا متحمل نہیں ہو سکتا تھا جس میں احوال و واقعات کی جزئیات بیان کی جاتیں لہٰذا مرتب نے اپنی تحقیق کو ایک مناسب دائرے کے اندر رکھا ہے۔ ان کا انداز بیاں، کتاب کی ترتیب،(Format) کے مطابق ضروری معلومات پر مشتمل ہے۔ بیانیہ کے ساتھ ساتھ بہت سی معلومات شجروں اور گوشواروں کی صورت میں ہیں جن سے قاری کو بیک نظر سیرت کے بہت سے گوشوں اور عنوانات کے ذیل میں ضروری معلومات سے آگاہی ہوتی ہے۔

بیانیہ اور گوشواروں کے ساتھ تیسرا موثر ذریعہ تصاویر کا ہے۔ یہ تصویریں موضوعات کی مناسبت سے کتاب کے مندرجات کے ساتھ ساتھ چلتی ہیں اور بیان کی تزئین ہی نہیں کرتیں انہیں ابلاغ کا ایک موثر پیرایہ بھی عطا کرتی ہیں۔ ان تصویروں کے حوالے سے ہم حرمین شریفین کے قدیم اور جدید مناظر کو بیک وقت دیکھتے ہیں۔

معلومات کی ترسیل میں بصری مواد اور تصاویر کی اہمیت روز بروز بڑھ رہی ہے۔ جدید نفسیات داں اور ذرائع ابلاغ عامہ پر تحقیق کرنے والے دانشوروں کے مطابق اگر کسی کتاب، پمفلٹ یا بروشر پر عبارت اور تصاویر چھپی ہوں تو سب سے پہلے قاری کی توجہ تصویر سکیچ اور فوٹوگرافک مواد کی طرف مبذول ہوتی ہے۔ کیپشن، عبارات اور منسلک تحریر کی طرف وہ بعد میں متوجہ ہوتا ہے۔

سیرت رسول اکرم ﷺ کے اکثر مضامین بچپن ہی سے ہماری سماعتوں اور مطالعات کا حصہ ہیں مگر ان مضامین کے بصری حوالہ جات اور تصویری صورتیں ہماری آبادی کے بڑے حصے کی آنکھوں سے اوجھل ہیں۔ شکیل صاحب کی اس مساعی جمیلہ سے سیرت کے کم وبیش تمام اہم پہلوؤں پر مشتمل ایک مستند تصویری دستاویز تیار ہوگئی ہے جس کی روشنی میں ہم ان ماخذات، در و دیوار، مکانات اور دوسرے متعلقات ارضِ نبوی ﷺ سے آشنا ہوتے ہیں جواب تک بہ یک کتاب اردو زبان میں اس حسنِ ترتیب، صحتِ متن اور دلآویزئ طباعت کے ساتھ موجود نہیں۔ تصاویر تلازمات کے ایک ایسے مبارک سلسلے کو جنم دیتی ہیں جس سے سیرتِ طیبہ کا قاری اس عہدِ خیر میں پہنچ جاتا ہے جن میں ذات رسالت مآب ﷺ کی حیات طیبہ اپنی عمر مبارک کے مختلف سن وسال، احوال، غزوات اور واقعات سے گزر رہی تھی۔

سیرت نبوی ﷺ کا اس انداز سے مطالعہ کہ قاری کو معلوماتی مواد کے ساتھ بصری مواد اور شماریاتی گراف بھی مہیا ہوں اس کتاب کی نمایاں خوبی ہے۔ اس کتاب میں سیرت کے متعلقات اور مضامین سیرت کے مختلف پہلوؤں، مرحلوں اور زاویوں کے اظہار کے لئے نایاب اور قیمتی تصاویر کو جمع کیا گیا ہے۔ ان تصاویر میں بعض پرانی اور نادر تصاویر بھی ہیں اور بعض نئی۔ یوں ہم عہد بہ عہد کے آثار بہ یک کتاب دیکھتے ہیں۔ جگہوں، محلوں، شاہراؤں، مکانوں، مکہ و مدینہ کے مقدس مقامات، سڑکیں، مزار، میدانِ جنگ، مکانات اور دوسرے اہم آثار پر مشتمل یہ مجموعہ بلاشبہ سیرت نبوی ﷺ کے باب میں ایک خوشگوار اضافہ ہے۔

یہ انفرادی کوشش کے ساتھ ساتھ ایک اجتماعی (Team Work) کام بھی ہے جس میں مصنف کے ساتھ، ٹائپ کار، ڈیزائنر، لے آوٹ، مواد کی ترتیب (Setting) تصاویر کا انتخاب اور مواد واشاعت کے مطابق اُن کے ضروری حصوں کی پیشکش، صفحہ بہ صفحہ ان تمام عناصر کی ترتیب، نعتیہ اشعار کا انتخاب محل ترتیب، کلر اسکیم سے لے کر کاغذ اور طباعت اور جلد بندی کے مراحل تک میں ایک سلیقہ کارفرما ہے۔ اس سلیقے کے پس منظر میں ایک ادارہ کی اجتماعی کوشش جھلکتی ہے۔ جس خوش سلیقگی کے ساتھ سیرت کے باب میں ضروری مواد کی جمع آوری کی گئی ہے اور جس شائستگی کے ساتھ اس کو زیورِ طبع سے آراستہ کیا گیا ہے، اس کے لئے شکیل صاحب کے ساتھ جناب طارق رحمٰن فضلی، جناب ساجد رحمٰن فضلی، جناب اقبال احمد (احمد گرافکس) اور اُن کے اسٹاف کی پوری ٹیم کے لئے دل سے دعا نکلتی ہے۔

اللہ تعالیٰ انہیں سیرت نگاری کے باب میں مزید توفیقات سے نوازے۔

ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد

رفعت میں مقاصد کو ہمدوش ثریا کر
اقبال



حضرت آدمؑ اور حضرت حوّاؑ جنت سے زمین کے مختلف مقامات پر اُتارے گئے بالآخر ان کی ملاقات میدانِ عرفات کے جبلِ رحمت پر ہوئی۔

آئینۂ ماہ و سال

سیرتِ مقدسہ قبل از بعثت (حیاتِ طیبہ کا ۴۰ سالہ دور)

۵۷۱ء ولادتِ باسعادت۔ عام و مشہور روایت پیر ۱۲ ربیع الاوّل (۲۲ اپریل ۵۷۱ء) دوسری ۹ ربیع الاوّل، ۵۲ سال قبل ہجرت، (۲۰ اپریل)۔ ولادت مبارکہ مکہ معظمہ میں بعداز صبح صادق ہوئی۔ اسی سال حبشہ کے ابرہہ نے ہاتھیوں کے دستے کے ساتھ بیت اللہ ڈھانے کے لیئے حملہ کیا تھا۔ اس لیئے وہ "عام الفیل" کہلاتا تھا۔ والد ماجد حضرت عبد اللہ بن عبد المطلب کا انتقال ولادت مبارکہ سے پہلے، بمقام یثرب (مدینہ منورہ) ربیع الاوّل میں ہوا، دادا عبدالمطلب نے سات روز بعد عقیقہ کیا اور نام محمد ﷺ رکھا۔ والدہ نے احمد۔

رضاعت آغوشِ حضرت حلیمہ سعدیہ میں پانچ سال تک قبیلہ بنو سعد کی بستی میں ہوئی۔ یہیں چار سال کی عمر میں شق صدر کا واقعہ پیش آیا۔

حضرت آمنہ کے پاس مستقل واپسی ہوئی۔ بچے کے ساتھ شوہر کی قبر پر حاضری کے لئے یثرب کا سفر کیا، واپسی میں والدۂ ماجدہ کا بمقام ابواء انتقال ہوا۔ عمر مبارک ۶ سال تھی۔

۵۷۹ء عبدالمطلب (دادا) کی سرپرستی میں آئے عمر مبارک ۹ سال تھی کہ ان کے انتقال پر ابوطالب سرپرست ہوئے۔

۵۸۳ء ابوطالب کی معیت میں شام کا پہلا سفر (بحیرہ راہب نے شناخت کیا) عمر ۱۲ سال تھی۔

۵۸۶ء حرب فجار اور حلف الفضول میں شرکت کا مقصد کعبہ کی حرمت کا قیام تھا۔ اس وقت عمر مبارک ۱۵ سال تھی۔

۵۹۵ء شام کا دوسرا تجارتی سفر حضرت خدیجہؓ کا نمائندہ بن کر کیا۔ نسطورا راہب نے شناخت کیا۔ عمر مبارک ۲۵ سال تھی۔ حضرت خدیجہؓ بنت خویلد سے نکاح کے وقت عمر مبارک تقریباً ۲۶ سال تھی۔

۵۹۷ء میں حضرت قاسمؓ اور ۶۰۰ء میں حضرت زینبؓ کی ولادت ہوئی۔ عمر مبارک ۳۰ اور ۳۳ سال تھی۔ لوگ الصادق اور الامین، کے لقب سے پکارتے تھے۔ ۶۰۳ء حضرت رقیہؓ کی ولادت ہوئی۔

۶۰۴ء حضرت اُمّ کلثومؓ کی ولادت ہوئی۔

۶۰۵ء میں قریش نے کعبہ کی تعمیر کی تحکیم اور تنصیب حجرِ اسود کا شرف (حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرح حضور ﷺ کو) ۳۵ سال میں حاصل ہوا۔ اسی سال حضرت فاطمہؓ کی ولادت ہوئی۔

بعثتِ نبویؐ (۱۳ سالہ نبوت کی مکّی زندگی)

(۶۱۰ء) عمر کے ۴۱ ویں سال کے پہلے دن تاج نبوت سر پر رکھا گیا۔ جبل نور کے غارحرا میں پیر کے دن رمضان المبارک کے مہینے میں وحی کا آغاز۔ دو نمازوں کی فرضیت۔ بہ روایت دیگر ۹ ربیع الاوّل ۱ بعثت کو بشارتِ نبوت اور چھ ماہ بعد ۱۸ رمضان میں (۱۴ اگست ۶۱۰ء) قرآن نازل ہونا شروع ہوا۔ ان چھ ماہ میں سچے خواب نظر آتے رہے جسے ۲۳ سالہ عہدِ نبوت کا ۴۶ واں حصہ قرار دیا گیا ہے۔

خفیہ تبلیغ کے تین سال:

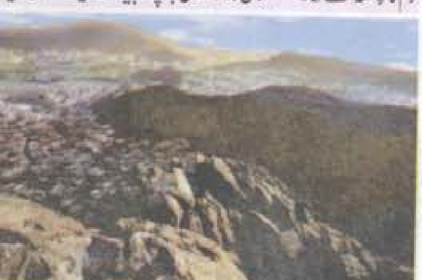
حضرت جبرئیلؑ نے وضو کا طریقہ بتایا اور اپنی اقتداء میں دو رکعت نماز پڑھائی۔ آپؐ کی پہلی تبلیغ سے حضرت خدیجہؓ، حضرت ابوبکر صدیقؓ حضرت علیؓ اور حضرت زیدؓ بن حارثہ ایمان لائے۔ یہ اوّل المسلمین ہیں۔ حضرت ارقمؓ بن ارقم کے ایمان لانے کے بعد دارارقم مرکزِ تبلیغ و تربیت بنا جو جبل صفا کے دامن میں محفوظ مقام تھا۔

۴ نبوت (۶۱۴ء) علانیہ تبلیغ کا حکم آیا تو بنی عبد المطلب کو ضیافت میں دعوت اسلام دی ابولہب نے اختلاف کیا اور محفل برہم کردی۔

۵ نبوت میں دائرۂ تبلیغ وسیع تر ہو گیا۔ گھر گھر تبلیغ۔ عکاظ، ذوالمجاز، مجنّہ کے بازاروں میں پیغام حق کی گونج سنائی دی۔ کفار نے ظلم میں شدت کردی۔ اہلِ ایمان ستائے



حضرت ابراہیمؑ نے حضرت ہاجرہؑ اور اسماعیلؑ کو مسجد حرام کی جگہ بسایا یہاں
زم کا چشمہ اُبلنے لگا۔ ۳۰ سال بعد مقدس باپ بیٹے نے بیت اللہ کی بنیاد



جبل نور کے غار حرا میں حضرت محمد بن عبداللہ (ﷺ) حضرت عیسیٰؑ کے
جانے کے ۶۱۰ سال بعد نبوت سے سرفراز ہوئے۔ پہلی وحی سورۂ علق



مکے کا وہ مقدس مقام جہاں حضرت آمنہؓ کے بطن سے رسول اللہ
ولادت ہوئی۔

خلیلؑ اللہ کے دریا میں ہوں گے اب گہر پیدا
اقبال

آئی صدیوں کے لیے سرخیِ خوں دل سے (نظام) آؤ کچھ وقت کی پیشانی پہ تحریر کریں

نرالا سارے جہاں سے اس کو عرب کے معمار نے بنایا

اقبال

جانے لگے۔

پہلی ہجرتِ حبشہ رجب ۵ نبوت (۶۱۵ء) مظلوم صحابہ کرامؓ کا پہلا قافلہ (۱۱) مرد اور (۴) عورتوں پر مشتمل شعیبہ کی گودی سے حبشہ روانہ ہوا۔ نجاشی شاہِ حبشہ کی عدل پروری سن کر دوسرا قافلہ (۸۳) مرد اور (۱۸) عورتوں کا ۶ نبوت میں وہاں پہنچا۔ اسی سال حضرت حمزہؓ بن عبدالمطلب اور حضرت عمرؓ بن خطاب دارارقم میں ایمان لائے۔ صحن کعبہ میں پہلی بار باجماعت نماز ادا ہوئی۔ مسلمانوں کی جملہ تعداد (۴۰) تھی۔

۷ نبوت (۶۱۷ء) تا ۱۰ نبوت (۶۱۹ء) شعب ابی طالب میں محصوری، محاصرہ کی مدت ۲ سال ۴ ماہ بہ روایت دیگر ۳ سال تھی۔

۱۰ نبوت (۶۱۹ء) ابوطالب ۸۰ سال کی عمر میں شعب سے نکلنے کے چھ ماہ بعد اور ان کے ۳ یا ۳۵ دن بعد امّ المومنین حضرت خدیجہؓ کا انتقال ہوا۔ اس سال کو غم واندوہ کا سال (عام الحزن) کہا گیا۔

رسول اللہ صلی علیہ وآلہ سلم نے دعوتِ اسلام کے لئے طائف کا سفر فرمایا۔ طائف والوں نے اذیّت کی انتہا کردی۔ سنگ باری سے جسم اقدس کو لہولہان کردیا۔ حضرت زیدؓ ابن حارثہ ساتھ تھے۔

واپسی کے سفر میں مقامِ نخلہ پر نمازِ تہجد میں جنّات نے قرآن تلاوت کرتے سنا۔ مکہ میں حاضر ہوکر آپ پر ایمان لائے۔

حضرت سودہؓ بنت زمعہ کو امّ المومنین بننے کا شرف حاصل ہوا۔ حضرت عائشہ بنت ابوبکرؓ سے نکاح مکہ میں اور رخصتی مدینہ میں ہوئی۔

۲۷ رجب ۱۰ نبوت (۶۲۰ء) میں واقعہ معراج پیش آیا اور پنجگانہ نماز کی فرضیت ہوئی۔ معراج کی دوسری روایت بارہویں سال کی ہے۔

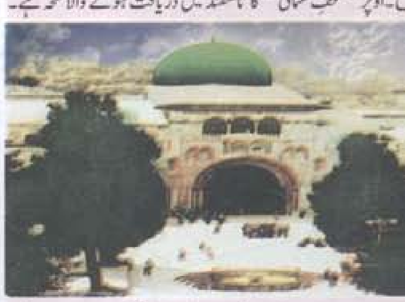
۱۱ نبوت (۶۲۰ء) میں حج کے موقع پر تبلغ سے یثرب کے بنی خزرج کے چھ افراد نے اسلام قبول کیا۔

۱۲ نبوت (۶۲۱ء) میں پہلی بیعت عقبہ میں قبیلہ خزرج کے دس اور قبیلہ اوس کے دو افراد نے اسلام قبول کیا۔ اس کو بیعتِ توبہ/بیعت نساء/بیعت عقبہ اولیٰ بھی کہتے ہیں۔ حضرت مصعبؓ بن عمیر معلّم بنا کر یثرب بھیجے گئے۔ جہاں نورِ اسلام پھیلنے لگا۔

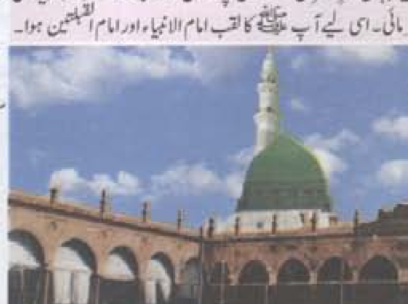
یثرب میں مسلمانوں کی تعداد ۴۰ ہوگئی تو رسول ﷺ کی اجازت سے بنی بیاضیہ کی مسجد میں پہلی بار نماز جمعہ حضرت اسعدؓ بن زراہ کی امامت میں ادا کی گئی۔



...ید کے نزول کی ابتداء غار حرا سے ہوئی اور ۲۳ سال کے عرصے میں ... اوپر ''مصحفِ عثمانی'' کا تاشقند میں دریافت ہونے والا نسخہ ہے۔



...جہاں سفرِ معراج کے موقع پر رسول اللہ ﷺ نے جملہ انبیاء کی ... مائی۔ اسی لیے آپ ﷺ کا لقب امام الانبیاء اور امام القبلتین ہوا۔



...ے بعد رسول اللہ ﷺ نے سب سے پہلا کام اللہ کی عبادت کے ... بنیاد رکھی۔ جو آپ کی حیاتِ طیبہ میں فتح خیبر کے بعد وسیع کی گئی۔

۱۳ نبوت (۶۲۲ء) بیعتِ عقبہ ثانی یا کبیرہ۔ حج کے موقع پر (۷۳) مرد اور (۲) عورتوں نے اسلام قبول کیا۔ بنی خزرج سے (۹) اور بنی اوس سے (۳) نقیبوں کا انتخاب ہوا۔ ہجرت کی عام اجازت ہوئی تو مسلمان چھپ چھپا کر مکہ سے نکلنے لگے۔

دارالندوہ میں قبائلِ قریش نے رسول اللہ ﷺ کے قتل کا منصوبہ بنایا تاکہ بنی ہاشم کسی پر خون کا دعویٰ نہ کرسکیں۔ حضرت جبرائیلؑ نے باخبر کردیا۔

ہجرت کی اجازت پاکر حضرت علیؓ کو اپنے بستر پر سونے کا حکم دیا اور خود حضرت ابوبکرؓ کے ساتھ غارثور میں پناہ لی۔

۱۔ مکہ سے غارثور میں پناہ ۲۷ رصفر ۱۳ نبوت (۱۰ ستمبر ۶۲۲ء) کو

۲۔ ثور سے قباء روانگی یکم ربیع الاول ۱۳ نبوت (۱۳ ستمبر ۶۲۲ء) کو

حیات طیّبہ کا دس سالہ مدنی دور

عہد فاروقی میں ہجرت کے سنہ کا ۲ ماہ ۸ دن پیچھے ہٹا کر یکم محرم (عہد جاہلیت میں بھی پہلا مہینہ تھا) سے شمار ہوا۔ اس دن ۱۶ جولائی ۶۲۲ء عیسوی تاریخ تھی۔ سنہ ہجری کا اندراج کا رواج ۲۰ رجمادی الثانی ۱۷ھ (۹ رجولائی ۶۳۸ء) سے ہونے لگا۔

۱ھ (۶۲۲ء) ۸ ربیع الاول ۱۳ (نبوت) قباء میں آمد۔ دوران قیام مسجد قباء کی تاسیس۔ بروز جمعہ مدینہ روانگی۔

بنی سالم بن عوف کے محلّہ میں امام الانبیاء کی امامت میں پہلا جمعہ۔

مدینہ منورہ میں ورودِ مسعود۔ حضرت ابو ایوب انصاریؓ کے گھر قیام۔ مسجد نبوی کی تعمیر۔ اذان کی ابتداء۔ درس گاہ صفہ کی بنیاد۔ انصار ومہاجرین میں مواخات۔ میثاق مدینہ۔

سریۂ امیر حمزہؓ پہلے پرچم کے علمبردار۔ مملکت مدینہ کو تسلیم کرنے والا پہلا سردار قبیلہ جہینہ کا مجدی بن عمرو۔ سریۂ عبیدہؓ بن حارث۔ راہ حق میں پہلا تیر سعدؓ بن ابی وقاص نے چلایا۔ سریۂ سعد بن ابی وقاص جانب خرار۔

۲ھ (۶۲۳ء) حکم جہاد... اذن وفرمان (۱۲ صفر ۲ھ (۱۴ راگست ۶۲۳ء) غزوۂ ابواء (وَدّان) بنوضمرہ سے پہلا معاہدہ۔

غزوۂ بواط... غزوۂ ذی عشیرہ۔ غزوۂ سفوان سریۂ عبداللہؓ بن جحش۔

تحویل قبلہ۔ روزے کی فرضیت۔

رکتا ہے اجالا کہیں حکمت کی سپر سے؟ (حمایت علی شاعر) سورج تو در آئے گا ہر روزنِ در سے

یہ چمن معمور ہو گا نغمۂ توحید سے
اقبال

حق و باطل کا پہلا معرکہ غزوۂ بدر ۔زکوٰۃ کی فرضیت۔ پہلی صلوٰۃ عیدفطر وعید الاضحیٰ۔ غزوۂ بنی سلیم (قرقرۃ الکدر) غزوۂ بنی قینقاع۔غزوۂ سویق۔

۳ھ (۶۲۴ء) غزوۂ غطفان (انمارذی امر) غزوۂ بحران۔ سریۂ زیدؓبن حارثہ۔غزوۂ احد۔غزوۂ حمراء الاسد۔

۴ھ (۶۲۵ء)۔سریۂ ابی سلمہ (نجد کی طرف) سانحہ رجیع سریۂ عبد اللہ بن انیس (بطن عرنہ کی طرف) بئر معونہ کا المیہ (قراء کی مظلومانہ شہادت) غزوۂ بنی نضیر۔حرمت شراب کا حکم۔غزوۂ بدر ثانی۔

۵ھ (۶۲۶ء) میں ہونے والے واقعات ۔ غزوۂ دومتہ الجندل۔غزوۂ بنی مصطلق (مریسیع)، تیمّم کا حکم۔ واقعۂ افک۔ پردہ کا حکم ۔غزوۂ احزاب (خندق) غزوۂ بنی قریظہ۔

۶ھ (۶۲۷ء)۔سریۂ محمد بن مسلمہ انصاریؓ ، غزوۂ بنی لحیان۔ غزوۂ ذی قردہ (غابہ) سریہ بنی ثعلبہ۔سریۂ عیص۔سریۂ طرف۔سریۂ وادی القریٰ۔ سریۂ دومتہ الجندل۔ سریۂ فدک۔ سریۂ عبد اللہ بن رواحہ،سریۂ کرزؓ بن جابر فہری۔ غزوۂ حدیبیہ۔ بیعت رضوان۔ دعوت اسلام، بین الاقوامی سطح پر۔حکمرانوں کو خطوط لکھے گئے۔

۷ھ (۶۲۸ء)غزوۂ خیبر۔ حبشہ میں مقیم مہاجرین کی واپسی۔وفد اشعر یین کا قبول اسلام، غزوۂ وادیٔ القریٰ وتیما۔ غزوۂ ذات الرقاع، سریۂ عمرؓ بجانب تربہ (بنی ہوازن)، سریۂ ابوبکر صدیقؓ بجانب کلاب، سریۂ بشیر بن سعدؓ انصاری۔ معاہدہ حدیبیہ کا طے شدہ عمرۃ القضا۔سریۂ احزم بن ابی عوبط۔

۸ھ (۶۲۹ء)۔غزوۂ موتہ۔سریۂ ذات السلاسل ، سریہ ابوعبیدہؓ بن جراح، (بجانب سیف البحر) غزوۂ فتح مکہ۔سریۂ خالدؓ بن ولید۔ سریہ عمرؓ بن العاص۔ سریہ سعد بن زیدؓ اشہلی۔ غزوۂ حنین (ہوازن اور غزوۂ اوطاس) غزوۂ طائف، بنی ہوازن کا قبول اسلام، عمرۂ جعرانہ۔

۹ھ (۶۳۰ء) عام الوفود۔ عاملین زکوٰۃ کا تقرر۔حرمت سود۔ جزیہ لینے کا حکم ۔فرضیت حج حضرت ابوبکرؓ کو امیر حج مقرر فرمایا۔غزوۂ قطبہ بن عامر، سریۂ بنو طے،غزوۂ تبوک (آخری غزوۂ) سریۂ خالدؓ بن ولید۔ مسجد ضرار کو مسمار کرنا۔امیر حج حضرت ابوبکرؓ۔ اطراف عرب سے وفود کی آمد وقبول اسلام، ابن ہشام نے سنہ نو اور مورخ طبری نے سنہ دس کو سنہ الوفود قرار دیا ہے۔ایلاء، تخییر اور تحریم کے واقعات۔

۱۰ھ (۶۳۱ء) میں مزید وفود کا مدینہ آ کر اسلام قبول کرنا۔سریہ حضرت علیؓ بسوئے یمن ، بحرین سے خراج وصول ہوا۔

۱۱ھ (۶۳۲ء) حجۃ الوداع۔جبل رحمت سے حقوق انسانی کا ابدی منشور عطا ہوا۔ دین کی تکمیل کا مژدہ سورۂ مائدہ کی آیت ۳ کی صورت میں نازل ہوا۔

مدینہ طیبہ واپسی، آخری وفد نجع (یمن) نے اسلام قبول کیا، سریہ اسامہ بن زیدؓ (بجانب روم) آغازِ مرض ۲۹ صفر ۱۱ھ (۲۵/مئی ۶۳۲ء) رفیق اعلیٰ کی جانب سفر بوقت چاشت بروز پیر، ۱۲/ربیع الاوّل ۱۱ھ (۸/ جون ۶۳۲ء) اناللہ وانا الیہ راجعون۔ وفات مبارک کے ۳۲ گھنٹے بعد تدفین منگل اور بدھ کی درمیانی شب۔ "۱۴ / ۱۵ ربیع الاوّل ۱۱ھ ۹/ ۱۰/جون ۶۳۲ء" کو ہوئی ۔حضرت ابوطلحہ انصاریؓ نے بغلی قبر کھودی۔



ہجرت کے بعد ۱۶ مہینے تک بیت المقدس کی طرف ر
کے نماز پڑھی جاتی رہی۔ شعبان ۲ھ میں تحویل قبلہ کا حکم



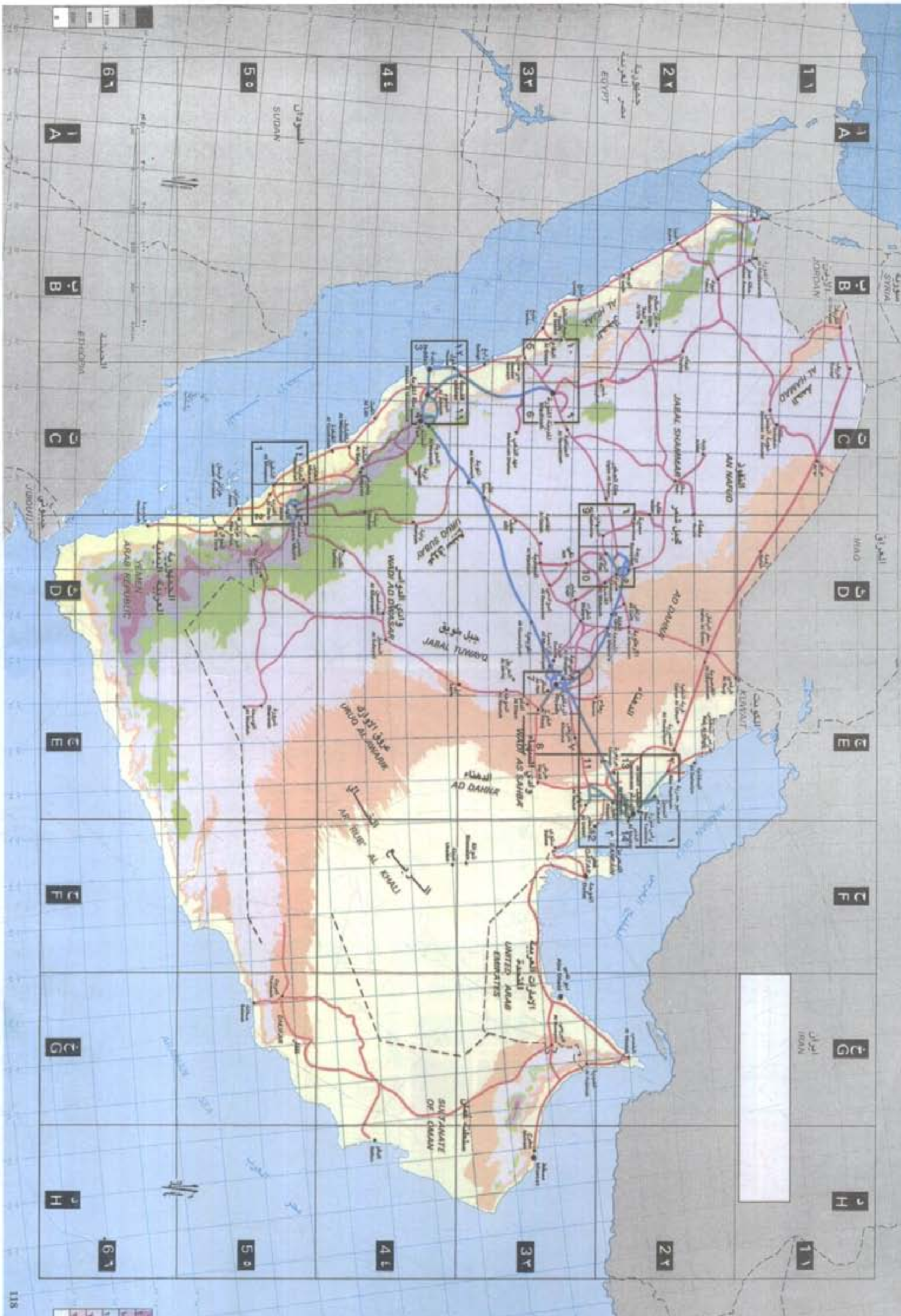
اُمتیں صحراؤں اور ریگ زاروں میں جنم لیتی ہیں۔
تمدن شہروں میں پروان چڑھتے ہیں۔

"اے عرب کی مقدس سرزمین تو ایک پتھر تھی جس کو دنیا کے معماروں نے رد کر دیا تھا مگر ایک یتیم بچے نے خدا جانے تجھ پر کیا فسوں پڑھ دیا کہ موجودہ دنیا کی تہذیب و تمدن کی بنیاد تجھ پر رکھی گئی" علامہ اقبال



وہ صحرائے عرب یعنی شتربانوں کا گہوارہ

اقبال



عرب جس کا چرچا ہے یہ کچھ وہ کیا تھا؟ (الطاف حسین حالی) جہاں سے الگ اک جزیرہ نما تھا

بے خبر تو جوہرِ آئینۂ ایام ہے

اقبال

جہاں سے الگ اک جزیرہ نما تھا

القرآن: وَ فِی الْاَرْضِ اٰیٰتٌ لِّلْمُوْقِنِیْنَ ﴿۲۰﴾ وَ فِیْۤ اَنْفُسِكُمْ ؕ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ﴿۲۱﴾

ترجمہ: ان لوگوں کے لئے جو سچائی پر یقین رکھنے والے ہیں زمین میں اللہ کی کارفرمائیوں کی کتنی ہی نشانیاں ہیں اور خود تمہارے وجود میں بھی، پھر کیا تم دیکھتے نہیں؟ (سورۂ ذاریات، آیات: ۲۱،۲۰)

الحدیث: (۱) حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں محمد ہوں عبداللہ بن عبدالمطلب کا بیٹا اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کیا اور اس مخلوق میں سے بہترین مخلوق (انسان) کے اندر مجھے پیدا فرمایا۔ پھر اس بہترین مخلوق انسان کے اللہ نے دو حصے کیے (یعنی عرب و عجم) پھر ان دونوں حصوں میں سے بہترین حصہ (عرب) میں مجھے پیدا کیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس بہترین حصے کے قبائل بنائے اور ان قبائل میں سے بہترین قبیلہ قریش بنایا پھر اس کے بہترین خاندان بنو ہاشم میں مجھے پیدا کیا۔ میں تمام لوگوں سے بہتر ہوں۔ ذات، نسب و خاندان میں۔ (مشکوٰۃ شریف (اردو) ج۔۳،ص۔۱۳۶ باب فضائل نبی کریم ﷺ)

(۲) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے شریف النسب اہل عرب یہی وہ ہاجرۂ (والدۂ اسمٰعیلؑ) ہیں جو تم سب کی اور میری ماں ہیں۔

اعراب بمعنی زبان آور (وہ جس کی زبان فصیح و بلیغ ہو) سے لفظ عرب نکلا ہے۔ اس ملک کے لوگوں کو اپنی زبان پر اس درجہ ناز تھا کہ خود کو عرب (زبان آور) اور اپنے مقابلے میں ساری دنیا کو عجم (ژولیدہ بیان) کہا کرتے تھے۔ (۱) یہ بھی کہا جاتا ہے کہ عبرانی لفظ عرابا سے مشتق ہے جس کے معنی ریگستان ہیں۔ بعض لوگ لفظ عبیر (خانہ بدوش) کو اس کی اصل بتاتے ہیں۔ یہ بھی مشہور ہے کہ پہلا باشندہ یعرب بن قحطان تھا جس کے نام سے ملک موسوم ہوا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ لفظ عرب دراصل عربہ (وادی یا بیابان) تھا۔ عربہ یعنی بدویت۔ (۲)



کیمرہ سے لی جانے والی مسجد حرام کی قدیم ترین پہلی تصویر لینے کا شرف ۱۸۶۱ء میں مصری فوج کے کرنل محمد صادق بے کو حاصل ہوا۔ صحن میں مکانات بھی دیکھے جاسکتے ہیں۔

ماخذ اور حوالے

(۱) سیرۃ النبیؐ جلد اوّل ص ۷۳ شبلی نعمانی
(۲) مقالات سرسیّد بنام خطبات احمدیہ ص ۳۶ سرسیّد احمد خان
(۳) تاریخ ارض القرآن ص ۵۳ سیّد سلیمان ندوی
(۴) جزیرۃ العرب ص ۲۳ محمد رابع ندوی
(۵) سورۂ احقاف، آیت ۲۱
(۶) جزیرۃ العرب ۴۳ تا ۴۸ محمد رابع ندوی
(۷) سورۂ غاشیہ آیت ۱۷، سورۂ انعام آیت ۱۴۳ رکوع ۱۷
(۸) حیوانات قرآنی ص ۱۴ عبدالماجد دریابادی
(۹) جزیرۃ العرب ص ۸۴ محمد رابع ندوی
(۱۰) تاریخ الخلفاء ص ۱۷۹ جلال الدین سیوطی مترجمہ اقبال الدین احمد
(۱۱) تمدن عرب ص ۱۳۲ گستاؤلی بان مترجمہ سیّد علی بلگرامی
(۱۲) رحمۃ للعالمین جلد اوّل ص ۱۱۶ سلمان منصور پوری
(۱۳) بلوغ الارب جلد سوم

ورنہ اِس صحرا میں کیوں نالاں ہے یہ مثلِ جرس
اقبال

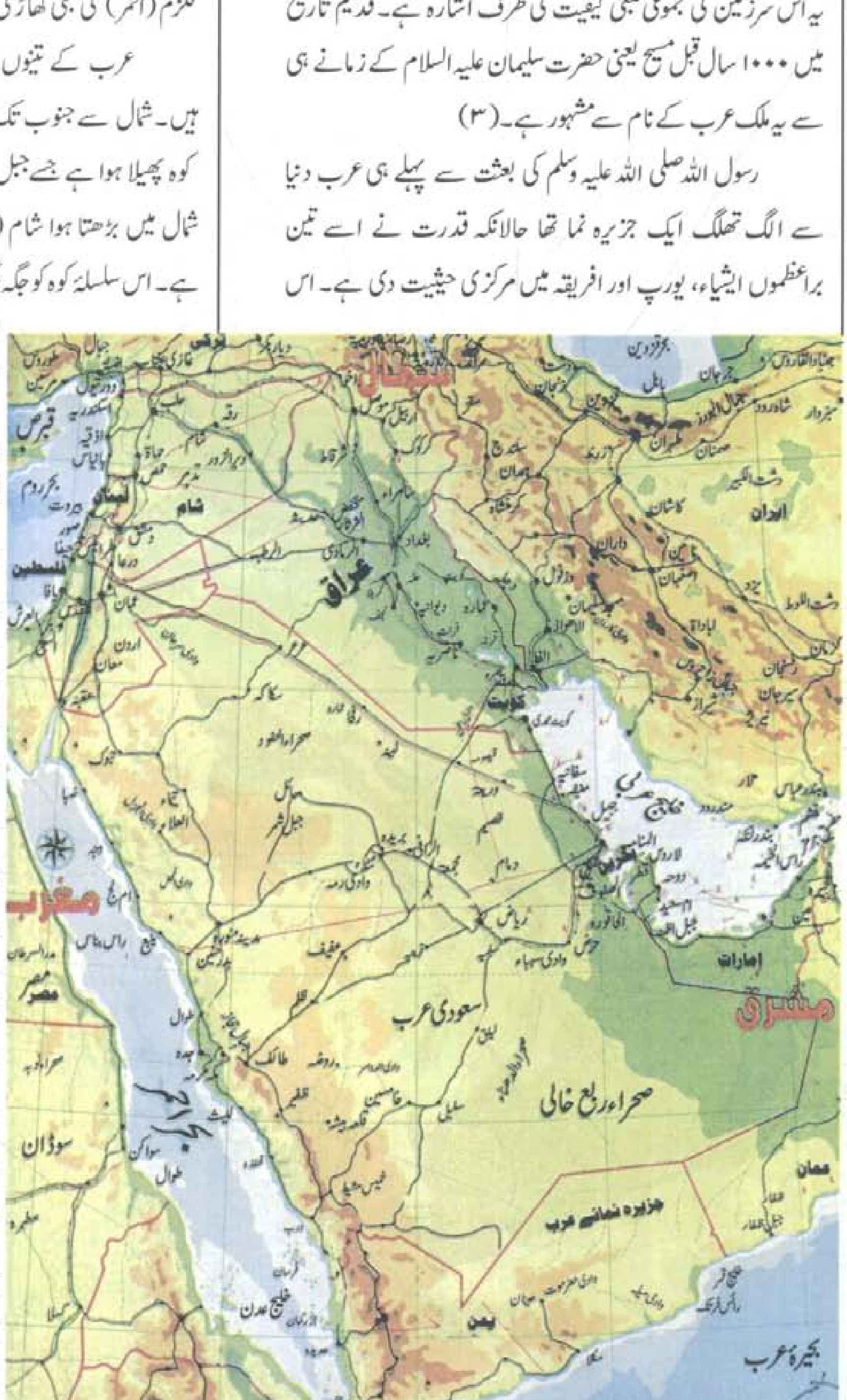
حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب اپنی دوسری بیوی حضرت ہاجرہ علیہا السلام اور شیر خوار بچے اسمٰعیل کو یہاں بسایا تو قرآن مجید نے اس علاقہ کو" وادٍ غیر ذی زرع" (ناقابل زراعت وادی) فرمایا۔ یہ اس سرزمین کی مجموعی طبعی کیفیت کی طرف اشارہ ہے۔ قدیم تاریخ میں ۱۰۰۰ سال قبل مسیح یعنی حضرت سلیمان علیہ السلام کے زمانے ہی سے یہ ملک عرب کے نام سے مشہور ہے۔ (۳)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے ہی عرب دنیا سے الگ تھلگ ایک جزیرہ نما تھا حالانکہ قدرت نے اسے تین براعظموں ایشیاء، یورپ اور افریقہ میں مرکزی حیثیت دی ہے۔ اس کے جنوب میں بحیرۂ عرب اور بحر ہند ہے۔ شمال میں عراق شرق اردن اور شام (سوریا) کا علاقہ ہے۔ مشرق میں خلیج فارس اور دریائے دجلہ وفرات سے لگا ہوا کسریٰ کا ملک فارس (ایران) اور مغرب میں بحیرۂ قلزم (احمر) کی لمبی کھاڑی ہے جس کے بعد براعظم افریقہ واقع ہے۔

عرب کے تینوں اطراف ساحلی علاقے سرسبز اور شاداب ہیں۔ شمال سے جنوب تک اور پھر جنوب سے مشرق تک ایک سلسلۂ کوہ پھیلا ہوا ہے جسے جبل السراۃ (تورات میں فاراں) کہتے ہیں جو شمال میں بڑھتا ہوا شام (سوریا) وفلسطین کے پہاڑوں سے مل جاتا ہے۔ اس سلسلۂ کوہ کو جگہ جگہ سے وسیع خشک ندیاں قطع کرتی ہیں جن کا پانی بارش کے موسم میں مغربی سمندر میں گرتا ہے اور مشرق میں ریگستانوں میں جذب ہوجاتا ہے۔ درمیان میں ناقابل عبور لق و دق صحرا ہی صحرا ہیں جہاں ریت کے انبار (تودے) ادھر سے اُدھر سمندری طوفانی موجوں کی طرح لہراتے ہیں۔ عرب کے شمالی اور جنوبی دونوں حصوں میں بڑے ریگستان پھیلے ہوئے ہیں۔ شمال میں بادیۃ الشام اور جنوب مشرق میں الربع الخالی وسطی صحرائے نفود اور اس کے جنوبی سرے پر صحرائے دھناء ہے۔ (۴)

صحرائے الرّبع الخالی:

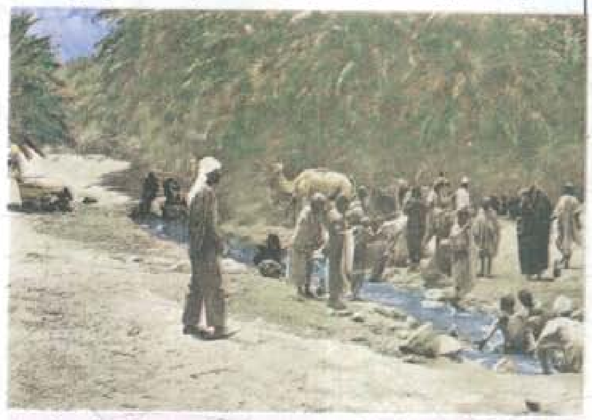
جزیرہ نمائے عرب کا سب سے بڑا ریگستان ربع الخالی جنوب میں پھیلا ہوا ہے جو ساحلی علاقوں سے جاملتا ہے۔ اس کے کل رقبہ کا اندازہ چار لاکھ مربع میل بتایا گیا ہے۔ یہ صحرائی علاقہ پورے عرب کے ربع یعنی ایک چوتھائی حصے پر مشتمل ہے۔ جو یمن سے عمان تک تقریباً نو سو میل، حضرموت سے نجد تک تقریباً پانچ سو میل کے رقبے میں واقع ہے۔ یہ گویا ریت کا سمندر ہے۔ بادِ سموم اور بادِ خمیس کے طوفان ریت کو ادھر سے ادھر منتقل



جزیرہ نمائے عرب کا محل وقوع۔

ص ۹۴ محمود شکری آلوسی مترجمہ پیر محمد حسن
(۱۴) طبقات ابن سعد حصہ اوّل ص ۱۳۲ (اخبار النبیؐ)
(۱۵) عہد نبوی میں نظام حکمرانی ص ۹-۲۲۲ ڈاکٹر محمد حمید اللہ
(۱۶) روح اسلام (اردو) ص ۸۴، سیّد امیر علی مترجمہ محمد ہادی حسین
(۱۷) رسالت مآب ص ۳۱۲ مرتبہ: راجہ محمد شریف
(۱۸) (الف) تاریخ ادب عربی: شیخ احمد اسکندری مترجمہ عبدالقیوم
(ب) تاریخ ادب عربی: احمد حسن زیات مترجمہ عبدالرحمٰن طاہر سورتی
(۱۹) اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ جلد ۷، ص ۳۵۳ (اردو) ابوالحسن علی جزری ابن اثیر
(۲۰) مقالات سرسیّد (خطبات احمدیہ) مقالۂ اوّل ص ۵۴، سرسیّد احمد خان
(۲۱) بلوغ الارب جلد سوم ص ۵۲۳ محمود شکری آلوسی مترجمہ پیر محمد حسن
(۲۲) رحمۃ للعالمین جلد ۳، ص ۶۲ سلمان منصور پوری

کرتے رہتے ہیں۔ ریت کے لہردار ٹیلے بنے ہوئے ہیں۔ کئی سو میل پر کہیں کوئی کنواں مل جاتا ہے۔ اگر قافلے اس میں گھر جائیں تو موت ہی سے نجات پاسکتے ہیں۔ ریگستان میں اندر جانا ناممکن ہے البتہ جنوبی ساحل سے قریبی حصہ میں خانہ بدوش قافلے سفر کرتے رہتے ہیں۔ دن



ریگستانوں میں کہیں کہیں قدرتی چشمے بھی ہیں، ان کے اطراف کھجور اور ببول کے درختوں کے جھنڈ ہیں جنھیں نخلستان کہا جاتا ہے۔

میں گرمی ۱۲۵؍درجہ فارن ہائٹ اور رات کو ۱۰۰ درجہ ہوتی ہے۔

صہدہ اور حضرموت کے شمال مغربی کنارے کو احقاف کہتے ہیں یہاں کبھی شادابی تھی۔ حضرت ہود علیہ السلام پر ایمان نہ لانے والی قوم عاد بلند اور مضبوط عمارتیں بنا کر یہاں آباد تھی۔(۵) ان نافرمانوں کے عذاب الٰہی سے ریت میں دھنسنے کے آثار برآمد ہو چکے ہیں۔

صحرائے النُّفُود: (نفود۔ لغوی معنی ختم ہونے کے ہیں)

یہ صحرا نجد کے شمال میں ہے۔ اس میں زیادہ تر سرخ ریت کے ٹیلے ہیں۔ اسی وجہ سے نفود کہتے ہیں۔ اس صحرا اور ربع الخالی کے صحرا میں تقریباً ۸ سو میل کا فاصلہ ہے۔ موسم سرما میں یہاں بارش بھی ہوتی ہے بلکہ نشیبی حصہ میں پانی جمع ہو کر تالاب کا منظر پیش کرتا ہے۔

صحرائے نفود سے لگا ہوا صحرائے شام ہے جس کے بعد سوریا (شام) کا سرسبز و شاداب، زرخیز اور گنجان آبادی کا علاقہ شروع ہوتا ہے۔

صحرائے الدَّھناء: (دھناء کے لغوی معنی سرخی مائل گھاس کے ہیں)

صحرائے نفود کے جنوبی سرے پر دھناء کا صحرا واقع ہے۔ اس کی ریت سرخی مائل ہے یہی اس کے دہنا کہلانے کی وجہ ہے۔ اس صحرا میں کچھ وادیاں (وسیع دریائی نالے) بھی ہیں جس میں پانی جذب ہوجانے سے جنگلی پودے نکل آتے ہیں۔

بدّوؤں کی دشت نوردی میں مہارت کا یہ عالم ہے کہ مٹھی بھر ریت سونگھ کر صحرا کے طول و عرض کا پتہ چلالیتے ہیں۔ بارش کا پانی سیلاب کی صورت میں مغربی جانب سمندر میں گرتا ہے اور مشرق میں بہتا ہوا میدانوں اور ریگستانوں میں جذب ہوجاتا ہے۔ پانی کا اوسط ۸۰ تا ۲۰۰ ملی میٹر ہے۔ بلند مقامات پر بارش زیادہ ہوتی ہے۔

ریگستانی علاقوں میں قدرتی چشمے ہیں، ان کے اطراف کھجور اور سمر (ببول) کے درخت جھنڈ کے جھنڈ بن جاتے ہیں جنہیں نخلستان کہتے ہیں۔ بدّو جہاں چشمہ، جانوروں کا چارہ اور اپنا گزارہ دیکھتے ہیں ڈیرے ڈال دیتے ہیں۔ تنبوتان لئے اور آسمان تلے بسیرا کرنے لگے۔ اونٹ اور مویشی ان کی معیشت ہیں۔ اونٹ کی پشت پر ریگستانوں کا سفر کرتے ہیں۔(۶)

آب و ہوا:

ملک عرب کی آب و ہوا اکثر حصوں میں خشک اور گرم ہے۔ مشرقی ہوا جسے بادِصبا کہتے ہیں زندگی بخش سمجھی جاتی ہے۔ اس کے برعکس بادِسموم جھلسا دینے والی گرمی اور تباہ کن ہوا ہے۔ ریگستانوں میں اس کے طوفان موت کے پیامبر ہوتے ہیں۔

سال چار فصلوں میں تقسیم کیا جاتا ہے (۱) شتا (سردی ۲۲؍دسمبر سے)، (۲) ربیع (بہار ۲۲؍مارچ سے)، (۳)



حکم الٰہی سے جزیرہ نمائے عرب میں وادیٔ غیر ذی زرع مکہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی زوجہ حضرت ہاجرہ علیہا السلام اور شیر خوار بیٹے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو آباد کیا۔ یہ نقشہ جزیرہ نما کی طبعی کیفیت کو ظاہر کرتا ہے۔

غرض میں کیا کہوں تجھ سے کہ وہ صحرا نشیں کیا تھے
اقبال

صیف (گرمی ۲۲ر جون سے)، (۴) خریف (خزاں ۲۲ر ستمبر سے) بارش موسم سردی میں ہوتی ہے جس کا اوسط ۸۰ ملی میٹر ہے۔ بارش میں ندی نالے (جنھیں وادیاں کہا جاتا ہے) بھر جاتے ہیں۔ گڑھوں میں پانی جمع ہوجاتا ہے۔ جس سے سرسبزی اور شادابی ہوجاتی ہے۔ خانہ بدوش قبائل اسی کی تلاش میں سفر اندر سفر رہتے ہیں۔ خشک صحراؤں میں کہیں کہیں ندیاں چارا اگادیتی ہیں۔ قدرتی چشمے اور نخلستان بڑی نعمت ہیں۔ اس سے کچھ کاشت ہوجاتی ہے۔ عرب سال کی ابتدا اشتاء (سردی) سے اور روز آنہ کی ابتداء شب سے کرتے ہیں۔ رویت ہلال پر قمری ماہ وسال کا انحصار ہے۔

بارش کا پانی پہاڑوں سے میدان کے نشیب میں اترتا ہے۔ یہ گزرگاہیں وادیاں کہلاتی ہیں۔ سیلاب کے بعد یہ آہستہ آہستہ ایک خشک نشیب بن جاتا ہے۔ جزیرۃ العرب دریاؤں سے بالکل خالی ہے۔ بار بار پانی گزرنے سے سرسبزی اور شادابی پیدا ہوجاتی ہے۔ بارش کے یہ اثرات تین چار ماہ سے زیادہ باقی نہیں رہتے۔

بدّوؤں کی کل کائنات چار چیزوں پر مشتمل ہے۔ سر پر آسمان کی چھت، پاؤں تلے ریت کا فرش، ریگستان میدانِ عمل اور اطراف کی خشک پہاڑیاں شکارگاہیں۔ ریگ زار میں دشت پیمائی میں اونٹ ان کا ہمہ وقتی رفیق ہوتا ہے۔ یہ ان کا جاں نثار ساتھی، قابل فخر سرمایہ اور بہترین سواری اور زندگی بخش غذا ثابت ہوتا ہے۔

بدوی عرب کی ضروریات زندگی کے چار اہم عناصر ہیں:

۱۔ ریت (ریگستان)　۲۔ اونٹ
۳۔ کھجور (درخت)　۴۔ گھوڑا

بدویت کو ایک ناسازگار ماحول سے تطابق کا دوسرا نام دیا جاسکتا ہے۔ بدوعرب کے جسم کی وضع قطع اور ذہن کی نشوونما ریگستان کی خشکی کے عین مطابق ہے۔ سخت کوش، مضبوط ومحکم قوت ارادی اورتحمل و برداشت کی بے پناہ صلاحیت کی وجہ سے بدّو ریگستان جیسے مقام پر خانہ بدوش زندگی گزار رہا ہے جہاں کوئی چیز پنپ نہیں سکتی۔ اس سرزمین پر بدو، اونٹ، کھجور اور ریت کا راج ہے۔ ان کی زندگی کا دارومدار کھجور، تمر (خشک کھجور) اور دودھ پر ہے۔ کھجور اور اونٹ کا گوشت ان کی ٹھوس غذا ہے۔ جب کھجور کو دودھ میں ڈال کر اتنا پکایا جائے کہ اس کا رنگ ہلکا



ایک صدی پہلے کا ایک تجارتی کاروان جو مکہ سے شام کی شاہراہ پر سفر کررہا ہے۔ ان میں پانچ سو سے ایک ہزار اونٹ مال تجارت سے لدے ہوئے ہیں۔



دوران سفر دوپہر کی چلچلاتی دھوپ میں اونٹوں کے بالوں سے بنے خیمے، بے آب وگیاہ صحرا میں سایہ فراہم کرتے ہیں۔







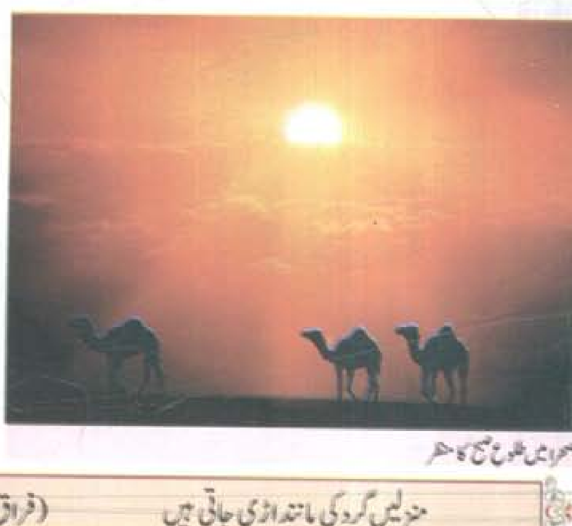
صحراء کے قابل عبور حصوں میں زندگی کا سفر جاری ہے۔ ریت کے ٹیلے جو ان تصویروں میں دکھائی دے رہے ہیں اگر بادِ صرصر چلے تو دھول کی طرح اُڑنے لگتے ہیں۔ ایسے میں زندگی کے لالے پڑجاتے ہیں۔ بچ جانے والے بڑے خوش قسمت ہوتے ہیں۔ ولیم گیفرڈ پالگریو کے سفرنامہ ''نجد وحساء'' سے ایک طوفان گردوباد کی رونگٹے کھڑے کردینے والی تفصیل پڑھیئے۔

''دوپہر کے وقت جھلسے ہوئے دشت پر مطلع صاف تھا کہ جنوب سے گرم ہوا کے جھونکے شروع ہوئے۔ ہوا لحہ بہ لحہ گرانبار ہونے لگی میں نے اپنے بدّو رہنما کو دیکھا وہ اپنا چہرہ چادر سے ڈھانپ کر اونٹ کی گردن سے لپٹ گیا تھا۔ دوسرے ساتھی بھی یہی ہیئت بنائے ہوئے تھے۔ مجھے دیکھ کر اس نے دور ایک خیمہ کی طرف اشارہ کیا اور کہا کہ اپنے اونٹوں کو قطعار کنے یا لیٹنے کا موقع نہ دو۔ مار مار کرآگے بڑھاؤ۔ اس اثناء میں ہوا تیز ہوگئی۔ افق جلدی ہی سیاہی مائل ہوگیا۔ عالم تاریکی میں ہوا کے گرم جھونکے ایسے آرہے تھے جیسے کسی جلتے ہوئے پہاڑ سے نکل رہے ہوں۔ ہماری تمام تر کوششوں کے باوجود اونٹوں نے چکر کھا کر اپنے گھٹنے جھکانے شروع کیے اتنے میں بادِ سموم کا طوفان اور زوروں پر آگیا تاریکی اور گرمی جان سوز ہوگئی گویا دوزخ میں ہیں۔ خوش قسمتی سے عین وقت پر ہم سر منہ لپیٹ کر خیمہ میں جا گرے اور اونٹ بھی طوفان سے نکلنے کے انتظار میں مردہ لاشوں کی طرح باہر پڑگئے'' ماخوذ از ''سفرنامہ نجد و حساء'' ولیم گیفرڈ پالگریو۔ (جزیرۃ العرب، رابع ندوی)

سرخی مائل ہوجائے تو اسے نبیذ کہتے ہیں۔ اس میں نشہ نہیں ہوتا لیکن اگر بالکل سرخ کرلیا جائے تو اس میں نشہ آجاتا ہے۔ پُرمشقت زندگی میں یہ نشہ آور مشروب ایک گونہ بے خودی پیدا کرتا ہے۔ کھجور کی گٹھلیاں پیس کر اونٹ کے لئے روٹی تیار کی جاتی ہے۔ اراک (پیلو) کا پودا اونٹوں کی مرغوب غذا ہے جو صحرائی علاقوں میں خوب پھلتا پھولتا ہے۔ یہ سب ماضی کی داستان ہے۔ مشرقی ساحل احساء میں ۱۹۴۲ء میں تیل کے چشمے (سیال سونا) نکل آنے کے بعد ان کی زندگی یکسر بدل گئی ہے۔ اونٹ آج جدہ ہی نہیں پورے عرب سے عنقاء ہوگیا ہے۔ ناقہ یا ساربان ڈھونڈے سے نہیں ملتا۔ اب طیارے ہیں یا سیارے۔ سیارے تو اس طرح اڑتے پھرتے ہیں جس طرح افواہیں۔ محمل ہیں لیکن خالی۔ قیس ہیں لیکن بادیہ پیما نہیں۔ لیلیٰ ہے لیکن ہوٹلوں میں۔ جسموں پر عربوں کے روایتی مشلے (عبائیں) ثوب (لمبی قمیص) اور سروں پر عترہ و عقال مل جاتے ہیں۔ کبھی عرب قدآور تھے اب عمارتیں قدآور ہیں۔ ان کے دماغ کے سوتے خشک اور عقلیں تنگ ہوگئی ہیں۔ ان کے الفاظ عرب ہیں لیکن افکار عرب نہیں۔ شمشیر و سناں سے طاؤس ورباب میں داخل ہورہے ہیں۔

اونٹ:

اونٹ اور گھوڑا ان کی زندگی کا جزو لازم تھا۔ اونٹ بدوی کے لئے جانور نہیں ایک اصطلاح بھی تھی۔ اس کا کفیل، نقل وحمل کا ذریعہ اور لین دین اور مبادلہ کی اکائی تھی۔ خون بہا، جہیز، مہر، جوئے بازی اور سردار کی خوشحالی ودولت کا شمار اونٹوں کی تعداد سے ہوتا تھا۔ یہ صحرائی جہاز بدوی کا رضاعی باپ/ماں/ جاں نثار اور قابل اعتماد ہمدم و رفیق تھا۔ یہ اس کی انا کا محافظ اور قبیلہ کی متاع غرور تھا۔ بدوی پانی کی



صحرا میں طلوع صبح کا منظر

بجائے اس کا دودھ پیتا تھا جو کافی قوت بخش اور مفید اجزاء پر مشتمل ہوتا ہے۔ اس کے دودھ سے گھی اور مکھن نہیں نکلتا۔ اسی لئے چکنائی کے لئے چربی استعمال ہوتی ہے۔ پانی اپنے جانوروں کے لئے بچاتا تھا۔ اس کا گوشت مرغوب غذا تھی۔ اس کے بالوں سے کمبل اور خیمہ بناتا تھا، کھال کو پہنتا اور اوڑھتا تھا، اس کا اون نرم اور عمدہ ہوتا ہے، اس کی مینگنیاں ایندھن کے طور پر جلاتا تھا، اس کا پیشاب مقوی دوا کی طرح بالوں میں بطور تیل استعمال کرتا اور بعض بیماریوں کے علاج میں یہ پیا بھی جاتا تھا۔ کیڑے مکوڑوں سے بچاؤ کے لئے اسے جسم پر ملتا تھا، اس کے پیٹ میں جمع پانی ناگہانی صورتوں میں بے آب وگیاہ صحرا میں اس کی جان بچاتا تھا۔ عربی زبان میں اونٹ کی نسلوں، نشوونما کی حالتوں کے لحاظ سے بیسیوں نام ہیں۔ "ابل" نام قرآن مجید میں دو جگہ آیا ہے۔ قدرت الٰہی اور صنعت باری کے سلسلے میں سورۂ غاشیہ میں فرمایا گیا" کیا یہ لوگ اونٹ کو نہیں دیکھتے کہ اسے کیسا (عجیب) پیدا کیا ہے۔"(۷)

اس کی پشت کی بلندی کو کوہان کہتے ہیں۔ عرب نسل کے اونٹوں میں ایک کوہان ہوتا ہے۔ بعض اونٹوں میں ایک کی بجائے دو کوہان بھی ہوتے ہیں۔ دہرے کوہان والے اونٹ بختی یا باختری نسل کہلاتے ہیں جو بخارا، چینی ترکستان کے علاقوں میں پائے جاتے ہیں۔ چربی کا یہ ذخیرہ اسے بھوک کے وقت کام آتا ہے۔ معدہ کے پاس ایک تھیلی میں وہ پانی جمع رکھتا ہے جو اسے جھلسا دینے والی ہوا اور ریگستانوں کی گرمی میں پیاس سے ہلاک ہونے نہیں دیتا۔ اس کی غذا بڑی سادہ ہوتی ہے ببول کے کانٹے چبا کر بھی زندہ رہ سکتا ہے۔ وہ ایسا صحرائی جہاز ہے جو کئی کئی من وزن لے کر ۲۵ میل روزانہ بہ آسانی ریت میں سفر کرسکتا ہے۔ اس کے پیروں کی ساخت بھی کچھ ایسی واقع ہوئی ہے کہ ریت میں دھنستے نہیں۔ یہ جفاکش جانور فی گھنٹہ اوسطاً چھ میل کی رفتار سے چوبیس گھنٹوں میں پندرہ گھنٹے چل سکتا ہے۔ سردیوں میں دس روز اور گرمیوں میں مسلسل چھ روز تک کچھ کھائے پیئے بغیر گزارہ کرسکتا ہے۔ اس کی اوسط عمر تیس سال ہے۔ مزاج کا حلیم اور شائستہ جانور ہے مگر اس کا غصہ اور کینہ بھی بہت سخت ہوتا ہے۔(۸) وہ اپنے مضبوط دانت غصہ کے وقت آدمی کی گردن پر جما کر کھوپڑی اتار لیتا ہے۔ اس کی حسِ شناخت بھی بڑی تیز ہوتی ہے۔

برسوں پہلے کے ظالم کو کہیں بھی ملے پہچان کر انتقام لیتا ہے۔ اسی لئے کینۂ شتر ضرب المثل ہے۔

کھجور کے درخت:

کھجوروں کے درخت بدّوؤں کی زندگی کا قیمتی سرمایہ ہیں۔ اس درخت کا اصل وطن جزیرہ نمائے عرب ہے۔ اس میں سب سے زیادہ یہی درخت نشوونما پاتا ہے۔ حضرموت کی وادیوں میں یہ درخت خود بخود اگتا ہے۔ النخیل (کھجور) کے باغات، وادیوں اور چشموں کے گرد کثرت سے پائے جاتے ہیں۔ حجاز میں بہترین قسم کی کھجوریں مدینہ منورہ میں پیدا ہوتی ہیں۔ عجوہ کھجور اعلیٰ اور مفید ترین ہوتی ہے۔

شط العرب (عراق) میں دنیا کی ۸۰ فیصد کھجور پیدا ہوتی ہے۔ یہاں کھجور کے درختوں کی تعداد سوا تین کروڑ شمار کی گئی ہے۔ تعداد کے لحاظ سے جزیرۂ نما عرب چوتھے درجے پر ہے۔ ان کی تعداد ۴۰ لاکھ اشجار سے زیادہ ہے۔(۹)



کھجور کے درخت میں بھی نر اور مادہ کی تقسیم ہے۔ کھجور کا درخت بیج ڈالنے کے پندرہ سال بعد پھل دیتا ہے۔ اس کی لمبائی ۲۰ سے ۳۰ میٹر تک ہوتی ہے۔ اس کی عمر سو سے دو سو سال تک ہوتی ہے۔ کہتے ہیں کہ نباتات میں کھجور کا درخت حیوانات سے مشابہ ہے۔ اس کا سر کٹ جائے تو مرجاتا ہے۔ سر سلامت رہے تو بقیہ حصے حتیٰ کہ جڑ تک کٹ جانے سے بھی زندہ رہتا ہے۔ ایک سال میں عموماً چالیس سے پچاس کلوگرام تک پھل دیتا ہے۔ اونٹ کی طرح یہ بھی مبادلہ کی اکائی قرار دیا گیا ہے۔

کھجور جب کچی ہوتی ہے تو اسے ''بلح'' کہتے ہیں۔ پک کر لذیذ ذائقہ کی ہو تو ''رطب'' کہلاتی ہے۔ نیم خشک کو ''تمر'' اور پرانے خراب کھجور کو ''حشفہ'' کہتے ہیں۔ اہلِ عرب کی غذا کا اہم ترین جزو ہے۔ اس کے علاوہ اس کا تنا، پھل حتیٰ کہ گٹھلی بھی ان کے کسی نہ کسی کام آتی ہے۔ عربی میں کھجور کے باغ کو نخیل کہتے ہیں۔

کھجور کے درخت کے بارے میں قیصر روم اور امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے درمیان خط و کتابت کا مطالعہ دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔

قیصر روم نے امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ میرے قاصد جو آپ کے پاس گئے تھے کہتے ہیں کہ آپ کے پاس ایک درخت ہے کہ وہ کسی دوسرے درخت سے پیدا نہیں ہوا۔ اس کی صورت گدھے کے کان کے مشابہہ ہے جس وقت پھٹتا ہے تو اس میں سے موتی کے دانے نکل پڑتے ہیں پھر وہ سبز ہوتا ہے تو زمرد سبز بن جاتا ہے، پھر سرخ ہوتا ہے تو یاقوت سرخ ہوجاتا ہے، پختگی پر پک کر عمدہ فالودہ ہوجاتا ہے، خشک ہو کر مقیم کی غذا اور مسافر کی زادِ راہ کا کام دیتا ہے۔ اگر میرا قاصد سچ بولتا ہے تو میرے نزدیک یہ جنت کا ایک درخت ہے۔

جواب میں ارشاد ہوا:

یہ عمر بن خطاب (رضی اللہ عنہ) امیر المومنین کی طرف سے قیصر روم کے لئے ہے۔ تمہارے قاصد نے سچ کہا ہے کہ وہ درخت ہمارے یہاں موجود ہے۔ یہ وہی درخت ہے کہ جس کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش پر حضرت مریم علیہا السلام کے واسطے پیدا کیا تھا۔ تجھے چاہئے کہ اللہ جل شانہٗ سے ڈرا کرے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو معبود نہ بنا کیونکہ ان کی مثال خداوند تعالیٰ کے نزدیک ایسی ہے جیسے آدم علیہ السلام کی کہ مٹی سے پیدا کیا۔(۱۰)

گھوڑا:

عرب میں گھوڑے کی ملکیت امارت کی نشانی سمجھی جاتی تھی۔ گھوڑے کی نسل کو خالص رکھنے پر بڑی توجہ دی جاتی تھی۔ عربی گھوڑے کو ''حصان'' اور فارسی میں ''اسپ تازی'' کہا جاتا ہے۔ عرب کا ''الخیل'' جسم کی خوبصورتی، قوت تحمل، فہم و تمیز، مالک سے جانثارانہ وفاداری کی شہرت رکھتا ہے۔ گھوڑے کی سب سے بڑی خوبی اس کی تیز



مکہ معظمہ کے ایک ترکی فوجی بارکس کے سامنے گھوڑا، سواری کے لیئے تیار ہے۔

رفتاری ہے جو کہ شب خون مارنے اور چھاپوں کے لئے ازحد ضروری ہے۔ گھڑ دوڑ اور شکار کے لئے بھی اس کا استعمال ہوتا ہے۔ بدّو عرب اپنے گھوڑے سے بے حد محبت کرتا تھا۔ ریگستان میں جنگ جوئی اس کی فطرت ثانی اور لوٹ مار مردانگی کا طرۂ امتیاز سمجھا جاتا تھا۔ گھوڑے جسامت کے لحاظ سے مختلف قسم کے ہوتے ہیں۔ قدآور اور قوی ہیکل چھ تا سات فٹ کے ہوتے ہیں۔ تین فٹ اور اس سے کم قد کے بھی دیکھے گئے ہیں۔ ان کی اوسط عمر ۱۸ تا ۲۰ سال ہوتی ہے۔ دانتوں سے اس کا اندازہ کیا جاتا ہے۔ اس کے رنگوں میں بھی تنوع پایا جاتا ہے۔ مثلاً سیاہ، ابلق، سرخ، بادامی، چتکبرا، سفید، تیلیا وغیرہ۔

بدوی گھوڑوں کی پانچ نسلوں کو بہت مانتے ہیں۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پانچ گھوڑیوں کی اولاد ہیں۔ جب کوئی عمدہ نسل کا



صحرا کا جہاز تو اونٹ ہی ہے لیکن ''اسپ تازی'' (عربی گھوڑا) وفادار اور جان نثار رفیق سفر سمجھا جاتا ہے نیز امارت کی نشانی بھی ہے۔ امیر کے محل کے آگے ''اسپ تازی''۔



مسجد عائشہؓ (تنعیم) میں میقات مکہ ہے۔ حدودِ حرم کے نشانات بھی دیکھے جاسکتے ہیں۔

بچہ پیدا ہوتا تو بدو خیمہ میں جمع ہوتے اور اس کی پیدائش کی تاریخ، ماں کا نام اور اس کا خاندان ایک کاغذ پر لکھا جاتا تھا۔ گواہوں کی مہریں ہونے کے بعد ایک تانبے کی ڈبیا میں بند کرکے گھوڑے کی گردن میں لٹکا دیا جاتا تھا۔(۱۱)

نجد عرب کا وہ خطہ ہے جہاں گھوڑا سب سے زیادہ قیمتی اور عمدہ ہوتا ہے۔ عربی گھوڑا قوی، نازک مزاج، چست و چالاک اور اپنی آزادی کے گھمنڈ میں چور ہوتا ہے۔

جغرافیائی تقسیم:

دنیا کا وسیع و عریض جزیرۂ نمائے عرب تقریباً ساڑھے ۳۴ درجہ طول بلد مشرق سے اور تقریباً ۶۰ درجہ مشرق تک اور ساڑھے ۱۲ درجہ عرض بلد شمال سے ۳۲ درجہ شمالی تک پھیلا ہوا ہے۔ اس کا کل رقبہ ۷۵۶۹۸۱ مربع میل یا ۶۰۰۰۰۰۰ مربع کلومیٹر ہے۔ طول



مصر سے غلاف کعبہ لانے والے ''محمل'' کا مکہ معظمہ میں داخلہ۔

تمدن آفریں خلاقِ آئینِ جہانداری
(اقبال)



شریف مکہ کی سواری کا خاص سجا سجایا اونٹ اور عملہ (تصویر ۱۸۸۶ء) شان امارت کے لئے یہ سواری "رولز رائیس کار" سے کم نہیں ہے۔ بشکریہ: سعید باغزال (جدہ)

۵۰۰، عرض ۸۰۰ میل ہے۔ آبادی ۱۹،۰۰۰،۲۷۰، ہے۔ اس میں بحرین ۶۹۴ مربع کلومیٹر، کویت ۱۷۸۱۸ مربع کلومیٹر، قطر ۱۱۴۳۷ مربع کلومیٹر، سلطنت عمان ۳۰۶۰۰۰ مربع کلومیٹر، جمہوریہ یمن ۴۷۲۰۹۹ مربع کلومیٹر اور متحدہ عرب امارات ۸۳۰۰۰ مربع کلومیٹر کو شامل کرلیا جائے تو جزیرہ نما عرب کا مجموعی رقبہ ۳۱،۳۹،۰۴۸ مربع کلومیٹر ہوجاتا ہے۔ زبان عربی اور کرنسی ریال کہلاتی ہے۔ کیلنڈر قمری گردش پر مبنی ہوتا ہے۔

پورا عرب ریگستانوں، پہاڑوں اور وادیوں سے گھرا ہوا ہے۔ جنوب مغرب میں عسیر اور یمن شاداب اور زرخیز خطہ ہے۔ قدیم زمانے سے جغرافیائی اور طبعی اعتبار سے ملک عرب پانچ حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے جس میں عرب عراق اور عرب شام شامل نہیں ہیں۔

(۱) تہامہ (۲) نجد (۳) حجاز (۴) عروض (۵) یمن و عسیر

(۱) تہامہ:

عرب کا مغربی حصہ پست ہے اور یہاں گرمی زیادہ ہوتی ہے اسی لئے اسے تہامہ کہتے ہیں۔ مشرقی حصہ کی سطح بلند ہے اس لئے وہ نجد (بلند) کہلاتا ہے۔ تہامہ اور نجد کے وسط میں جس میں پہاڑ بھی شامل ہیں حجاز (درمیانی حصہ) کہلاتا ہے۔ جغرافیہ دانوں نے تہامہ اور حجاز کا ایک ساتھ ذکر کیا ہے۔ مغربی ساحلی پٹی کو تہامہ اور غور (پست زمین) اور پہاڑوں کو حجاز لکھا ہے۔ حجاز (معنی رکاوٹ) نام دیے جانے کی ایک وجہ اس علاقہ کا نجد اور تہامہ کے درمیان حائل ہونا ہے۔ عروض کے ذیل میں تمام مشرقی حصہ شمار کیا گیا ہے۔ یہ وہ میدانی علاقہ ہے جو حجاز کے کوہستانی خطہ کے مغربی جانب ساحل سمندر کے ساتھ ساتھ نجران سے ینبوع تک پھیلا ہوا ہے۔ اس کی ریتیلی زمین سے جھلسا دینے والی حرارت نکل کر حبس پیدا کرتی ہے۔



ترکوں کا بنایا مسجد نبوی کا یہ ماڈل استنبول کے توپ قاپی میوزیم کے نوادرات میں محفوظ ہے۔

(۲) نجد:

کوہستانِ سراۃ کا مشرقی حصہ جو یمن سے شروع ہوکر سماوہ اور جنوبی عراق تک پہنچتا ہے نجد کہلاتا ہے۔ اس کے مشرق میں عروض اور مغرب میں حجاز و عسیر و یمن ہیں۔ یہ وسط کا سرسبز و شاداب، عمدہ زمین والا سطح مرتفع ہے۔ سطح سمندر سے ۱۲۰۰ میٹر بلند ہے۔ یہ علاقہ تین اطراف سے بے آب و گیاہ صحراؤں سے گھرا ہوا ہے۔ اس کے آزاد اور بیرونی اثرات سے محفوظ رہنے کی یہی وجہ ہے۔ یہاں کی زبان آج بھی خالص اور قدیم عربی کا نمونہ ہے۔ عربی شاعری کا باوا آدم مہلہل اسی خاک سے اٹھا تھا۔ عہد قدیم میں بنی کندہ کی حکومت تھی جس کا آخری شہزادہ امراؤ القیس ملک الشعراء بنا۔ عرب کا سب سے بڑا چشمہ "دھنا" یہاں سے گزرتا ہے۔ وادیوں اور پہاڑوں کے دامن میں زراعت ہوتی ہے۔ یہاں کثرت سے چراگاہیں ہیں، یہاں کے گھوڑے اور اونٹ تیز رفتار اور خوبصورت ہوتے ہیں۔ پھولوں کے

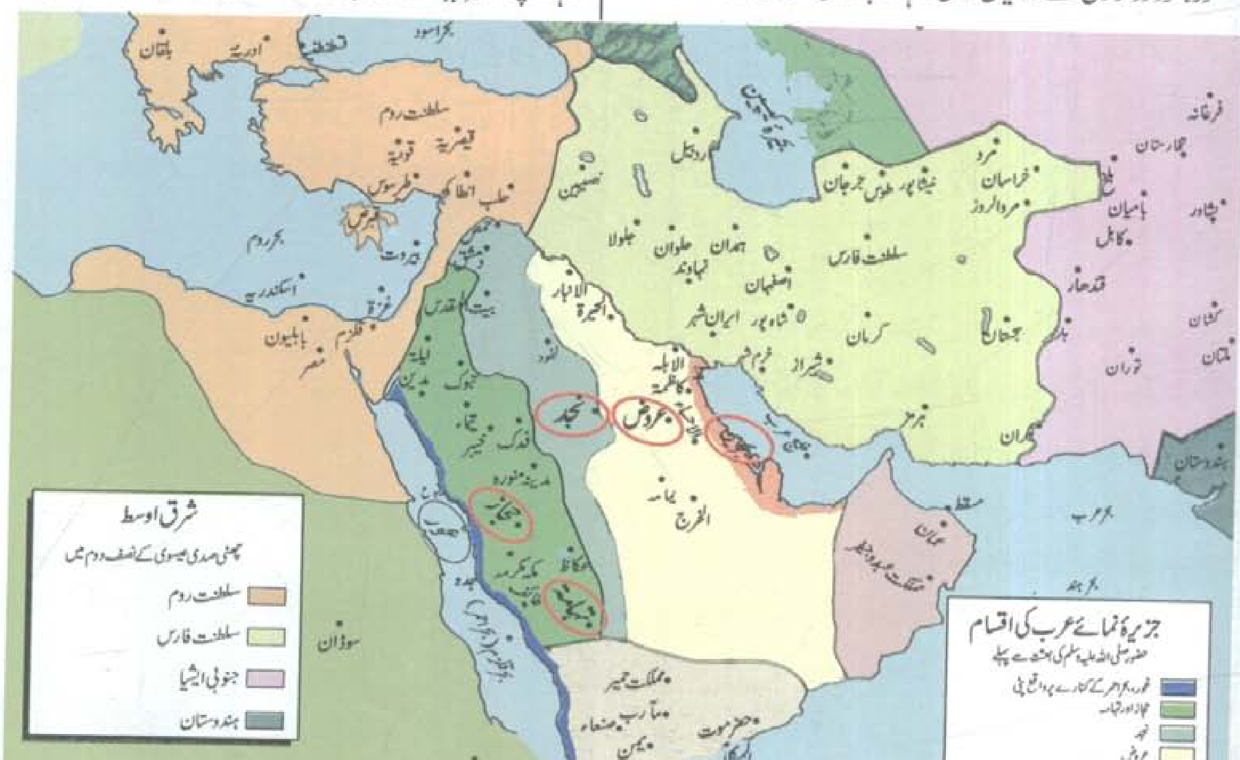
لئے بھی مشہور ہے۔ قبیلۂ بنو سعد جو قبیلۂ ہوازن کی شاخ ہے۔ جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بچپن گزرا اس کے مغرب میں آباد تھا۔ ظہور اسلام کے وقت یہاں قبیلۂ غطفان آباد تھا جو ہمیشہ مسلمانوں کے خلاف ریشہ دوانیوں میں مصروف رہا۔ غزوۂ انمار (۳ ہجری) اور غزوۂ ذات الرّقاع (۴ ہجری) ان کی سرکوبی کے لئے پیش آیا۔

(۳) حجاز:

اس کا نام حجاز اس لیے پڑا کہ یہ السراۃ کا کوہستانی سلسلہ ہے جو مغربی ساحل کے قریب سے شمال میں فلسطین و اردن کے جنوب تک اور جنوب میں یمن کے شمال تک شمار کیا جاتا ہے۔ نیز تہامہ کو نجد سے الگ کردیتا ہے۔ حجاز بحیرۂ قلزم کے ساحل پر شمالاً جنوباً مستطیل شکل میں پہاڑوں سے گھرا ہوا علاقہ ہے۔ یہ شمال میں خلیج عقبہ سے لے کر جنوب میں عسیر کے صوبہ تک پھیلا ہوا ہے۔ اس میں ایسے قطعے بھی ہیں جن کے پتھر سیاہ کھنجر کی طرح ہیں جو عربی میں حرہ یا لابہ کہلاتے ہیں۔ ان کی تعداد کئی سو تک شمار ہوئی ہے اور یہ سطح سمندر سے کافی بلند ہیں۔ یہ حرے زیادہ تر مکہ اور تبوک کے راستے میں ہیں۔ مدینہ منورہ خود دو حروں کے درمیان واقع ہے۔ حجاز تین صوبوں مکہ معظمہ، مدینہ منورہ اور تبوک پر مشتمل ہے۔

سلسلہ جبال السراۃ کو تورات میں سلسلۂ کوہِ فاراں کا نام دیا گیا ہے۔ حضرت موسیٰ کی مشہور پیش گوئی ہے "خداوند سینا سے آیا اور شعیر (مراد عیسیٰ) سے ان پر طلوع ہوا۔ فاران (مکہ) کے پہاڑ سے وہ جلوہ گر ہوا۔ دس ہزار قدسیوں کے ساتھ آیا اور اس کے داہنے ہاتھ میں ایک شریعت ان کے لئے تھی۔ (۱۲) دامنِ کوہ میں چشمے جاری ہیں۔ سرزمین حجاز میں جابجا ریت کے انبار دکھائی دیتے ہیں۔ کہیں کہیں سرسبز ٹیلے بھی نظر آتے ہیں۔ ٹیلوں کی نشیبی زمین پر اناج، پھل اور گھاس پیدا ہوتی ہے۔ ریگستانی علاقہ میں قدرتی چشموں سے نخلستان آباد ہیں، کہیں کہیں جنگل بھی ہیں۔ حجاز کا علاقہ ہی زیادہ تر عرب قبائل کا مسکن ہے۔ بستیوں کے اردگرد، ان کے کھیت ہیں۔

حجاز کا بڑا ساحلی شہر اور بندرگاہ جدّہ ہے۔ زیادہ تر حجاج اسی بندرگاہ پر اترتے ہیں۔ اس کے قریب ایک چھوٹی سی گودی "شعیبہ" ہے جہاں سے عہد قدیم میں حبشہ کے لئے کشتی رانی ہوتی تھی۔ ینبوع مدینہ کی بندرگاہ ہے۔ مکہ، مدینہ، طائف اور تبوک حجاز کے اہم شہر ہیں۔ مکہ بیت اللہ کی وجہ سے عرب کا مرکز اور ہر دور میں مقدس رہا ہے۔ پورا شہر پہاڑوں کی پناہ گاہ کے درمیان وادی میں آباد ہے۔



مملکت مدینہ کے قیام سے پہلے عرب اور اطراف کے ممالک کے حدود۔

صدیوں سے رہا ہے جسے گوشِ چرخِ پیر

اقبال

ہے یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دارالہجرت اور ابدی آرام گاہ ہے۔ دونوں کا درمیانی فاصلہ ۲۷۰ میل ہے۔ مکہ سے ۷۰ میل پر باغوں کا شہر اور پُر فضا مرغزار طائف واقع ہے جہاں بنی ثقیف کا قبیلہ آباد تھا۔

(۴) عروض:

اس کے لفظی معنی ''ترچھا'' ہیں کیونکہ یہ علاقہ ترچھا/خم واقع ہوا ہے۔ اس خطہ میں خلیج فارس پر واقع عمان، الاحساء (بحرین کا سعودی علاقہ) حدودِ عراق تک اور نجد کے نیچے کا علاقہ یمامہ شامل ہیں۔ عمان کا ساحلی علاقہ سرسبز وشاداب اور آباد ہے۔ اس کے پہاڑ معدنیات سے مالا مال ہیں خاص طور پر سیسہ اور تانبہ کثرت سے ہے۔ وادیاں زرخیز اور قابل کاشت ہیں۔ جنگلوں میں خوشبودار لکڑی پائی جاتی ہے یہاں کے گھوڑے، گائے اور بکریاں مشہور ہیں۔

الاحساء وبحرین یہ بھی ساحلی علاقہ ہے اس کے ساحل اور متصل جزیرے موتیوں کے مخزن ہیں۔ یہاں تیل کے چشمے دریافت ہوئے اور ۱۹۴۵ء سے باقاعدہ پٹرول لاکھوں ٹن روزانہ نکالا جارہا ہے۔ کویت کے بعد تیل کے چشمے سعودی عرب میں دمام، قطیف، بقیق، غوار اور حرض میں بکثرت ہیں۔ ظہور اسلام کے وقت یہاں مناذرہ خاندان کی حکومت تھی۔ یمامہ کے علاقے میں سخت دشوار گزار ٹیلے ہیں۔ اس کا وہ حصہ جو نجد سے ملا ہوا ہے ہرا بھرا اور آباد ہے۔ اس کے جنوب میں صحرائے ربع الخالی ہے۔ ظہور اسلام کے وقت یہاں قبیلہ بنو حنیفہ آباد تھا۔ مسیلمہ کذاب دعویدار نبوت ان کا سردار تھا۔

(۵) یمن وعسیر:

حجاز وتہامہ کے جنوب میں واقع بلند سلسلۂ کوہ اور اس کے مغربی سمت پر واقع میدانی وساحلی علاقہ ہے۔ اس کے شمال میں نجران اور عسیر (سعودی عرب کا علاقہ) ہیں۔ عرب میں سب سے زیادہ بارش ۲۰/انچ سالانہ یہاں ہوتی ہے۔ سب سے اونچے ۱۳ سے ۱۴ ہزار فٹ بلند پہاڑ اسی حصہ میں ہیں۔ اس کے ڈھلوانوں پر قہوہ کی کاشت ہوتی ہے۔ شروع سے خوشبودار لکڑی عود، لوبان اور عطریات کے لئے مشہور ہے۔

یمن کا علاقہ کئی چھوٹے چھوٹے حلقوں میں تقسیم تھا جس میں حضرموت (موت کا شہر) بلادِ احقاف، نجران اور صنعاء شامل ہیں۔ اہل یمن نے زراعت کے لئے بڑے بڑے بند (سد/ ڈیم) بنائے



مکۂ معظمہ کا محلِ وقوع۔ (مکہ معظمہ کا ایک نقشہ)

شمال مشرق میں جبل خندمہ، جنوبِ مشرق میں جبل بوقبیس، شمال مغرب میں جبل ہندی اور نیچے جبل قیعقعان کے سلسلے ہیں۔ مکہ میں داخلہ کے صرف تین راستے ہیں جہاں سے اہل مکہ کا رزق آتا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ڈھائی ہزار سال پہلے ہی سے شام اور یمن کی شاہراہ پر مکہ ایک بہت بڑی تجارتی منڈی تھی۔ مدینہ دوسرا بڑا شہر



صنعاء میں ابرھہ اشرم کا بنایا ہوا عظیم الشان کلیسا اس چبوترے پر تھا۔ بشکریہ: حکیم عبدالکریم معرفانی



وہ جگہ جہاں ابابیلوں نے ابرھہ کی فوج کو کنکریوں سے مار ڈالا تھا۔ عذاب الہیٰ کی جگہ

تھے۔ قوم سبا کا مسکن شہر مارب تھا جہاں سیل عرم کا حادثہ ہوا تھا۔ یہ سدّ (ڈیم) دو پہاڑوں کے درمیان تھی جس میں سے ایک کا نام مارب اور دوسرے کا ابلق تھا۔ نجران وہی مقام ہے جہاں اصحاب الاخدود کو زندہ جلایا گیا تھا۔ قدیم قوم عاد کا مسکن ریگستان الاحقاف اسی علاقہ میں تھا۔ ایک مزار جو حضرموت میں ہے حضرت ہود علیہ السلام کا بتایا جاتا ہے۔ یمن کا پایہ تخت صنعاء تھا جو عہد قدیم ہی سے بہت مشہور اور متمدن ملک بہت سرسبز و شاداب اور گنجان آباد تھا۔

نجران میں بنی الحارث کے عیسائیوں کا عظیم الشان کلیسا تھا جو عربوں میں کعبۂ نجران کے نام سے مشہور تھا۔ حبشہ کے بادشاہ نجاشی کے یمن کا گورنر ابرہہ اشرم بن صباح نے موسم حج میں بیت اللہ کا اجتماع دیکھا تو حسد کی آگ میں جل گیا۔ اس نے صنعاء میں ایک خوبصورت اور بے مثال گرجا گھر سنگ مرمر اور عمدہ لکڑی سے تعمیر کیا اس پر سونے کا پتر چڑھایا۔ قلیس نام رکھا۔ اس کی خواہش تھی کہ اس کلیسا کو ویسی ہی روحانی عظمت حاصل ہوجائے جیسی کعبہ کو ہے۔ اس نے اپنے بادشاہ نجاشی کو لکھا کہ اس وقت تک چین سے نہیں بیٹھوں گا جب تک لوگ مکہ میں کعبہ کی بجائے اس کلیسا ''قلیس'' کا حج شروع نہ کریں۔ چنانچہ اس نے اہل عرب کو مجبور کیا کہ وہ مناسک حج اس کلیسا میں ادا کریں۔ یہ بات انہیں سخت ناگوار گزری۔ (۱۳) غصہ میں آکر بنی ملکان (بنی کنانہ) کے ایک شخص نے جو اہل حرم میں سے تھا کلیسا کو بول و براز سے گندا کر دیا۔ ابرہہ کو معلوم ہوا تو غصہ سے پاگل ہوگیا اور اس نے کعبہ کو مسمار کرنے کی قسم کھائی۔

بڑی تیاری کے ساتھ لاؤ لشکر اور جنگی ہاتھیوں کو لے کر مکہ پر حملہ آور ہوا۔ یہ ۵۷۱ء کا واقعہ ہے۔ اس وقت عبدالمطلب (حضورؐ کے دادا) مکہ کے سردار تھے۔ مکہ میں ابرہہ کی فوج نے خوراک کے لئے شہر والوں کے جانور پکڑ لئے جن میں سردار مکہ کے دوسو اونٹ بھی شامل تھے۔ وہ ابرہہ کے پاس گئے اور اونٹوں کی واپسی کا مطالبہ کیا۔ اس نے تعجب سے پوچھا کہ کیا آپ کو خبر نہیں کہ میں کعبہ کو منہدم کرنے کے لئے آیا ہوں؟ آپ مکہ کے سردار ہیں لیکن اس تعلق سے کچھ نہیں کہتے۔ عبدالمطلب نے جواب میں فرمایا کہ میں جس چیز کا مالک ہوں اس کی حفاظت کا ذمہ دار ہوں۔ کعبہ کا جو مالک ہے وہ خود اس کی حفاظت کرے گا۔ ابرہہ ویسے ہی ان کی ذی وجاہت شخصیت سے مرعوب تھا یہ سن کر تو تصویر حیرت بن گیا۔ اونٹ واپس کرنے کا حکم دیا اور وہ اونٹوں کے ساتھ واپس ہوگئے۔

ادھر اہل مکہ سے کہا کہ حملہ کے وقت پہاڑوں میں پناہ لو کعبہ کی فکر نہ کرو۔ کہتے ہیں کہ ابرہہ کی فوج میں ہاتھیوں کی کل تعداد ۱۳ تھی۔ حبشہ کے بادشاہ کا خصوصی دیوپیکر جنگجو ہاتھی ''میمت'' (محمود) آگے آگے تھا۔ ابرہہ اس سرکش ہاتھی کو آنکس مارنے کا حکم دینے ہی والا تھا کہ مکہ کے نفیل بن حبیب خشعمی نے ہاتھی کے کان میں کہا کہ ''اے محمود! بیٹھ جا بلکہ جہاں سے آیا ہے وہاں لوٹ جا۔ یہ بلد الحرام ہے اور وہ اللہ کا گھر۔'' نفیل یہ کہہ کر پہاڑوں میں جا چھپے۔ ادھر ہاتھی نے مار پر مار کھائی لیکن ایک قدم بڑھ کر نہ دیا۔ (۱۴) اس طرح ابرہہ اپنے ارادے میں ناکام رہا اور لشکر ابابیل کی کنکریوں کا نشانہ بن کر کھائے ہوئے بھس کی طرح ہوگیا۔ بے شمار لوگوں نے اس لشکر کو تباہ ہوتے دیکھا۔ سیرت نگار یہ واقعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت سے ۵۰ تا ۵۵ دن پہلے کا بتاتے ہیں۔

ملک عرب گو کسی سیاسی وحدت کے تابع نہ تھا البتہ تجارتی میلوں سے ایک منظم معاشی اور اقتصادی نظام کا پتہ چلتا ہے۔ ایسے دس بڑے اسواق (منڈیاں/ بازار) تھے جن میں اہل عرب اکھٹے ہوتے۔ یہ تجارتی میلے قدیم زمانے سے ملک کے اہم مقامات پر اس طرح لگتے تھے کہ پورے جزیرہ نمائے عرب پر محیط ہوتے تھے۔ شام (سوریا) اور حجاز کے درمیان دومتہ الجندل میں ربیع الاوّل کی پہلی تاریخ کو میلہ شروع ہوتا۔ مکہ سے قبیلۂ قریش کے تاجر اپنا سامان تجارت لے کر پہنچ جاتے۔ اس کے بعد تاجر پورا ماہِ جمادی الثانی بحرین میں مشقّر کے میلے میں گزارتے۔ اس میں ایران کے تجار بھی اپنا مال بیچنے لاتے۔ اس کے بعد عمان کی بندرگاہ صحار میں پانچ دن کے لئے بازار لگتا پھر اس میں دوسری بندرگاہ ''دبا'' میں میلہ کا اہتمام رجب کے آخر تک ہوتا۔

صاحب نظراں! نشۂ قوّت ہے خطرناک
اقبال

خودی کا نشہ چڑھا آپ میں رہا نہ گیا (یگانہ چنگیزی) خدا بنے تھے یگانہ مگر بنا نہ گیا

نہ پوچھو میری وسعت کی زمیں سے آسماں تک ہے
اقبال

جہازوں میں بیٹھ کر سندھ، ہند اور چین کے تجار اپنا مال فروخت کرنے کے لئے آتے۔ وہاں سے تجار مہرہ کے شہر ''شحر'' میں جمع ہوتے، یہ شعبان کا وسط ہوتا۔ یکم رمضان سے ۲۰ دن کے لئے عدن میں میلہ بھرتا۔ عدن عطریات کے لئے مشہور تھا۔ رمضان کے آخری پندرہ دن تجار صنعاء میں خرید و فروخت کے لئے جمع ہوتے۔ وسط ذیقعدہ سے آخر ماہ تک تجارت کے لئے تاجر دو حصوں میں بٹ جاتے۔ کچھ تو حضرموت میں رابیہ نامی منڈی کا رُخ کرتے اور کچھ مکہ کے قریب عکاظ میں ڈیرے ڈالتے۔ عہد قدیم ہی سے چار ماہ یعنی ذیقعدہ، ذی الحجہ، محرم اور رجب محترم مہینے قرار دیے گئے تھے۔ ہر طرف امن و امان کا دور دورہ ہوتا۔ اس لئے زیادہ سے زیادہ لوگ جمع ہوتے۔ بڑی رونق، گہما گہمی اور زندگی ہوتی۔(۱۵)

سوق عکاظ (بازار):

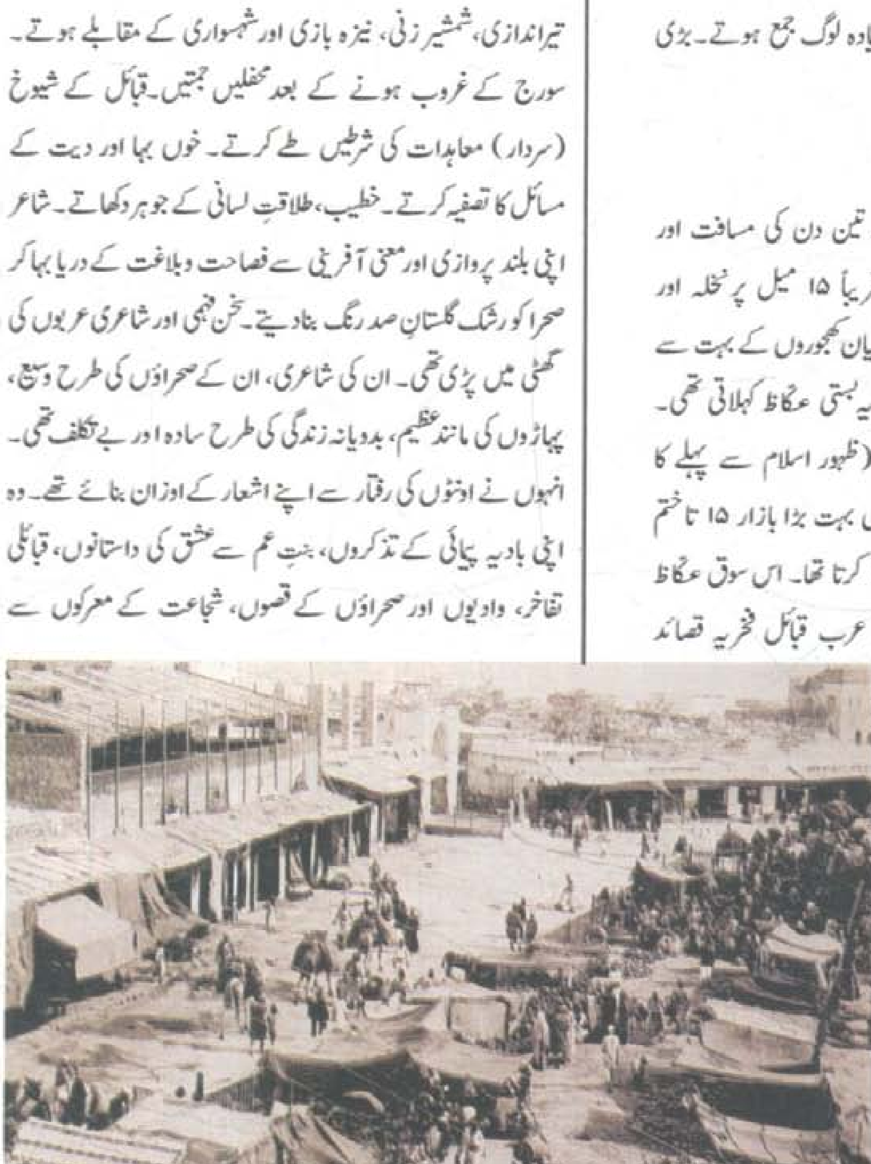


سوق عکاظ (بازار) کے کھنڈرات۔ عکاظ کا میلہ عربوں کی سب سے بڑی قومی تقریب تھی۔ اسے عرب کا سالانہ ''اولمپیا'' کہنا مناسب ہے یہ میلہ ۶۰۴ء سے شروع ہوا اور ظہور اسلام کے بعد بھی ۱۵۲ سال تک جاری رہا۔

مکہ معظمہ سے تین دن کی مسافت اور طائف سے تقریباً ۱۵ میل پر نخلہ اور طائف کے درمیان کھجوروں کے بہت سے باغات تھے۔ یہ بستی عکاظ کہلاتی تھی۔ زمانہ جاہلیت (ظہور اسلام سے پہلے کا دور) میں یہاں بہت بڑا بازار ۱۵ تا ختم ذیقعدہ تک لگا کرتا تھا۔ اس سوق عکاظ میں جمع ہوکر عرب قبائل فخریہ قصائد پڑھتے۔ عکاظ کے معنی ہی حسب نسب پر اترانا ہیں، پھر یہی اس تجارتی منڈی کا نام پڑ گیا۔ ۶۰۴ء سے یہاں میلہ شروع ہوا اور یہ سلسلہ ظہور اسلام کے بعد ۱۵۲ سال یعنی ۷۵۶ء (۱۳۹ ہجری) تک جاری رہا۔

اس مہینے میں تمام قبائلی دشمنیاں اور خانہ جنگیاں عارضی طور پر روک دی جاتی تھیں۔ عرب کے تمام حصوں بلکہ دور دراز ملکوں سے بھی عالمی تجارت کا بازار لگتا۔ شاعر اور خطیب اپنے کمالِ فن کا مظاہرہ کرتے۔ اپنے آپ کو خون کا انتقام لینے والوں سے چھپانے کے لئے چہرے پر نقاب ڈال لیتے۔ اس موقع پر خون بہانا ممنوع تھا گویا یہ ایک قسم کا مذہبی متارکۂ جنگ تھا۔ دو اور میلے بھی لگتے تھے ایک مرّہ الظہر ان کے قریب مجنہ کے چشمے پر اور دوسرا عرفات کے دامن میں ذوالمجاز کے مقام پر لیکن عکاظ کا میلہ اتنی بڑی قومی تقریب ہوتی کہ اسے عرب کا ''اولمپیا'' کہا جاسکتا ہے۔(۱۶)

ایام حج کی قربت کی وجہ سے عکاظ کا بازار قومی میلہ سمجھا جاتا تھا۔ دن بھر لین دین اور تجارت کے علاوہ فنون سپہ گری، کشتی، تیراندازی، شمشیر زنی، نیزہ بازی اور شہسواری کے مقابلے ہوتے۔ سورج کے غروب ہونے کے بعد محفلیں جمتیں۔ قبائل کے شیوخ (سردار) معاہدات کی شرطیں طے کرتے۔ خوں بہا اور دیت کے مسائل کا تصفیہ کرتے۔ خطیب، طلاقتِ لسانی کے جوہر دکھاتے۔ شاعر اپنی بلند پروازی اور معنی آفرینی سے فصاحت و بلاغت کے دریا بہا کر صحرا کو رشک گلستانِ صد رنگ بنا دیتے۔ سخن فہمی اور شاعری عربوں کی گھٹی میں پڑی تھی۔ ان کی شاعری، ان کے صحراؤں کی طرح وسیع، پہاڑوں کی مانند عظیم، بدویانہ زندگی کی طرح سادہ اور بے تکلف تھی۔ انہوں نے اونٹوں کی رفتار سے اپنے اشعار کے اوزان بنائے تھے۔ وہ اپنی بادیہ پیائی کے تذکروں، بنتِ عم سے عشق کی داستانوں، قبائلی تفاخر، وادیوں اور صحراؤں کے قصوں، شجاعت کے معرکوں سے



عربوں کے بازاروں میں سے ایک بازار



مکہ معظمہ کے حج کے دوران لگنے والے میلے کا منظر۔

شعروں میں رنگ بھرتے تھے۔(۱۷)

اہل قبیلہ اپنے شعراء کی شہسواروں اور جنگجو دلیروں سے زیادہ قدر کرتے تھے۔ انہیں قبیلہ کی عزت وآبرو کا نگہبان، حسب نسب کا محافظ اور آباء واجداد کے کارناموں کا زندہ رکھنے والا سمجھتے۔ جب کسی قبیلہ میں کوئی اچھا شاعر پیدا ہوتا تو دوسرے قبائل کے لوگ آ کر مبارکباد دیتے۔ ان کی شاعری کی کل کائنات فخر نسب، بنت عم سے اظہار عشق اور طبل جنگ تھی۔ ہر قبیلہ میں شاعر موجود تھے، مسابقت کے جذبے سے ہر فرد کی زبان اس قدر منجھ گئی تھی کہ اہل عرب دوسروں کو اپنا ہمسر نہیں سمجھتے تھے۔ اس زمانے میں شعراء کا وہی مقام تھا جو ہماری موجودہ سوسائٹی میں میڈیا کا ہے۔

عکاظ کے اجتماع میں مختلف قبائل کے شاعر اور خطیب بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے۔ شاعروں میں جس کا کلام شرفِ قبولیت حاصل کرتا اس کا اعتراف اس طرح کیا جاتا کہ ریشمی کپڑے پر قصیدہ لکھ کر خانۂ کعبہ میں آویزاں کردیا جاتا۔ ایسے ہی قبولیتِ عام کی سند حاصل کرنے والے سات قصائد ''سبع معلقات'' اپنی ادبی خوبیوں کی وجہ سے قدیم عربی ادب میں آج بھی بلند مرتبت ہیں۔ ان سات شاعروں کے نام جن کے کلام کو عربی ادب میں لافانی شہرت نصیب ہوئی اور جن کے قصائد خانۂ کعبہ میں لٹکائے گئے یہ ہیں:(۱۸)

(۱) امراؤالقیس بن حجر الکندی
(۲) طرفہ بن العبد البکری
(۳) زہیر بن ابی سلمٰی المزنی
(۴) عنترہ بن شداد العبسی
(۵) عمرو بن کلثوم التغلبی
(۶) لبید بن ربیعہ العامری
(۷) حارث بن حلزہ الیشکری بکری

ان میں سے ایک خوش قسمت شاعر لبید بن ربیعہ عامری نے عہد نبوت پایا۔ قرآن مجید کی لازوال فصاحت وبلاغت سے متاثر ہوکر اپنے قبیلے جعفر بن کلاب کے وفد کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا اور نور ایمان کی دولت سے مالا مال ہوا۔ عہد جاہلیت اور اسلام سے ملے ہوئے دور میں ان کا شمار مایہ ناز اور سحر البیان شعراء میں ہوتا تھا۔(۱۹)

ذی الحجہ میں حج کا موسم آتا تو ذی المجاز اور منیٰ میں بھی میلے لگتے چونکہ حج کے لئے اقصائے عرب سے بڑی تعداد میں لوگ جمع ہوتے اس لیے ان میلوں میں بڑی رونق اور خرید وفروخت کی گرم بازاری ہوتی۔ ذوالمجاز، عرفات کے پیچھے منیٰ میں ایک جگہ تھی، ایام حج میں یہاں بڑا کاروبار ہوتا، چہل پہل اور رونق عروج پر ہوتی۔ مجنۂ مکہ سے چند میل پر ایک چشمہ تھا اس لئے وہاں بھی لوگ میلہ کی طرح جمع ہوتے۔



عربوں کے سوق (بازار) کی گہما گہمی۔(عربوں کے بازار کا ایک منظر)

صیّاد آپ حلقۂ دامِ ستم بھی آپ
اقبال

حج کے بعد دسویں محرم سے خیبر اور یمامہ میں میلے لگتے۔ خیبر سے تاجر ازرح اور بصریٰ کے میلوں میں شرکت کرتے۔ اس طرح سال بھر میں تمام عرب کے ساحلی مقامات کا تجارتی دورہ مکمل ہوجاتا۔ چیزیں ادھر سے ادھر پہنچتی رہتیں۔

عرب اقوام سام بن نوح علیہ السلام کی نسل سے ہیں جو طوفانِ نوح سے ایک سو سال پہلے پیدا ہوئے اور کشتی میں سوار ہوئے تھے۔ امم سامیہ میں جن اقوام کا نام آتا ہے ان میں بابلی، اشوری، عبرانی، فینیقی، آرامی اور حبشی شامل ہیں۔ ان میں بابلی اور اشوری عراق میں آباد ہوئے۔ فینیقی سوریا (شام) میں جابسے۔ عبرانی فلسطین منتقل ہوگئے۔ حبشی حبشہ میں جاگزیں ہوئے۔ سامی نسل کے عرب قحطانی اور عدنانی گروہوں میں تقسیم ہوگئے۔ قحطانی یمن سے عمان تک کے علاقے میں پھلے پھولے۔ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی نسل سے کئی پشتوں بعد ایک مشہور شخصیت عدنان کی گزری ہے۔ وہ عرب کی باقی رہنے والی تمام نسلوں کے مورثِ اعلیٰ ہیں۔ اس طرح حجاز میں آباد لوگ عدنانی کہلاتے ہیں۔

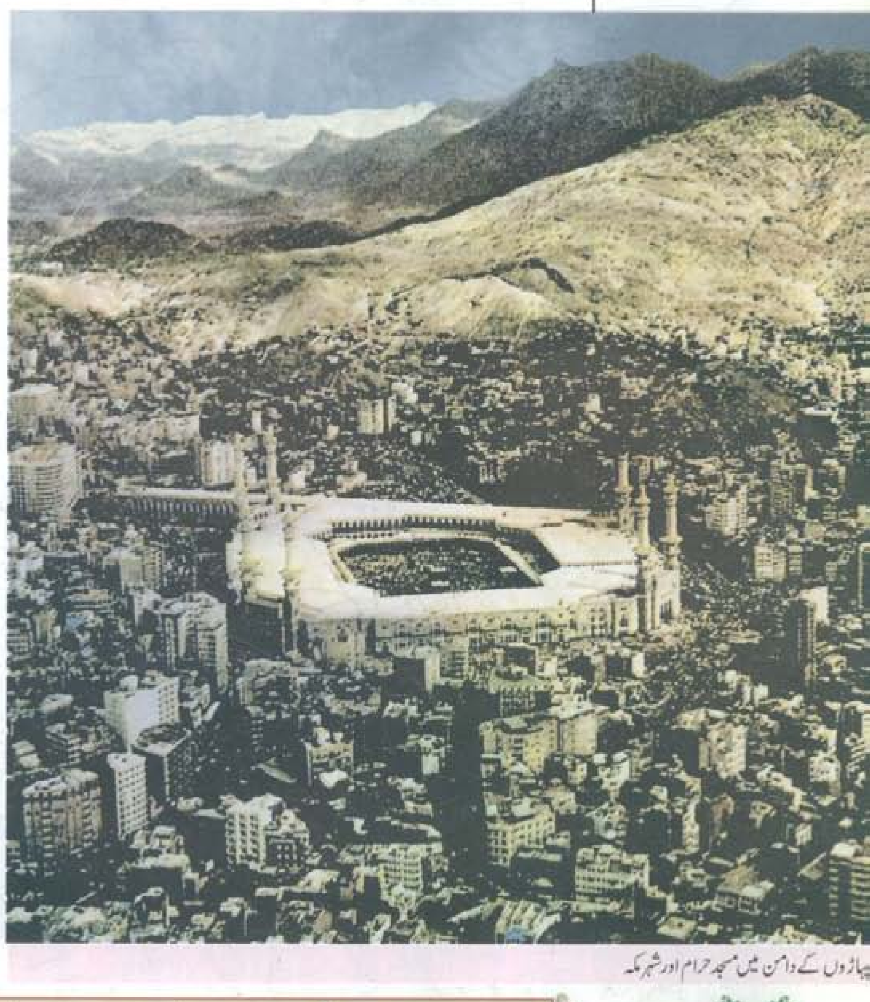
عرب کے قدیم باشندوں کو تین حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔(۲۰)

(۱) عرب بائدہ (صحرائی باشندے)

یہ وہ قدیم ترین نسل ہے جو تاریخی دور سے پہلے ہی فنا ہوگئی جیسے اقوامِ عاد وثمود جنہیں سخت کڑک اور بادِ سموم کے ذریعہ ہلاک کیا گیا۔ عہدِ حاضر میں بابل، مصر، یمن اور عراق کے آثارِ قدیمہ اور بعض مقامات پر کھدائیوں سے پتا چل رہا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے تین ہزار سال پہلے ان کی بڑی بڑی سلطنتیں تھیں۔ بابل اور اشور کے قدیم ترین تمدن کے یہی لوگ بانی تھے۔ ان کے مشہور قبائل عاد، ثمود، طلسم، جدلیس اور جرہم تھے۔

(۲) عربِ عاربہ (قدیم باشندے)

یہ لوگ یعرب بن قحطان کی نسل سے تھے۔ عرب کی قدیم تاریخ ان ہی سے عبارت ہے۔ یمن کے گردونواح میں آباد ہوئے۔ حکومت اور تمدن میں بڑی ترقی کی۔ حمیر بن سبا نے منظم حکومت کی بنیاد ڈالی۔ ملکہ بلقیس اسی خاندان کی حکمران تھی۔ انہوں نے بڑے بڑے عالی شان محلات، بند (ڈیم) اور عمارتیں تعمیر کیں جن کے کھنڈرات اب بھی موجود ہیں۔ ان میں بنی حضرموت، بنی سبا، بنی حمیرہ، بنی کہلان وغیرہ نے صدیوں حکومت کی۔ شہر مآرب کا تین پہاڑوں کے درمیان کا عظیم ڈیم ٹوٹ گیا تو بڑی تباہی مچی۔ اس کے نتیجہ میں اکثر خاندان یہاں سے بھاگ کر دور دراز حصوں میں آباد ہوگئے۔ ان میں بنی ازد میں سے ایک شخص ثعلبہ یثرب میں آباد ہوا اس کی اولاد اوس اور خزرج تھے۔ بنی ازد کے دوسرے شخص حارثہ بن عمر نے جو خزاعہ کے نام سے مشہور تھا مکہ پر قبضہ کرکے بنی جرہم کو نکال باہر کیا۔ بنی ازد


پہاڑوں کے دامن میں مسجد حرام اور شہر مکہ


مسجد حرام کی صدیوں پرانی تصویر آبادی کم پہاڑیاں زیادہ تھیں۔

شائد کوئی بندۂ خدا آجائے
صحرا میں اذان دے رہا ہوں
سلیم احمد



میں ایک نصر نامی شخص تہامہ میں بس گیا۔ ان کی اولاد میں متعدد قبیلے ہوئے۔ عمرازدی کا ایک بیٹا عمران عمان کی طرف نکل گیا۔ دوسرا بیٹا جفنہ شام (سوریا) میں غسان نامی چشمہ کے قریب آباد ہوا۔ اس نے سرحدی قبائل پر حکومت قائم کر لی جو ملوک غسان کے نام سے مشہور ہوئے۔ بنی کہلان میں سے لخم کا قبیلہ عراق میں آباد ہوا۔ ملوک حیرہ ان ہی کی نسل سے ہیں۔ قبیلہ طے کے لوگ یثرب (مدینہ منورہ) کے شمال مشرق میں جبل سلما اور جبل اجا کے درمیان بس گئے۔ بعد میں یہ بنی قضاعہ کی ایک شاخ بن گئے۔ نجد کی شمالی سرحد پر بنی کلب آباد ہوئے البتہ بنی حمیر بنی کندہ اور مذحج یمن ہی میں مستقلاً جمے رہے۔

(۳) عرب مُستَعْرِبہ (نئے باشندے)

یہ لوگ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی نسل سے ہیں۔ ان کے مشہور قبائل میں خزاعہ، ربیعہ، مضر، انمار اور ایاد ہیں۔ ربیعہ سے عبدالقیس اور اس کے بیٹوں بکر اور تغلب سے ان کی نسل چلی۔ کعبہ کی تولیت ایک زمانہ تک بنی خزاعہ کے پاس رہی۔ جب بنی اسمٰعیل سے وہ عظیم تاریخی شخصیت پیدا ہوئی جو عدنان کے نام سے مشہور ہے جب سے یہ نئے آباد ہونے والے عدنانی کہلانے لگے۔ ان ہی کی نسل سے فہر ہوا جس کا لقب قریش تھا۔ قریش کے معنی قدیم عربی میں تاجر کے ہیں۔ حجاز والے سمندر کے بڑے جانور او وہیل مچھلی کو قریش کہتے ہیں۔ قریش کے ایک معنی جمع کرنے کے ہیں چونکہ فہر نے تمام قبائل بنو اسمٰعیل کو جمع کیا اور انہیں مکہ میں لاکر آباد کیا اس لیے زیادہ قرین یہ ہے کہ ان کا لقب قریش اسی بناء پر ہوا۔ فہر اور اس کی اولاد تمام قبائل میں طاقتور تھے۔ اس لئے یہ نام چل پڑا۔ بنی قریش کی اجتماعی اور سیاسی زندگی کا آغاز اسی زمانے سے ہوتا ہے۔ اس عالی مرتبت، غیور اور بلند حوصلہ انسان نے بنو کنانہ کی مدد سے خزاعہ سے اپنا آبائی منصب یعنی تولیت بیت اللہ واپس حاصل کر لیا اور انہیں مکہ سے نکال باہر کیا۔ کنانہ سے خاندانِ قریش چلتا ہے جس کے دس گھرانے تھے۔ منتشر قریشی قبائل کو یکجا کر کے ایک چھوٹی جمہوری ریاست کی بنیاد ڈالی۔ عبدمناف کے چار بیٹے عبدشمس، نوفل، مطلب اور ہاشم تھے۔ ہاشم سے عبدالمطلب پیدا ہوئے۔ ان کے دس بیٹوں میں سب سے چھوٹے عبداللہ تھے۔

پیشہ اور بودو باش کے اعتبار سے عرب کے باشندے دو طرح کے تھے۔ حضری (شہری) بدوی یا اعرابی (خانہ بدوش) یمن، مکہ، جدہ، طائف اور یثرب کی آبادی حضری تھی ان کے مقابلہ میں بہت بڑی تعداد بدویانہ زندگی بسر کرتی تھی۔ حضری عربوں میں تمدن تھا۔ تجارت و زراعت پیشہ تھے۔ کچی اینٹوں اور پتھروں کے گھر بناتے تھے۔ شادی بیاہ کے طریقے متعین تھے۔ مخصوص اور پُر وقار لباس پہنتے تھے۔ شعرو شاعری اور خطابت کا اعلیٰ ذوق رکھتے تھے۔ خانگی زندگی



عرب کے صحراؤں میں چھوٹے قافلے اور بڑے تجارتی کاروان ریت کے ٹیلوں کے درمیان سے گزر رہے ہیں۔ ان کی معیشت کی خوشحالی کا انحصار ان ہی اسفار پر تھا۔ ایک طرف کا سفر منافع جان بخش ثابت ہوتا تو دوسری طرف سفر اکثر جان لیوا ہوتا۔ فرانسیسی محقق ڈاکٹر گستاؤلی بان نے ''تمدنِ عرب'' میں موسیو دیورژے کے ایک ریگستانی سفر کے ہولناک تجربے کو بیان کیا ہے جو پڑھنے کے قابل ہے۔ ''بادِ سموم کے آثار قافلے پر ظاہر ہو جاتے ہیں۔ افق سے پہلے سرخی ظاہر ہوتی ہے۔ اس کے بعد تاریکی اور زردی۔ سورج شعاعوں سے معرا ایک کرۂ خون بن جاتا ہے۔ ساری فضا باریک ریت سے بھر جاتی ہے جسے ہوا ہر طرف پھیلا دیتی ہے۔ سانس لینا مشکل ہو جاتا ہے۔ ریتی ہوا کے زور سے لہریں پیدا کرتی ہے۔ اونٹ بھی تو گھبرا کر دوڑنے لگتے ہیں کبھی اپنی لمبی لمبی گردنوں کو ریت میں چھپاتے ہیں۔ پھر اپنی تھوتھنیوں کو زمین پر پٹکنے اور جان بچانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس طوفان گرد و باد میں قافلے نے راہ گم نہ کی تو وہ کسی پتھر کے نیچے غار میں جا چھپتا ہے۔ اگر قافلہ راہ بھول گیا اور طوفان بڑھتا گیا تو انسان اور جانور دونوں کے حواس گم ہو جاتے ہیں۔ قافلہ ریتی میں بیٹھ جاتا ہے۔ ریت کی موجیں ہوا سے اڑ کر تہ خاک کر دیتی ہیں۔ پھر سالہا سال بعد ایسے ہی کسی طوفان سے ریت اڑتی ہے تو ہڈیوں کے پنجر نمودار ہوتے ہیں''۔

جس بیابان خطرناک سے اپنا ہے گزر
مصحفیؔ قافلے اس راہ سے کم گزرے ہیں
غلام ہمدانی مصحفی

صبا کرتی ہے بوئے گل سے اپنا ہمسفر پیدا
اقبال

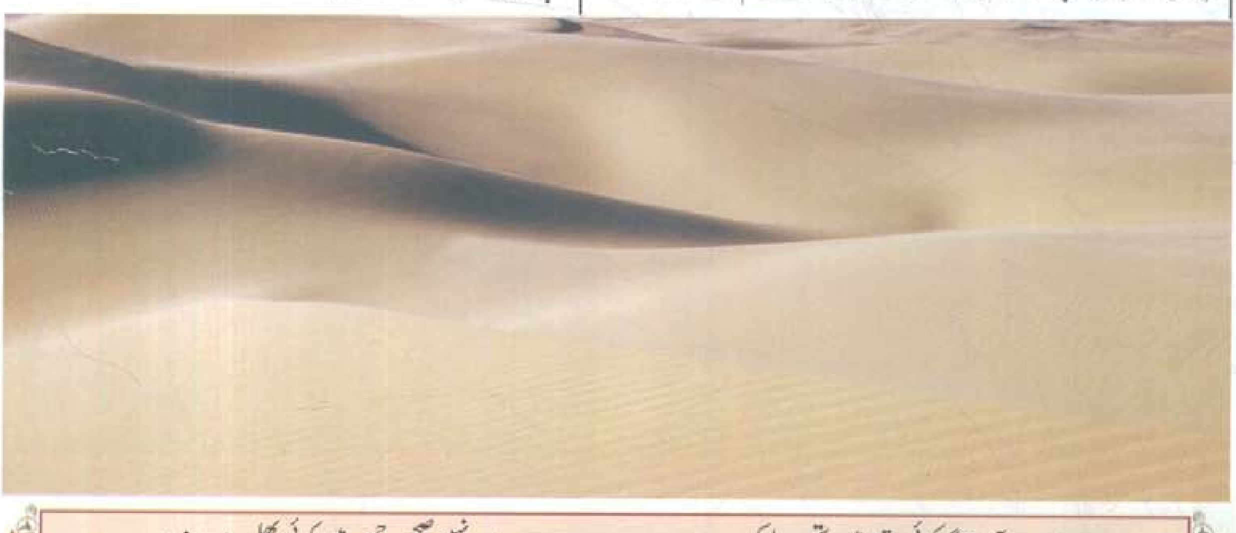
وہ آتش آج بھی تیرا نشیمن پھونک سکتی ہے
اقبالؒ



مکہ کا وہ قبرستان جہاں عہد جاہلیت میں لڑکیوں کو زندہ دفن کیا جاتا تھا۔

میں عورتوں پر برتری تھی۔ مہمان نواز ایسے تھے کہ غریب بدّو اپنے واحد ذریعۂ معاش اونٹنی کو مہمان کی خاطر ذبح کرنے میں پس وپیش نہ کرتا۔ قبیلہ کا سردار ادنیٰ طلب پر سائل کو اونٹوں کا گلہ بخش دیتا۔ عہد و پیمان کی پابندی ان کا طرۂ امتیاز تھا، اس کی خاطر جان، مال بلکہ اولاد تک قربان کردیتے۔ اگر کوئی پاس عہد سے اجتناب کرتا تو آتش نوا شاعر اسے سارے ملک میں بدنام کردیتے۔

بدوی عربوں کی فطرت جنگ جویانہ بلکہ جرائم پسند تھی۔ رہزنی کو دلیری کی نشانی سمجھتے تھے۔ عرب سخت زندگی کے عادی تھے۔ وہ اپنی اولاد کو بھی سخت کوش بنانا چاہتے تھے اس لیے بچوں کے نام ایسے رکھتے جس کے معنی سختی و دشواری کے ظاہر کرتے۔ اکثر اپنی اولاد کو درندوں کے نام سے پکارتے تھے جیسے اسد، کلب، ذئب، حفص وغیرہ۔ خانہ بدوش زندگی کی وجہ سے آزادی، عصبیت، بربریت، انتقام کے دلدادہ تھے۔ اخلاقی برائیوں میں مبتلا تھے۔ شراب اور سود خوری کے عادی تھے۔ بیویوں پر کوئی پابندی نہیں تھی۔ ایک عورت کے کئی کئی شوہر ہوتے۔ لڑائیوں میں عورتوں کو پکڑ کر لونڈیاں بنالیتے۔ لڑکیوں کی پیدائش کو نحس جانتے اور زندہ دفن کردیتے۔ (۲۱) دامادی کو غیرت کے خلاف سمجھتے۔ اس لئے زندہ لڑکیوں کو دفن کردیتے یا کنویں میں دھکیل کر ہلاک کردیتے۔ اسے اعلیٰ شرافت کا نشان سمجھتے۔ (۲۲) کینہ پروری اور انتقام کو فرض جانتے۔ خون کے عوض خون ہی معزز بدلا سمجھا جاتا۔ خون کے بدلے دیت لینے والوں کو حقارت سے دیکھتے، کاہنوں کی باتوں پر یقین رکھتے، تیروں کے ذریعے فال نکالتے، بتوں کو حاجت روا جان کر ان کے نام پر سانڈ چھوڑتے، انسانی بھینٹ چڑھانے سے بھی دریغ نہیں کرتے۔ اخلاقی پستی کی ردائے ظلمت سارے عرب کو اپنی لپیٹ میں لئے ہوئے تھی۔



آئینِ جواں مرداں حق گوئی و بے باکی
(اقبال)

حضرت ابراہیم علیہ السلام

القرآن: وَاِذِ ابْتَلٰٓى اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ ۭ قَالَ اِنِّىْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا ۭ قَالَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِىْ ۭ قَالَ لَا يَنَالُ عَهْدِي الظّٰلِمِيْنَ ﴿١٢٤﴾

ترجمہ: اور جب ابراہیمؑ کو اس کے رب نے چند باتوں میں آزمایا اور وہ ان سب میں پورا اتر گیا تو اس نے کہا ''میں تجھے سب لوگوں کا پیشوا بنانے والا ہوں'' ابراہیمؑ نے عرض کیا ''اور کیا میری اولاد سے بھی یہی وعدہ ہے۔'' اس نے جواب دیا ''میرا وعدہ ظالموں سے متعلق نہیں ہے۔'' (سورۂ بقرہ آیت ۱۲۴)

الحدیث: میں اپنے باپ ابراہیمؑ کی دعا اور عیسیٰ ابن مریمؑ مسیح کی بشارت ہوں۔ (صحیح بخاری/ جامع ترمذی)

حضرت ابراہیم علیہ السلام وہ عظیم المرتبت ہستی ہیں جنہیں دنیا کے تین بڑے ادیان یہودیت، عیسائیت اور اسلام برگزیدہ مانتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں بے انتہا شرف، بزرگی اور فضیلت عطا فرمائی۔ قرآن مجید میں انہیں ''مسلم'' (۱) اور ''حنیف'' (۲) کی صفات سے یاد کیا گیا ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے زمین پر اپنے گھر کی دوبارہ تعمیر ان ہی کے ہاتھوں کروائی۔ انہیں ''خلیل اللہ'' کہا۔ ''امام الناس'' (۳) بنا کر انسانوں کے لئے ان کی ذات ''اسوہ'' (قابل تقلید نمونہ) قرار دی گئی۔ سورۂ ممتحنہ میں دو جگہ اس کا ذکر ہے۔ (۴) دوسری ہستی جس کا اسوہ پیروی اور اتباع کا بہترین نمونہ ٹھہرایا گیا (۵) وہ دعائے خلیل کا ثمرہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ (۶)

حضرت ابراہیمؑ کو امام الانبیاء کا لقب دیا گیا۔ جدالانبیاء بھی کہا گیا کہ ان کی نسل میں بہت سے رسول اور نبی آئے۔ بنی اسرائیل کے تمام پیغمبر نسلِ خلیل ہی سے ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی چار بیویاں تھیں۔ (۷) حضرت سارہ، حضرت ہاجرہ، حضرت قطورا بنت یقطن کنعانیہ (جن سے چھ

ماخذ اور حوالے

(۱) سورۂ سباء، آیت ۱۲۵
(۲) سورۂ نحل، آیت ۱۲۰
(۳) سورۂ بقرہ آیت ۱۲۴
(۴) سورۂ ممتحنہ آیات ۴، ۶
(۵) سورۂ احزاب آیت ۲۱
(۶) سورۂ بقرہ آیت ۱۲۹، آل عمران ۱۶۴، سورۂ جمعہ ۲
(۷) قصص الانبیاء (اردو) عماد الدین، ابن کثیر ص ۲۲۴، بحوالہ کتاب التعریف والاعلام: ابوالقاسم سہیلی
(۸) تاریخ یعقوبی (اردو) جلد دوم، ص ۵۷، احمد بن ابی یعقوب مترجم اختر فتح پوری
(۹) قصص الانبیاء (اردو) ابن کثیر، ص ۱۵۶
(۱۰) معجم البلدان غلام جیلانی برق (اردو) یاقوت حموی
(۱۱) قصص القرآن، جلد ۱، ص ۱۶۸، محمد حفظ الرحمٰن سیوہاروی
(۱۲) سورۂ انبیاء، آیت ۵۱
(۱۳) سورۂ مریم، آیات ۴۴ تا ۴۶
(۱۴) سورۂ صافات، آیات ۸۸ تا ۹۳
(۱۵) سورۂ انبیاء، رکوع ۵
(۱۶) سورۂ انعام، رکوع ۹

صنم کدہ ہے جہاں اور مردِ حق ہے خلیل
یہ نکتہ وہ ہے کہ پوشیدہ لا الہ میں ہے
(اقبال)



حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مقام ولادت UR ''اور'' ہے جو تقریباً ۲۰۰۰ قبل مسیح میں خلیج فارس میں دریائے فرات اور موجودہ بغداد کے درمیان آباد تھا۔ ۱۹۳۳ء میں یہ پورا شہر کھود کر برامد کرلیا گیا ہے۔ وسیع میدان میں برآمد شدہ شہر اور اس سے متعلق معلوماتی بورڈ دیکھا جاسکتا ہے۔ (حوالہ: مقام ''اور'' پر کھدائیاں۔ تصنیف: لیونارڈ وولے (ماہر اثریات وحفریات)

بچے ہوئے) اور چوتھی بیوی حضرت حجون بنت امین سے پانچ بچے ہوئے۔ ان چاروں کے ۱۳ بچوں سے نسل چلی اور ان میں رشد وہدایت کا سلسلہ قائم رہا۔ سب سے پہلے حضرت ہاجرہ کے بطن سے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام پیدا ہوئے۔ انہیں ذبیح اللہ کا مقام بلند حاصل ہوا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ بیت اللہ کی تعمیر میں شریک رہے۔ سرزمین حجاز کے لئے نبی بنائے گئے۔ ان کے سلسلے میں ایک ہی نبی پیدا ہوئے اور وہ خاتم النّبیین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

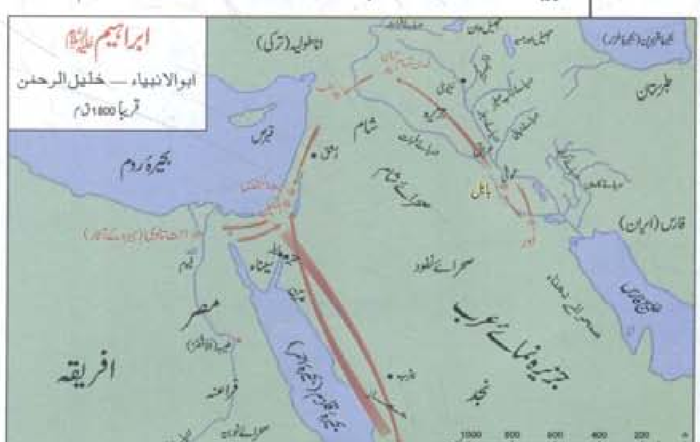
حضرت سارہ کے بطن سے حضرت اسحٰق علیہ السلام ہوئے جو ارض فلسطین کے پیغمبر ہیں۔ ان ہی کے بیٹے حضرت یعقوب علیہ السلام کا عبرانی زبان میں نام اسرائیل ہے جس کے معنی عبداللہ کے ہیں۔ بنی اسرائیل کے بے شمار پیغمبران کی نسل میں ہوئے۔

حضرت قطورا کے بیٹے مدین کی نسل میں بھی رشد و ہدایت کا سلسلہ قائم رہا۔ اصحاب مدین ان ہی کے نام پر مشہور ہیں۔ ان کے بیٹے وڈان کی نسل اصحاب الایکہ (جھنڈے والے) کے نام سے یاد کی جاتی ہے۔ حجاز سے متصل آباد ہوئے۔ ان کی ہدایت کے لئے حضرت شعیب علیہ السلام مبعوث ہوئے بعد میں یہ لوگ قوم شعیب کہلانے لگے۔

اللہ تعالیٰ کا خانوادۂ خلیل پر یہ بھی کرم ہے کہ آسمانی صحائف میں سے چار بڑی کتابیں ان ہی پر نازل ہوئیں۔ تورات عبرانی میں حضرت موسیٰ علیہ السلام پر۔ زبور سریانی میں حضرت داوٗد علیہ السلام پر۔ انجیل آرامی زبان میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اور قرآن مجید عربی میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر۔ یہ سب کتابیں ماہِ رمضان میں نازل ہوئیں۔ (۸)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کا نام تورات اور تاریخ میں تارخ ہے لیکن قرآن مجید انہیں آذر کہتا ہے۔ کالدی زبان میں بڑے پجاری کو ''آوار'' کہتے ہیں جو عربی میں ''آذر'' ہوگیا۔ تارخ بڑا پجاری اور بت تراش تھا اس نام سے مشہور ہوگیا۔ ان کی والدہ کا نام کلبی نے بونا بنت کربتا بن کرثی لکھا ہے جو قبیلۂ بنی ارفخشد بن سام بن نوح سے تھیں۔ حافظ ابن عساکر نے ''امیلہ'' لکھا ہے۔ (۹) مقام پیدائش معجم البلدان میں سلطنت بابل کا مقام ''کوثا'' بتایا گیا ہے۔ عام روایت کلدانیہ کے شہر ''اُور'' کی ہے۔ (۱۰)

قرآن مجید میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا تذکرہ ۲۵ سورتوں میں ۶۳ آیات میں آیا ہے۔ ایک مستقل سورۃ بھی ''ابراہیم'' کے نام سے ہے جو مکہ میں نازل ہوئی۔ تورات میں ہے کہ وہ عراق کے قصبہ ''اور'' کے باشندے تھے اور اہل فدان میں ان کا شمار ہوتا تھا۔ (۱۱) ابتداہی سے اللہ تعالیٰ نے انہیں حق کی بصیرت عطا فرمائی تھی۔ ان کی زندگی رشد وہدایت سے روشن تھی۔ (۱۲)



اس نقشہ مہاجرت سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دین حق کی تبلیغ کی سعی کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

(۱۷) سیرت کبریٰ جلد اول ص ۱۲۷ رفیق دلاوری بحوالہ طبری، تاریخ التاریخ، ثعالبی
(۱۸) سورۂ انبیاء، رکوع ۵
(۱۹) قصص القرآن، جلد ۱، ص ۲۱۲، بحوالہ صحیح بخاری باب الانبیاء، قبطی شاہ کی بیٹی یا باندی کی بحث۔ دیکھو مقالہ حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)، از ڈاکٹر محمد حمید اللہ، سیرۃ خیر الانام، ص ۵۵، اردو دائرہ معارف اسلامیہ

بازو ترا توحید کی قوت سے قوی ہے
اقبال

آج بھی ہو جو براہیم کا ایماں پیدا (اقبال) آگ کرسکتی ہے اندازِ گلستاں پیدا

براہیمی نظر پیدا مگر مشکل سے ہوتی ہے
اقبال

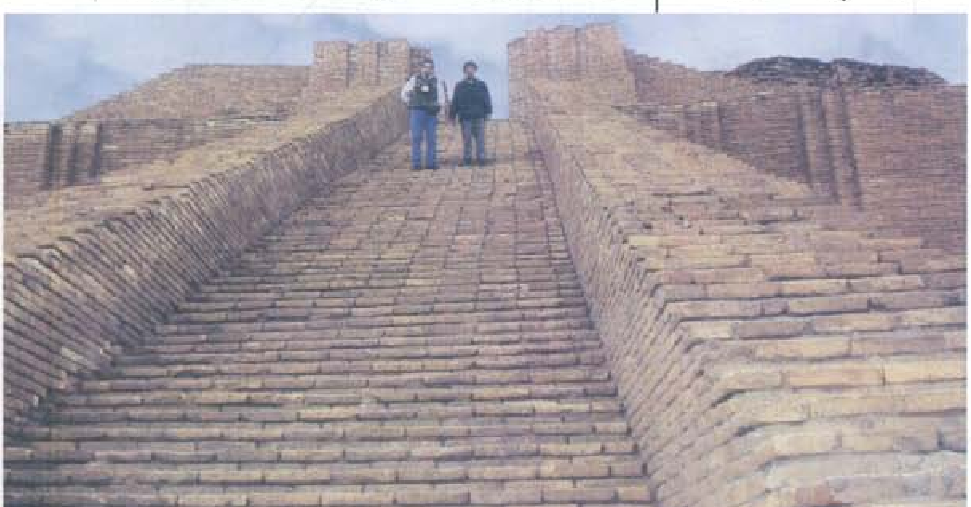


شہرِاُور UR کی کھدائیاں اور ٹیلے پر The Ziggurat زگورت (چاند دیوی کا مندر) جہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بتوں کو توڑا تھا۔

ان کی قوم جو صابئ کہلاتی تھی بت پرستی، مظاہرہ پرستی اور ستارہ پرستی میں مبتلا تھی۔ آذر بت تراش بھی تھا اور بت فروش بھی۔ لکڑی سے مجسمے بناتا، حسب مرضی نہ بنتے تو توڑ دیتا۔ حق آشنا اور حق بین ابراہیم علیہ السلام جنہیں علم کی روشنی ملی تھی اس سے کہتے کہ آباؤ اجداد کا یہ طریقہ گمراہی ہے توحید کا اقرار صراطِ مستقیم ہے۔ بتوں کی پرستش کو چھوڑو ایک اللہ پر ایمان لاکر راہِ حق اختیار کرو۔ حضرت ابراہیمؑ کی حق نما نصیحت سننے کی بجائے کہنے لگا اگر تو بتوں کی برائی سے باز نہ آیا تو میں تجھے سنگسار کردوں گا۔ اپنی خیر چاہتا ہے تو مجھ سے الگ ہو جا۔ (۱۳) جب معاملہ اس حد کو پہنچ گیا تو انہوں نے گھر چھوڑ دیا۔ اب دعوتِ حق کا دائرہ گھر سے نکل کر قوم تک وسیع ہوگیا۔ قوم کب باپ دادا کے دین کو چھوڑنے والی تھی۔ اپنے معبودوں کی طرح وہ بھی آوازِ حق کے لئے بہرے، گونگے اور اندھے بن گئے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ میں ان بتوں کو دشمن جانتا ہوں یہ پوجے جانے کے لائق نہیں۔ چند افراد سے کہہ ڈالا کہ میں تمہارے بتوں سے ایک خفیہ چال چلوں گا۔

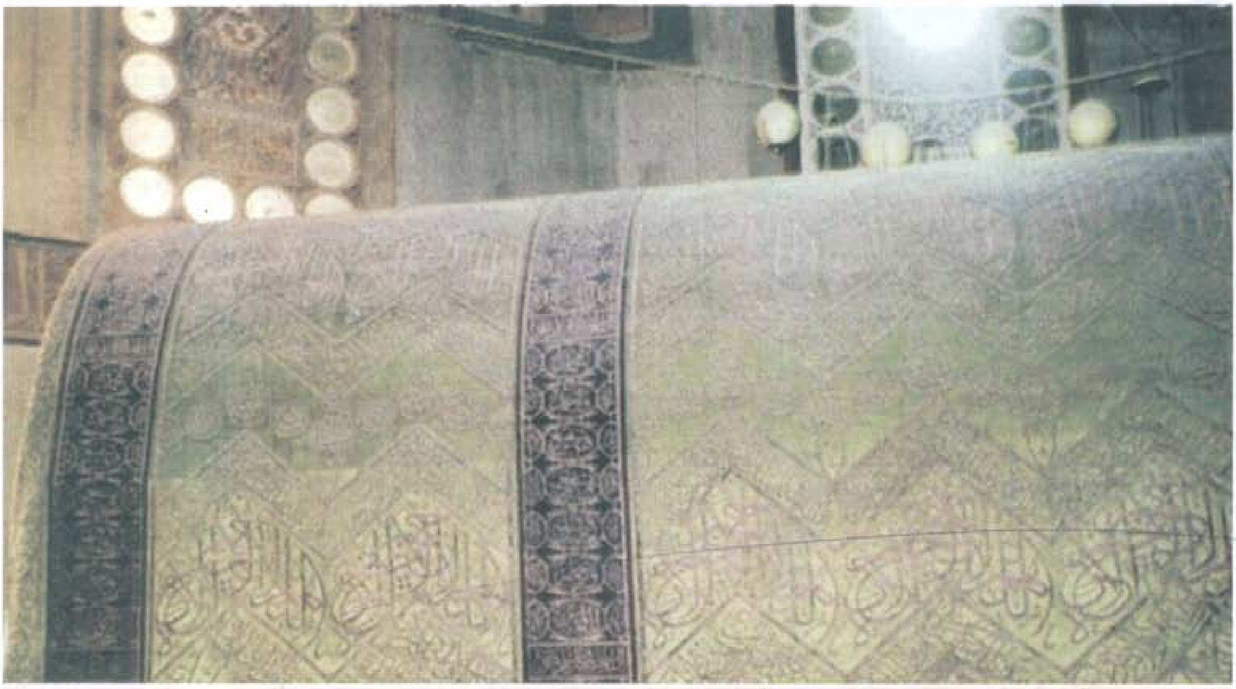
ان کی قوم ہر سال ایک مذہبی میلہ شہر کے باہر مناتی تھی۔ کچھ لوگوں نے اس میں شرکت کرنے پر اصرار کیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ میں آج کچھ علیل سا ہوں اور نگاہیں ستاروں کی جانب اٹھائیں وہ لوگ ستارہ پرست تو تھے ہی سمجھے نحس ستارہ کے اثر میں ہیں۔ جب قوم شہر کے باہر رنگ رلیاں منارہی تھی تو حضرت ابراہیم علیہ السلام بڑے دیوتا کے ہیکل (مندر) میں گئے۔ دیکھا اس کے چرنوں (قدموں) میں تازہ پھل، عمدہ مٹھائی رکھی ہے۔ پوچھا تم کھاتے کیوں نہیں؟ میری بات کا جواب دو۔ پھر ایک تبر سے تمام بتوں کو توڑ ڈالا۔ البتہ بڑے بت کو باقی رکھا اور اس کے کاندھے پر تبر رکھ دی۔ (۱۴)

لوگ میلے سے آئے تو ہیکل میں بتوں کا حشر دیکھا۔ سخت برہمی سے پوچھا کہ یہ کس نے کیا؟ جنہوں نے ''خفیہ چال چلوں گا'' والی بات سنی تھی کہہ اٹھے کہ یہ ہمارے دیوتاؤں کے دشمن ابراہیمؑ کا



نمرود کا بنایا ہوا زگورت (چاند دیوی کا مندر)۔ ملک بابل کے کلدانیہ (کالڈیا) کو جدید جغرافیہ میں عراق بتایا گیا ہے۔ ۱۹۲۲ء میں پورا شہر کھود کر محفوظ کردیا گیا ہے۔ (تفسیر ماجدی جلد۱ص ۷ ۴)۔ تصویر بشکریہ انجینئر محمود مرزا۔

آگ ہے اولادِ ابراہیمؑ ہے نمرود ہے　　(اقبال)　　کیا کسی کو پھر کسی کا امتحاں مقصود ہے



ابوالانبیاء، امام الناس، خلیل الرحمٰن حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قبر مبارک جو الخلیل کی مسجد ابراہیمی کے تہہ خانے میں ہے۔

تو رہے اور ترا زمزمۂ لاموجود

اقبال

کام ہے۔ سرداروں اور کاہنوں نے کہا کہ اسے پکڑ کر لاؤ۔ عوام کی عدالت میں حضرت ابراہیم علیہ السلام پیش ہوئے۔ انہوں نے پوچھا کہ ہمارے دیوتاؤں کے ساتھ تم نے یہ کیا کیا؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بہترین موقع ہاتھ لگا کہ عوام کے سامنے ان کے باطل عقیدے کا پول کھولیں۔ کاہنوں کے مکر وفریب کو لوگوں پر ظاہر کردیں۔

کہا یقیناً یہ کام اس کا ہے جس کے ہاتھ میں تبر ہے۔ بڑے بت سے پوچھ لو۔ کہا...... ابراہیم! تم تو خوب جانتے ہو کہ یہ دیوتا بولنے والے نہیں۔ یہی تو وہ چاہتے تھے کہ وہ عوام کے سامنے اس بات کا اقرار کریں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ جو معبود اپنے نقصان پر خود نہیں بولتے وہ دوسروں کو کیا نفع یا نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ تم عقل سے کام نہیں لیتے اور اللہ کے بجائے لکڑی اور پتھر کی بے جان مورتیوں کو پوجتے ہو۔(۱۵)

سفلی معبودوں کی حقیقت ظاہر کرنے کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے چاہا کہ علوی معبودوں کی بے ثباتی بھی ظاہر کردیں۔ ایک دن تاروں بھری رات میں ایک ستارہ خوب روشن تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ یہ میرا رب ہے۔ جب وقت مقررہ پر وہ نظروں سے اوجھل ہوگیا تو فرمایا میں چھپ جانے والے کو پسند نہیں کرتا۔ دیکھا چاند گھڑی مار کر رونما ہوا ہے۔ کہا...... یہ میرا پروردگار ہے۔ چند گھڑی بعد وہ بھی ڈوب گیا تو کہا...... ''اگر میرے رب نے مجھے راہ نہ دکھائی ہوتی تو میں بھی راہ راست سے بھٹکنے والوں میں ہوجاتا۔'' اب سورج آب وتاب سے نکلا۔ فرمایا...... یہ میرا رب ہے جو سب سے بڑا اور روشن ہے۔ جب وہ بھی زوال پذیر ہوکر غروب ہوگیا تو کہا...... ''اے میری قوم! تم اللہ کے ساتھ بتوں کو شریک کرتے ہو، میں اس سے بیزار ہوں۔ میں نے تو ہر طرف سے منہ موڑ کر صرف اس ہستی کی طرف اپنا رخ کرلیا ہے جو آسمان و زمین کی



بیر سبع وہ مقام ہے جہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے طویل قیام کیا۔ تصویر میں اس کے آثار دیکھے جاسکتے ہیں۔ یہ جگہ الخلیل (حبرون) سے کوئی ۲۷ میل پر ہے۔ یہاں آپ نے سات کنویں اور چند درخت لگائے اسی لیے ''بیر سبع'' نام پڑ گیا۔

آتش نمرود ہے اب تک جہاں میں شعلہ ریز

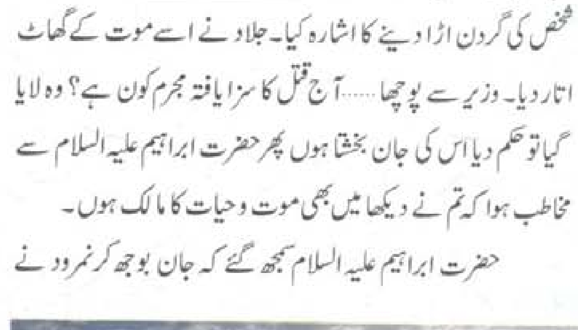
اقبال

بنانے والی ہے۔ میں ان میں سے نہیں جو اس کے ساتھ شریک ٹھہرانے والے ہیں۔'' (۱۶)

جب یہ باتیں عراق کے بادشاہ نمرود بن کنعان تک پہنچیں تو وہ سوچنے لگا کہ اس شخص کی دعوت وتبلیغ جاری رہی تو میری بادشاہت اور الوہیت سے رعایا منکر ہوجائے گی۔ عوام تو اسے صرف بادشاہی نہیں رب بھی مانتے تھے۔ سچ تو یہ ہے کہ گونگے، بہرے اور اندھے دیوتاؤں کے مقابلہ میں نمرود عقل، شعور، تخت اور تاج کا مالک تھا۔ اس معاملے کو سراٹھانے سے پہلے ہی کچل دینے کے لئے حکم دیا کہ ابراہیم علیہ السلام کو دربار میں حاضر کیا جائے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام ...... نمرود کے دربار میں آئے تو نہ دوسروں کی طرح تعظیم کے لیے سر جھکایا اور نہ ہی سجدہ کیا۔ یہ بات اسے کھل گئی۔ پوچھا ...... کیا تمہیں میرے رب ہونے سے انکار ہے؟ فرمایا ...... میں تو اللہ وحدہٗ، کا عبادت گزار ہوں۔ وہی ساری کائنات کا رب ہے۔ تم اور میں اس کے پیدا کئے ہوئے ہیں۔ بت جسے انسان ہاتھوں سے گھڑتا ہے کس طرح خدا ہوسکتے ہیں؟ نمرود نے کہا ......اگر میرے سوا تمہارا کوئی رب ہے تو اس کی صفات بیان کرو۔ فرمایا...... میرا رب وہ ہے جو زندگی اور موت کا عطا کرنے والا ہے۔ یہ سن کر نمرود نے جلاد کی طرف دیکھا اور دربار میں کھڑے ایک شخص کی گردن اڑا دینے کا اشارہ کیا۔ جلاد نے اسے موت کے گھاٹ اتار دیا۔ وزیر سے پوچھا...... آج قتل کا سزا یافتہ مجرم کون ہے؟ وہ لایا گیا تو حکم دیا اس کی جان بخشتا ہوں پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام سے مخاطب ہوا کہ تم نے دیکھا میں بھی موت وحیات کا مالک ہوں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام سمجھ گئے کہ جان بوجھ کر نمرود نے



الخلیل (حبرون) کے شہر کا فضائی منظر جس میں مسجد ابراہیمی نمایاں نظر آرہی ہے۔ اسی میں خانوادہ خلیل کے اکثر مزارات ہیں۔



اسرائیلی روایات کے مطابق The Desert of Beersheba صحرائے بئر سبع میں یہ کنواں حضرت ہاجرہ علیہا السلام سے منسوب ہے۔ وہ بئر زمزم کو مکہ کی بجائے بئر سبع میں بتاتے ہیں۔

اہل دربار کے لئے ایک نئی تاویل کی ہے۔ بحث ومباحثہ کی بجائے نمرود کو لاجواب کرنا زیادہ بہتر ہے۔ فرمایا ...... میں تو اسے رب مانتا ہوں جو ہر صبح سورج کو مشرق سے نکالتا ہے اور مغرب میں غروب کرتا ہے۔ اگر تجھے بھی خدائی کا دعویٰ ہے تو اس کے برعکس کرکے دکھا؟ نمرود لاجواب ہوگیا اور درباری اس کا منہ تکنے لگے۔ تین صورتیں نمرود کے سامنے تھیں اور ہر صورت میں وہ مجبور اور عاجز تھا:

پہلی صورت یہ کہ کہتا آفتاب پر مجھے قدرت ہے۔ ظاہر ہے یہ کہہ نہیں سکتا تھا۔

دوسری صورت یہ کہ دنیا کسی کی مخلوق نہیں، آفتاب خود ایک دیوتا ہے اور اس کے اختیار میں بہت کچھ ہے لیکن تغیر اور فنا اس کے رب ہونے میں مانع ہیں۔

تیسری صورت یہ رہ گئی کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے چیلنج کو قبول کرلے جو ممکن ہی نہ تھا۔

برسر دربار اس کا جاہ وجلال خطرے میں پڑ گیا۔ نمرود آتش زیر پا ہوگیا۔ جب دلیل وبرہان سے عاجز ہوگیا تو جبر وظلم پر اتر آیا اور درپئے آزار ہوگیا۔

فرمان صادر ہوا کہ آباؤاجداد کے دین سے انحراف، دیوتاؤں کی توہین کے جرم میں اسے دہکتی آگ میں جھونک دیا جائے۔ فیصلہ سن کر حضرت ابراہیم علیہ السلام مطمئن تھے اس لئے کہ ان کی نظر اس ذات پر تھی جو بے سہاروں کا سہارا اور حق کا حامی وناصر ہے۔

نمرود کے حکم سے ایک خاص جگہ آگ دھکائی گئی۔ ہر شخص



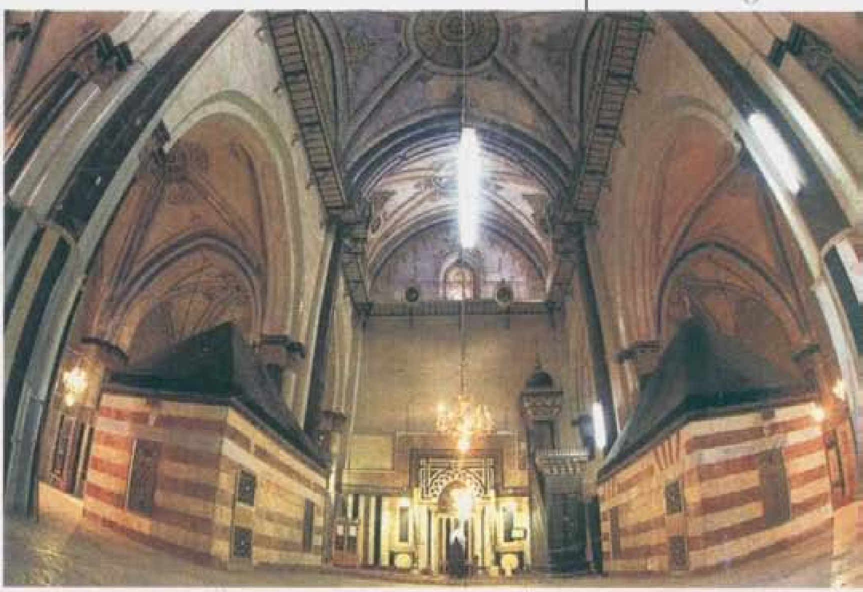
حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مزار مبارک

یقیں مثلِ خلیلؑ آتش نشینی
اقبال

نے اس کی خوشنودی کے لئے لکڑیاں انبار میں ڈالیں۔ آگ خوب روشن ہوگئی تو گوپھن میں رکھ کر انہیں آگ میں پھینکا گیا۔ جس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا جارہا تھا تو حضرت جبرئیل علیہ السلام باد اور باران کے فرشتوں کے ساتھ حاضر ہوئے۔ عرض کیا ...... آپ انہیں جو حکم چاہیں دیں، آپ کا حکم ہو تو فرشتہ بارش برسا کر آگ بجھادے۔ فرشتۂ بادشعلوں کا رخ ان ہی کی جانب کردے یا پھر آپؑ چاہیں تو میں پر مار کر آتشِ سوزاں کو نابود کردوں؟

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جن کا خالق کائنات پر ایمان غیر متزلزل تھا جواب دیا کیا میرا پیدا کرنے والا میری اس کیفیت کو نہیں دیکھ رہا ہے؟ خلیل اپنے ربِّ جلیل سے راضی ہے۔ (۱۷)

یہی وقت تھا جبکہ اشیاء کو تاثیر بخشنے والے نے آگ سے سوزش کی تاثیر چھین لی اور حکم دیا:



مسجد ابراہیمی کا محراب حضرت سارہ علیہا السلام اور حضرت اسحٰق علیہ السلام کے مزار

''اے آگ ابراہیم کے حق میں ٹھنڈک اور سلامتی کا باعث بن جا۔'' (۱۸)

کسی چیز کا زیادہ سرد ہوجانا بھی موت سے ہمکنار کرتا ہے اور گرمی جلادیتی ہے۔ انسان نے کئی ''فائر پروف'' لباس ایجاد کرلئے ہیں ...... تو کیا آگ کو جلانے کی تاثیر دینے والا اس کی تاثیر چھین نہیں سکتا؟

حضرت ابراہیمؑ گھر والوں کو خیر باد کہہ کر دریائے فرات



بیت المقدس (یروشلم) سے تقریباً ایک منزل کے فاصلہ پر ''مکفیلہ'' کا غار ہے۔ اسی میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زوجہ حضرت سارہ علیہا السلام کے بیٹے حضرت اسحٰق علیہ السلام اور پوتے حضرت یعقوب علیہ السلام جن کا لقب اسرائیل تھا مدفون ہیں۔ سلطان صلاح الدین ایوبی نے یہاں مسجد ابراہیمی تعمیر کی۔ ان مقدس قبروں کو محفوظ کیا۔ شہر کا نام حبرون بدل کر ''الخلیل'' کردیا۔

کے مغربی کنارے کی کلدانیین نامی بستی میں جا بسے۔ کچھ عرصہ بعد یہاں سے ''حران'' یا حاران چلے گئے۔ وہ برابر اپنے والد کے لئے استغفار کرتے رہتے۔ اللہ نے انہیں یہ کہہ کر منع کردیا کہ وہ ایمان لانے والا نہیں۔ آپؑ نے پھر یہ سلسلہ بند کردیا۔ دینِ حنیف کی تبلیغ کرتے کرتے فلسطین پہنچے۔ ان کے ساتھ حضرت سارہ، حضرت لوط علیہ السلام اور ان کی بیوی تھیں۔ فلسطین سے مصر کی جانب مراجعت کی۔ کہتے ہیں کہ شاہ مصر تک یہ خبر پہنچی کہ ایک خاندان آیا ہے جس میں ایک خوبصورت خاتون بھی ہے تو اس نے زبردستی حضرت سارۃ کو اپنے تصرف میں لانا چاہا۔ جب وہ ہاتھ بڑھاتا تو حضرت سارہ کی بددعا سے اس کے ہاتھ شل ہوجاتے۔ اس کرامت کو دیکھ کر اس نے توبہ کرلی اور اپنی بیٹی ہاجرہ کو ان کا خدمت گزار بنا کر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زوجیت میں دے دیا جن سے حضرت اسمٰعیلؑ اور عربوں کی نسل وجود میں آئی۔ (۱۹) حضرت ابراہیم علیہ السلام کنعان کے علاقے میں مقیم ہوگئے۔ یہیں انہوں نے اولاد کے لئے دعا مانگی۔ ان کا انتقال ''حبرون'' میں ہوا۔ بیت المقدس سے ایک منزل سے بھی کم فاصلہ پر ''مکفیلہ'' کے غار میں دفن کیا گیا۔ یہیں ان کی زوجہ سارہ اور صاحبزادے حضرت اسحٰقؑ اور پوتے حضرت یعقوبؑ کا مزار بھی ہے۔ یہ مقام ''الخلیل'' کے نام سے مشہور تھا آج کل قدیم عبرانی نام ''حبرون'' دوبارہ رائج کردیا گیا ہے۔

اپنے پیارے کے لیے پھول کھلا دیتا ہے ۔۔۔ آگ کو باعثِ زحمت نہیں بننے دیتا ۔۔۔ (محسن بھوپالی)

تو
پایا
خانۂ
دل
میں
اسے
مکیں
میں
نے

اقبال

حضرت اسمٰعیل علیہ السلام

القرآن: وَاذۡكُرۡ فِى الۡكِتٰبِ اِسۡمٰعِيۡلَ اِنَّهٗ كَانَ صَادِقَ الۡوَعۡدِ وَكَانَ رَسُوۡلًا نَّبِيًّا ﴿۵۴﴾ وَكَانَ يَاۡمُرُ اَهۡلَهٗ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ وَكَانَ عِنۡدَ رَبِّهٖ مَرۡضِيًّا ﴿۵۵﴾

ترجمہ: اور اس کتاب میں اسمٰعیل کا ذکر کرو۔ وہ وعدہ کا سچا تھا اور رسول نبی تھا۔ وہ اپنے گھر والوں کو نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیتا تھا اور اپنے رب کے نزدیک ایک پسندیدہ انسان تھا۔ (سورۂ مریم، آیات ۵۴، ۵۵)

الحدیث: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے شریف النسب اہل عرب! یہی وہ ہاجرہ (والدۂ اسمٰعیلؑ) ہیں جو تم سب کی اور میری ماں ہیں۔

حضرت سلمہؓ بن اکوع روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ کا گزر بنو اسلم کے کچھ لوگوں کے قریب سے ہوا وہ اس وقت تیر اندازی کررہے تھے تو فرمایا: اے بنو اسمٰعیل! تیر اندازی کئے جاؤ کیونکہ تمہارے والد اسمٰعیل بڑے ماہر تیر انداز تھے۔ (صحیح بخاری، کتاب الانبیاء)

پچاسی سال کے ہوجانے پر ایک بار حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بارگاہ حق میں بڑی رقت سے دعا مانگی:

''اے میرے رب کیا میرا خانہ زاد الیعزر دمشقی میرا وارث ہوگا؟ کیا میں اس دنیا سے بے اولاد رخصت ہوجاؤں گا۔ اے پروردگار! مجھے ایک نیکوکار لڑکا عطا کر۔''

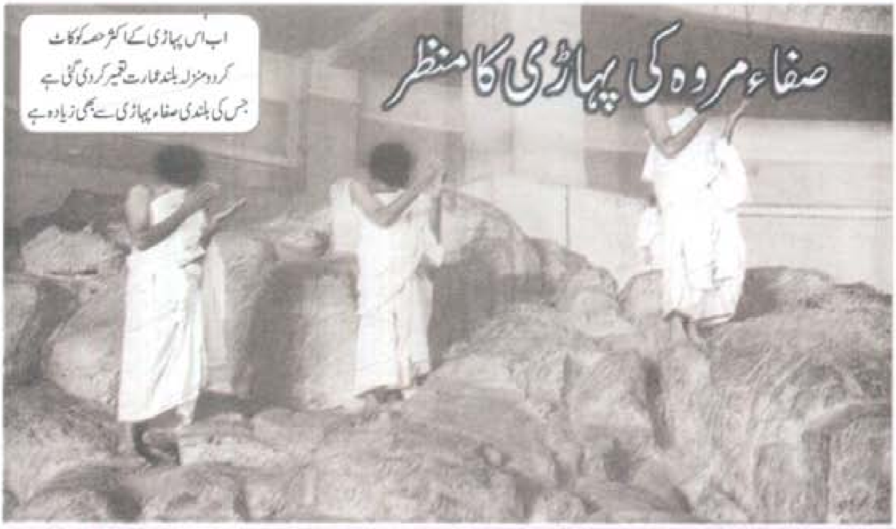
اللہ نے عرض سن لی اور فرمایا: ''ہم نے اس کو ایک بردبار لڑکے کی بشارت دی۔'' (۱) حضرت ابراہیم علیہ السلام جن کی زبان عبرانی تھی، اس میں اسمٰعیل کا مترادف ''شماع ایل'' ہے۔ شماع ...... سننا، ایل ...... اللہ۔ اس کے لفظی معنی ہوئے ...... اللہ کا سن لینا، چونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا سن لی تھی اس لئے ہاجرہ علیہا السلام کے بطن سے ہونے والے فرزند کا نام اسمٰعیل رکھا۔ قرآن مجید میں کئی مقامات پر ان کا ذکر ہے۔ ''ذبح عظیم'' والی آیات میں اوصاف اور سورۂ مریم میں نام لے کر اوصاف بیان کئے گئے ہیں۔ (۲)

حضرت ہاجرہ علیہا السلام رقیون شاہ مصر کی بیٹی تھیں اور قبطی

ماخذ اور حوالے

(۱) سورۂ صافات، آیت ۱۰۱
(۲) سورۂ مریم آیات ۵۴، ۵۵
(۳) رحمۃ للعالمین، جلد ۲، ص ۳۶، بحوالہ صحیح بخاری، کتاب الانبیاء
(۴) سورۂ ابراہیم، آیت ۳۷
(۵) سورۂ بقرہ، آیت ۱۵۸
(۶) قصص الانبیاء (اردو) ص ۱۸۵، ابن کثیر مترجمہ محمد اصغر
(۷) تاریخ یعقوبی جلد اوّل، ص ۴۴، احمد بن ابی یعقوب مترجمہ اختر فتح پوری، نفیس اکیڈمی
(۸) سورۂ صافات، آیت ۱۰۲
(۹) قصص الانبیاء (اردو) ص ۱۹۳، ابن کثیر
(۱۰) سورۂ صافات، آیت ۱۰۵
(۱۱) قصص القرآن، جلد اول ص ۲۳۴، قصص الانبیاء (اردو) ص ۱۸۸ بحوالہ صحیح بخاری، قدوم (آلے/بسولے) سے ۸۰ سال کی عمر میں ختنہ فرمائی۔
(۱۲) صحیح بخاری، کتاب الانبیاء، حدیث ۵۹۰
(۱۳) سورۂ بقرہ آیت ۱۲۷

اسمٰعیل آج بھی امت کے نمائندہ ہیں اسمٰعیل اب بھی دل و جاں میں درخشندہ ہیں (قیصر الجعفری)



صفاومروہ کی پہاڑیاں جن کے درمیان حضرت ہاجرہ علیہا السلام نے پانی کی تلاش میں سات چکر (دوڑیں) لگائی تھیں۔ سعی کہلاتی ہے۔ ان کا درمیانی فاصلہ تقریباً ۴۲۰ میٹر لمبا ہے۔ سعی صفا کی پہاڑی سے شروع ہوتی ہے اور مروہ پر ساتواں چکر ختم ہوتا ہے۔ اب مروہ اور صفا کی آخری حد پر کچھ چٹانیں اُبھری ہوئی ہیں۔ ان کے مابین سعی حج اور عمرہ کے واجبات میں سے ہے۔ ان پہاڑوں کو اللہ تعالیٰ نے ''شعائر اللہ'' قرار دیا ہے۔

زبان بولتی تھیں۔ حضرت سارہؑ کی کرامات سے متاثر ہو کر رقیون نے انہیں عطا کی اور کہا ''میری بیٹی کا اس گھر میں لونڈی ہو کر رہنا دوسرے گھر میں ملکہ ہو کر رہنے سے بہتر ہے۔'' اس زمانے کے رسم و رواج کے مطابق دوسری بیوی پہلی بیوی کی خدمت گزار ہوتی تھی۔ انہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خدمت میں دے دیا۔ (۳)

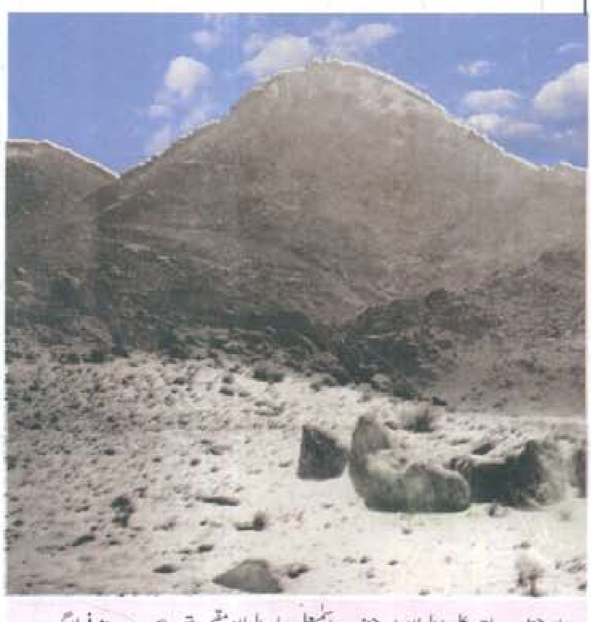
ایک حدیث میں فرمایا گیا:

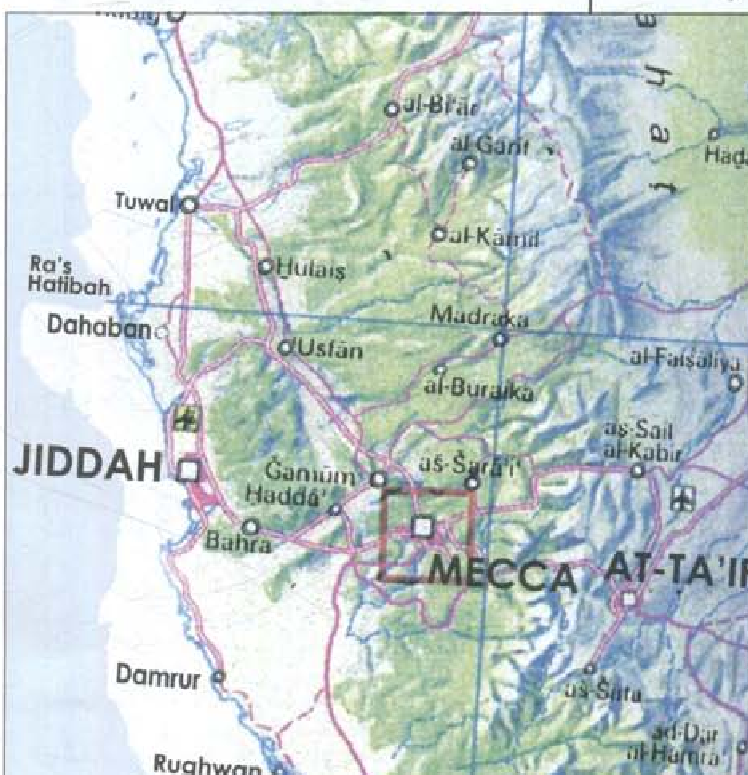
''اے شریف النسب اہل عرب یہ ہیں وہ ہاجرہ جو تم سب کی ماں ہیں۔'' اسمٰعیل ہی وہ فرزندار جمند ہیں جن سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عربی نسل چلی جن کے سلسلے میں دعائے خلیل کا ثمرہ ختم الرسل، پیغمبر آخر الزماں محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا میں تشریف لائے۔

حضرت ہاجرہؑ کی گود میں بچہ، حضرت سارہؑ پر شاق گزرا۔ شوہر سے اصرار کیا کہ ہاجرہ اور اس کے بچے کو میری نظروں سے دور کر دو۔ یہ بات حضرت ابراہیم علیہ السلام کو پسند نہ آئی مگر اللہ تعالیٰ نے انہیں مطلع کیا کہ اس بات کو مان لو۔ حکم رب ہوا کہ ماں اور بچہ کو اس وادی غیر ذی زرع میں چھوڑ آئیں جہاں مشیت الٰہی سے ''بیت اللہ'' کی تعمیر ہونی تھی۔

(۳) قصص الانبیاء، (اردو) ابن کثیر مترجمہ محمد اصغر

تو بھی یہ مقامِ آرزو کر
اقبالؔ


جہاں حضرت ہاجرہ علیہا السلام اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام مقیم تھے۔ اس سے چند فرلانگ پر یہ وہ مقدس جگہ ہے جہاں خلیل اللہ نے اپنے خواب کو حقیقت میں تبدیل کرنے اپنے اکلوتے نور نظر اور لخت جگر اسمٰعیل کے گلے پر چھری پھیر دی تھی۔ یہ مقام ''منحر'' کے نام سے آج بھی اس ''ذبح عظیم'' کی یاد دلاتا ہے۔



حضرت ہاجرہ علیہا السلام اور شیر خوار حضرت اسمٰعیل علیہ السلام ''وادیء غیر ذی زرع'' (بن کھیتی کی سرزمین) میں شہر مکہ کی بنیاد ڈالی جس کی قسمت میں ''اُمّ القریٰ'' (شہروں کی ماں) بنا تھا۔

اسمٰعیل امر شہادت میں یگانہ ٹھہرے (قیصر الجعفری) رسم تسلیم و محبت میں یگانہ ٹھہرے

پانی ہے ملا زمزمِ ملّت سے جو اس کو

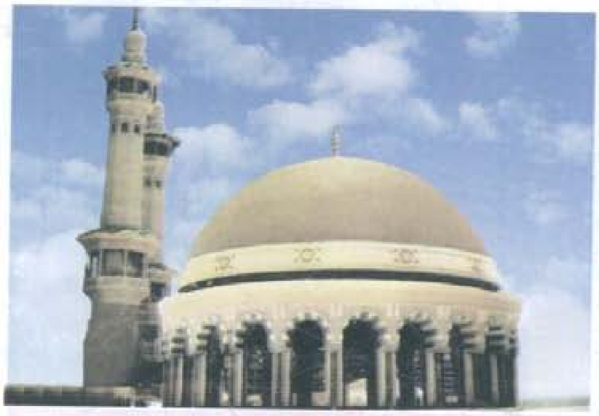
اقبالؔ



قدیم زمانہ میں سعی کا راستہ آبادی میں سے گزرتا تھا بعد میں اس پر سایہ کے لیے سائبان ڈال دیے گئے۔ یہ ۱۸۰۵ء کی ایک صدی پرانی تصویر ہے۔ حجاج گدھے پر سوار ہو کر بھی سعی کرتے تھے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت ہاجرہ اور شیر خوار بچے کو لے کر چلے اور اس وادی میں جسے اُمّ القریٰ ہونا تھا ایک جگہ ایک بڑے درخت کے نیچے موجودہ چاہ زمزم کے قریب چھوڑ گئے۔ انہیں پانی کا ایک مشکیزہ اور کھجوروں کی ایک تھیلی دی اور واپس جانے لگے۔ بیوی پیچھے پیچھے یہ کہتی چلیں ہمیں یہاں کہاں چھوڑے جا رہے ہو۔ نہ آدم نہ آدم زاد، نہ دانہ نہ پانی، وہ خاموش چلے جا رہے تھے۔ آخر پوچھ بیٹھیں کیا تم اللہ کے حکم سے ایسا کر رہے ہو۔ فرمایا...... ''ہاں'' وہ بولیں: ''پھر تو اللہ ہمیں ضائع نہیں کرے گا۔''

جب بی بی ہاجرہؓ نظروں سے اوجھل ہوگئیں تو بننے والے ''بیت اللہ'' کی طرف رخ کر کے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور کہا: ''اے ہم سب کے رب! ایک ایسے میدان میں جہاں کھیتی کا نام و نشان نہیں۔ میں نے اپنی بعض اولاد تیرے محترم گھر کے پاس لا کر بسائی ہے کہ نماز قائم رکھیں۔ پس تو ایسا کر کہ لوگوں کے دل ان کی طرف مائل ہو جائیں اور ان کے لئے زمین کی پیداوار سے رزق مہیا کر دے تا کہ تیرے شکر گزار ہوں۔'' (۴)



جدید سعودی توسیع میں چھت پر تعمیر کردہ ایک قبہ۔

حضرت ہاجرہؓ نے چند دن کھجوروں اور پانی پر گزارے۔ جب پانی رہا نہ کھجور تو حالت دگرگوں ہونے لگی۔ دودھ بھی نہ اترتا تھا۔ کبھی دوڑ کر صفا کی پہاڑی پر چڑھ جاتیں کبھی مروہ پر۔ کوئی آدم نظر آیا نہ نشانِ آب۔ بے قرار ہو کر بچے کے پاس آتیں اسی طرح سات چکر لگائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''سعی بین الصفاء المروہ'' اس کی یادگار ہے۔ (۵) اسی مقام پر ایک آواز سنائی دی۔ جبرئیل علیہ السلام نمودار ہوئے جہاں ننھے اسمٰعیل ایڑیاں رگڑ رہے تھے، اپنا پر مارا...... وہاں سے ایک جھرنا پھوٹا اور پانی ابلنے لگا۔ حضرت ہاجرہؓ نے بے اختیار ''زم زم'' (ٹھہر ٹھہر) کہہ کر اس کے اطراف منڈیر بنائی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

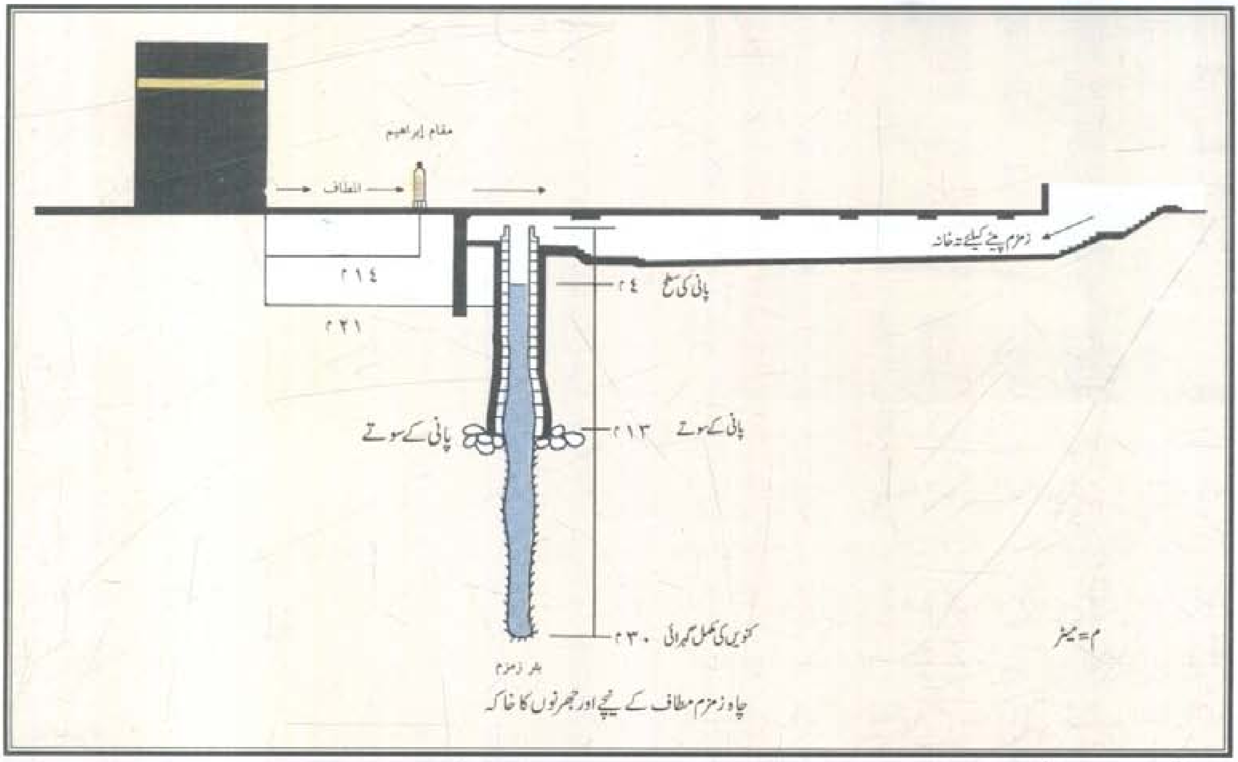
''اللہ تعالیٰ اُمّ اسمٰعیل پر رحم کرے اگر وہ زم زم کے پانی کو نہ روکتیں اور اس کے چاروں طرف باڑ نہ لگاتیں تو آج زم زم ایک



تہ خانہ میں زمزم کی ٹوٹیاں۔ اب اس تہ خانے کے اوپر مطاف آ گیا ہے۔ زیر زمین انتظام میں دالانوں کی سیڑھیوں کے قریب زمزم کی ٹوٹیاں لگا دی گئی ہے۔ یہ تصویر اب ماضی کی ایک یادگار ہے۔

یہ سعی ہاجرہ ہے، رائیگاں نہ جائے گی (قیصر الجعفری) اس آستانے پہ تاریخ سر جھکائے گی

سکھائے کس نے اسمٰعیل کو آدابِ فرزندی
اقبال

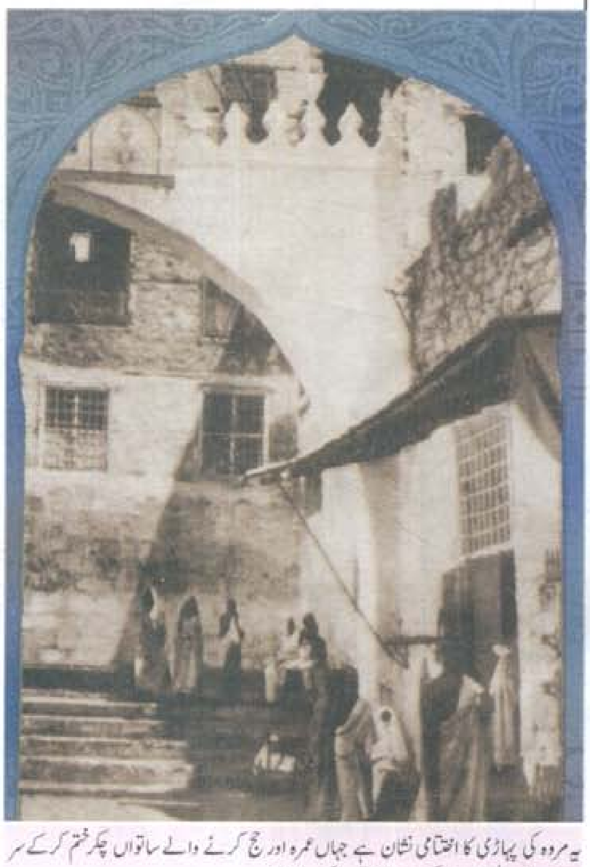


زمزم کے کنویں کا زیرِ زمین ترسیلی نظام

زبردست بہتا ہوا چشمہ ہوتا۔''(۶)

فرشتہ نے کہا:''خوف کرو نہ غم کھاؤ۔''

اللہ تعالیٰ تمہیں ضائع کرے گا اور نہ بچے کو۔ یہ ''بیت اللہ'' کا مقام ہے جس کی تعمیر اس بچے اور اس کے باپ کے لئے مقدر ہوچکی ہے۔ اسی دوران پانی کی تلاش میں بنی جرہم کے خانہ بدوش آئے۔ حضرت ہاجرہ سے قیام کی اجازت لی۔ فرمایا:''آباد ہوسکتے ہو لیکن پانی میں ملکیت منظور نہیں۔ وہ لوگ یہاں گھر بنا کر بس گئے۔ ان ہی سے حضرت اسمٰعیل نے عربی زبان سیکھی۔ ماں سے قبطی اور باپ سے عبرانی۔ اس طرح ان کی ذات تین اقوام کا سنگم بن گئی۔ جوان ہوئے تو بنی جرہم کی ایک حسین لڑکی سے شادی کرلی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی بیوی اور بچے کو دیکھنے آیا کرتے تھے۔(۷)



یہ مروہ کی پہاڑی کا اختتامی نشان ہے جہاں عمرہ اور حج کرنے والے ساتواں چکر ختم کر کے سر منڈواتے (حلق) یا بال کترواتے (قصر) کرتے تھے۔



حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی یادگار چشمہ آب بقا ''زمزم'' ہے۔ ارشاد نبوی ہے یہ پر جبرئیل علیہ السلام کی ضرب سے نکلا ہوا ہے اسمٰعیل کی سبیل کا پانی ہے۔ اسی کی برکت سے مکہ کی بستی آباد ہوکر ''اُمّ القریٰ'' بن گئی۔ اس کنویں پر ایک عرصہ تک دو منزلہ عمارت تھی جو تصویر میں موجود ہے۔ یہ مسجد حرام کی ایک نایاب تصویر ہے۔

نہایت اس کی حسینؓ ابتدا ہے اسمٰعیلؑ

اقبال



سعودی حکومت نے مسعٰی کے راستے کو سیدھا آرام دہ اور مسقف کر دیا ہے۔ راستہ میں دو سبز روشنی والے نشانات ''ملین اخضرین'' کہلاتے ہیں اس کے درمیان دوڑا جاتا ہے۔

ایک بار حضرت ابراہیم علیہ السلام نے متواتر تین رات خواب دیکھا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''اے ابراہیم ! اپنے اکلوتے بیٹے کو ہماری راہ میں قربان کردو۔''

پیغمبروں کے خواب سچے ہوتے ہیں۔ اس وقت حضرت اسمٰعیل کی عمر کا اندازہ قرآن مجید کے اس جملہ سے لگایا جاسکتا ہے۔

''وہ اس سن کو پہنچا کہ باپ کے ساتھ دوڑنے لگے۔'' آپ نے بیٹے کو اپنا خواب سنایا۔ جواب ملا: ''انشاء اللہ آپ مجھے صابرین میں سے پائیں گے۔''(۸)

بچے کو تیار کر کے منیٰ کی وادی میں لے گئے۔ (۹) شیطان ایک بزرگ کے روپ میں آیا اور بچے، ماں اور باپ کے دلوں میں وسوسہ ڈالنے کی کوشش کی ہر جگہ دھتکار دیا گیا۔ یہ مقامات جمرات ہیں جہاں حجاج کنکریاں مار کر سنتِ ابراہیمی کو تازہ کرتے ہیں۔ چھری تیز کی۔ بچے کے ہاتھ پاؤں رسی سے باندھے تاکہ وقتِ ذبح جنبش نہ ہو۔ بچے کو پیشانی کے بل لٹایا اور آنکھوں پر پٹی باندھ لی کہ محبت پدری غالب نہ آجائے۔ اللہ کا نام لے کر چھری پھیر دی لیکن چھری نے کام نہ کیا۔ وحی آئی اے ابراہیم ! تم نے اپنا خواب سچا کر



پہلی سعودی تعمیر کے بعد مسجد حرام کی ایک نایاب تصویر ترکی طرز تعمیر کے سفید قبے حُسن کے منبع ہیں۔



سعی کی ابتداء صفا کی پہاڑی سے کی جاتی ہے جو بیت اللہ کے قریب ہے اسی لئے ہر چکر کے بعد اس پر چڑھ کر قبلہ رو کعبہ کو دیکھتے ہوئے دعا مانگی جاتی ہے۔

فرزند، تہ تیغ، قضا تیرا تقاضا　　(جعفر طاہر)　　انعام کہ ہو آتشِ نمرود گلستاں



تینوں جمرات کا فضائی منظر جو منٰی میں واقع ہیں۔

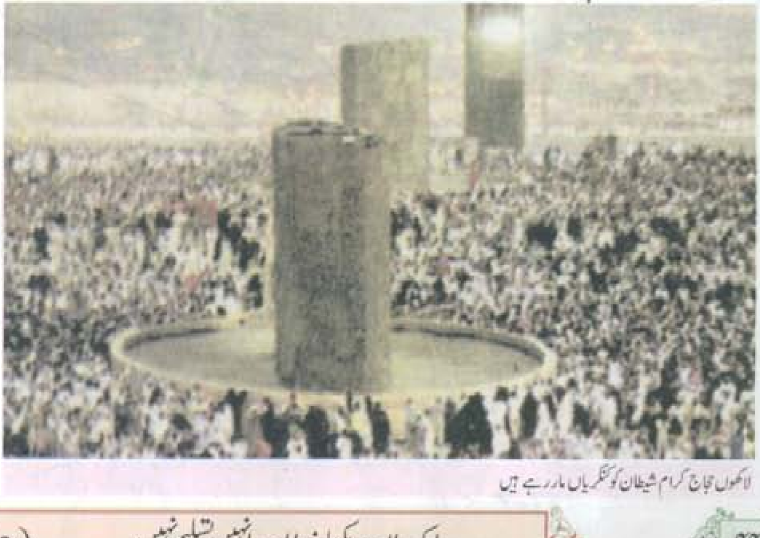
اس شہر کے خوگر کو پھر وسعتِ صحرا دے
اقبال

دکھایا۔(۱۰) حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پہلی دفعہ چھری چلائی تو نہ چلی دوسری دفعہ بھی ایسا ہی ہوا۔ تیسری دفعہ آنکھوں پر پٹی باندھ کر بسم اللہ، اللہ اکبر کہہ کر چھری چلائی تو وہ چل گئی۔ پٹی کھولی تو دیکھا اسمٰعیل قریب کھڑے ہیں۔ نیچے مینڈھا ذبح کیا ہوا ہے اور جبرئیل بھی موجود ہیں۔ یہی وہ قربانی ہے جسے ملت ابراہیمی کا شعار قرار دیا گیا۔ ہر سال دس ذی الحجہ کو نہ صرف حجاج بلکہ روئے زمین کے تمام صاحبِ نصاب اہلِ ایمان اس کی یاد تازہ کرتے ہیں۔ اس دن سے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام ''ذبیح اللہ'' کہلانے لگے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام ننانوے اور حضرت اسمٰعیل تیرہ سال کے تھے کہ اللہ تعالیٰ کا حکم ختنہ کے بارے میں آیا۔ اس کی تعمیل میں باپ بیٹے اور ان کے تمام پیروؤں نے ختنہ کروایا۔ اس دن سے یہ رسم ملتِ ابراہیمی کا خصوصی امتیاز قرار دی گئی۔(۱۱)

آسٹریلیا کے ماہر ڈاکٹروں نے انکشاف کیا ہے کہ ختنہ کے ذریعے ایڈز کے خطرات سے بچا جا سکتا ہے۔ برٹش میڈیکل جرنل میں شائع شدہ ایک رپورٹ میں موناش یونیورسٹی اور یونیورسٹی آف میلبورن کے ماہرین رابرٹ ایس زیبو اور روجر شارٹ نے کہا ہے کہ ایچ آئی وی کے جراثیم ان مردوں پر زیادہ حملہ آور ہوتے ہیں جنھوں نے ختنہ نہیں کروایا ہوتا کیونکہ ملاپ یا اختلاط کے بعد بڑھی ہوئی کھال میں جراثیم آسانی سے پرورش پا سکتے ہیں جبکہ ختنہ کے بعد یہ کھال نہیں رہتی جس کے باعث ایڈز کا خطرہ کم ہو جاتا ہے۔

(روزنامہ ''امت'' مؤرخہ ۱۰/ جون ۲۰۰۰ء)



لاکھوں حجاج کرام شیطان کو کنکریاں مار رہے ہیں

ایک ان دیکھا خدا اب انہیں تسلیم نہیں — ان میں نمرود تو ہیں کوئی براہیم نہیں (رحمان کیانی)

عرصہ بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام آئے تو اس وقت بھی حضرت اسمٰعیلؑ گھر پر موجود نہیں تھے۔ بہو نے عزت واحترام سے انہیں بٹھایا۔ منہ ہاتھ دھلایا۔ وہی سوال کیا، گزران کیسے ہوتی ہے؟ عرض کیا کہ اللہ کے فضل سے بہت اچھی طرح گزر رہی ہے۔ کھانے کو شکار کا تازہ گوشت ملتا ہے۔ زمزم کا شیریں پانی میسر ہے۔ یہ سن کر دعا مانگی: ''اے اللہ! ان کے گوشت اور پانی میں برکت عطا فرما۔'' (۱۲)

رخصت ہوتے ہوئے کہا کہ: ''اسمٰعیل سے کہنا کے اپنے دروازے کی دہلیز کو محفوظ رکھیں۔ جب حضرت اسمٰعیلؑ شکار سے لوٹے تو فضاء کو نورِ نبوت سے معمور پایا۔ پوچھا کوئی آیا تھا؟ بیوی نے تمام قصہ اور پیام دہرایا۔ فرمایا: ''وہ میرے والد بزرگوار تھے اور انہوں نے تمہیں تا عمر رفیقۂ حیات رکھنے کا حکم دیا ہے۔''

حضرت ابراہیم علیہ السلام فلسطین میں حضرت سارہؑ کے ساتھ تھے جن کے بطن سے حضرت اسحٰقؑ بھی تولد ہو چکے تھے۔ وہ حضرت اسمٰعیلؑ سے تیرہ سال چھوٹے تھے۔ اللہ تعالیٰ کا حکم آیا کہ میرے گھر کی تعمیر کرو۔ وہ حضرت سارہؑ سے زیادہ دن قیام کی اجازت لے کر مکہ آئے۔ حضرت اسمٰعیلؑ چاہ زم زم کے قریب ایک درخت کے نیچے بیٹھے تیر بنانے میں مصروف تھے۔ دونوں باپ بیٹے کی یہاں ملاقات ہوئی۔ دیر تک ایک دوسرے سے لپٹے رہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کا



جمرۂ وسطیٰ۔ قدیم تصویر



جمرۂ عقبہ۔ قدیم تصویر

حضرت ابراہیم علیہ السلام فلسطین میں بی بی سارہؑ کے ساتھ رہتے تھے۔ ایک مرتبہ مکہ آئے تو حضرت اسمٰعیلؑ گھر پر نہیں تھے۔ ان کی بیوی عمارہ یا الجیراء بنت سعد نے بتایا کہ بی بی ہاجرہ کا انتقال ہو چکا ہے۔ اس وقت حضرت اسمٰعیلؑ ۱۸ سال کے تھے۔ یہ سنکر آپ بہت ملول ہوئے۔ حضرت اسمٰعیلؑ کے بارے میں معلوم ہوا کہ روزی کی تلاش میں گئے ہوئے ہیں۔ پوچھا ''تمہاری گزر بسر کیسے ہوتی ہے؟ کہا بہت مشکل اور تنگدستی سے۔'' یہ سن کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: ''اسمٰعیلؑ آئیں تو میرا سلام کہنا اور یہ بھی کہ اپنے دروازے کی چوکھٹ بدل دینا۔'' حضرت اسمٰعیلؑ آئے تو سارا ماجرا سنایا، فرمایا: ''وہ میرے والد محترم تھے اور ان کا مشورہ ہے کہ میں تمہیں چھوڑ دوں۔ لہٰذا طلاق دیتا ہوں۔''

اس کے بعد حضرت اسمٰعیلؑ نے بنی جرہم کے سردار مضاض بن عمرو کی بیٹی سے شادی کرلی۔ بعض نے نام سامہ بنت مہلل لکھا ہے کچھ



جمرۂ اولیٰ جدید تصویر جمرات کو دو منزلہ کر دیا گیا ہے۔ ان جمرات کے بارے میں یہ روایت عام ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام بیٹے اسمٰعیل علیہ السلام کو راہِ حق میں قربان کرنے کے لئے لے جا رہے تھے تو شیطان نے ہمدرد بن کر دلوں میں وسوسہ ڈالنے کی کوشش کی تھی ان مقدس ہستیوں نے اُسے دھتکار دیا حج کے موقع پر انھیں کنکر مارنا اسی سنت کو تازہ کرنے کا عمل ہے۔



مسجد حرام کی بہت قدیم تصویر جس میں قبۂ متولی اور قبۂ فراشین بھی ہیں۔

پوشیدہ تری خاک میں سجدوں کے نشاں ہیں
اقبال

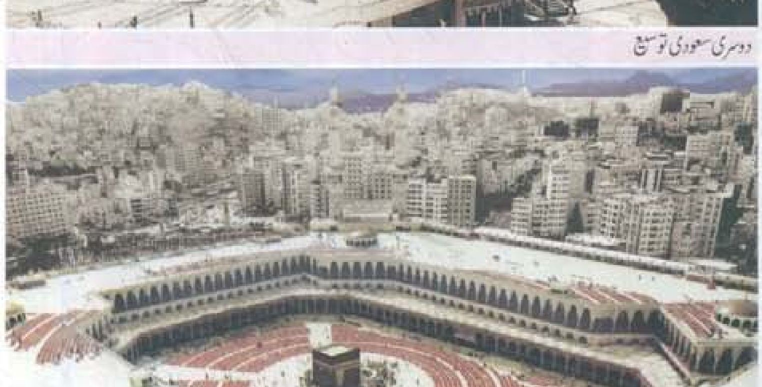
حکم بیت اللہ کی تعمیر کے بارے میں سنایا۔ اس وقت حضرت اسمٰعیل کی عمر ۲۰ سال اور حضرت ابراہیم علیہ السلام ۱۰۶ سال کے تھے۔ باپ اور بیٹا بیت اللہ کی تعمیر کر رہے تھے۔ قرآن مجید میں ہے:

"جب ابراہیم خانۂ کعبہ کی بنیاد چن رہا تھا اور اسمٰعیل بھی اس کے ساتھ شریک تھا (ان کی زبان پر دعا تھی) اے ہمارے رب! ہمارا یہ عمل تیرے حضور قبول ہو۔ بے شک تو ہی ہے جو دعاؤں کا سننے والا ہے۔" (۱۳)

حضرت اسمٰعیل سے عربوں کا اسمٰعیلیہ سلسلہ شروع ہوتا ہے۔ ان کے لڑکوں میں قیدار بہت نامور ہوئے۔ خاص مکہ میں آباد ہوئے۔ ان ہی کی شاخ میں عدنان ہوئے۔ ایک بیٹی اور بارہ بیٹے ہوئے جن کے نام قیدار (قیذر)، اذبیل، مبشام، مشماع رومہ، منشا، نبابوت (یادومہ)، عدار، تیما، یطور، نافیش اور قدما تھے۔ یہ سب اپنے اپنے قبیلوں کے سردار تھے۔ بنو اسمٰعیل حجاز، شام، عراق، فلسطین اور مصر کے علاقوں میں پھیل گئے۔ ان میں قیدار یا قیذر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جدامجد ہیں جن کی اولاد حجاز میں آباد ہوئی۔ ان کی بیٹی بشامہ یا محلاۃ کی شادی حضرت اسحٰق علیہ السلام کے بیٹے عیسو سے ہوئی۔ حضرت اسمٰعیل نے ۱۳۶ سال کی عمر میں وفات پائی۔ اپنی والدۂ محترمہ حضرت ہاجرہؑ کے پہلو میں دفن ہوئے جو میزاب کعبہ کے نیچے حطیم کے اندر واقع تھی۔ (۱۴)



دوسری سعودی توسیع



دوسری سعودی تعمیر کے مکمل ہو جانے کے بعد حرم کا خوبصورت اور روح پرور منظر۔ چھت بھی نمازیوں کے لیئے کارآمد بنادی گئی ہے۔

توفرازِ کوہ پہ ضوفشاں، تو بساطِ دشت پہ جلوہ گر
مرے لامکاں تو ہے ہر کہیں، تو کہاں نہیں یہ کہاں ہے تو ؟
(خلیق قریشی)

ذوق حاضر ہے تو پھر لازم ہے ایمانِ خلیلؑ
اقبال

تاریخِ تعمیرِ کعبہ

القرآن: اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِيْ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَّهُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۹۶﴾ فِيْهِ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبْرٰهِيْمَ ۚ وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا ؕ وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا ؕ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۹۷﴾

ترجمہ: بے شک سب سے پہلی عبادت گاہ جو انسانوں کے لئے تعمیر ہوئی وہ وہی ہے جو مکہ میں واقع ہے۔ اس کو خیر و برکت دی گئی تھی اور تمام جہان والوں کے لئے مرکز ہدایت ہے۔ اس میں کھلی نشانیاں ہیں۔ ابراہیم کا مقام عبادت ہے اور اس کا حال یہ ہے کہ جو اس میں داخل ہوا مامون ہوگیا۔ لوگوں پر اللہ تعالیٰ کا حق یہ ہے کہ جو اس کے گھر تک پہنچنے کی استطاعت رکھتا ہو وہ اس گھر کا حج کرے اور جو اس حکم کی پیروی سے انکار کرے تو اسے معلوم ہونا چاہئے کہ اللہ تمام دنیا والوں سے بے نیاز ہے۔ (سورۂ آل عمران آیت ۹۶، ۹۷)

الحدیث: (۱) حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ فتح مکہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان فرمایا ''یہ شہر مکہ، اللہ نے اس کو اسی دن سے محترم قرار دیا ہے جس دن کہ زمین و آسمان کی تخلیق ہوئی اور مجھ سے پہلے اللہ نے اپنے کسی بندے کو یہاں قتال فی سبیل اللہ کی بھی اجازت نہیں دی اور مجھے بھی دن کے تھوڑے سے وقت کے لئے، اس کی عارضی اور وقتی اجازت دی گئی تھی اور وہ وقت ختم ہوجانے کے بعد اب قیامت تک کے لئے یہاں قتال اور ہر وہ اقدام اور عمل جو اس مقدس جگہ کے ادب و احترام کے خلاف ہو حرام ہے۔'' (صحیح بخاری و مسلم) (۲) حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے پوچھا ''یارسول اللہ! دنیا میں سب سے پہلے کون سی مسجد بنائی گئی؟ آپؐ نے فرمایا (مکہ کی) مسجد حرام، عرض کیا، پھر کون سی؟ فرمایا (بیت المقدس) کی مسجد اقصیٰ، پوچھا ''ان کے درمیان کتنا عرصہ ہے؟'' آپؐ نے فرمایا'' چالیس سال''۔ پھر جہاں بھی تمہیں نماز کا وقت ہوجائے وہیں نماز پڑھ لو، کیوں کہ فضیلت اسی میں ہے۔ (صحیح بخاری، حدیث ۵۹۱، ۶۴۸، کتاب الانبیاء)

ماخذ اور حوالے

(۱) صحیح بخاری (اردو) حدیث ۵۹۰، کتاب الانبیاء
(۲) قصص الانبیاء (اردو) ص ۲۰۳، ابن کثیر
(۳) تفسیر ابن کثیر (اردو) جلد ۵، ص ۸، تفسیر سورۂ طور
(۴) تاریخ حرمین شریفین، ص ۲۰، بحوالہ اخبار مکہ جلد اوّل
(۵) تاریخ حرمین شریفین، ص ۲۲، بحوالہ اخبار مکہ، عباس کرارہ مصری مترجمہ الفلاح
(۶) رحمۃ للعالمین، جلد اوّل، ص ۳۱ سلمان منصور پوری
(۷) تاریخ کعبہ ۴۸ بحوالہ اخبار مکہ جلد اوّل، محمد حسین اظہر
(۸) رحمۃ للعالمینؐ، جلد اوّل، ص ۱۱۶ سلمان منصور پوری
(۹) قصص القرآن، جلد اوّل، ص ۲۴۰ محمد حفظ الرحمٰن سیوہاروی
(۱۰) سیرۃ حلبیہ (اردو) جلد اوّل، ص ۵۲۱ علی ابن برہان الدین حلبی مترجمہ محمد اسلم قاسمی
(۱۱) تاریخ حرمین شریفین ص ۶۰-۵۷ بحوالہ بیہقی ودلائل نبوہ، عباس کرارہ مصری

حضرت ابراہیم علیہ السلام فلسطین میں حضرت سارہؑ اور حضرت اسحٰق علیہ السلام کے ساتھ مقیم تھے کہ کعبۃ اللہ کی تعمیر کا حکم ہوا۔ اس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر (۱۰۶) سال، حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی (۲۰) اور حضرت اسحٰق علیہ السلام کی ۷ سال تھی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام مکہ آئے اور انہیں بیت اللہ کی تعمیر کا حکم سنایا۔ (۱) باپ بیٹے دونوں جائے تعمیر سے بے خبر تھے۔

عرش الٰہی کے نیچے ساتویں آسمان پر فرشتوں کا کعبہ ہے جس کا نام ''بیت المعمور'' ہے۔ روزانہ ستر ہزار فرشتے اس گھر کا طواف کرتے ہیں پھر ان کی دوبارہ باری نہیں آتی۔ (۲) زمین پر رہنے والے فرشتوں کو حکم ہوا کہ تم ''بیت المعمور'' کی طرح زمین پر ایک مکان تعمیر کرو۔ ملائکہ نے مکان تعمیر کرلیا تو ''ضراح'' نام رکھا۔ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا جس طرح آسمان کے فرشتے ''بیت المعمور'' کا طواف کرتے ہیں اسی طرح زمین والے فرشتے ''ضراح'' کا طواف کریں۔ اس کی بنیاد ساتویں زمین کے نیچے ہے۔ (۳)

اس طرح بیت اللہ کی پہلی تعمیر فرشتوں سے منسوب ہے۔ ان کے وہاں قیام کی وجہ سے کعبہ کو حرمت والا قرار دیا گیا۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ ستر ہزار فرشتے بیت المعمور کے طواف کے بعد شام کے وقت خانۂ کعبہ میں آکر اس کا طواف کرتے ہیں۔ جب کوئی فرشتہ زمین پر بھیجا جاتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ سے کعبہ کے طواف کی اجازت طلب کرتا ہے۔ اذن پاکر احرام باندھتا ہے اور تلبیہ پڑھتے ہوئے نیچے اترتا ہے۔ حجرِ اسود کو بوسہ دے کر طواف کے سات چکر لگاتا ہے پھر مسجد حرام میں دو رکعت نماز ادا کرتا ہے۔ (۴)

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب حضرت آدم علیہ السلام جنت سے زمین پر اتارے گئے تو ان کا قد اس قدر لانبا تھا کہ آسمان تک پہنچتا تھا وہ خشیت الٰہی سے کشتی کی طرح ڈولتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کا قد چھوٹا کرکے ساٹھ ہاتھ کا کردیا۔ حضرت آدم علیہ السلام نے بارگاہ ایزدی میں عرض کیا کہ اے اللہ! اب میں فرشتوں کی آواز نہیں سن سکتا۔ جواب ملا تمہاری لغزش نے اس سے محروم کردیا۔ حکم ہوا اب زمین پر میرا ایک گھر تیار کرو۔ جس طرح میرے عرش کے گرد فرشتوں کو طواف کرتے دیکھا ہے ایسا ہی اس گھر کا طواف کرو۔ حضرت آدم علیہ السلام مقام تلاش کرنے کے لئے نکلے جہاں ان کا قدم پڑتا وہ جگہ شاداب ہوجاتی۔ سمندر آپ علیہ السلام کے لئے پایاب تھے فاصلے سمٹ جاتے تھے آخر آپ علیہ السلام مکہ پہنچے۔

اخبار مکہ کے حوالے سے یاقوت حموی نے ''معجم البلدان'' میں حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ آسمانوں کی تخلیق سے پہلے جبکہ عرش الٰہی پانی پر تھا تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہوا چلی جس نے پانی کو دھکیل دیا جس سے خشکہ (آبی بوٹی) ظاہر ہوئی،

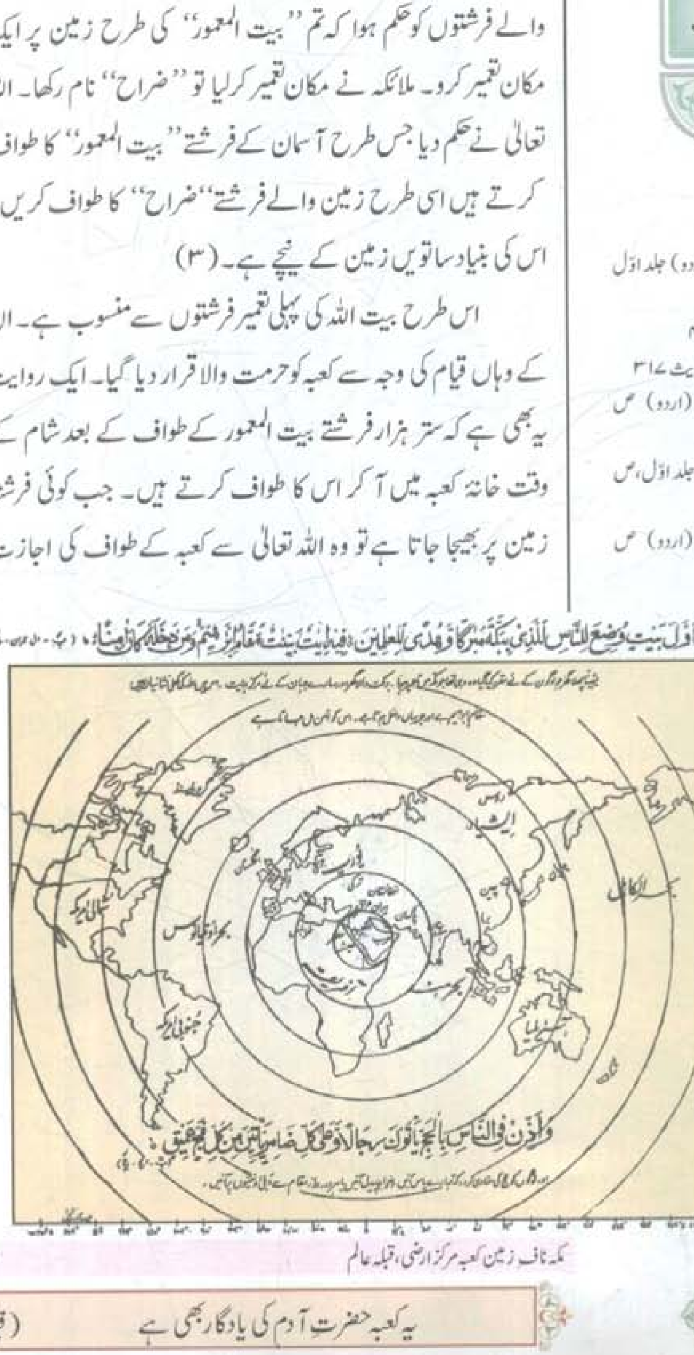


مکہ کا محل وقوع جس میں جبل ابوقبیس اور جبل قیقعان دیکھے جاسکتے ہیں۔

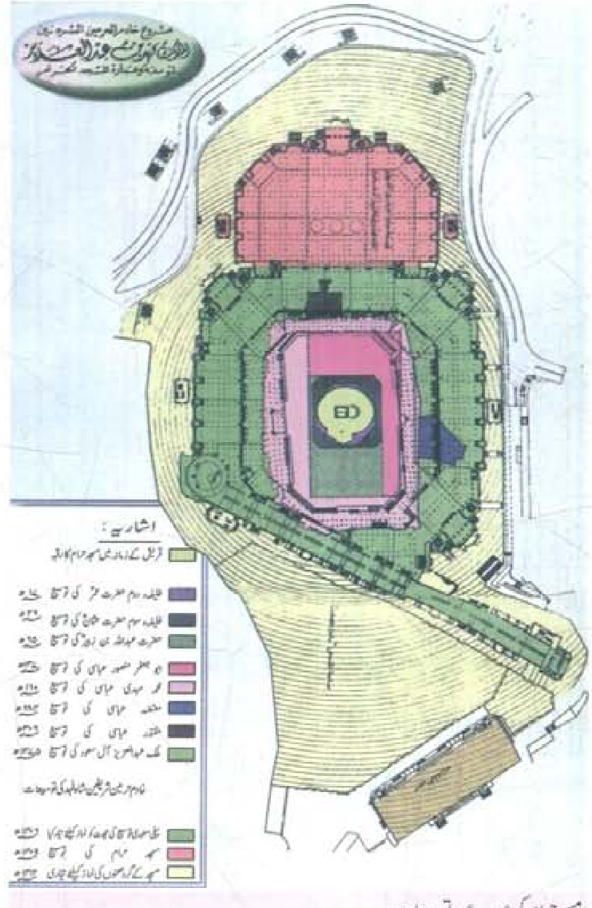
تُو اُسے پیمانۂ امروز و فردا سے نہ ناپ
اقبال

(۱۲) سیرت حلبیہ (اردو) جلد اوّل ص ۴۵۱
(۱۳) سورۂ حج، رکوع ۴
(۱۴) جامع ترمذی، حدیث ۳۱۷
(۱۵) قصص الانبیاء (اردو) ص ۲۰۶، ابن کثیر
(۱۶) قصص القرآن، جلد اوّل، ص ۲۴۰
(۱۷) قصص الانبیاء (اردو) ص ۲۰۶

إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِي بِبَكَّةَ مُبَارَكًا وَهُدًى لِّلْعَالَمِينَ ۝ فِيهِ آيَاتٌ بَيِّنَاتٌ مَّقَامُ إِبْرَاهِيمَ وَمَن دَخَلَهُ كَانَ آمِنًا



مکہ ناف زمین کعبہ مرکز ارضی، قبلہ عالم



مسجد حرام کی عہد بہ عہد توسیعات

وہ بیت اللہ کے مقام پر تھی۔ اس کے نیچے زمین پھیلائی گئی۔ پھر اس پر پہاڑوں کو بطور میخ گاڑ دیا گیا۔ مکہ کا جبل بوقبیس وہ پہلا پہاڑ ہے جو روئے زمین پر نصب ہوا۔ پھر یاقوت حموی نے لکھا ہے کہ احادیث میں مذکور ہے کہ سب سے پہلے خالق کائنات نے زمین پر کعبہ کو بنایا۔ پھر اس سے تمام زمین پھیلائی گئی۔ اس لحاظ سے یہ زمین کی ناف، دنیا کا وسط اور اُمّ القریٰ ہے۔ (۵)

اٹلس کو پیش نظر رکھ کر معروف سیرت نگار اور محقق قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوری کا بیان پڑھیے ''کرۂ ارض جنوب میں ۴۰ درجہ اور شمال ۸۰ درجہ عرض البلاد تک آباد ہے۔ دونوں کا مجموعہ ۱۲۰ اور نصف ۶۰ ہے۔ اس ۶۰ کو ۸۰ درجہ شمالی سے نکالیں تو ۲۰ اور ۶۰ سے ۴۰ درجہ جنوبی کو تفریق کریں تو ۲۰ درجہ شمالی ہے جبکہ مکہ ۲/۱-۲۱ شمال پر واقع ہے۔ جسم میں ناف بھی عین وسط میں نہیں ہوتی اسی طرح مکہ زمین کی ناف، دنیا کا وسط اور اُمّ القریٰ (شہروں کی ماں) ہے۔'' (۶)

اخبار مکہ میں ہے کہ بکہ سے مراد کعبہ ہے اور مکہ سے اس کے اطراف کا علاقہ مراد ہے۔ مجاہدؒ کہتے ہیں کہ بیت (کعبہ) اہل مسجد کا قبلہ ہے اور مسجد (حرام) اہل مکہ کے لئے قبلہ ہے اور حرم سارے انسانوں کے لئے قبلہ ہے۔ (۷) مکہ کا نام ''بکہ'' سب سے پہلے حضرت داؤدؑ پر نازل ہونے والی کتاب ''زبور'' میں ملتا ہے۔ قرآن مجید میں دونوں الفاظ آئے ہیں۔ مجموعہ بائبل میں مکہ کا نام ''فاراں'' ہے۔ حضرت موسیٰؑ کی ایک پیش گوئی ہے ''خدا سینا سے نکلا اور سعیر سے چمکا اور فاراں کی پہاڑی سے ظاہر ہوا۔ اس کے ہاتھ میں شریعت روشن ہے۔ ملائکہ کے لشکر کے ساتھ آیا ہے۔ (۸)

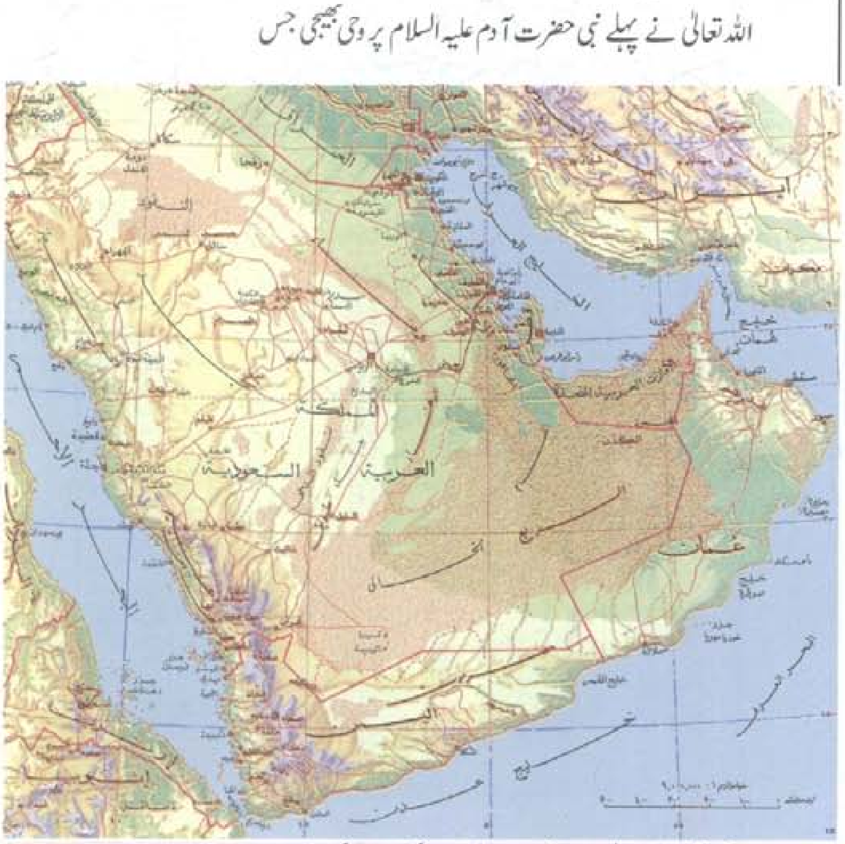
حضرت آدم علیہ السلام مکہ پہنچ گئے تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے ایک جگہ پاؤں مارا یہ وہی خشکہ تھا جہاں فرشتوں نے بیت المعمور کے عین نیچے اللہ کے گھر کی بنیاد رکھی تھی۔ (۹) اس اساس پر پانچ مقدس پہاڑوں جبل طور، جبل زیتاء، جبل لبنان، جبل جودی اور جبل حرا کے پتھروں سے تعمیر ہوئی۔

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی راویت کے مطابق بھی حضرت آدم علیہ السلام نے بنیاد رکھی اس میں نماز پڑھی اور اس کا اوّلین طواف کیا۔

اللہ تعالیٰ نے پہلے نبی حضرت آدم علیہ السلام پر وحی بھیجی جس

آہ! کھولا کس ادا سے تو نے رازِ رنگ و بو

اقبال



مکہ ناف زمین مرکز ارض اور قبلہ عالم ہے۔ ارض بلد اور طول بلد اس کی نشان دہی کر رہے ہیں۔

تو فرازِ عرش بریں سہی، یہ جبیں بروئے زمیں سہی (درد کاکوروی) مرے سجدے ہیں ترے واسطے، میں کہیں سہی تو کہیں سہی

ابد کے بحر میں پیدا یونہیں نہاں ہے یونہی

اقبال



جبل بوقبیس اب اس میں سرنگیں تعمیر کر کے راستوں کی مسافت کم کر دی گئی ہے۔

میں ارشاد فرمایا ”میں اللہ ہوں مکے کا مالک، اس کے رہنے والے میرے پڑوسی، اس کی زیارت کو آنے والے میرے مہمان ہوں گے اور میری پناہ اور حفاظت میں ہوں گے۔ میں اس کو آسمان والوں اور زمین والوں سے آباد کروں گا جو پراگندہ حال تھکے ہوئے یہاں آیا کریں گے اور بلند آوازوں سے تکبیر کہتے ہوئے زور زور سے تلبیہ یعنی لبیک پڑھتے، روتے اور گڑگڑاتے ہوئے یہاں آیا کریں گے۔ پس جو اس کی زیارت کے لئے آئے گا اس کو اس کے علاوہ کسی چیز کی ضرورت نہیں ہوگی کیونکہ (اس کی زیارت کر کے گویا) اس نے میری ملاقات کی، میری مہمانداری میں آیا، میرے پاس حاضر ہوا اور میرے ہی پاس ٹھہرا، اس کا مجھ پر حق ہوجائے گا کہ میں اس کو اپنی کرامت و بزرگی سے تحفہ دوں۔ میں اس گھر کو، اس کے ذکر کو، اس کے شرف کو، اس کی عزت وعظمت اور ثنا کو اس نبی کے نام پر کروں گا جو تمہاری اولاد میں ہوگا، میں اس کے ذریعہ اس کی بنیادیں اٹھاؤں گا اور اس کے ہاتھوں اس کی عمارت پوری کراؤں گا اور اس کے لئے چشمہ جاری



جبل بوقبیس جو مسجد حرام کے سامنے ہے۔ اب اس پر بہت سی عمارتیں تعمیر ہوگئی ہیں۔ اس پہاڑ کے بارے میں ایک روایت یہ ہے کہ یہ روئے زمین کا پہلا پہاڑ ہے جیسے پانی پر ابھرنے والی سطح زمین کا توازن برقرار رکھنے بطور میخ گاڑا گیا ہے۔ یہ تصویر ۱۴۷ سال قدیم ہے۔

کروں گا اور اس کو اس کے حل اور حرم کی حدود بتلاؤں گا اور اس کے طریقے اور مناسک و ارکان بتلاؤں گا۔

پھر اس کو مختلف قومیں اور زمانے آباد کرتے رہیں گے یہاں تک کہ تمہاری اولاد میں سے ایک نبی کا زمانہ آجائے گا جن کا نام محمد خاتم النبیین (صلی اللہ علیہ وسلم) ہوگا۔ میں ان کو اس شہر کے باشندوں ہی میں سے پیدا کروں گا جو اس کے سرداروں، محافظوں اور پانی پلانے والوں میں سے ہوں گے۔ پس اس دن جو میرے بارے میں سوال کرے گا تو (اس کو معلوم ہوگا کہ) میں ان پراگندہ حال اور تھکے ہوئے مسافروں کے ساتھ ہوں گا جو اپنی نذر و نیاز پوری کرنے کے لئے آنے والے اور اپنے پروردگار کے پاس حاضر ہونے والے ہوں گے۔ (۱۰)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے دوسری روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو حضرت آدم علیہ السلام کے پاس اس حکم کے ساتھ بھیجا کہ حوا کو ساتھ لے کر میرا ایک گھر تیار کرو۔ جبرئیل علیہ السلام نے کعبہ کی جگہ بتادی اور ایک لکیر کھینچ دی۔ حضرت آدم علیہ السلام نے اس جگہ کو کھودا۔ حضرت حوا مٹی اٹھا کر پھینکتیں۔ گھر بن گیا تو وحی آئی کہ روئے زمین پر یہ اللہ کا پہلا گھر ہے اور تم اس کا طواف کرنے والے پہلے انسان۔

حضرت لیث بن معاذ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ یہ گھر ان ۱۵ گھروں میں سے ایک ہے جن میں سے سات اوپر آسمانوں پر ہیں اور سات نیچے زمینوں میں ہیں۔ ہر گھر حرم ہے اوپر والا ”بیت المعمور“ ہے اور درمیان میں کعبہ ہے۔ (۱۱)

”اخبار مکہ“ میں ازرقی نے لکھا ہے کہ خانہ کعبہ کی تعمیر دس بار ہوئی:

۱..... تعمیر ملائکہ	۲..... تعمیر حضرت آدم علیہ السلام
۳..... تعمیر حضرت شیث علیہ السلام	۴..... تعمیر حضرت ابراہیم علیہ السلام
۵..... تعمیر عمالقہ	۶..... تعمیر بنی جرہم
۷..... تعمیر مضر	۸..... تعمیر قریش اعلان نبوت سے ۵ سال پہلے
۹..... تعمیر عبداللہ ابن زبیرؓ نے ۶۴ھ	۱۰..... تعمیر حجاج بن یوسف ۷۴ھ

اس شہر کے خوگر کو پھر وسعتِ صحرا دے
اقبال



پہاڑوں کے دامن میں وحیِ الٰہی کی بنا پر حضرت ابراہیم علیہ السلام، نے حضرت ہاجرہ علیہا السلام اور شیر خوار اسمٰعیل علیہ السلام کو اس ''وادیٔ غیر ذی زرع'' میں چھوڑ دیا جو بعد میں بیت اللہ اور مسجد حرام کی وجہ سے ''ام القریٰ'' بن گی۔ (فضائی منظر)

۱۱......تعمیر سلطان مراد (ترکی) ۱۰۴۰ھ (۱۶۳۰ء)

۱۲......تعمیر شاہ فہد بن عبدالعزیز ۱۴۱۷ھ (۱۹۹۰ء)

نمبر ۱۰ ارتک ازرقی کے شمار کے کوئی ایک ہزار سال بعد شدید سیلاب کی وجہ سے کعبہ کی عمارت زمین بوس ہوگئی جس کی تعمیر جدید کا شرف ۱۰۴۰ھ (۱۶۳۰ء) میں گیارہویں بار آل عثمان میں سے سلطان مراد خان بن سلطان احمد خان کے حصہ میں آیا۔ تعمیر شاہ فہد ۱۴۱۷ھ/ ۱۹۹۰ء سب سے زیادہ وسیع اور شاندار ہے۔

تعمیر قریش کے موقع پر کعبہ کی بنیاد سے تین تحریریں برآمد ہوئیں۔ یہ سریانی زبان میں لکھی ہوئی تھیں۔ مکہ کے ایک یہودی نے اسے پڑھا۔ لکھا تھا

''میں اللہ ہوں...... مکے کا مالک! جسے میں نے اس دن پیدا کیا جس دن میں نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا۔ جس دن میں نے سورج اور چاند بنائے۔ میں نے اس کو یعنی مکہ کو سات فرشتوں کے ذریعہ گھیر دیا ہے۔ اس کی عظمت اس وقت تک ختم نہیں ہوگی جب تک اس کے دونوں پہاڑ موجود ہیں۔ ان میں سے ایک بوقبیس پہاڑ ہے جو صفا پہاڑی کے سامنے اور دوسرا قیقعان ہے جو مکے کے قریب ہے جس کا رخ کوہِ ابوقبیس کی طرف ہے۔ یہ شہر اپنے باشندوں کے لئے پانی اور دودھ کے لحاظ سے بہت برکت اور نفع والا ہے۔''

مقام ابراہیم کی جگہ دوسری تحریر ملی جس میں لکھا تھا

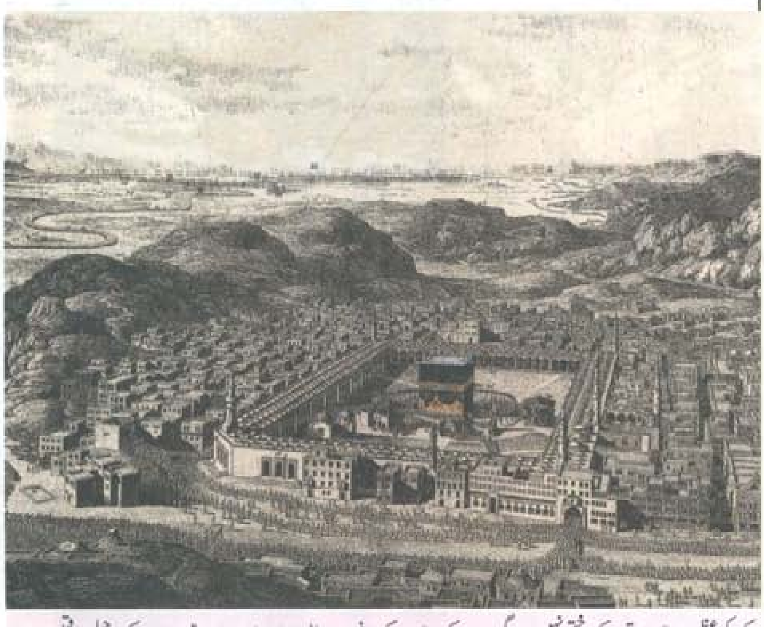
''مکہ اللہ تعالیٰ کا محترم اور معظم شہر ہے۔ اس کا رزق تین راستوں سے اس کے پاس آتا ہے۔'' (تین راستوں سے مراد غالباً قریش کے تین تجارتی راستے ہیں جہاں سے قافلے آتے اور جاتے تھے)

وہیں قریش کو ایک تیسری تحریر ملی جس میں لکھا ہوا تھا

''جو بھلائی بوئے گا لوگ اس پر رشک کریں گے اور جو برائی بوئے گا وہ رسوائی اور ندامت پائے گا۔ ہم برائیاں کر کے بھلائی کی آس لگاتے ہیں۔ ہاں یہ ایسا ہی ہے جیسے کوئی شخص کیکر یعنی کانٹے دار درخت میں انگور تلاش کرے۔''

کتاب سیرت شامیہ میں لکھا کہ یہ تحریر کعبے کے اندر پتھر پر کندہ پائی گئی تھی۔ (۱۲)

حضرت ابراہیم علیہ السلام تعمیر کعبہ کے حکم سے مکہ آئے تو حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو چاہ زمزم کے قریب ایک درخت کے نیچے تیر بناتا ہوا پایا۔ انہیں بیت اللہ کی تعمیر کا حکم الٰہی سنایا۔ دونوں جائے تعمیر سے ناواقف تھے۔ اچانک ایک بدلی نمودار ہوئی ساتھ ہی ندا آئی کہ اس کے سایہ کا طول وعرض جس جگہ پڑے وہیں بیت اللہ کی بنیاد رکھو۔ دوسری روایت یہ ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے ایک ٹیلہ بتایا جسے کھودا گیا تو ''بیت العتیق'' (پرانے گھر) کی بنیادیں دکھائی دیں۔ (۱۳) ایک حدیث مبارکہ میں آیا ہے کہ کعبہ کو بیت عتیق اس



مکہ کی عظمت اس وقت تک ختم نہیں ہوگی جب تک اس کے دونوں پہاڑ موجود ہیں۔ ان میں سے ایک جبل بوقبیس ہے جو صفا کے سامنے ہے۔ دوسرا پہاڑ قیقعان ہے جو مکے کے قریب ہے اور جس کا رخ جبل ابوقبیس کی طرف ہے۔

لئے کہا گیا ہے کہ کوئی کافر بادشاہ اس پر قابض نہیں ہوا۔ (۱۴) یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ایک مجسم ہوا ''ریح الجوج'' آئی اور بیت اللہ کے گرد طواف کر کے چھپے ہوئے حدود کو ظاہر کر گئی۔ (۱۵)

خلیل اللہ اور ذبیح اللہ نے اس جگہ کھدائی کی تو پرانی تعمیر کی بنیاد نظر آئی۔ سورۂ بقرہ میں ہے:

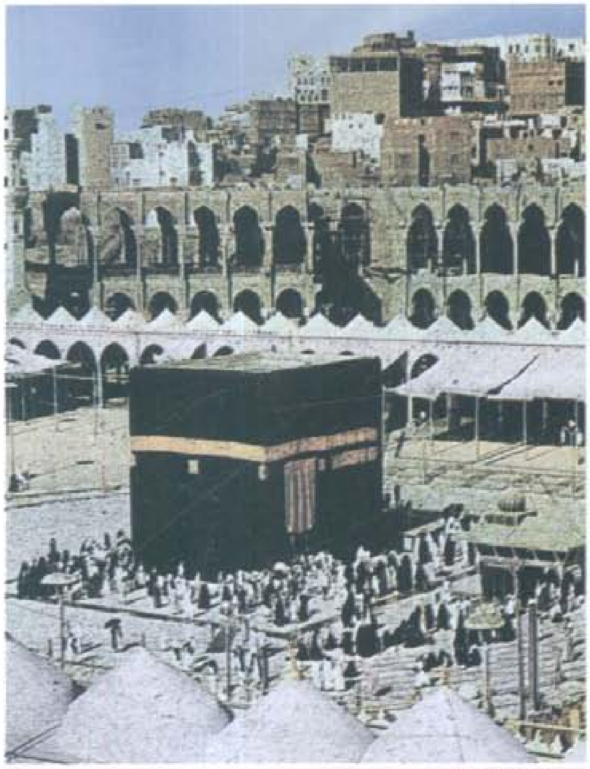
''اور جب ابراہیم اور اسمٰعیل اس گھر کی دیواریں اٹھا رہے تھے۔''

بقول مولانا سید سلیمان ندویؒ قرآن نے ان کی طرف اس گھر کے ایجاد کی نہیں بلکہ تجدید و تطہیر کی نسبت کی ہے۔ قصص القرآن میں مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی نے لکھا ہے ''قرآن عزیز نے بیت اللہ کی تعمیر کا معاملہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے شروع کیا ہے اور اس سے پہلی حالت کا کوئی تذکرہ نہیں کیا۔'' (۱۶)

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پرانی بنیادوں پر پتھروں کو جوڑا، ان کو جوڑنے کے لئے کوئی گارا استعمال نہیں کیا۔ پتھر پانچ قسم کے تھے۔ ذبیح اللہ مزدور کی طرح پتھر ڈھوتے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام معمار کی طرح انہیں ایک پر ایک رکھ کر جماتے۔ پتھر کے ردّے جب اس حد تک رکھے جا چکے کہ مزید زمین پر کھڑے ہو کر رکھنا ممکن نہ تھا تو حضرت اسمٰعیل علیہ السلام ایک پتھر لائے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اس پر چڑھ کر دیواریں مزید بلند کرنے لگے۔ اس پر آپؑ کے نقش قدم اب تک محفوظ ہیں۔ یہ مقام ابراہیم کے نام سے موسوم ہے۔ مشرقی سمت کی دیوار جب ایک خاص بلندی پر پہنچ گئی تو جبرئیل علیہ السلام نے جبل بوقبیس سے طوفان نوح سے محفوظ جنت سے لایا ہوا پتھر نکال کر دیا جو حجر اسود کے نام سے مشہور ہے۔ یہ اس وقت اسود نہیں تھا بلکہ انتہائی سفید یاقوت تھا اسے حضرت آدم علیہ السلام جنت سے لے کر اترے تھے۔ لوگوں کی خطاؤں سے سیاہ



حجر اسود کے نیچے یہ تین پتھر بہت قدیم ہیں۔



مسجد حرام کا زمینی منظر

ہوگیا۔ (۱۷)

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پرانی بنیادوں پر کعبہ کی جو عمارت تعمیر کی وہ پچھلی جانب سے گول تھی۔ اس کے دو رکن (کونے) تھے دونوں رکن یمانی کہلاتے تھے۔ اب مشرقی سمت جس میں حجر اسود ہے رکن اسود کہلاتا ہے۔ عمارت قد آدم اونچی تھی۔ اس پر کوئی چھت نہ تھی۔ مشرقی دیوار میں ایک ہی دروازہ تھا جس کے کوئی کواڑ نہ تھے۔ یہ دروازہ زمین کے برابر تھا۔ اس کے دائیں جانب ایک گہرا گڑھا تھا۔ حطیم والا حصہ بیت اللہ میں شامل تھا جس سے کعبہ کی شکل مستطیل بن جاتی تھی۔

قریش کی تعمیر اعلان نبوت سے پانچ سال پہلے ہوئی۔ سرمایہ کی کمی کی وجہ سے تعمیر مستطیل کی بجائے مربع شکل کی کردی۔ حطیم کا حصہ الگ کردیا۔ دروازہ قد آدم اونچا کردیا تا کہ اجازت کے بغیر کوئی داخل نہ ہو نیز مضبوط دروازہ بنا کر تالا ڈالنے لگے۔ مضبوط اور عمدہ لکڑی کی چھت بنوائی جو چھے ستونوں کے سہارے پر تھی۔ چھت پر چڑھنے کے لئے رکن عراقی کی جانب اندر سے لکڑی کا ایک زینہ تیار کیا۔ چھت کے ساتھ پرنالہ بنادیا جس کا پانی حطیم میں گرتا ہے اسے میزاب رحمت کا نام دیا گیا۔

زرالا سارے جہاں سے اس کو عرب کے معمار نے بنایا

اقبال

بیت اللہ

القرآن: جَعَلَ اللّٰہُ الْکَعْبَةَ الْبَیْتَ الْحَرَامَ قِیٰمًا لِّلنَّاسِ وَالشَّھْرَ الْحَرَامَ وَالْھَدْیَ وَالْقَلَآئِدَ ؕ ذٰلِکَ لِتَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰہَ یَعْلَمُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ وَاَنَّ اللّٰہَ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ﴿۹۷﴾

ترجمہ: اللہ نے کعبہ کو جو کہ ادب کا مکان ہے لوگوں کے رہنے کا سبب قرار دے دیا اور عزت والے مہینہ کو بھی اور حرم میں قربان ہونے والے جانور کو بھی اور ان جانوروں کو بھی جن کے گلے میں پٹے ہوں تاکہ تم جان لو جو کچھ آسمانوں اور زمین کے درمیان ہے اسے جانتا ہے اور یقیناً اللہ ہر شے کا جاننے والا ہے۔ (سورۂ مائدہ: آیت ۹۷)

الحدیث: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”میری امت اس حرم مقدس کا پورا احترام کرتی رہے گی اور اس کی حرمت وتعظیم کا حق ادا کرے گی خیریت سے رہے گی اور جب اس میں یہ بات نہیں رہے گی تو پھر برباد ہوجائے گی۔“ (سنن ابن ماجہ)

روئے زمین پر اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لئے بنایا جانے والا پہلا گھر خانۂ کعبہ ہے۔

تحقیق پہلا گھر جو لوگوں کی عبادت کے لئے مقرر کیا گیا تھا وہی ہے جو بکہ (مکہ) میں ہے، بابرکت اور تمام جہاں کے لئے موجب ہدایت ہے۔ (۱)

”بکہ“ کے معنی ہجوم کی جگہ کے ہیں۔ اس کے علاوہ بھی مکہ کے کئی نام ہیں۔ حاطمہ (غرور توڑنے والا)، معاد (جائے پناہ)، حاتمہ (ملحدوں کو ہلاک کرنے والا)، اُمّ القریٰ (شہروں کی ماں)، بلد الامین (پُر امن شہر)، اُمّ رحم، القرش، القادس، الصلاح، الطیبہ وغیرہ۔ (۲)

یہ عمارت مکعب شکل کی ہونے کی وجہ سے کعبہ کہلاتی ہے۔ ازلی اور ابدی حرمت کی حامل ہونے کی وجہ سے مسجد حرام کے نام سے پکاری جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی عبادت کا خالص مرکز ہونے کی بنا پر ”بیت اللہ“ ہے۔ (۳)

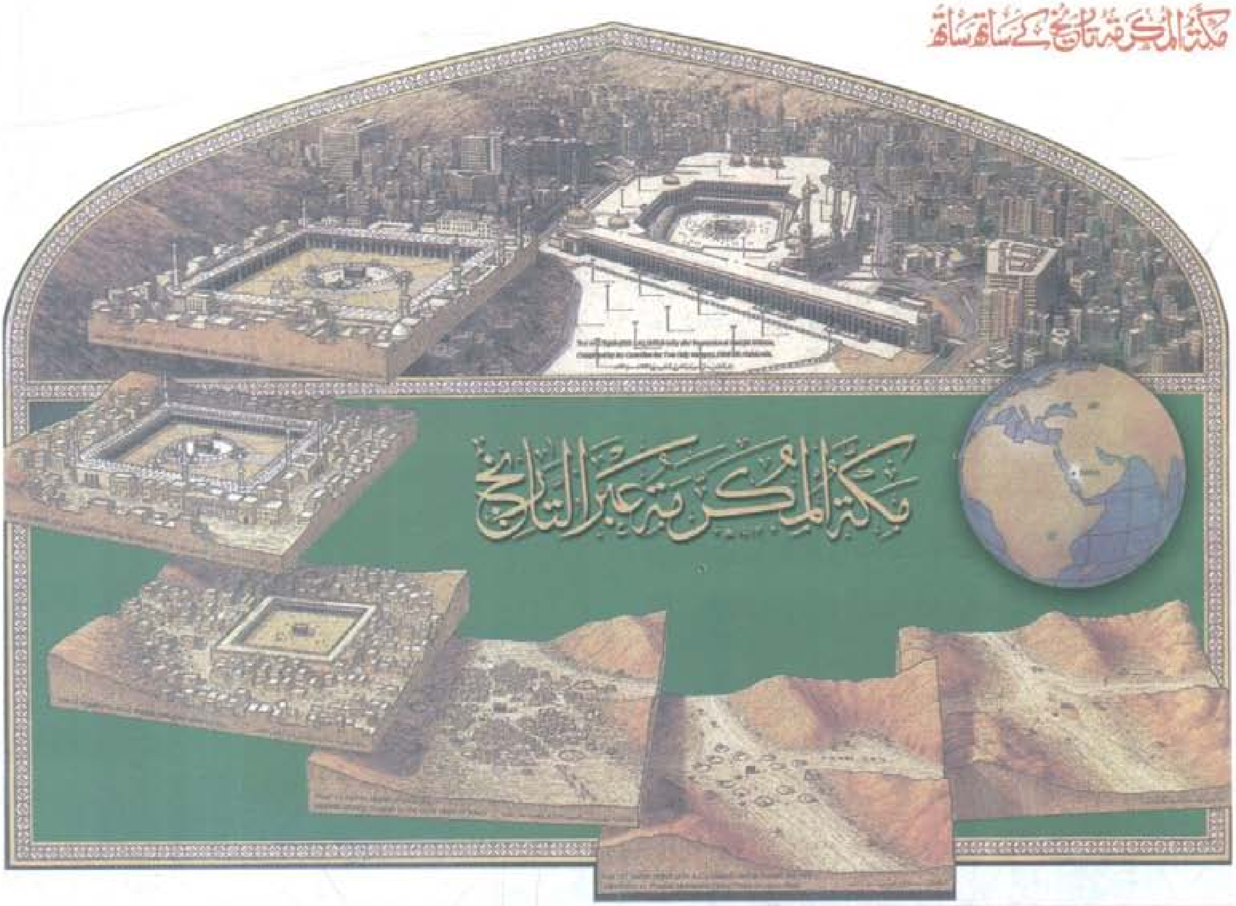
قرآن مجید میں کئی مقامات پر اسے ”مسجد حرام“ کہا گیا ہے۔

ماخذ اور حوالے

(۱) سورۂ آل عمران، آیت ۹۶
(۲) معجم القرآن (اردو)، ص ۱۵۵، مترجمہ غلام جیلانی برق: یاقوت حموی
(۳) تفسیر ابن کثیر (اردو) جلد ۳، سورہ بنی اسرائیل
(۴) سورۂ بقرہ، آیت ۱۴۴
(۵) سورۂ بنی اسرائیل، آیت ۱
(۶) سورۂ فتح، آیت ۶
(۷) سورۂ توبہ، آیت ۹
(۸) سورۂ توبہ، آیت ۷
(۹) تاریخ حرمین شریفین، ص ۲۳، عباس کرارہ مصری مترجمہ الفلاح
(۱۰) طبقات ابن سعد، حصہ اوّل ص ۴۳۰
(۱۱) تاریخ مدینہ منورہ، ص ۶۰، محمد عبدالمعبود بحوالہ مرقات المفاتیح
(۱۲) معارف الحدیث، جلد ۴، ص ۲۹۰، محمد منظور نعمانی

قدرت کے مقاصد کا عیار اس کے ارادے

اقبال

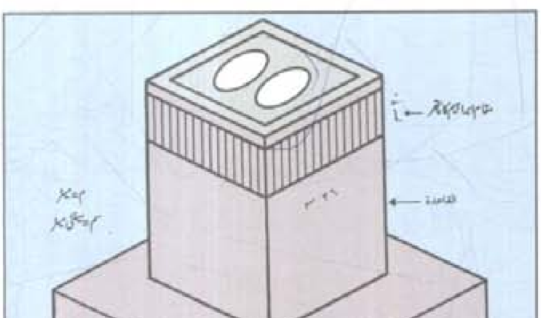


مسجد حرام کی عہد بہ عہد توسیع (ایک تصوراتی نقشہ) کریں گے اہل نظر تازہ بستیاں آباد



حضرت ابراہیمؑ کے دونوں قدموں کے نقش

ترجمہ:...... ''پس اپنا چہرہ مسجد حرام کی جانب پھیرلو'' (۴)
سورۂ بنی اسرائیل کی واقعۂ معراج والی آیت میں فرمایا گیا:
ترجمہ:...... ''وہ (ذات) پاک ہے جو ایک رات میں اپنے بندے کو مسجد حرام (خانہ کعبہ) سے مسجد اقصیٰ (بیت المقدس) تک جس کے گرد ہم نے برکتیں رکھی ہیں لے گیا تا کہ ہم اسے اپنی قدرت

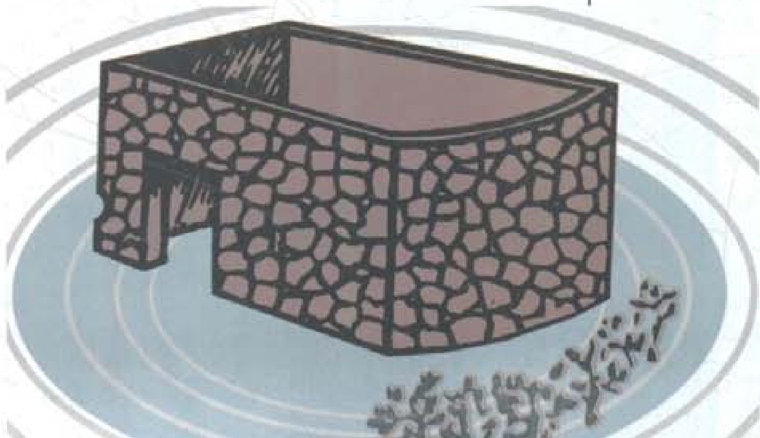


مقام ابراہیمؑ کا تقریبی خاکہ اور جن دو پتھروں پر اسے نصب کیا گیا ہے ان کی پیمائش

مزید معلومات ملاحظہ ہوں:

مقام ابراہیمؑ کی بلندی	اوپر کی سمت سے تینوں کونوں کا طول	چوتھے کونے کا طول	بالائی جانب سے محیط	زیریں جانب سے محیط	ایک قدم مبارک کی گہرائی	دوسرے قدم مبارک کی گہرائی
۲۰ سینٹی میٹر	۳۶ سینٹی میٹر	۳۹ سینٹی میٹر	۱۴۶ سینٹی میٹر	۱۵۰ سینٹی میٹر	۱۰ سینٹی میٹر	۹ سینٹی میٹر

وہ پتھر جس پر کھڑے ہو کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کعبہ کی دیواریں بلند کی تھیں اس پر قدم مبارک کے نقش محفوظ ہو گئے ہیں جو خاکہ میں دیکھے جا سکتے ہیں۔



حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تعمیر

ازل میں مشیت نے تھا جس کو تاکا   (الطاف حسین حالی)   کہ اس گھر سے ابلے گا چشمہ ہدیٰ کا

ہم
اِس
کے
پاسباں
ہیں
یہ
پاسباں
ہمارا
اقبالؔ

حضرت جبرئیل علیہ السلام کے ایماء پر مکہ مکرمہ کے چاروں طرف حد بندی کرکے نشان کے پتھر گاڑے۔(۹) یہی حدود حرم کہلاتے ہیں۔ مکہ سے جدہ کی سمت گیارہ میل، جعرانہ کی جانب چھ میل یمن کے راستے پر مقام اضاۃ کی طرف سے سات میل اور مدینہ منورہ کی جانب سے آتے ہوئے تنعیم ہے جو مکہ سے صرف تین میل ہے۔ دین حنیف کی تجدید کرنے والے خاتم النّبیین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے نشانات حرم کو ازسرنو واضح بنوادیا۔ مکہ فتح ہونے کے بعد حضرت تمیم رضی اللہ عنہ بن اسید خزاعی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے نئے پتھر نصب کئے۔(۱۰) خلفائے راشدین میں سے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ پھر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور عبدالملک بن مروان نے ان مقامات کی تجدید کی۔ ان نشانات کے درمیان کی زمین حرم شریف اور اس سے باہر کا حصہ ''حل'' کہلاتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسجد حرام میں ایک دفعہ نماز پڑھنے کا ثواب عام مسجدوں میں ایک لاکھ مرتبہ نماز پڑھنے کے برابر ہے۔(۱۱) یہ بھی ارشاد ہوا کہ مسجد حرام میں پڑھی ہوئی ایک نماز میری اس مسجد (نبویؐ) سے سوگنا زیادہ اجر رکھنے والی ہے۔(۱۲) ان ارشادات کی روشنی میں ثابت ہوا کہ کرۂ ارض پر سب سے



اس خوبصورت عمارت میں وہ پتھر جس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے نقوش قدم نقش ہیں اور جو ''مقام ابراہیم'' کہلاتا ہے۔ تصویر بشکریہ: سعید بن محسن باغزال (جدہ)

کی نشانیاں دکھائیں۔''(۵)

بیعت رضوان اور صلح حدیبیہ سے متعلق واقعات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ارشاد ہوا:

ترجمہ:...... ''بے شک اللہ نے اپنے پیغمبر کو سچا اور صحیح خواب دکھایا کہ تم اللہ نے چاہا تو مسجد حرام میں اپنے سر منڈوا کر اور اپنے بال کتروا کر امن وامان سے داخل ہوگے۔''(۶)

سورۂ توبہ میں دو مقامات پر ''مسجد حرام'' کا لفظ آیا ہے۔

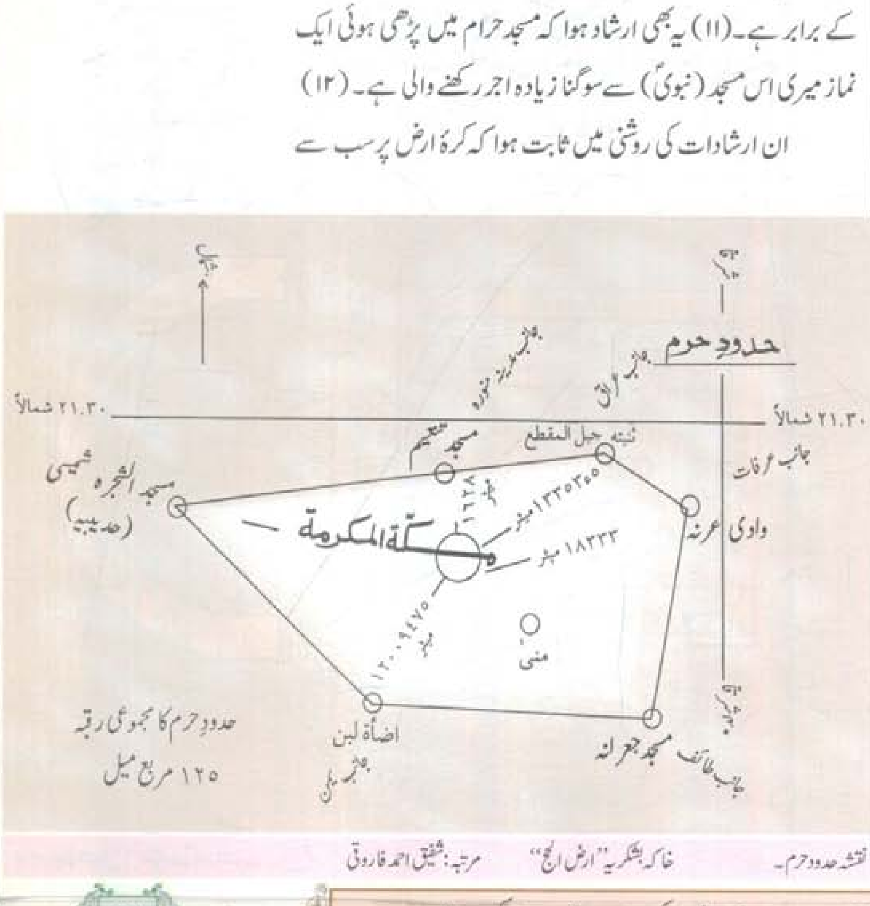
ترجمہ:...... ''مشرک ناپاک ہیں انہیں مسجد حرام کے پاس جانے کی ہرگز اجازت نہیں۔''(۷)

صلح حدیبیہ کے پس منظر میں فرمایا گیا

''لیکن وہ لوگ جن سے تم نے مسجد حرام کے پاس عہد کیا ہے'' اس طرح حدیبیہ کا مقام حرم میں شامل ہے۔(۸)

مسجد حرام سے وہ کشادہ صحن مراد ہے جو کعبہ کے گرد بیرونی دیوار تک پھیلا ہوا ہے۔ آئندہ مسجد کے صحن میں جو بھی اضافہ اور وسعت ہوگی وہ مسجد حرام میں شامل ہے۔

کعبہ کی بنیاد رکھنے کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے



نقشہ حدود حرم۔ خاکہ بشکریہ ''ارض الحج'' مرتبہ: شفیق احمد فاروقی

جانِ مضطر کی حقیقت کو نمایاں کردوں

اقبال



زیادہ حرمت والی جگہ مسجد حرام ہے۔

مسجد حرام کے مینار

مسجد حرام میں پہلا مینار باب عمرہ کی جانب ۱۲۷ ہجری (۷۴۵ء) میں عباسی خلیفہ ابوجعفر منصور نے تعمیر کرنے کا شرف حاصل کیا۔

۱۶۷ ہجری (۷۸۴ء) میں خلیفہ مہدی نے مزید تین مینار باب السلام، باب علی اور باب وداع پر تعمیر کروائے۔ ۲۷۹ ہجری (۸۹۲ء) اور ۲۸۸ ہجری (۹۰۱ء) میں عباسی خلیفہ معتضد نے باب زیارہ اور قطبی کے درمیان پانچواں مینار بنوایا۔

شاہ اشرف قاتیبائی نے ۸۸۰ھ (۱۴۷۵ء) میں باب السلام اور باب النبی کے درمیان چھٹا مینار بلند کیا۔ سلطان سلیم خان عثمانی نے باب محکمہ کے سامنے ساتواں مینار بنانے کا شرف حاصل کیا۔

یہ سات مینار اب سعودی توسیع میں مزید خوبصورت بنا دیئے گئے ہیں۔ ہر مینار کی بلندی مطاف سے کوئی ۹۵ میٹر ہے۔ ان کی بنیاد زیر زمین چٹانوں پر رکھی گئی ہے۔ ہر مینار کے تین حصے ہیں۔ پہلے حصے کی بلندی تقریباً ۷ میٹر ہے جو اوپر جا کر مثمن شکل اختیار کر لیتی ہے۔ ہر حصے میں ایک بالکونی بنائی گئی ہے جس میں شیڈوں میں قوس کی صورت سبز رنگ کی ٹائلیں لگی ہوئی ہیں۔ اس کے انعکاس سے قلب و نظر کو تسکین اور طراوت (ٹھنڈک) دینے والی سبز شعاعیں ''کرشمہ دامنِ دل می کشد کہ جا اینجاست'' کا مصداق بن جاتی ہیں۔

پہلے حصے سے دوسرے حصے تک کی بلندی ۲۲٫۲ میٹر ہے اس کی شکل مثمن جیسی ہے۔ اس کا درمیانی فاصلہ ۵٫۶ میٹر ہے۔ اس میں آٹھ چھوٹی کھڑکیاں ہیں جو ۸ کونوں کے اضلاع پر منقسم ہیں۔ بالکونی کے اوپر گنبد نما تعمیر ہے جو سبز رنگ کے تانبے کی بنیاد پر اٹھائی گئی ہے جس کی بلندی ۵٫۶ میٹر ہے۔ اس کا وزن ۱۵۴۰ کلوگرام ہے اس کے اوپر چاند نصب کیا گیا ہے جو ۱٫۶ میٹر بلند ہے۔ مینار کی پہلی اور دوسری بالکونی تک پہنچنے کے لیے مینار کے اندر ہی گول سیڑھیاں موجود ہیں۔ مینار پر موجود چاند سطح سمندر سے ۲۸۲٫۸ میٹر بلند ہے ؎

زمینِ کوچہ جاناں سے آ رہی ہے صدا
بلندیاں نہیں مخصوص آسماں کے لیے



موجودہ بیت اللہ ___ مساحت اور مقامات کی تشریح۔ بشکریہ: ''ارض الحج'' مرتبہ: شفیق احمد فاروقی

حرم کا راز توحیدِ اُمم ہے
اقبال

حج کی پکار

القرآن: وَ اِذْ بَوَّاْنَا لِاِبْرٰهِيْمَ مَكَانَ الْبَيْتِ اَنْ لَّا تُشْرِكْ بِيْ شَيْـًٔا وَّ طَهِّرْ بَيْتِيَ لِلطَّآىِٕفِيْنَ وَ الْقَآىِٕمِيْنَ وَ الرُّكَّعِ السُّجُوْدِ ﴿۲۶﴾ وَ اَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَاْتُوْكَ رِجَالًا وَّ عَلٰى كُلِّ ضَامِرٍ يَّاْتِيْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ ﴿۲۷﴾

ترجمہ: یاد کرو وہ وقت جب کہ ہم نے ابراہیم کے لئے اس گھر (خانہ کعبہ) کی جگہ تجویز کی تھی (اس ہدایت کے ساتھ) کہ میرے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرو اور میرے گھر کو طواف کرنے والوں اور قیام و رکوع و سجود کرنے والوں کے لئے پاک رکھو اور لوگوں کو حج کے لئے اذن عام دے دو کہ وہ تمہارے پاس ہر دور دراز مقام سے پیدل اور دبلی اونٹنیوں پر سوار آئیں۔ (سورۂ حج، آیات ۲۶ تا ۲۷)

الحدیث: حضرت عبداللہؓ بن مسعود سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "پے در پے حج اور عمرہ کیا کرو کیونکہ دونوں فقر و محتاجی اور گناہوں کو اس طرح دور کر دیتے ہیں جس طرح لوہار اور سنار کی بھٹی لوہے اور سونے چاندی کا میل کچیل دور کر دیتی ہے اور حج مبرور کا صلہ اور ثواب تو بس جنت ہے۔" (جامع ترمذی، سنن نسائی)

وادیٔ غیر ذی زرع (۱) یعنی بن کھیتی کی سرزمین میں بیت اللہ کی تعمیر مکمل ہوگئی تو معمارِ حرم حضرت ابراہیم علیہ السلام کو مالک الملک کا حکم ہوا کہ لوگوں کو حج کے لئے بلاؤ۔ انہیں میرے گھر کے طواف اور زیارت کی دعوت دو۔ عرض کیا: اے معبود! میں کیا اور میری آواز کیا؟ کتنے لوگوں تک یہ صدا پہنچ سکے گی؟ ندا آئی:

"اے ابراہیم! آواز لگانا تمہارا کام ہے اور اس کے پہنچانے کی ذمہ داری ہماری ہے۔" (۲)

یہ جواب پا کر حضرت ابراہیم علیہ السلام جبل بوقبیس کی چوٹی پر چڑھ گئے اور یوں دنیا کے بت کدے میں حرم کے اولین موذن کی آواز بحکم الٰہی گونجی:

ماخذ اور حوالے

(۱) سورۂ ابراہیم آیت ۳۷
(۲) تذکرہ انبیاءؑ حصہ اول ص ۱۸۲، قاری شریف احمد
(۳) سورۂ مائدہ، آیت ۹۷
(۴) تفسیر ابن کثیر (اردو) جلد ۳، ص ۵۵، سورۂ حج
(۵) سورۂ ممتحنہ، آیات ۴، ۶
(۶) سورۂ احزاب، آیت ۲۱
(۷) صحیح بخاری، کتاب الانبیاء، حدیث ۵۷۳، باب ۳۱۲
(۸) سورۂ بقرہ آیت ۱۲۴
(۹) سورۂ انعام، آیت ۹۲
(۱۰) سورۂ تین، آیت ۳، و بقرہ آیت ۱۲۶
(۱۱) صحیح بخاری، کتاب الانبیاء، حدیث ۵۹۲ (مترجمہ عادل خان و فاضل قریشی)
(۱۲) قصص الانبیاء (اردو) ص ۱۸۴، بحوالہ حدیث ابن عباسؓ
(۱۳) جامع ترمذی، ابواب الحج
(۱۴) سورۂ بقرہ، آیت ۱۲۵
(۱۵) قصص الانبیاء (اردو) ص ۲۰۶، ابن کثیر مترجمہ محمد اصغر
(۱۶) تاریخ ارض القرآن، جلد دوم، ص ۲۸۴، سید سلیمان ندوی

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لیے (اقبال) نیل کے ساحل سے لے کر تابخاکِ کاشغر



مسجد حرام کا ایک صدی سے زیادہ قدیم منظر۔

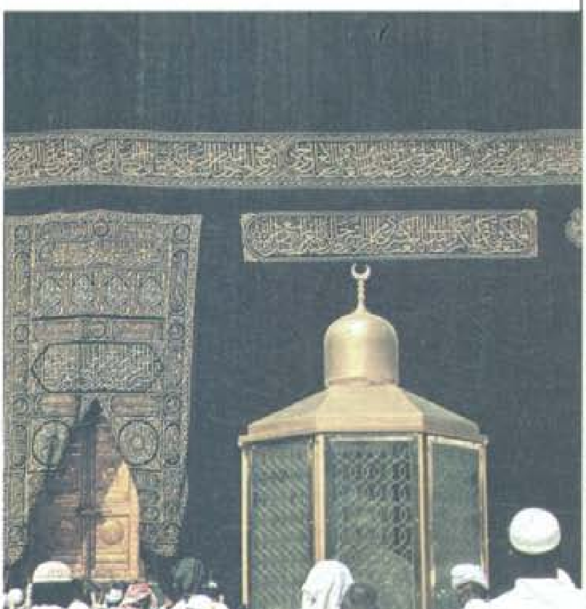
تو تجلی ہے سراپا چشمِ بینا کے لئے

اقبال

وَاَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ
اورلوگوں میں حج کے لئے ندا کرو۔

فرمایا: ''اے لوگو! یہ تمہارے رب کا گھر ہے، اس کا حج کرو۔'' (۳)

روایت ہے کہ وہ چوٹی آپ ہی آپ بلند ہوگئی۔ اس اذان کی بازگشت چاردانگ عالم میں سنائی دی۔ ادھر حکم خالق سے قیامت تک پیدا ہونے والی اہل ایمان کی روحیں جمع ہوگئیں۔ روئے زمین کے ہر ذی روح نے نوید ابراہیمؑ سنی۔ مشرق سے مغرب تک اور شمال سے جنوب تک۔ حجر، شجر، انسان، حیوان کوئی ایسا نہ رہا جس کے کانوں تک موذن اوّلین کی دعوت عام نہ پہنچی ہو۔ ہر طرف سے لبیك اللهم لبیك کا جواب آیا۔ (۴) سائنس کی ترقی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اعلان کی تصدیق کررہی ہے۔ فضا میں موجود برقی لہریں ہوا کے دوش پر ایک برّ اعظم سے دوسرے برّ اعظم تک انسانی آوازوں کو پہنچاتی ہیں۔ ٹیلی فون، ریڈیو اور ٹیلی ویژن اس کے گواہ ہیں۔ قدرت کے اس لاسلکی نظام کا عملی مظاہرہ حرم کے پہلے



شاہ فیصل شہید کے حکم سے ۱۹۶۷ء میں اس حجرے کو گرادیا گیا جس میں ''مقام ابراہیم'' یعنی نقوش قدم محفوظ تھے۔ اصل پتھر کو ایک خوبصورت فانوس میں رکھ کر اسکے اطراف پیتل کا پہلودار فانوس بنادیا گیا جس میں سے قدم مبارک آسانی سے دیکھے جاسکتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنھما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: ''حجر اسود اور مقام ابراہیم (پتھر) جنت کے یاقوتوں میں سے دو یاقوت ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے نور کو مٹادیا اگر نہ مٹاتا تو مشرق سے مغرب تک ان کی روشنی ہوتی۔ اللہ رب العزت نے امت مسلمہ کو ان دونشانیوں سے سرفراز فرمایا۔ چنانچہ حجر اسود کو مبداء اور اختتام طواف کا نشان ٹھیرایا اور مقام ابراہیم کو مصلّٰی (جائے نماز) قرار دیا۔ (جامع ترمذی)



مقام ابراہیم ایک نرم پتھر ہے جیسے پانی کے پتھر ہوتے ہیں۔ مربع شکل کے اس پتھر میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قدموں کے نشان ہیں۔ قدم مبارک پتھر کے اندر دھنسے ہوئے ترچھے ہیں دونوں کے درمیان دو انگل کا فاصلہ ہے۔ لوگوں نے اسے کثرت سے چھوا ہے اور زم زم کا پانی اس میں بھر بھر کے پیا ہے اس لئے یہ نقش گڑھے کی صورت اختیار کرگیا ہے۔

بحوالہ بخاری کتاب الانبیاء

(۱۷) قصص القرآن، حصہ اوّل ص ۲۳۴، محمد حفظ الرحمٰن سیوہاروی بحوالہ تورات کتاب پیدائش
(ب) صحیح بخاری کے حوالے سے ابن کثیر نے لکھا ہے کہ آلے (بسولے) سے ۸۰ سال میں ختنہ فرمائی

(۱۸) تذکرۃ الانبیاءؑ، حصہ اوّل، ص ۱۷۰، قاری شریف احمد

(۱۹) ایضاً ص ۱۶۹، ۹ ذی الحجہ نماز فجر سے ۱۳ رکی نماز عصر تک ہر فرض نماز کے بعد یہ تکبیرات تشریق پڑھی جاتی ہیں

(۲۰) سورۂ بقرہ، آیت ۱۴۴

(۲۱) سورۂ بقرہ، آیت ۱۲۵

(۲۲) سورۂ صافات آیت ۱۰۹

تو بندۂ آفاق ہے وہ صاحبِ آفاق
اقبال

موذن نے کیا۔

سورۂ حج میں فرمایا گیا:

ترجمہ...... ''یہ ملت تمہارے مورث اعلیٰ ابراہیم علیہ السلام کی ہے۔''

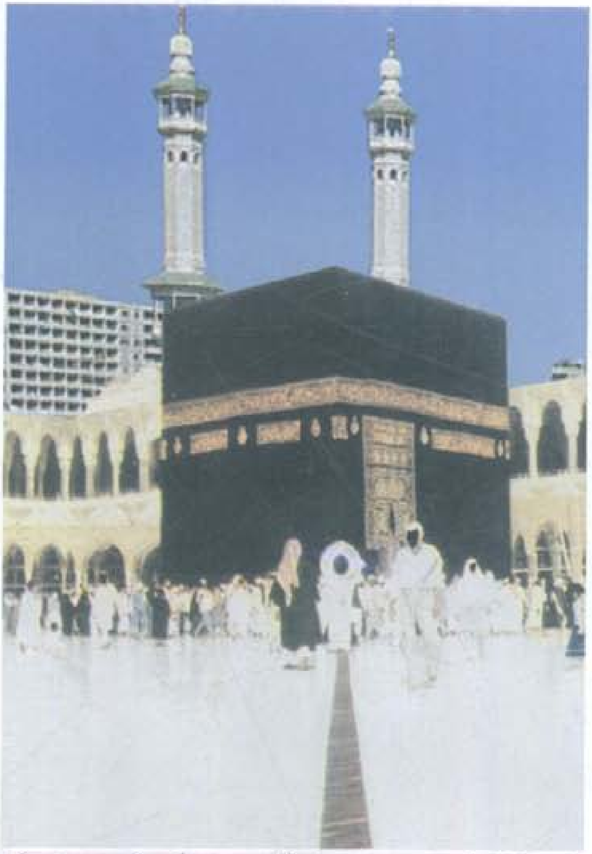
سورۂ ممتحنہ میں ارشاد ہے:

ترجمہ...... ''یقیناً تمہارے لئے ابراہیم علیہ السلام کی زندگی ''اسوہ'' (قابل تقلید نمونہ) ہے۔''(۵)

دوسری ہستی جن کی زندگی مسلمانوں کے لئے ''اسوہ'' قرار دی گئی وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے سورۂ احزاب میں فرمایا گیا:

ترجمہ...... ''اللہ کے رسول کی زندگی میں تمہارے لئے بہترین نمونہ ہے۔''(۶)

اس مقام تک پہنچنے کے لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو تین کڑی آزمائشوں سے گزرنا پڑا۔ پہلی منزل آزمائش فکر و نظر تھی۔ بت پرستی اور مظاہر پرستی پر احتجاج۔ دوسرا امتحان سلطان جابر کے آگے عزم وارادہ اور نار نمرود کی گزرگاہ تھی۔ آخری اور کٹھن منزل ایمان و یقین کی راہ میں دعاؤں کے حاصل نور نظر اور لخت جگر کی قربانی تھی۔ جب ان نازک امتحانوں میں کامیاب ہوئے تو خلیل اللہ بنے (۷) اور امام الناس کی سیرت ''اسوہ''۔(۸)



تصویر میں جو لائن نظر آرہی ہے یہ حجر اسود کے بالکل سامنے ہے۔ اگر ہجوم کی وجہ سے حجر اسود کی جگہ کا صحیح اندازہ نہ ہوسکے تو اس لائن کو دیکھ کر حجر اسود کی صحیح جگہ کا اندازہ کر لیجیے۔



کعبہ کے جنوب مشرقی حصہ میں حجر اسود ہے۔ تصویر میں دیوار کعبہ کے پتھر بھی اصل حالت میں دکھائی دے رہے ہے۔ سنگ اسود کے موجودہ حالت میں ایک بڑے چاندی کے جوف میں ہے جو ۲۰ سینٹی میٹر قطر کا ہے۔ زائر منہ ڈال کر حجر اسود کے ان اُبھرے ہوئے حصوں کو بوسہ دیتا ہے۔ حجر اسود سے مطاف کے آخری کنارے تک ایک سیاہ پٹی زائرین کو بتاتی ہے کہ اب وہ اس کے مقابل ہیں۔ یوں بوسے کی نشاندہی کا کام دیتی ہے حجر اسود ہی سے ابتداء طواف کا شمار ہوتا ہے۔



بئر زمزم حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی یادگار ہے۔ تصویر میں کنویں پر دو منزلہ عمارت ڈھانے سے پہلے زمین دوز انتظام دیکھا جاسکتا ہے۔

برستے ہیں گہر انوار کے میزابِ رحمت سے
کبوتر رقص میں ہیں بام کعبہ پر مسرّت سے
(ماہر القادری)



قدیم جمرہ

فطرت نے مجھے بخشے ہیں جوہرِ ملکوتی

اقبالؒ

دنیا کے دوسرے پیغمبر اور بڑے لوگ آثار قدیمہ کے کھنڈروں اور تاریخ کی بوسیدہ کتابوں میں زندہ ہیں اور ذات حیّ القیوّم نے جن ہستیوں کو ''اسوہ'' قرار دیا ان کی سیرت کروڑوں انسانوں کی زندگی میں قیامت تک کے لئے زندہ و پائندہ ہے۔ اس کا سب سے بڑا مظہر حج ہے۔ جہاں ہر نسل، ہر قوم، ہر زبان اور ہر رنگ کے انسان ابراہیم خلیل اللہؑ کی چار ہزار سالہ پرانی آواز پر مستانہ انداز میں ایک ہی لے، ایک ہی لگن، ایک ہی لباس (احرام) میں لبیک اللّٰھم لبیک کہتے ہوئے طواف حرم کرتے ہیں۔ ہر قسم کی صعوبتیں برداشت کر کے ہزاروں آرزوؤں کی نسیمِ ذوق وشوق سے سرشار دنیا کے کونے کونے سے اس گھر کی زیارت کے لئے آتے ہیں جہاں کا چپہ چپہ خانوادۂ خلیلؑ کی یاد گار ہے۔ شعائر حج پر نظر ڈالئے تو میاں، بیوی اور بچے کے اعمال کو ہر طرف جلوہ گر پایئے گا۔ میاں جو خلیل اللہ ہے، بیوی ہاجرہ جن سے وحی کے لانے والے فرشتے حضرت جبرئیل علیہ السلام ہم کلام ہوئے، بچہ اسمٰعیل جو



صفا اور مروہ کو قرآن مجید میں ''شعائر اللہ'' کہا گیا ہے۔ کبھی حضرت ہاجرہ علیہا السلام نے تلاش آب میں اکیلے سات چکر لگائے تھے۔ اخلاص عمل دیکھئے آج لاکھوں زائرین عمرہ و حج میں سنت ہاجرہ علیہا السلام کو تازہ کر رہے ہیں۔

وسعتِ گردوں میں تھی اُن کی تڑپ نظّارہ سوز
اقبال

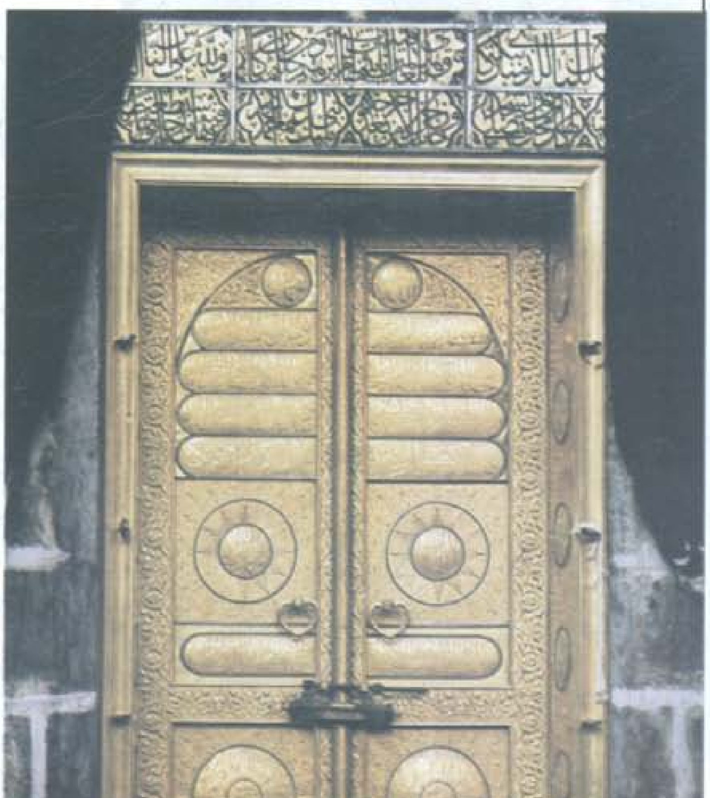


جدید دومنزلہ جمرہ

ذبیح اللہ ہے۔

جس وادیٔ غیر ذی زرع میں بیوی بچے کو بے سہارا چھوڑ گئے وہ اُمّ القریٰ (۹) اور بلدالامین بن گئی، (۱۰) جس جگہ قیام کیا وہ حرم بن گیا۔(۱۱) حضرت ہاجرہ نے صفا و مروہ کے درمیان تلاش آب میں سات دوڑیں لگائی تھیں، یہ عمرہ و حج کا واجب رکن ''سعی'' قرار پایا۔(۱۲) جہاں حضرت ہاجرہؑ اور اسمٰعیلؑ دفن ہوے، وہ حجر اسمٰعیل یا حطیم بن کر بیت اللہ کے اندرونی زمین کا ہم پلہ بن گیا۔(۱۳) جس پتھر پر کھڑے ہوکر کعبہ کی تعمیر کی اس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قدموں کے نشان ہیں۔ وہ مقام ابراہیمؑ مسجد حرام کا مصلیٰ ہے۔(۱۴) کعبہ کے کونے میں لگایا ہوا (حضرت آدمؑ کا جنت سے لایا ہوا) پتھر ...... حجراسود...... طواف کرنے والوں کا نشان ابتدا وانتہا ہے۔ (۱۵) جہاں ننھے اسمٰعیلؑ نے پیاس سے بلبلا کر ایڑیاں رگڑیں تھیں وہاں جبرئیلؑ فرشتے نے ایڑی کو زمین پر مارا تو ہمیشہ جاری رہنے والا چشمہ ''زم زم'' نکل آیا۔(۱۶) اسی مقام پر سو سالہ باپ ابراہیم علیہ السلام کو حکم ہوا کہ اپنا اور تیرہ سالہ اسمٰعیلؑ کا ختنہ کروائیں۔ اہل ایمان میں یہ سنت براہیمی قیامت تک کے لئے فرض ہوگئی۔(۱۷) یہیں اپنی زندگی کی متاعِ گراں بہا آنکھوں کی ٹھنڈک، نوجوان بیٹے کو محض خواب میں اشارہ پاکر راہِ حق میں قربان کردیا۔ راستے میں جہاں جہاں شیطان نے معزز ماں، بیٹے اور باپ کو بہکانے کی کوشش کی تھی، جمرات بن گئے۔ آج بھی حجاج وہاں سات سات کنکریوں سے شیطان کو بھگاتے ہیں۔(۱۸)

قربانی وہ نازک مقام ہے جہاں اللہ کی محبت، خون کی محبت پر غالب آ گئی۔ منیٰ کی وادی میں آنکھوں پر پٹی باندھ کر لختِ جگر کے حلقوم پر چھری پھیر دی۔ چشمِ فلک نے آج تک ایسا حیرت زا ایمان آفریں نظارہ نہیں دیکھا تھا۔ ملائکہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے یہ منظر دیکھ رہے تھے۔ بے اختیار حضرت جبرئیلؑ کی



کعبہ کا دروازہ جو خالص سونے سے بنایا گیا ہے۔

> خود تجلی کو تمنّا جن کے نظاروں کی تھی
>
> اقبال

مسجد حرام کی توسیعات

(۱) تعمیر قریش ۱۸ سال قبل ہجرت۔ اس وقت حجر اسود کی تنصیب کا شرف ہونے والے رسالت مآب محمد بن عبداللہؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو حاصل ہوا۔

(۲) حضرت عمرؓ بن خطاب کا اضافہ ۱۷ ہجری

(۳) حضرت عثمانؓ بن عفان کا اضافہ ۲۶ ہجری

(۴) حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کا اضافہ ۶۵ ہجری

(۵) خلیفہ ولید بن عبدالملک کا اضافہ ۹۱ ہجری

(۶) خلیفہ ابی جعفر المنصور کا اضافہ ۱۳۷ ہجری

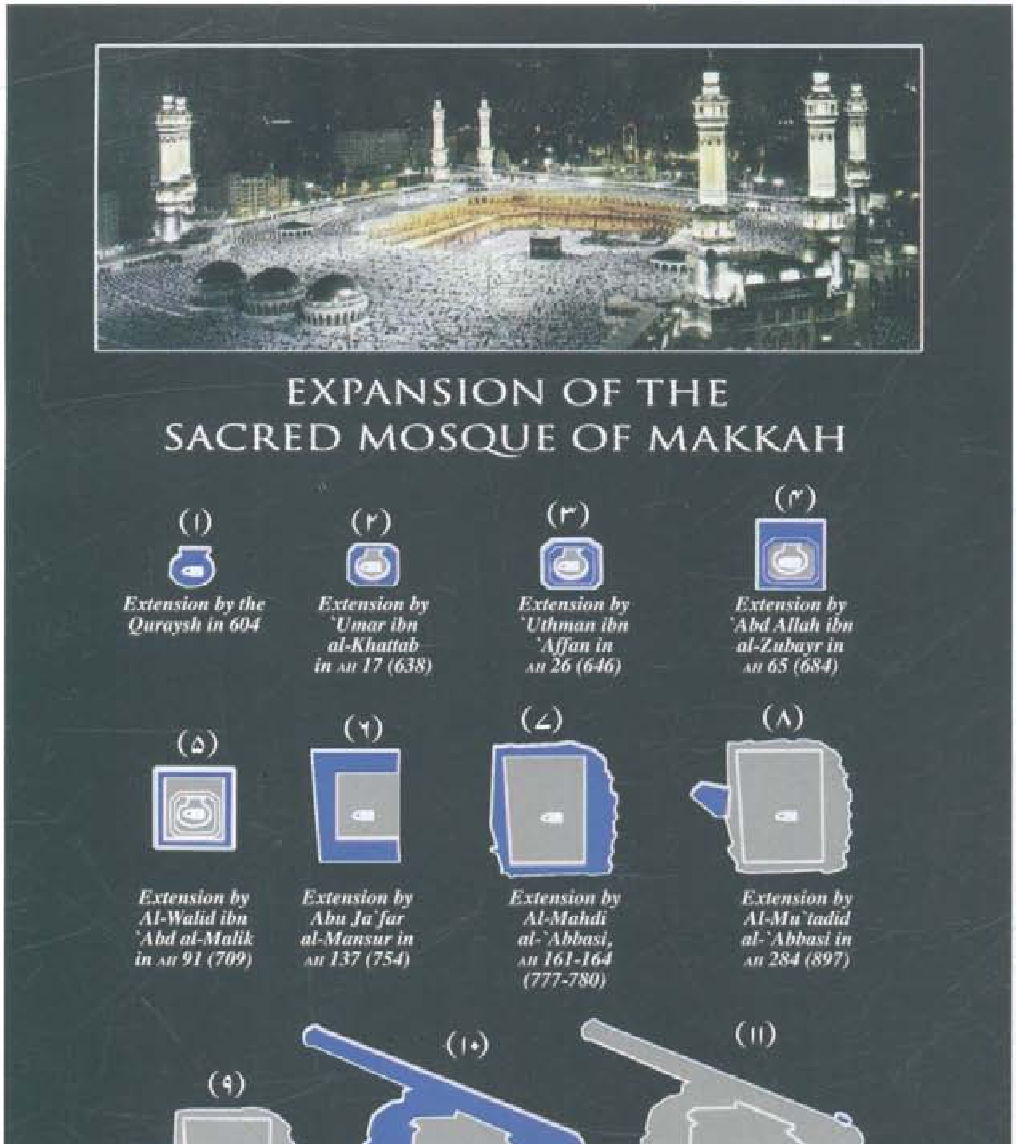
(۷) خلیفہ محمد المہدی کا اضافہ ۱۶۱ اور ۱۶۴ ہجری

(۸) خلیفہ المعتضد عباسی کا اضافہ ۲۸۴ ہجری

(۹) خلیفہ المقتدر عباسی کا اضافہ ۳۰۶ ہجری

(۱۰) سعودی حکمرانوں کی توسیع ۱۳۷۵ تا ۱۳۹۶ ہجری

(۱۱) خادم الحرمین شریفین شاہ فہد بن عبدالعزیز کی توسیع ۱۴۰۹ ہجری موجودہ حکمران شاہ عبداللہ بن عبدالعزیز نے مارچ ۲۰۰۸ء کو مزید توسیعی کے منصوبے کا افتتاح کیا۔



زبان سے نعرہ بلند ہوا ...... اللہ اکبر، اللہ اکبر ...... رسی سے ہاتھ پاؤں بندھے ذبیح اللہ نے جواب دیا۔ لا الہ الا اللہ و اللہ اکبر۔ اتنے میں آنکھوں پر پٹی باندھے خلیل اللہ نے حلقوم اسمٰعیلؑ پر چھری چلادی۔ حکمِ رب سے جبرئیل امینؑ نے اسمٰعیلؑ کو ہٹالیا اور ان کی جگہ جنت سے لایا ہوا ایک دنبہ رکھ دیا۔ حضرت ابراہیم خلیل اللہؑ نے پٹی کھولی تو بیٹے کو صحیح و سالم پایا اور ان کی جگہ دنبہ ذبح ہوا پڑا پایا۔ بے اختیار زبان پر آیا "وَاللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْد" حبِّ الٰہی کے عملی مظاہرے نے ان نازک لمحات میں دل کی گہرائیوں سے نکلے ہوئے مضطربانہ کلمات کو قیامت تک کے لئے دنیا کے کونے کونے میں بسنے والے اہلِ ایمان کے لئے ایامِ تشریق کی تسبیح جانفزا بنا دیا۔ (۱۹) اس ذبح عظیم کی یادگار یعنی قربانی حج پر آنے والوں اور دنیا کے کسی بھی حصے میں بسنے والے صاحب نصاب مسلمانوں پر واجب کردی گئی۔ یوں منزل عشق حقیقی کے طلب گاروں کے لئے جریدۂ عالم پر حیات دوام کے نقش ثبت کردیئے گئے۔

آتش کدۂ نمرود سے جتنی چنگاریاں پھوٹی تھیں اس سے کئی گنا زیادہ ایام تشریق کے کلماتِ روح پرور صدقِ خلیل کا نذرانہ ہیں۔ مسجد حرام ساری دنیا کے مسلمانوں کا قبلہ ہے (۲۰) اور مقام ابراہیم حرم کعبہ میں امام کا مصلیٰ ہے۔ (۲۱) اہل ایمان کی کوئی نماز مکمل ہی نہیں ہوتی جب تک درود ابراہیمی جزو عبادت نہ ہو۔

سلامٌ علی ابراہیم ...... سلامٌ علی ابراہیم (۲۲)

اسی سے ہے ترے نخلِ کہن کی شادابی

اقبال

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آباء و اجداد

القرآن: یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّ اُنْثٰى وَ جَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآىِٕلَ لِتَعَارَفُوْا ؕ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ ﴿۱۳﴾

ترجمہ: اے لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور پھر تمہاری قومیں اور برادریاں بنادیں تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچانو، درحقیقت اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تمہارے اندر سب سے زیادہ پرہیز گار ہے۔ یقیناً اللہ سب کچھ جاننے والا اور باخبر ہے۔ (سورۂ حجرات: آیت: ۱۳)

الحدیث: حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ جل جلالہٗ نے اولاد ابراہیم علیہ السلام سے اسمٰعیل علیہ السلام کو چنا۔ اولاد اسمٰعیل علیہ السلام سے کنانہ کو چنا اور بنی کنانہ سے قریش کو چنا۔ قریش سے بنی ہاشم کو چنا اور بنی ہاشم سے مجھے منتخب فرمایا۔ (صحیح مسلم، کتاب الفضائل)

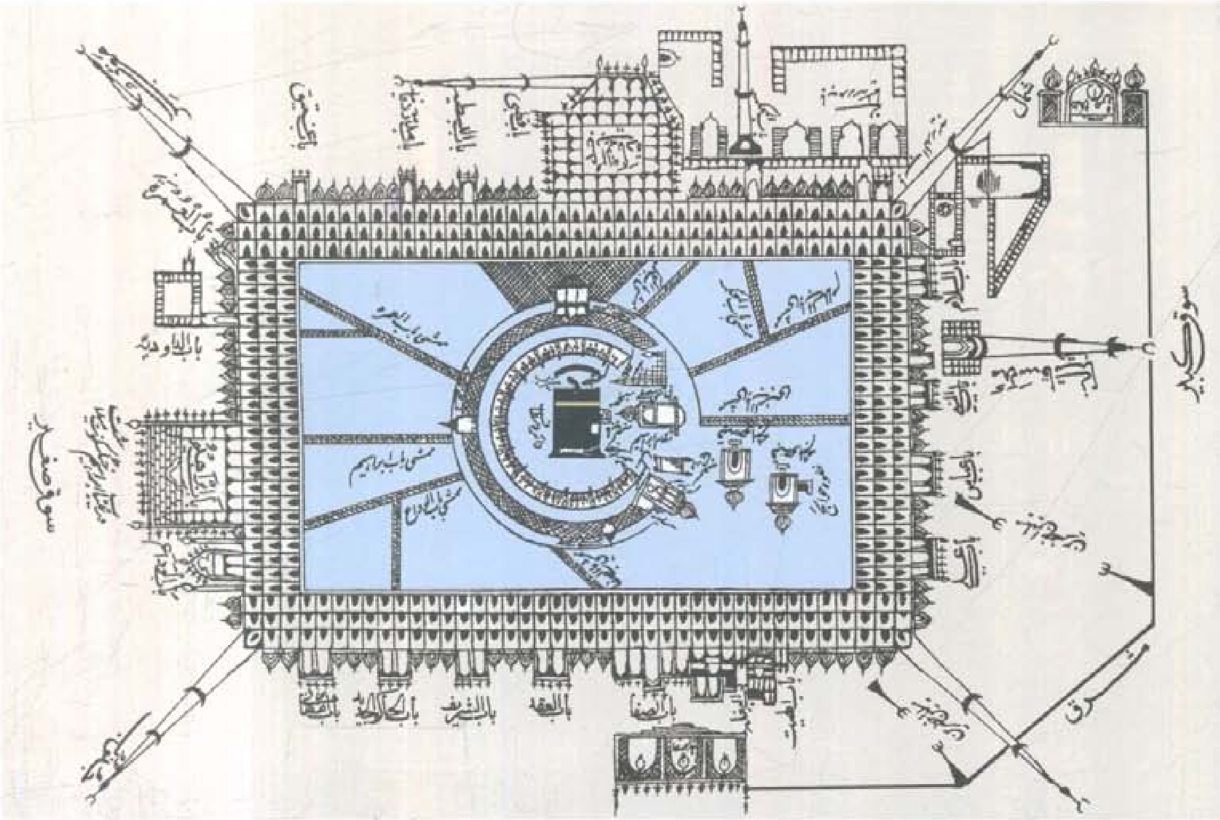
سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا شجرۂ مبارک یوں ہے ابوالقاسم محمدؐ بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرّہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان۔ (۱)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے نسب کا ذکر فرما رہے تھے جب یہ سلسلہ عدنان تک پہنچا تو ارشاد ہوا یہاں سے اوپر تک اہل نسب نے غلط بیانی کی ہے۔ اہل تاریخ کا خیال ہے کہ عدنان حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے قیدار نامی صاحبزادے کی ۳۷ویں پشت میں پیدا ہوئے۔ قریشی نسب فہر پر ختم ہوتا ہے۔ ان ہی کا لقب قریش تھا۔ اس سے پہلے والے کنانی کہلاتے ہیں۔

فہر ہی کے زمانے میں حمیری خاندان کے بادشاہ حسان بن کلال نے بیت اللہ کے مبارک پتھر یمن لے جاکر کعبہ بنانے کی کوشش کی تاکہ حج کا عظیم اجتماع وہاں ہو۔ فہر نے تمام قبائل کی مدد سے اسے

ماخذ اور حوالے

(۱) جمھرۃ انساب العرب ص ۱۰، ابن حزم
(۲) عہد نبوی میں نظام حکمرانی، ڈاکٹر محمد حمید اللہ، ص ۷۱ تا ۹۷، اردو اکیڈمی، سندھ
(۳) تاریخ اسلام موسوم بہ تاریخ یعقوبی: احمد بن یعقوب، ص ۲۵، جلد دوم، نفیس اکیڈمی
(۴) سیرت النبی کامل، جلد اوّل، ص ۷۲، ابن ہشام
(۵) تاریخ یعقوبی، جلد دوم، ص ۳، احمد بن یعقوب مترجمہ اختر فتح پوری
(۶) مدارج النبوت، ص ۱۱، شیخ عبدالحق دہلوی مترجمہ شمس بریلوی
(۷) سیرت ابن اسحٰق ص ۶۵، مترجمہ رفیع اللہ شہاب، مقبول اکیڈمی
(۸) سیرت ابن اسحٰق، نقوش رسول نمبر، جلد ۱۱، ص ۲۰، ادارۂ فروغ اردو



"نقشہ کعبہ شریف" کے عنوان سے مسجد حرام کا قدیم ترین خاکہ۔

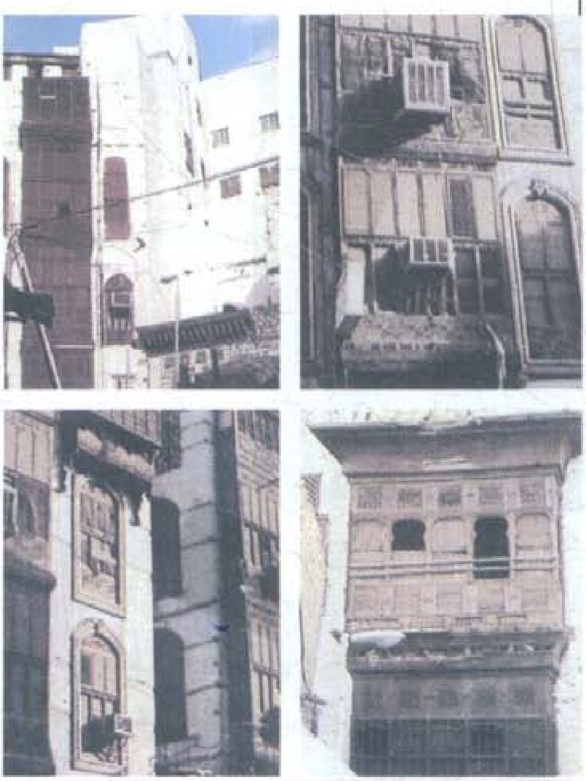
گھر
میرے
اَجداد
کا
سرمایۂ
عزّت
ہوا
اقبال

شکست دی۔ شاہ یمن گرفتار ہوا اور تین سال بعد زرفدیہ ادا کر کے رہائی پائی۔ دلیری کے اس واقعہ نے فہر کی عظمت کو چار چاند لگا دیئے۔

اسی فہر کی چھٹی پشت میں ایک عظیم شخص قصی پیدا ہوا۔ اس نے قریش کے منتشر قبائل کو مکہ میں آباد کیا۔ تجارتی کاروانوں کو منظم کیا۔ فرزندان حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے بعد وہ بہت بااختیار ہوا۔ ۴۴۰ء میں کعبہ کی تولیت حاصل کی۔ مکہ کا انتظام قریش کے خاندانوں میں تقسیم کیا۔ دارالندوہ (ایوان حکومت یا پارلیمنٹ) بنایا اور اس کا دروازہ بیت اللہ (حرم) کی جانب رکھا۔

مکہ کی شہری مملکت کے چودہ عہدے تھے جو قریش کے دس

(۹) تاریخ یعقوبی۔ جلد دوم ص ۱۵
(۱۰) سیرت ابن اسحاق ص ۶۹ مترجمہ رفیع اللہ شہاب
(۱۱) کتاب المعارف: ابن قتیبہ ص ۹۷ مترجمہ سلام اللہ صدیقی
(۱۲) روزنامہ نوائے وقت ۱۳ جنوری ۱۹۷۸ء



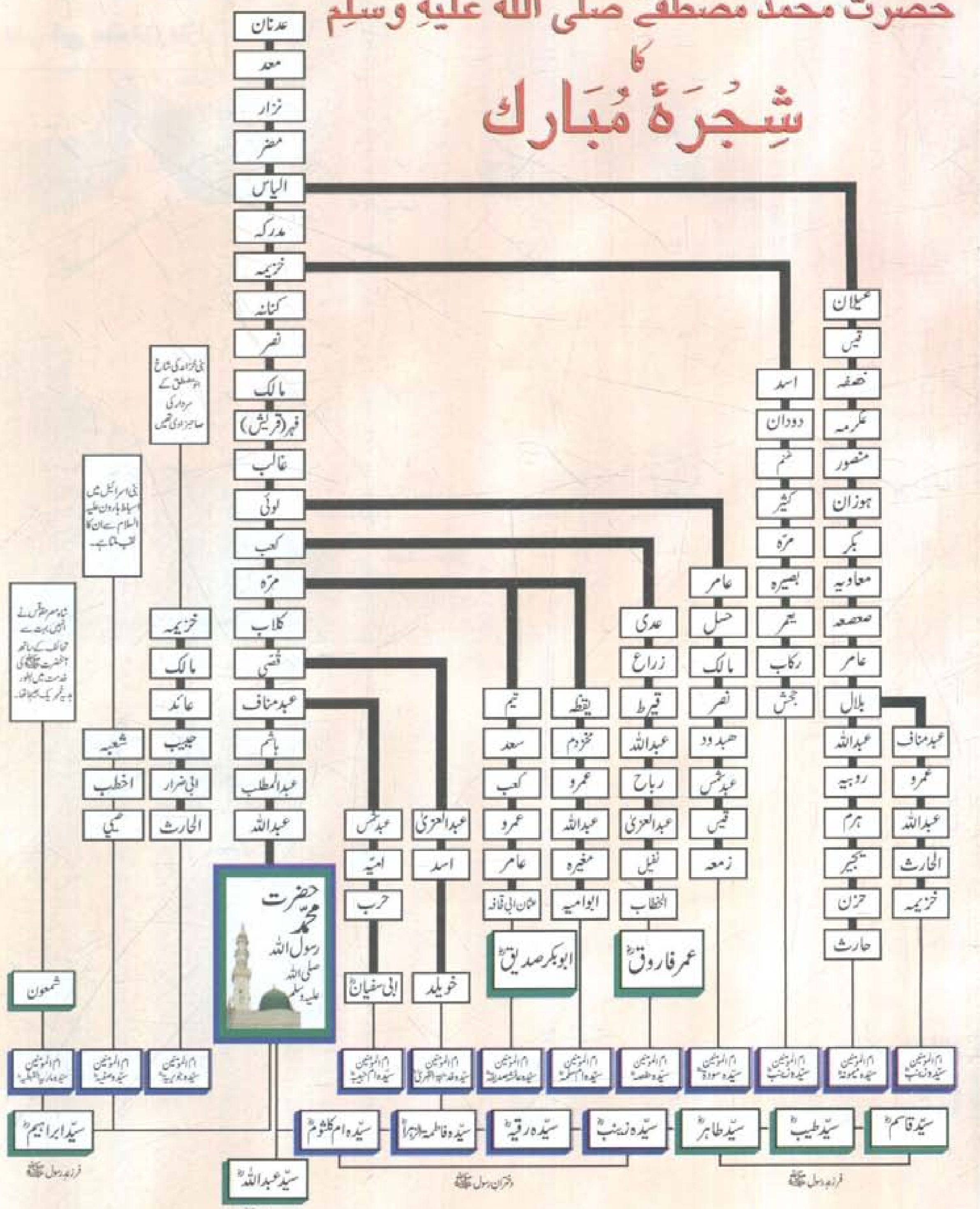
بنی ہاشم کے محلے میں پرانے طرز کے مکانات۔



قریش کے سب سے معزز قبیلہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے آباء و اجداد کا محلہ۔

اِسی سے ہے بہار اِس بوستان کی
(اقبال)

حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا شجرۂ مبارک



شجرۂ مبارک

قبائل میں تقسیم کردیئے فہر نے ان پر بیت اللہ کی اہمیت واضح کرتے ہوئے کہا ''حجاج صدہا کوس کی مسافت طے کرکے حرم کی زیارت کے لئے آتے ہیں ان کی میزبانی ہمارا فرض ہے۔ اس پر سب نے سالانہ رقم مختص کی۔ چرمی حوض بنا کر پانی کا معقول انتظام کیا۔ منیٰ میں کھانے کی فراہمی کی ذمہ داری لی۔ قصی کے بعد سیاسی فرائض کسی ایک فرد میں دوبارہ جمع نہ ہوسکے۔ مکہ کی شہری مملکت میں قریش کے


مکہ کے ایک قدیم محلے میں ایک عمارت میں لکڑی کے بنے خوبصورت چھجے



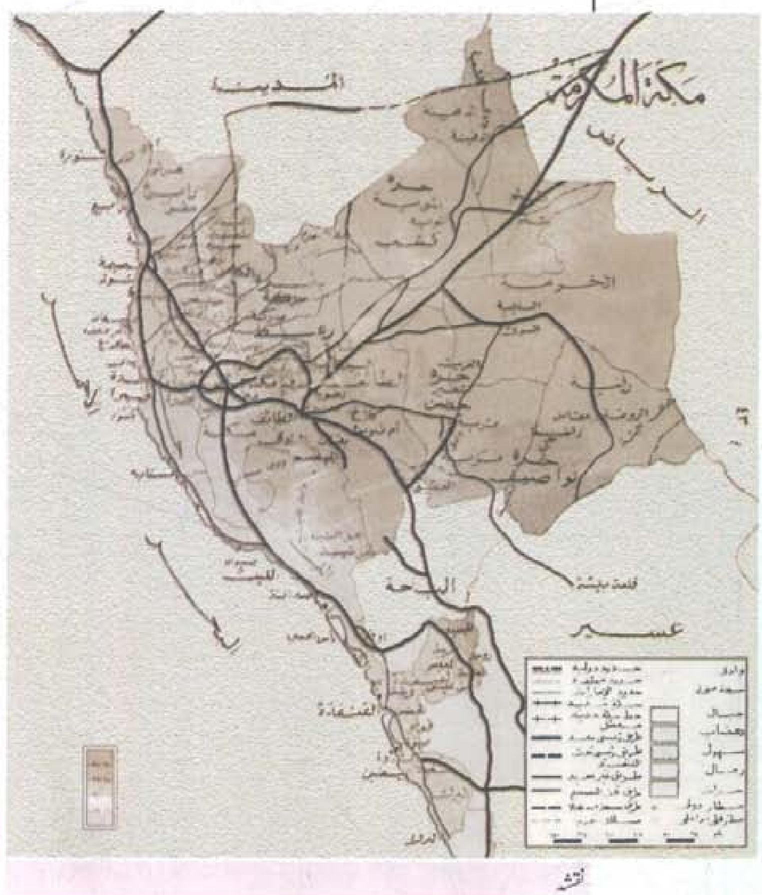
عربوں کی تجارتی منڈیاں اور راستے (اسواق العرب) جن سے ایک منظم معاشی واقتصادی نظام کا پتا چلتا ہے۔

> فقط یہ بات کہ پیرِ مغاں ہے مردِ خلیق
>
> اقبال

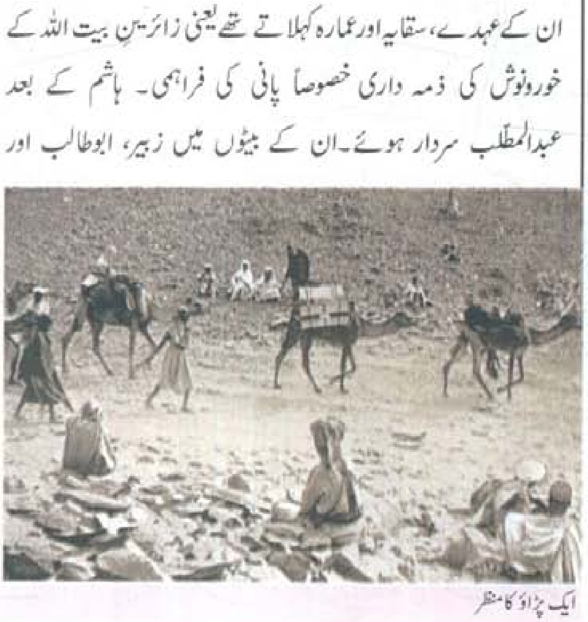
حسب ذیل دس قبائل کی سیادت قائم ہوگئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت ان خاندانوں کے سربراہوں کا شجرہ قبائل سے متعلق کام کا مختصر تعارف درج ہے۔(۲)

ا۔بنی ہاشم (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خاندان)

ان کے عہدے، سقایہ اور عمارہ کہلاتے تھے یعنی زائرینِ بیت اللہ کے خورونوش کی ذمہ داری خصوصاً پانی کی فراہمی۔ ہاشم کے بعد عبدالمطّلب سردار ہوئے۔ان کے بیٹوں میں زبیر، ابوطالب اور



نقشہ



ایک پڑاؤ کا منظر


ایک تجارتی کارواں مکہ لوٹ رہا ہے

حضرت عباس رضی اللہ عنہ اس عہدہ کے ذمہ دار رہے (عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدمناف بن قصی)

۲۔ بنی اُمیّہ

امورِ افواج کی ذمہ داری۔ قومی جھنڈے عقاب کو اٹھانے اور جنگ کی صورت میں سپہ سالاری کے فرائض انجام دینا۔ (حرب بن امیہ بن عبدالشمس بن عبدمناف بن قصی) بعثت کے وقت ابوسفیان بن حرب سردار تھے۔

۳۔ بنی نوفل

امورِ رفادہ یعنی غربا کی نگرانی اور مدد کی ذمہ داری اس خاندان کے سپرد تھی۔

۴۔ بنی عبدالدّار

امورِ حجابت یعنی بیت اللہ کو زائرین کے لئے کھولنا اور بند کرنا۔ کلید کعبہ کی حفاظت کرنا۔ بعثت کے وقت عثمان بن طلحہ کلید بردار تھے۔

۵۔ بنی اسد

شعبۂ مشاورت اور دارالندوہ کے انتظامات اس خاندان سے متعلق تھے۔ اہم امور میں دارالندوہ میں باہمی صلاح ومشورے سے مسائل طے ہوتے۔ یزید بن زمعہ بعثت کے وقت ذمہ دار تھا۔

۶۔ بنی تیم

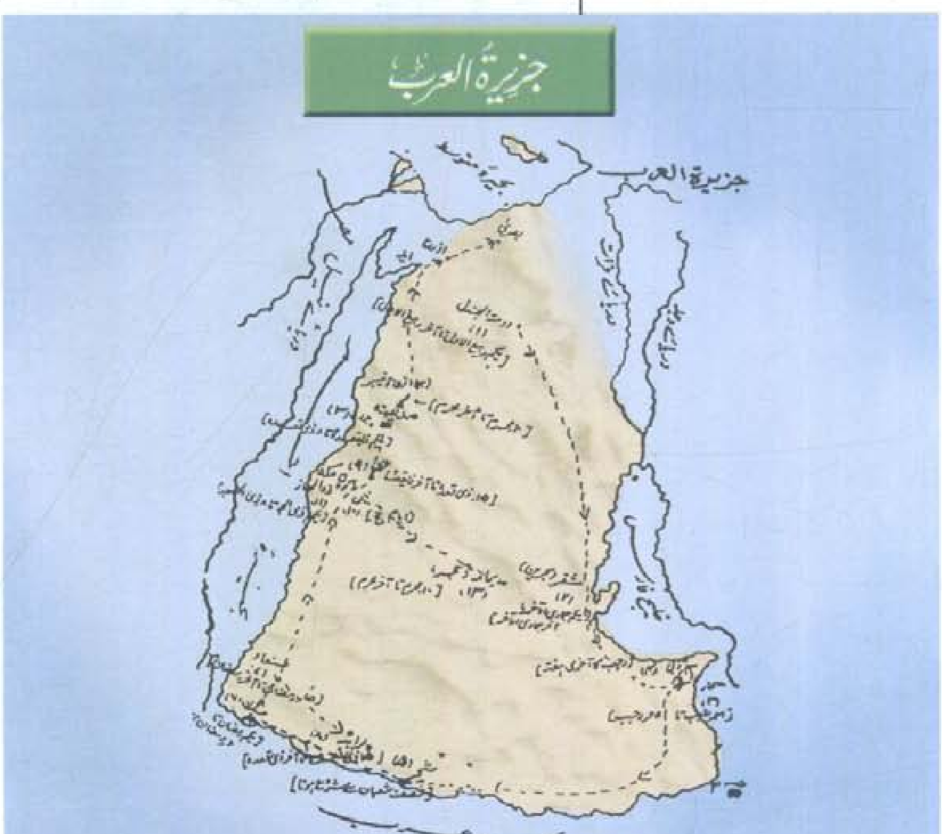
امور قصاص و دیت، خون بہا کا تعین، ضمانت، تاوان جنگ اس خاندان کے سپرد تھے۔ عدل و انصاف کے اس محکمہ کے سردار حضرت ابوبکر بن قحافہ رضی اللہ عنہما تھے۔

۷۔ بنی عدی

امور سفارت یعنی دیگر قبائل و ممالک میں بنی قریش کی نمائندگی کے فرائض انجام دینا۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ذمہ دار تھے۔

۸۔ بنی مخزوم

امورِ جنگ میں سے قبہ یعنی فوجی کیمپ کا انتظام۔ بعثت کے وقت یہ عہدہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے والد ولید بن مغیرہ کے پاس تھا۔ امورِ جنگ کا دوسرا شعبہ اعنہ یعنی سواروں کے دستوں کی سپہ سالاری بعثت کے وقت عمرو بن ہشام یعنی ابوجہل کے سپرد تھی۔ یہ دونوں اہم



گُل اسی شاخ سے پھوٹتے بھی رہے
اقبال

عہدے بنی مخزوم کے پاس تھے۔

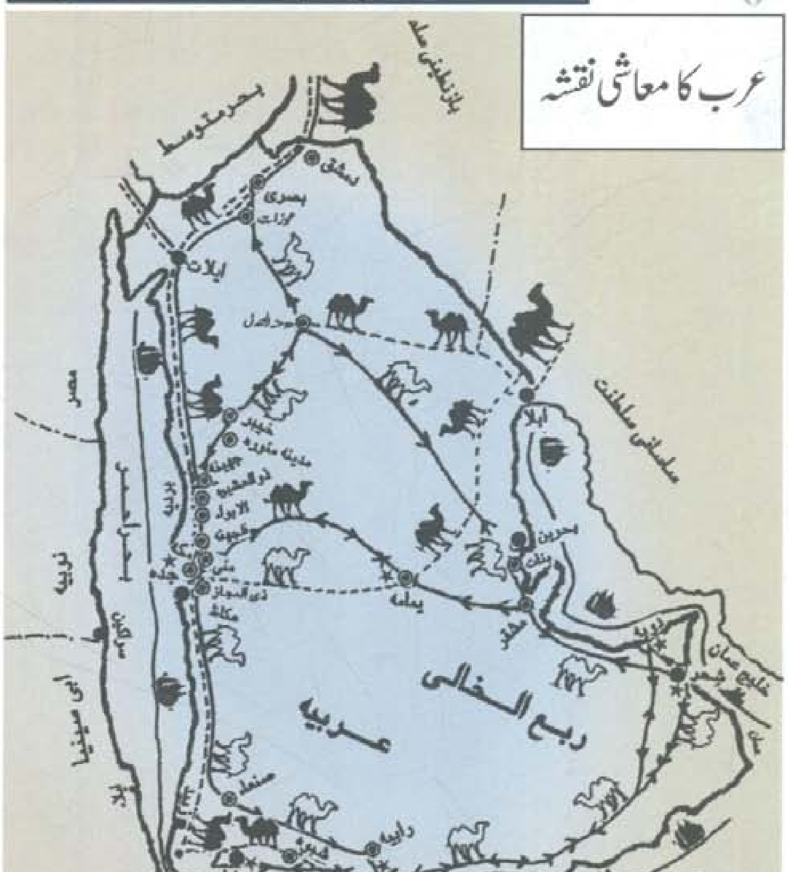
۹۔ بنی جمح

امور ایسار یعنی بتوں سے استخارہ کی خدمت ظہور اسلام کے وقت فال نکالنے کا یہ کام اُمیّہ بن خلف پھر اس کے بیٹے صفوان کی نگرانی میں رہا۔

۱۰۔ بنی سہم

امور اموال محجرہ۔ یعنی خانہ کعبہ کے بتوں پر چڑھاوے اور نذرانہ کی

اشارات			
اندرون عرب تجارتی راستے	(نشان)	مشہور شہر	◉
بیرون عرب کی منڈیوں کے راستے	(نشان)	بندرگاہ	•
غیر ممالک کے اہم راستے	(نشان)	بحری رابطے	—
		مارکیٹ	★



حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پڑدادا ہاشم نے قریش کے گرمی اور سردی کے تجارتی اسفار کو رہزنی اور لوٹ سے بچانے کے لیے معاہدات کئے جس سے تجارت کو بڑا فروغ ہوا۔ (نقشہ تیار کردہ احمد عبداللہ المسدوی (مرحوم))

حفاظت۔ دوسرے الفاظ میں محکمہ مال و خزانہ۔ بعثت کے وقت حارث بن قیس یہ کام انجام دے رہا تھا۔

ہاشم بڑے حوصلہ مند، سخی اور دور اندیش سردار تھے مکہ کی خوشحالی کے لئے قریش کے تجارتی کاروانوں کی طرح ڈالی انہیں محفوظ بنانے کی خاطر شاہراہ تجارت پر بسنے والے قبائل سے دوستی کے معاہدات کئے۔ شام کے عیسائی حکمرانوں، حبشہ کے بادشاہ نجاشی اور روم کے شہنشاہ قیصر سے تعلقات قائم کرکے محصول معاف کروالیا۔ اب ایک ایک ہزار اونٹوں کے تجارتی کاروان موسم سرما میں یمن و حبشہ اور موسم گرما میں شام و فلسطین بلکہ ایشیا کو چک تک جانے لگے۔ اس تجارت میں قریش کا ہر خاندان سرمایہ لگاتا اور ایک درہم پر ایک درہم منافع کماتا۔ یہی ان کا ذریعہ معاش تھا۔ سورۂ قریش میں اس کا ذکر ہے:

ایک بار مکہ میں سخت قحط پڑا تو ہاشم شام و فلسطین سے گیہوں اور آٹا لائے۔ اپنے اونٹوں کو ذبح کر کے شوربہ پکوایا روٹی کے ٹکڑے شوربے میں بھگو کر قحط کے دنوں میں اہل مکہ کو کھلاتے رہے اسی لئے ان کا نام "ہاشم" (ٹکڑے کرنے والا) پڑ گیا ورنہ ان کا اصلی نام عمرو تھا۔ سخاوت کے کاموں کی وجہ سے مکہ والے انہیں ابوالبطحا اور سید البطحا کے لقب سے پکارتے تھے۔ ہاشم کی اقبال مندی ان کے بھتیجے امیہ بن عبدالشمس کو کھٹکتی تھی۔ دستور کے موافق مجلس مفاخرت میں معاملہ پیش ہوا۔ ثالث نے ہاشم کی برتری کا فیصلہ دیا امیہ کو جلاوطنی کی سزا دی۔ اسی واقعہ نے بنی ہاشم اور بنی امیہ کے درمیان عداوت کا بیج بویا۔ ۵۱۰ء میں ہاشم ایک تجارتی کاروان لے کر غزہ گئے اور بیمار پڑ کر وہاں وفات پائی۔ یہی ہاشم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پڑدادا تھے۔

اب مکہ کی سیادت عبدالمطلب کے حصہ میں آئی۔ ان کی والدہ یثرب (مدینہ) کے قبیلہ بنی نجار کی سلمہ بنت زید تھیں۔ عبدالمطلب وہیں پیدا ہوئے اور پرورش پائی۔ ان کا نام عامر اور لقب شیبہ (بوڑھا) تھا۔ ان کے کچھ بال پیدائشی طور پر سفید تھے۔ ان کے چچا مطلب انہیں مکہ لائے۔ لوگوں نے پوچھا یہ کون ہے؟ مذاق سے انہوں نے اپنا غلام کہہ دیا۔ جب ہی سے ان کا نام عبدالمطلب پڑ گیا۔ بڑے ہوکر عبدالمطلب نہایت سمجھدار، فیاض اور ذی وجاہت انسان ثابت ہوئے۔ ہر مصیبت میں قریش کے پشت پناہ ہوئے۔ ان خوبیوں کی وجہ سے لوگ انہیں شیبۃ الحمد پکارنے لگے۔ قریش کا عام

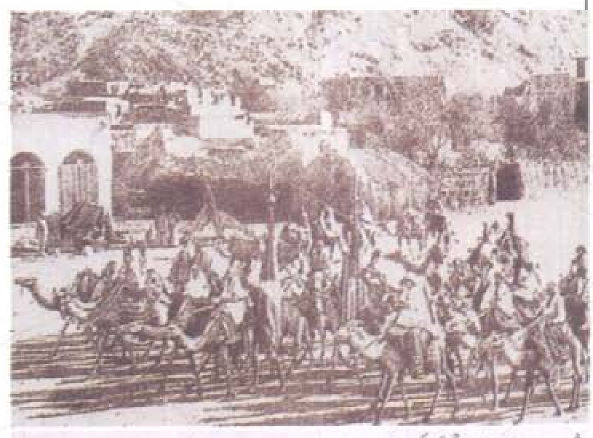
صبا سے بھی نہ ملا تجھ کو بوئے گل کا سراغ
اقبال



وادی محسر جہاں ابرہہ کی فوج پر عذاب نازل ہوا۔

خیال یہ تھا کہ وہ دوسرے حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں۔(۳) ان ہی کے زمانے میں حبشہ کے بادشاہ نجاشی کا صوبۂ یمن کا گورنر ہاتھیوں کی فوج کے ساتھ مکہ پرحملہ آور ہوا۔ یہ واقعہ ۵۷۱ء میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت سے ۵۰ تا ۵۵ دن پہلے کا ہے۔(۴)

ابرہہ کی فوج میں کل ۱۳ ہاتھی تھے حبشہ کے نجاشی کا خصوصی دیوپیکر ہاتھی ''محمود'' آگے آگے تھا۔



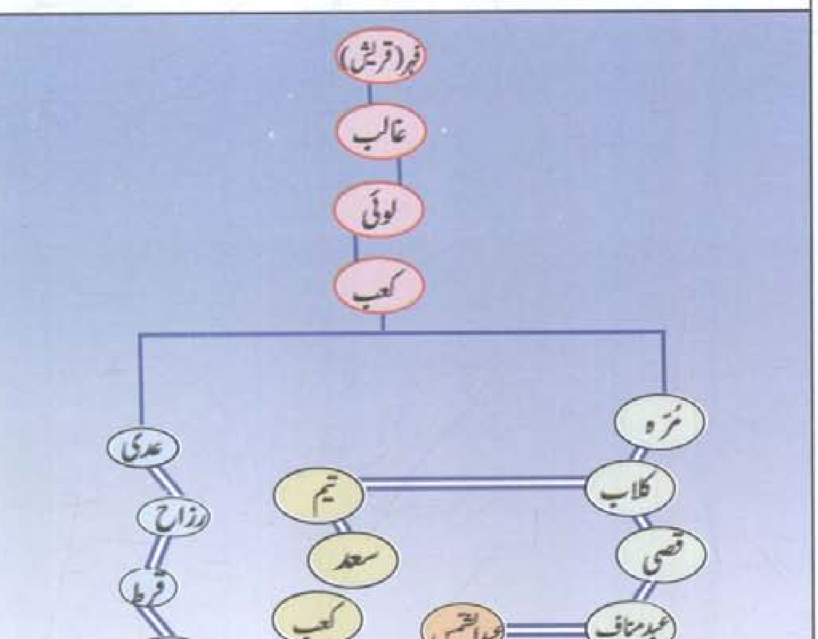
شتر سواروں کا قافلہ حج مکہ کی جانب رواں دواں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اصحاب فیل کے ساتھ جو معاملہ کیا اس کی پہلی اطلاع عبدالمطلب کے چہیتے بیٹے عبداللہ لائے۔ باپ نے اعلان کیا...... لوگو! عبداللہ تمہارے پاس بشیرونذیر کی حیثیت میں آئے ہیں۔ کیفیت سن کر مکہ والوں نے کہا...... ''تم پہلے ہی سے بابرکت ہو۔ جب سے پیدا ہوئے یُمن وسعادت کے ساتھ رہے۔''(۵)

عبدالمطلب دین ابراہیمی کے پیروکار تھے۔ وہ قریش کے پہلے شخص تھے جو ماہ رمضان میں غارحرا میں جاکر عبادت کیا کرتے تھے۔ ان کا سب سے بڑا کارنامہ بئر زمزم کو ڈھونڈ نکالنا تھا جو بنی جرہم نے مکہ سے بے دخل کئے جانے پر پاٹ دیا تھا۔ اس پر صدیاں گزرگئیں۔ عبدالمطلب کو زم زم کی بڑی تلاش تھی۔ انہیں خواب میں یہ جگہ دکھائی گئی یہاں قریش اپنے اونٹ ذبح کیا کرتے تھے۔ سردار مکہ نے کنوئیں کو کھودنا چاہا تو مکہ والوں نے قربان گاہ کے کھودنے میں بتوں کی ناراضگی کا اندیشہ کیا۔ کوئی اس کام کے لئے تیار نہ ہوا۔ آخر اپنے اکلوتے لڑکے حارث کی مدد سے خود ہی کھدائی کرنے لگے۔ قریش کے سلوک کو دیکھ کر رب کعبہ کے حضور منت مانگی کہ اگر میرے دس بیٹے ہوئے اور جوان ہوکر قوت بازو بنے تو ان میں سے ایک تیری بارگاہ میں قربان کردوں گا۔ کھدائی سے چاہ زم زم نکل آیا۔

انہوں نے چھ شادیاں کیں جن سے دس لڑکے اور چھ بیٹیاں پیدا ہوئیں۔ سب سے چھوٹے بیٹے عبداللہ بڑے حسین، فیاض اور پاکباز تھے۔ ان کی والدہ کا نام فاطمہ بنت عمرو تھا جو بنی مخزوم کی خاتون تھیں۔(۶)

جب عبدالمطلب کے دس بیٹے جوان ہوئے انہیں اپنی منت پوری کرنے کا خیال آیا۔ خانۂ کعبہ میں فال نکالا تو عبداللہ کا نام نکلا۔ قربانی کے لئے تیار ہوگئے تو خاندان والوں نے مزاحمت کی اور عبداللہ



رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین کا تعلق نسبی

فیض فِطرت نے تجھے دیدۂ شاہیں بخشا
اقبال

کی بہنوں نے رو رو کر بُرا حال کرلیا۔ قریش کے بزرگوں نے کہا کہ اگر آپ نے یہ قربانی کرڈالی تو پھر انسانی قربانی کا رواج پڑ جائے گا۔ اس بدترین رسم کے آپ بانی قرار دیئے جائیں گے۔ پوچھا پھر میں کس طرح اپنی قسم کو پورا کروں۔ معاملہ حجر کی کاہنہ قطبہ پر چھوڑا گیا۔ حجاز کی اس عارفہ کا نام سجاح بھی آیا ہے۔ اس نے فیصلہ سے پہلے پوچھا تمہارے پاس آدمی کا خون بہا کیا ہے؟ بتایا گیا دس اونٹ اس نے مشورہ دیا کہ کعبہ کے فال کے تیر، اونٹوں اور عبداللہ کے نام نکالو۔ اگر آدمی کا نام نکلے تو دس دس اونٹ بڑھاتے جاؤ۔ یہاں تک کہ ربّ کعبہ راضی ہوئے اور قرعہ اونٹوں پر نکل آئے تب عبداللہ کے بدلے اونٹوں کو قربان کردو۔ اس مشورہ پر عمل کیا گیا۔ قرعہ میں ہر بار حضرت عبداللہ کا نام نکلا۔ جب اونٹوں کی تعداد بڑھتے بڑھتے سو تک پہنچی تو پانسہ اونٹوں کے نام نکلا جو فدیہ میں ذبح کردیئے گئے۔ ابن اسحاق کی روایت یہ ہے کہ عبدالمطلب اس فیصلہ پر راضی نہیں ہوئے اور قسم کھائی کہ جب تک تین بار قرعہ اندازی میں اونٹوں کا نام نہیں نکلتا میں مطمئن نہ ہوں گا۔ (۷) غرض اس دن سے انسانی جان کا خون بہا سو اونٹ ٹھہرا جسے شارع اسلام نے بھی برقرار رکھا۔ اسی واقعہ کی بنا پر حضرت عبداللہ کا نام ذبیح پڑ گیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر فرمایا کرتے تھے کہ میں دو ذبیحوں کا فرزند ہوں۔ پہلے ذبیح حضرت اسمٰعیل علیہ السلام اور دوسرے حضرت عبداللہ۔ پہلی قربانی کا فدیہ ایک جنتی مینڈھا تھا اور دوسری کا سو اونٹ۔ (۸) حضرت عبداللہ کا اصل نام عبدالدار تھا لیکن اونٹوں کے فدیہ کے بعد وہ عبداللہ کے نام سے مشہور ہوئے۔ (۹) اس واقعہ کے بعد عبدالمطلب بنی زہرہ کے سردار وہب بن عبد مناف کے گھر گئے اور ان کی صاحبزادی حضرت آمنہ سے نکاح کردیا۔ حضرت آمنہ کی والدہ کا نام برّہ بنت عبدالعزیٰ بن عثمان تھا۔ شادی کے وقت حضرت عبداللہ کی عمر ۲۵ سال اور حضرت آمنہ ۲۰ برس کی تھیں۔ اپنی قوم میں سیدۃ النساء کے لقب سے مشہور تھیں۔ خیال ہے کہ یہ شادی جمادی الثانی ۵۴ قبل ہجرت میں ہوئی۔ باپ وہب کی طرف سے اوپر کی چھ پشتوں اور ماں برّہ کی طرف سے پانچ پشتوں پر یہ دونوں خاندان کلاب پر جاکر مل جاتے ہیں۔ (۱۰)

عرب کے رواج کے مطابق شادی کے بعد تین دن حضرت عبداللہ سسرال میں رہے۔ ان ہی دنوں صلب عبداللہ کا نور حضرت آمنہ کو امین نور نبوت بنا گیا۔ کچھ عرصہ بعد حضرت عبداللہ مال تجارت لے کر شام روانہ ہوگئے واپسی پر یثرب کے قریب سخت بیمار ہوئے اور اپنے ننھیال بنی عدی بن نجار میں علاج کے لئے ٹھہر گئے۔ یہیں پیام اجل آیا اور وفات پائی۔ دارالنابغہ میں سپرد خاک ہوئے۔ (۱۱) اس وقت شکمِ مادر میں نورِ نبوت کے قیام کو دو ماہ گزر چکے تھے۔

مسجد نبوی کی توسیع کے سلسلے میں کھدائی کے دوران حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والدِ محترم حضرت عبداللہ بن عبدالمطّلب کا جسد مبارک جسے دفن ہوئے چودہ سو سال سے زیادہ عرصہ گزر چکا ہے بالکل صحیح و سالم حالت میں برآمد ہوا۔ نیز صحابی رسول حضرت مالک بن سونائی رضی اللہ عنہ کے علاوہ دیگر چھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے جسد مبارک بھی اصل حالت میں پائے گئے جنہیں نہایت عزت و احترام کے ساتھ جنت البقیع میں دفنا دیا گیا جن لوگوں نے انہیں دیکھا ان کا کہنا ہے کہ مذکورہ صحابہ کے جسم تروتازہ اور اصلی حالت میں تھے۔ (۱۲)

(روزنامہ نوائے وقت۔ کراچی ۳۰ جنوری ۱۹۷۸ء/نورالحبیب ربیع الثانی ۱۳۹۸ھ مارچ ۱۹۷۸ء)



یثرب (مدینہ) میں حضرت عبداللہ (حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والد ماجد) کی قبر اس "دارنابغہ" کے اندر تھی جدید توسیعات میں اب یہ مقام باقی نہیں رہا۔



ابواء کے قریب حضرت آمنہ (حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ) کا مزار

گیا وہ موسمِ گُل جس کا راز داں ہوں میں

اقبالؔ

مولد النبی یعنی مقام پیدائش

القرآن: لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ ﴿۱﴾ وَاَنْتَ حِلٌّ بِهٰذَا الْبَلَدِ ﴿۲﴾ وَوَالِدٍ وَّمَا وَلَدَ ﴿۳﴾ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ كَبَدٍ ﴿۴﴾

ترجمہ: نہیں، میں قسم کھاتا ہوں اس شہر (مکہ) کی اور حال یہ ہے کہ (اے نبیؐ) اس شہر کو تمہارے لیے حلال کیا گیا ہے اور قسم کھاتا ہوں باپ (یعنی آدمؑ) کی اور اس اولاد کی جو اس سے پیدا ہوئی، درحقیقت ہم نے انسان کو مشقت میں پیدا کیا ہے۔

(سورۃ البلد، آیات ۱ تا ۴)

الحدیث: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس شہر کو اللہ نے اس وقت حرمت والا بنایا ہے جب سے اس نے آسمان و زمین پیدا کیے۔ پس یہ اللہ کی ٹھہرائی ہوئی حرمت سے قیامت تک حرام ہے۔ نہ اس کا درخت کاٹا جائے نہ اس کے کانٹے اکھیڑے جائیں۔ میرے لئے اسے صرف دن کی ایک ساعت کے لئے حلال کیا گیا تھا اور آج اس کی حرمت پھر اسی طرح لوٹ آئی جیسے کل تھی۔

(صحیح بخاری، کتاب العلم)

ماخذ اور حوالے

- ☆ سفرنامۂ ابن جبیر اندلسی مطبوعہ نفیس اکیڈمی، کراچی
- ☆ سفرہ نامۂ ابن بطوطہ مطبوعہ نفیس اکیڈمی، کراچی
- ☆ اردو دائرۂ معارف اسلامیہ، دانش گاہ پنجاب، لاہور
- ☆ اخبار النبی، حصہ اوّل (طبقات) ابن سعد مطبوعہ نفیس اکیڈمی، کراچی
- ☆ تاریخ کعبہ، محمد حسین اظہر مطبوعہ حیدرآباد دکن
- ☆ تاریخ مکہ، عبدالمعبود
- ☆ تاریخ حرمین شریفین: عباس کرارہ مصری (اردو)

مکہ معظّمہ میں مسجد حرام کے باب السلام سے چند گز کے فاصلے پر ایک محلّہ سوق اللّیل (رات کا بازار) تھا۔ اس کی برابر والی گلی میں حضرت عبداللہ کا آبائی گھر تھا۔ یہیں عبدالمطلب بھی رہا کرتے تھے۔ اسی گھر کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت کی جگہ ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ عام طور پر مکانِ ولادت کو مولد کہا جاتا ہے۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا بنت خویلد سے نکاح کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دار خدیجہ میں منتقل ہوگئے جو محلّہ زقاق الحجر میں تھا۔ اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت تک مقیم رہے بعد میں یہ گھر مولد فاطمہ کے نام سے مشہور ہوا۔ ہجرت کے بعد مولد النبی، بنی ہاشم کے عقیل بن ابی طالب کے قبضہ میں رہا۔ جب مکہ فتح ہوا تو صحابہ کرام نے عرض کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مکان میں کیوں نہیں ٹھہرتے؟ فرمایا کیا عقیل نے ہمارے لئے کوئی مکان چھوڑا ہے؟

ظاہر کی آنکھ سے نہ تماشا کرے کوئی
اقبال

انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا آبائی مکان ابوسفیان کو فروخت کردیا تھا۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے یہاں ایک مسجد بنادی۔ ان کی اولاد میں سے کسی نے یہ مکان محمد بن یوسف ثقفی (حجاج بن یوسف کا بھائی) گورنر یمن کے ہاتھ بیچ دیا جس نے اسے اپنے مکان ''بیضا'' کا حصہ بنالیا۔ یہ مکان ایک عرصہ تک ''داریوسف'' کہلاتا رہا۔ عباسیہ دور میں خلیفہ ہارون الرشید کی والدہ خیزراں ۱۷۱ھ م ۷۸۷ء میں حج کو آئیں تو اس مکان کو خرید کر داریوسف سے علیحدہ کردیا اور مولد النبی (مقام ولادت) کو مسجد بنادیا۔

زقاق یعنی گلی تک آمدورفت کے لئے راستہ بنادیا۔ اس وقت سے یہ گلی ''زقاق المولد'' کہلانے لگی۔ ۵۷۹ھ م ۱۱۸۴ء میں الناصر الدین عباسی خلیفہ نے مولد النبی کو ازسرنو تعمیر کروایا۔



سوق اللیل کا محلہ جس کی گلی میں حضرت عبداللہ اور حضرت آمنہ رہتے تھے۔ وہاں نشان کی تختی لگی ہوئی ہے۔

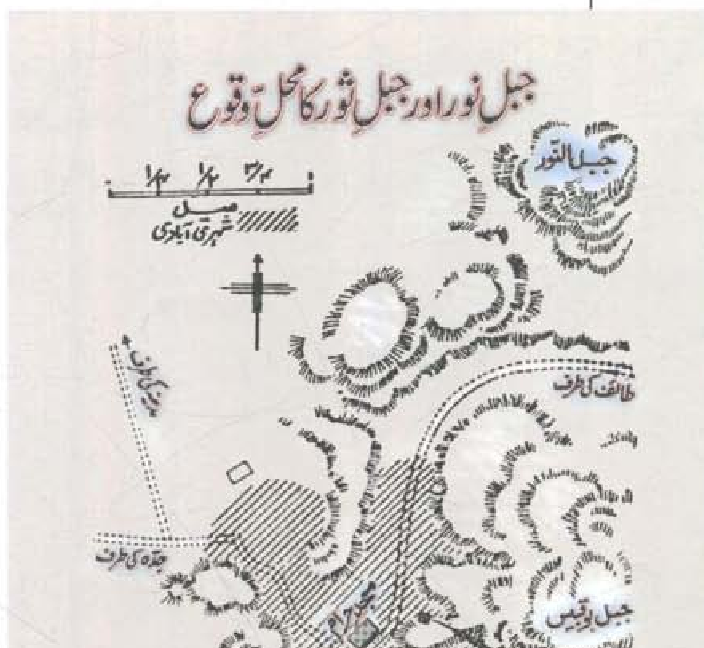




حضرت عبداللہ کا مکان مبارک جہاں حضرت آمنہ کے بطن سے سرور کائنات تولد ہوئے۔ (جائے ولادت)

مشہور سیاح ابن جبیر اندلسی نے اسی سال اپنے سفر نامہ میں لکھا'' یہاں خوش نما اور نادر مسجد بنی ہوئی ہے جس میں طلائی کام ہے جس زمین کو ولادت کے وقت جسم اطہر نے مس کیا تھا اس کے گرد چاندی کا حلقہ ہے۔ مقام ولادت حوض کی طرح تین بالشت چوڑا ہے اس کے بیچ میں ایک سبز پتھر بقدر دوثلث بالشت چاندی کے حلقہ میں جڑا ہوا ہے۔ اس کی وسعت چاندی کے حلقے کے ساتھ ایک بالشت ہے۔ اس مقام کے سامنے بہت خوشنما محراب ہے جس پر طلائی کام ہے۔''

مصر اوریمن کے سلاطین نے اس میں حسب ضرورت مرمت کروائی ۹۲۳ہجری م ۱۵۱۷ء میں ترک سلطان سلیم الاوّل کے زمانے میں حجاز کا علاقہ آل عثمان کے تحت آ گیا۔ سلطان سلیمان نے ۹۳۵ہجری م ۱۵۲۹ء میں مقام ولادت نبوی پر ایک قبہ تعمیر کروایا۔



مکہ معظمہ کا نقشہ جس میں جائے ولادت کی نشان دہی کی گئی ہے۔

دیکھے مجھے کہ تجھ کو تماشا کرے کوئی

اقبال



سوق اللیل کی اس گلی میں حضرت عبداللہ کا مکان تھا۔

۹۶۳ ہجری بمطابق ۱۵۵۶ء سلطان سلیمان بن سلیم الاوّل نے سونے کی قندیل مولد النبی میں روشنی کے لئے نذر کی۔ سلطان محمد الثالث بن مراد نے ۱۰۰۹ ہجری م ۱۶۰۱ء میں مقام ولادت پر ایک بڑا گنبد اور مینار تعمیر کروایا۔ سلطان نے یہاں ایک مدرسہ بھی قائم کیا اور اس کے اخراجات کے لئے علاقۂ روم میں املاک وقف کیں۔ اس کی آمدنی



جو جگہ ''مولد فاطمہ رضی اللہ عنہا'' کہلاتی تھی وہ ''دار خدیجہ'' میں تھی جہاں شادی کی بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت تک مقیم رہے یہ تصویر مولد فاطمہ کی ہے۔

سے امام، موذن اور خدّام کی تنخواہیں بھی دی جاتیں۔ اس مقام پر ہر جمعہ کو بعد نماز عصر محفل ذکر ہوتی۔ پیر کو عشاء تا فجر ذکر و درود کا رت جگا ہوتا۔ یہیں ایک جگہ مولد فاطمہ کے نام سے بھی موسوم ہے۔

مولد فاطمہ زمین سے کسی قدر نیچے ہے چھ سیڑھیاں اترنی پڑتی ہیں۔ اس جگہ بھی ایک قبہ اور اس کے اندر گول پتھر ہے۔ ابن جبیر اندلسی نے اسے عام زیارت گاہ لکھا ہے۔ عباسی خلیفہ ہارون رشید کی والدہ خیزران نے یہاں ایک مسجد بنوائی تھی۔

ملک سعود بن عبدالعزیز جب ۱۲۱۸ھ م ۱۸۰۳ء میں والیٔ نجد و حجاز ہوئے ان کی اولاد جو موجودہ حکمران ہیں آل ابن سعود کہلاتے



بیت اللہ کی قدیم تصویر جبکہ دروازہ کھلا ہے۔ پردہ رسیوں سے باندھ کر لٹکایا گیا ہے۔ خوش قسمت افراد درون خانہ کعبہ عبادت کے لئے جا رہے ہیں۔

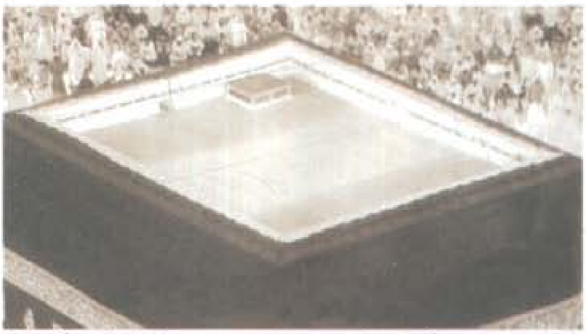


قدیم شہر مکہ معظمہ کا ایک شاندار دروازہ۔

ہیں۔ مکہ و مدینہ پر قبضہ کے بعد انہوں نے علماء اور عوام کے سامنے خطبہ دیا اور قرآن و روایات کی رو سے پختہ قبروں اور متبرک آثار کو



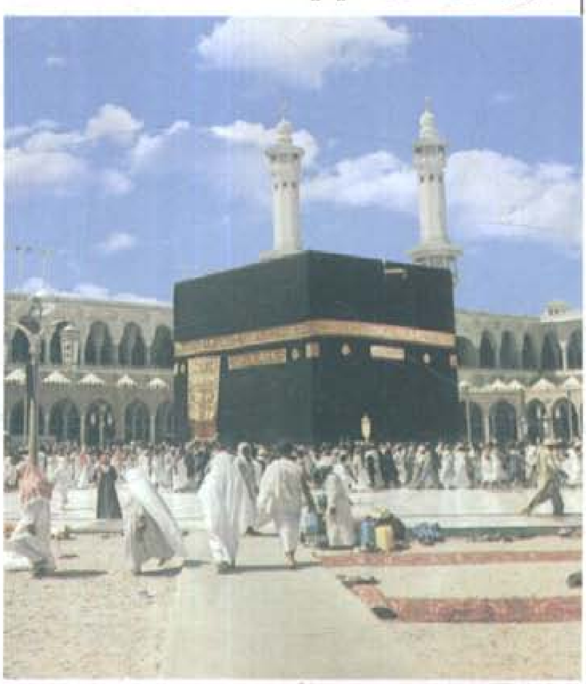
جائے ولادت کی زیارت کی خاطر لوگ اس میں واقع کتب خانے کو ذوق وشوق سے دیکھ رہے ہیں۔



خانہ کعبہ ___ بیت اللہ کی چھت جس میں غلاف کعبہ باندھنے کا طریقہ دیکھا جا سکتا ہے۔ نیز میزاب رحمت کا مقام بھی نظر آ رہا ہے۔

خلاف شرع قرار دے کر منہدم کروادیا۔ شیخ عباس قطان نے ۱۳۷۰ھ (۱۹۵۰ء) میں یہاں ایک کتب خانہ تعمیر کروا کر ''مکتبہ مکہ المکرمہ'' کا بورڈ لگایا۔ اب وزارت الحج والاقاف کا بورڈ آویزاں ہے۔

ترکوں نے ۱۲۳۲ھ ۱۸۱۷ء میں حجاز کو دوبارہ واپس لے لیا۔ انہوں نے ان مقدس مقامات پر دوبارہ عمارات تعمیر کروائیں۔ اقتدار کی کشمکش میں بالآخر ملک عبدالعزیز بن عبدالرحمٰن نے ۱۳۴۳ھ م ۱۹۲۴ء میں حجاز پر مکمل تسلط حاصل کرلیا ایک بار پھر متبرک مقامات پر توجہ دی۔ مولد النبی کا قبہ ڈھا دیا البتہ مسجد کو باقی رکھا۔ علمائے نجد نے فتویٰ دیا کہ ایسی مساجد میں توجہ الی اللہ کی بجائے یادگار قائم کرنے والوں کا خیال رہتا ہے حضوریٔ قلب کا تقاضہ ہے کہ ایسی عمارات مسمار کردی جائیں۔ چنانچہ ۱۳۴۴ھ مطابق ۱۹۲۵ء میں اس مسجد کو بھی سطح زمین کے برابر کردیا گیا۔



بیت اللہ کی ایک بہت قدیم تصویر جبکہ مطائف کنکروں کا تھا۔

مانندِ سحر صحنِ گلستان میں قدم رکھ

اقبال

صبحِ سعادت

القرآن: وَ اِذْ قَالَ عِیْسَى ابْنُ مَرْیَمَ یٰبَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَ مُبَشِّرًۢا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْۢ بَعْدِی اسْمُهٗۤ اَحْمَدُ ؕ فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِالْبَیِّنٰتِ قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِیْنٌ ۶

ترجمہ: اور یاد کرو عیسیٰؑ ابن مریم کی وہ بات جو اس نے کہی تھی "اے بنی اسرائیل میں تمہاری طرف اللہ کا بھیجا ہوا رسول ہوں، تصدیق کرنے والا ہوں اس توراۃ کی جو مجھ سے پہلے آئی ہوئی موجود ہے اور بشارت دینے والا ہوں ایک رسول کی جو میرے بعد آئے گا جس کا نام احمد ہوگا۔" (پھر) جب وہ ان لوگوں کے پاس کھلی نشانیاں لے کر آئے تو کہنے لگے کہ یہ تو صریح جادو ہے۔
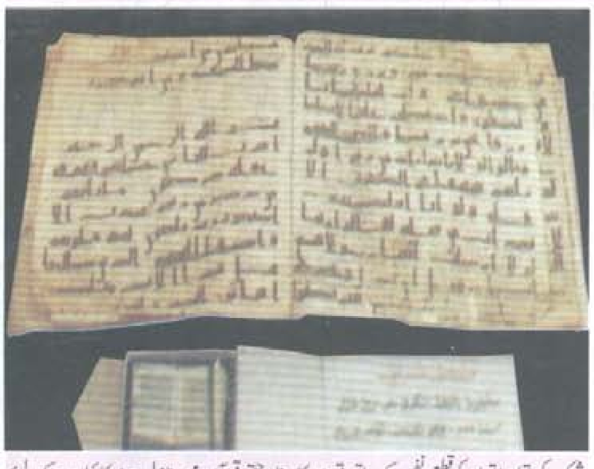
(سورۃ الصف: آیت ۶)

الحدیث: "میں اپنے باپ ابراہیمؑ کی دعا اور بھائی عیسیٰؑ کی بشارت ہوں۔" (صحیح بخاری و مسلم)

حضرت آمنہ فرماتی ہیں کہ جب میں نے نورِ مجسم کو جنم دیا تو ایک عظیم نور دیکھا جو برابر پھیلتا چلا گیا حتیٰ کہ شام کے بادشاہوں کے محلات میری نظروں میں روشن ہوگئے۔ حضرت فاطمہ بنت عبداللہ کہتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے وقت میں نے بیت اللہ کو دیکھا کہ نور سے معمور اور ستارے زمین سے اس قدر قریب آگئے کہ میں سمجھی کہ مجھ پر گر پڑیں گے۔ (۱)

اٹھو سلام کے لیے، وہ تاجدار آگئے
زمانہ جن پہ ہے فدا، خدائی بھی نثار ہے

فیاض ٹانڈوی



شرک کی تمام اقسام کی قطعی نفی کے ساتھ توحید کا پیغامِ حق قرآن مجید نازل ہوا۔ کائنات کے لیے یہ صبحِ سعادت تھی کہ "قرآن ناطق" کی ولادت ہوئی۔ توپ قاپی میوزیم میں محفوظ ایک نادر نسخہ

ماخذ اور حوالے

(۱) مواہب لدنیہ: احمد بن محمد قسطلانی اردو مترجم محمد عبدالجبار خان آصفی، مطبوعہ ۱۳۴۲ھ
(۲) یعقوبی: تاریخ اسلام، جلد دوم، ص ۱۵ مترجم عبداللہ عمادی
(۳) محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) انگریزی: ڈاکٹر محمد حمید اللہ، مترجم نذیر الحسن مشمول، جلد دوم، رسول نمبر نقوش، لاہور
(۴) سیرت الرسولؐ، شاہ ولی اللہ دہلوی، مترجم خلیفہ محمد عاقل، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ، کراچی
(۵) مواہب لدنیہ (اردو) ص ۵۸: قسطلانی مترجم عبدالجبار خان آصفی
(۶) الف: سیرت سرورِ عالم: سیّد ابوالاعلیٰ مودودی، جلد دوم، ص ۹۳
ب: سیرت خاتم الانبیاء: مفتی محمد شفیع
ج: حضور کا بچپن، شہباز کوثر، ماہنامہ نعت، لاہور
د: نقوش رسول نمبر ۲، ص ۵۱۷، محمد رسول اللہ، ڈاکٹر حمید

عنبر افشاں ہیں فضاؤں کے معطر گیسو (سرشار صدیقی) آخری پھول کھلا، باغِ نبوت مہکا



مسجد حرام کی ایک قدیم تصویر

زمانہ صبحِ ازل سے رہا ہے گرمِ سفر

اقبالؔ

مکہ میں ایک یہودی تورات وانجیل کا عالم رہتا تھا جب وہ صبح سعادت طلوع ہوئی تو اس نے مکہ والوں سے پوچھا کیا تم میں کوئی بچہ پیدا ہوا ہے؟ جواب ملا ہمیں علم نہیں۔ کہا ذرا تحقیق کرنا ہماری آسمانی کتابیں کہتی ہیں کہ کل وہ ہستی ظہور میں آ گئی جسے نبی آخر الزّماں ہونے کا شرف حاصل ہوگا۔ قریش کے گھر گھر سے خبر لی گئی۔ معلوم ہوا کہ سردار قریش کی بہو آمنہ زوجہ عبداللہ کی گود ہری ہوئی ہے۔ یہودی عالم نے سنا تو کہا کہ افسوس نبوت بنی اسرائیل سے چلی گئی اور ان کے ہاتھوں سے کتاب الٰہی بھی نکل گئی۔ (۲)

شاعرِ دربارِ نبوی حضرت حسانؓ بن ثابت کہتے ہیں مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ میری عمر سات سال کی تھی کہ ایک دن میں نے ایک یہودی عالم کو یثرب کے ایک بلند مقام پر آواز لگاتے سنا ''اے گروہ یہود!'' جب سب جمع ہوگئے تو کہا ''آج رات احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا ستارہ طلوع ہوگا جس میں وہ پیدا ہوگا۔'' یہ بھی اعلان کیا کہ ''آج یہاں جو بچہ پیدا ہوگا ایک دن میں بھی اس کا غلام بنوں گا۔''

حضرت زیدؓ بن ثابت کہتے ہیں کہ انہوں نے بنی قریظہ اور بنی نضیر کے یہودیوں کو کہتے سنا ''سرخ ستارہ صرف دنیا کے آخری نبی کی ولادت پر طلوع ہوگا، ان کا نام ''احمد'' ہوگا، وہ ہجرت کرکے یثرب آئے گا۔ ہمارے لئے ان کی اطاعت لازم ہے۔''

دنیا میں جب بھی عظیم المرتبت انسان پیدا ہوتے ہیں تو کوئی نہ کوئی غیر معمولی واقعہ ضرور رونما ہوتا ہے۔ سیرت نگاروں نے لکھا ......''آج رات ایوان کسریٰ کے چودہ کنگرے گر گئے۔ آتش کدۂ

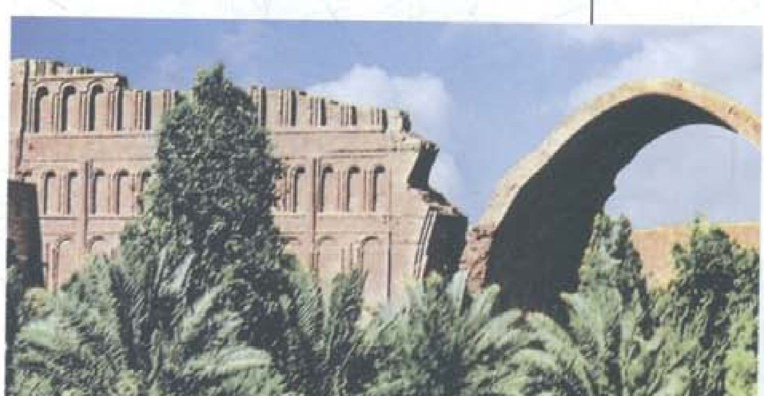
اللہ، مترجم نذیر الحق

(۷) الف: سیرت المصطفیٰ، جلد اوّل، ص ۵۶ بحوالہ فتح الباری، محمد ادریس کاندھلوی
ب: البدایہ والنہایہ، تاریخ ابن کثیر جلد دوم، ص ۵۶۹، مترجم کوکب شادانی

(۸) کتاب المعارف: ابن قتیبہ (اردو) ص ۱۱۷ (مترجمہ سلام صدیقی)



طاق کسریٰ یہ ایران کے شہنشاہ کسریٰ کا محل جس میں رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے وقت دراڑیں پڑ گئیں۔



ایوان کسریٰ کے طاق اور محراب کے آثار کا ایک اور منظر۔



صدیوں سے روشن آتشکدہ فارس رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کی صبح یک دم بجھ گیا۔

فارس بجھ گیا۔ دریائے سادہ خشک ہوگیا۔“

نامور اسکالر ڈاکٹر محمد حمید اللہ نے اپنی انگریزی تصنیف ”محمد رسول اللہ“ (صلی اللہ علیہ وسلم) میں لکھا ہے ”۱۷جون ۵۶۹ء کی رات مدائن کے عظیم آتش کدہ کی آگ بجھ گئی جو صدیوں سے روشن تھی۔ اسی رات زلزلہ سے کسریٰ کے محل کے چودہ کنگرے گر گئے۔“(۳) حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ نے قرۃ العیون کے حوالے سے لکھا ہے کہ ”دریائے ساوہ (سارہ) عراق عجم میں ایک شہر کا نام ہے اس میں ایک نہر تھی جس میں آتش پرست اپنے بچوں کو ولادت کے بعد نہلایا کرتے تھے۔“(۴)

شہنشاہِ ایران (کسریٰ) نے اپنے موبدان نامی مشیر سے کہا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ عرب سے شترسواروں کے غول فارس کی طرف امڈے چلے آ رہے ہیں......اس کی تعبیر معلوم کرو۔ قیصر روم کا دمشق میں مقیم نائب سطیح تعبیر کا ماہر تھا۔ اس نے تعبیر دی تو کہا کہ اگر خواب سچا ہے تو سمجھو کہ ایک نہ ایک دن کسریٰ سے سلطنت چھن جائے گی بلکہ شام جہاں میں حاکم ہوں ان شترسواروں کے قبضے میں چلا جائے گا۔(۵)

حضرت محمد بن عبداللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ولادت کے دن اور ربیع الاوّل کے مہینہ پر سب متفق ہیں۔ البتہ تاریخ میں اختلاف ہے۔ زیادہ اتفاق (۱۲ربیع الاول مطابق ۲۵/اپریل ۵۷۱ء) پر ہے۔ پیدائش کا وقت صبح صادق کا تھا۔ بعض روایتوں میں پیر ۹/ربیع الاوّل مطابق ۲۲/اپریل ۵۷۱ء کو تاریخ ولادت قرار دیا گیا۔ ڈاکٹر حمید اللہ کی تحقیق پیر ۱۷/جون ۵۶۹ء کی ہے۔

اسی کے فیض سے میری نگاہ ہے روشن

اقبال

تعدادِ ایّامِ قیامِ نبویؐ بعالمِ دُنیوی

گھنٹے ——— دن

۶ ——— ۲۲۳۳۰



وِلادت مبارک

عیسائیوں کے ایسٹر سے ۲۳ویں دن اور یہودیوں کی عیدالفصح سے ۲۵ویں دن ہوئی تھی۔
اس میں یوم وفات بھی شامل ہے۔

تعدادِ ایّامِ تبلیغ رسالت و نبوت

۸۱۵۶ دن

۵۷۱ء میں ایسٹر کا اتوار، ۱۶/صفر مطابق ۲۹ یا ۳۱/مارچ ۵۷۱ء کو تھا
۱/۲۳۳۱ مطابق ۵۷۱ء میں یہود کی عیدالفصح پنجشنبہ ۱۳/صفر مطابق ۲۶ یا ۱۸/مارچ کو تھی۔

۹/ربیع اوّل کو تاریخ ولادت مان کر جید عالم دین و سیرت نگار محمد سلیمان سلمان منصور پوری نے اپنی شہرۂ آفاق کتاب ”رحمۃ للعالمین“ میں ساری دنیا کے کیلنڈروں کے مطابق جدول تیار کر کے سنہ کا تعین کیا ہے۔



بیت اللہ کے دروازے کا ایک قفل جو اعلیٰ دستکاری کا نادر نمونہ ہے۔ یہ توپ قاپی میوزیم (استنبول) کی زینت ہے آج اُس عظیم ترین ہستی کی ولادت ہوئی جس نے حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے مرکز وحدانیت کو فتح مکہ کے دن قریش کے کلید برداروں کو ایسے ہی ایک قفل کو کھولنے کا حکم دیا تا کہ بیت اللہ کو بتوں کی نجاست اور شرک کی خباثت سے پاک کیا جائے۔

ہے زلزلے میں جہان سارا (اسمٰعیل میرٹھی) محلِ کسریٰ و ملکِ دارا



مسجد حرام اور خانہ کعبہ کی ایک بہت قدیم تصویر۔ مطاف کھمبوں سے گھیرا گیا ہے۔ اطراف کنکریوں کا فرش ہے زمزم کے کنویں پر دو منزلہ عمارت کے علاوہ چاروں ائمہ کے مصلے بھی دکھائی دے رہے ہیں۔

ہنگامہ جس کے دم سے کاشانۂ چمن میں
اقبال

حضرت آمنہ نے نوید ولادت دادا عبدالمطلب کو بھجوائی جو حطیم میں اشراف قریش کے ساتھ بیٹھے تھے۔ بہت خوشی کے عالم میں اٹھے اور گھر سے نومولود کو اٹھا کر بیت اللہ میں لے آئے۔ اس عطائے دُرِیتیم پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔ بچہ کے لئے دعا کی اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نام رکھا۔ ماں اشارۂ غیبی پر ''احمد'' پکارنے لگیں۔(٦) حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے صاف صاف نام لے کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت دی ہے۔ سورۂ صف کی آیت ٦ میں ہے...... ''اور ایک رسول کی خوشخبری دینے والا ہوں جو میرے بعد آئے گا اس کا نام احمد ہوگا۔''

لچک ہے شاخوں میں، جنبش ہوا سے پھولوں میں
بہار جھول رہی ہے، خوشی کے جھولوں میں
(امیر مینائی)

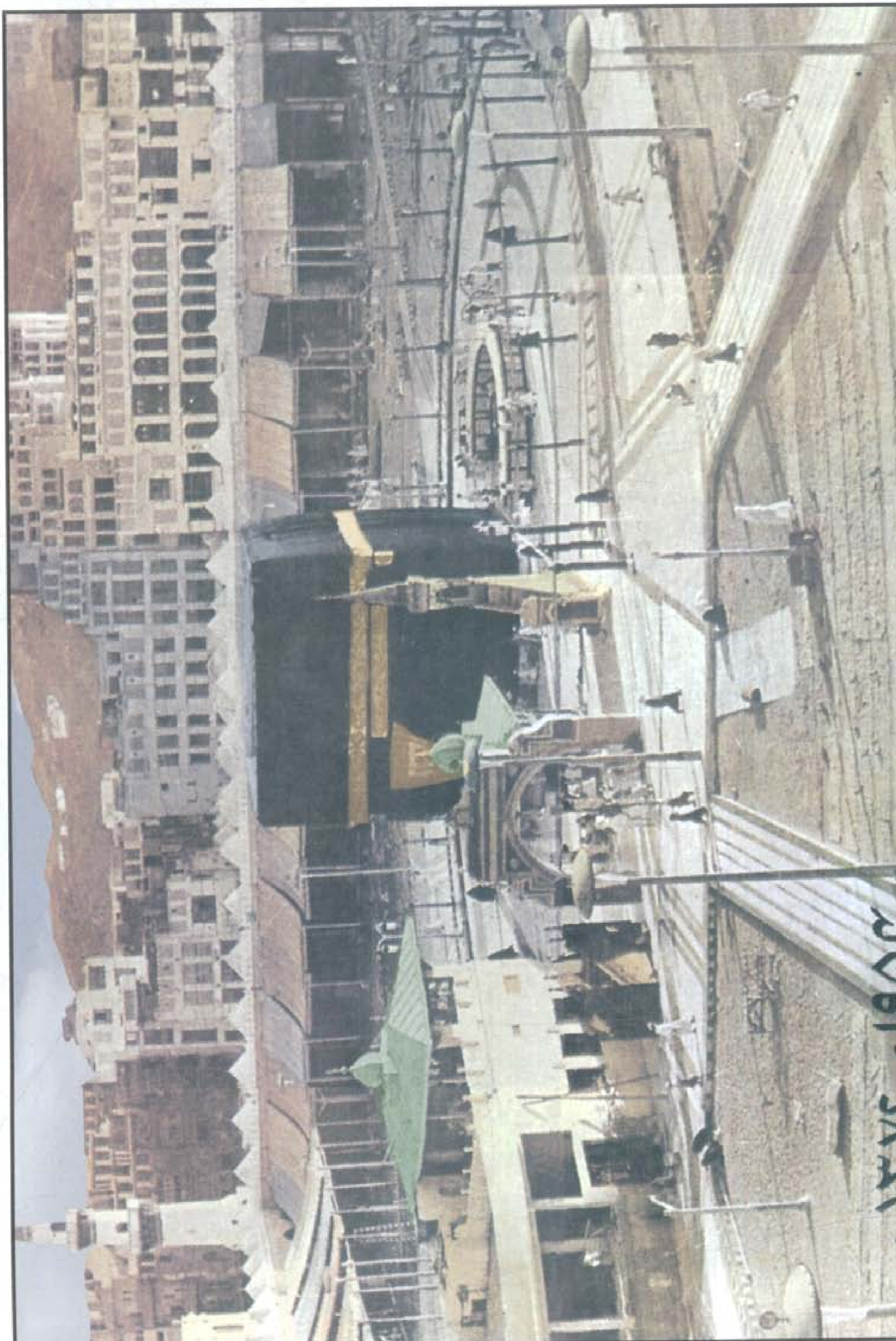


کتاب ہدایت کا خط کوفی میں ایک نادر نمونہ یہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ کا لکھا ہوا ورق جو استنبول کے توپ قاپی میوزیم میں صدیوں سے محفوظ ہے۔

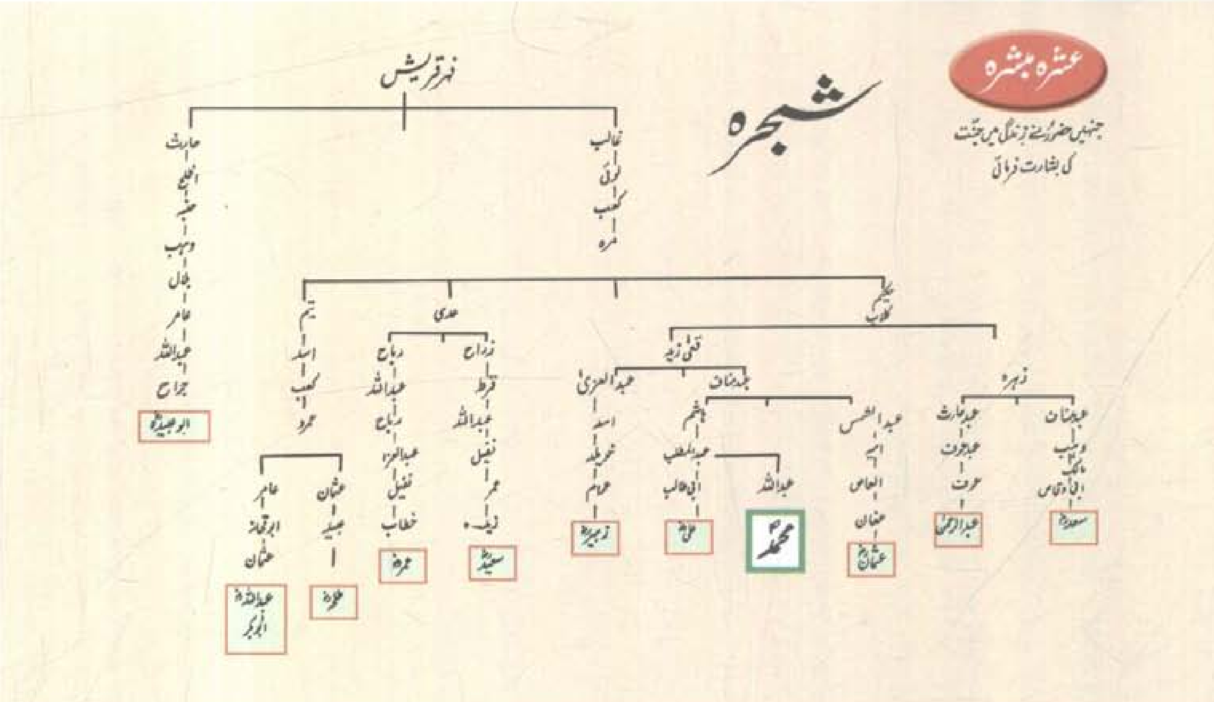
بصد اندازِ یکتائی، بغایت شانِ زیبائی
امیں بن کر امانت آمنہ کی گود میں آئی
(حفیظ جالندھری)

چشمۂ آفتاب سے نور کی ندیاں رواں

اقبال



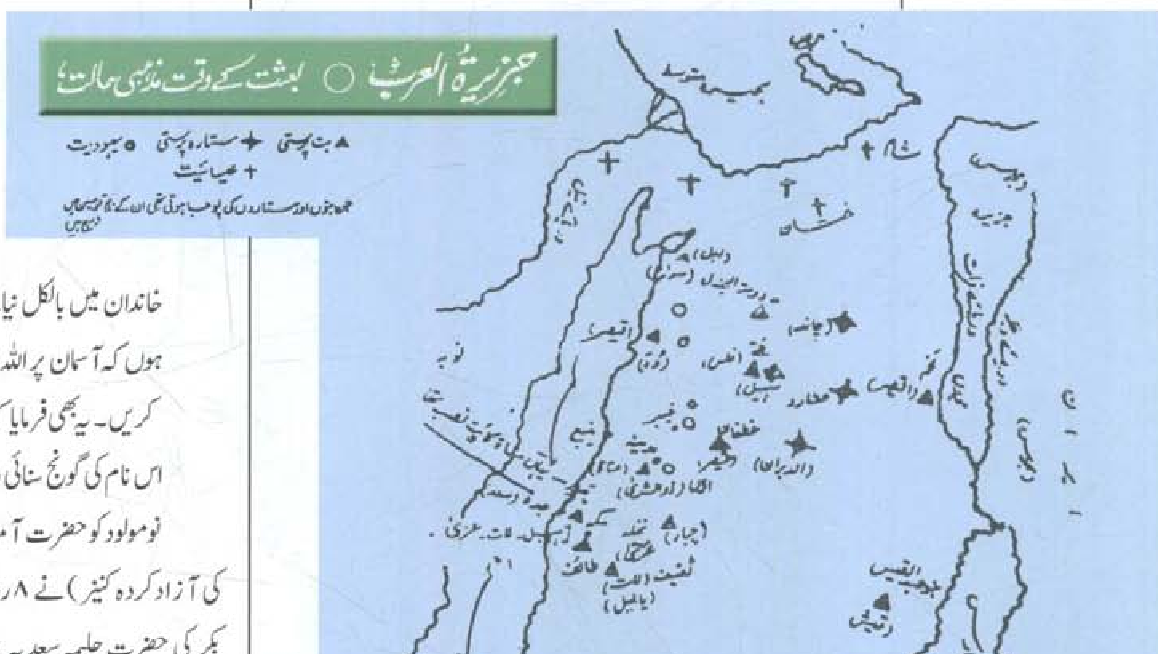
کعبہ سنتے ہیں کہ گھر ہے بڑے داتا کا ریاضؔ
زندگی ہے تو فقیروں کا بھی پھیرا ہوگا
(ریاض خیر آبادی)



یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں
اقبال

پیدائش کے ساتویں دن دادا نے عقیقہ کیا۔ قریش کی دعوت کی۔ لوگوں نے نومولود کا نام پوچھا۔ عبدالمطلب نے فرمایا "محمد" کہنے لگے یہ نام تو آپ کے خاندان میں بالکل نیا ہے۔ جواب دیا...... ہاں میں چاہتا ہوں کہ آسمان پر اللہ اور زمین پر خلق اللہ اس کی تعریف کریں۔ یہ بھی فرمایا کہ مجھے زمین وآسمان ہر طرف سے اس نام کی گونج سنائی دے رہی ہے۔ (۷)

نومولود کو حضرت آمنہ نے سات روز حضرت ثویبہ (ابولہب کی آزاد کردہ کنیز) نے ۸ روز تک دودھ پلایا۔ (۸) پھر بنی سعد بن بکر کی حضرت حلیمہ سعدیہ پرورش کے لئے کوہستانی قریہ میں لے گئیں۔ شرفائے عرب کا دستور تھا کہ اپنے نومولودوں کو پرورش کے لئے بدوی قبائل کی دودھ پلانے والیوں کے سپرد کردیتے تاکہ کھلی فضا میں بچوں کی بھرپور نشوونما ہو نیز ان میں فصاحتِ زبان کا جوہر پیدا ہو۔ اس کے عوض والدین انہیں نہال کردیتے۔ حضرت آمنہ نے بچے کو حوالے کرتے ہوئے فرمایا اے مہربان اور شریف انا (دائی) یہ بڑی شان والا بچہ ہے۔ پھر آپ نے وہ سب کچھ بتایا جومحسوس کیا اور دیکھا تھا۔



جزیرہ العرب۔ بعثت کے وقت مذہبی حالت۔

ہوئی پہلوئے آمنہ سے ہویدا   دعائے خلیل اور نوید مسیحا   (الطاف حسین حالی)

ہوائے دشت و شعیب و شبانیٔ شب و روز

اقبالؒ

کوہستانی قریۂ قدس... الشحطہ
حضرت حلیمہ سعدیہؓ کی بستی

القرآن: اَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيْمًا فَاٰوٰى ﴿۶﴾

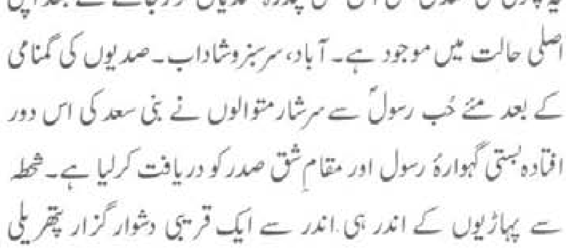
ترجمہ: کیا اس نے تم کو یتیم نہیں پایا اور پھر ٹھکانا فراہم کیا؟ (سورۃ الضحیٰ، آیت ۶)

اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ ﴿۱﴾

ترجمہ: کیا ہم نے تیرا سینہ نہیں کھول دیا؟ (سورۃ الانشراح، آیت ۱)

الحدیث: میں تم میں سے خالص عرب ہوں۔ میں قریشی ہوں اور میں نے بنی سعد بن بکر کے قبیلے میں دودھ پی کر پرورش پائی ہے۔
(سیرۃ النبیؐ ص ۷۱، کتاب الشفاء، قاضی عیاض بن موسیٰ)

یہ چھوٹی سی مقدس بستی آج بھی پندرہ صدیاں گزر جانے کے بعد اپنی اصلی حالت میں موجود ہے۔ آباد، سرسبز و شاداب۔ صدیوں کی گمنامی کے بعد مئے حُب رسولؐ سے سرشار متوالوں نے بنی سعد کی اس دور افتادہ بستی گہوارۂ رسول اور مقامِ شق صدر کو دریافت کرلیا ہے۔ شحطہ سے پہاڑیوں کے اندر ہی اندر سے ایک قریبی دشوار گزار پتھریلی



الشحط___ حضرت سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا گاؤں۔

پگڈنڈی مکہ معظمہ کو جاتی ہے جس سے فاصلہ گھٹ کر ۶۰ کلومیٹر کا رہ جاتا ہے۔ اسی راستے سے بنی سعد کی دودھ پلانے والیاں، انائیں گدھوں اور اونٹوں پر مکہ میں آتی جاتی تھیں۔ کہتے ہیں کہ یہاں ایک پہاڑ کی چوٹی ایسی بھی ہے جہاں سے مکہ کا شہر دکھائی دیتا ہے اور خانۂ کعبہ ایک نقطہ کی صورت دکھائی دیتا ہے۔

حضرت حلیمہ کی نگری جس علاقے میں ہے اسے ضیبات کہتے ہیں اور ان کی خاص بستی کا نام شحطہ ہے۔ یہ ایک چھوٹی مگر سرسبز اور شاداب بستی ہے جو بہت خوبصورت، سادہ اور پُرکشش ہے۔ ابھی تک یہاں اسی قبیلے کے لوگ بستے ہیں یہ سارا علاقہ بنی سعد کہلاتا ہے۔ اس

ماخذ اور حوالے

(۱) دائی حلیمہ اور ان کی شاداب بستی: محمد رحیم دہلوی
(۲) سفر شوق: فرید پراچہ
(۳) حمائل شریف ص ۳۷: (ڈپٹی) نذیر احمد
(۴) اخبار النبی (طبقات) جلد اوّل، ص ۱۵۵: ابن سعد
(۵) ایضاً ص ۱۵۷، مترجم عبداللہ عمادی
(۶) مواہب لدنیہ ص ۷۷ : احمد بن محمد قسطلانی اردو ترجمہ سیرت محمدیہ
(۷) نشر الطیب فی ذکر الحبیب ص ۱۴: اشرف علی تھانوی
(۸) الف: الوفا، ص ۷، ابن جوزی مترجم محمد اشرف سیالوی
ب: سیرت النبی جلد اوّل، ص ۱۸۶، ابن ہشام مترجم عبدالجلیل

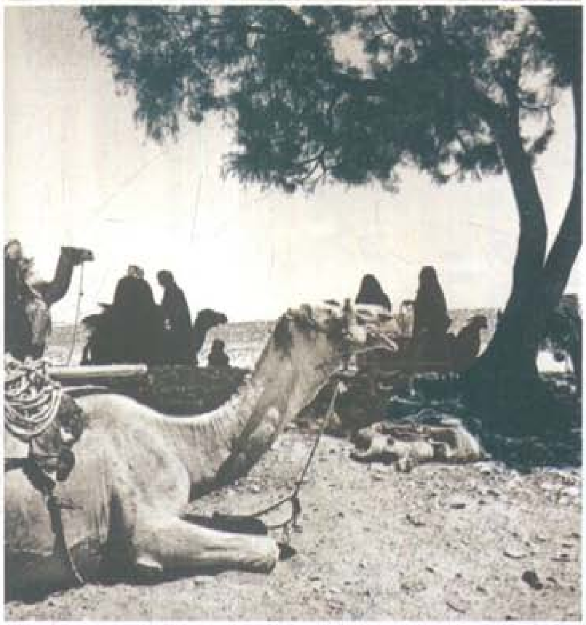
روشن سینہ ہو تو ہے سوزِ سخن عینِ حیات

اقبال

میں کہیں کہیں نخلستان بھی ہیں۔ یہاں بعض دفعہ جاڑوں میں اتنا مینہ برستا ہے کہ زمین پر سبزے کی چادر بچھ جاتی ہے اور بدوؤں کے اونٹوں، بھیڑوں اور بکریوں کو جنت کا مزہ آنے لگتا ہے۔'' (۱)

''اجوائن کے کھیت سے گزرے تو بھینی بھینی خوشبو نے احساس دلایا کہ اس فضا پر اللہ کی رحمتیں نازل ہورہی ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس قدموں کے طفیل اب یہاں ہریالی ہے۔ خوبصورت زندگی کے دل نشین آثار ہیں۔ حلیمہ سعدیہ کی بستی الشحطہ مختصر سی بستی ہے۔ پہاڑی ٹیلے پر جابجا بکھرے ہوئے چھوٹے چھوٹے سفید مکان کپاس کے کھیتوں میں تازہ کھلے ہوئے پھولوں کی طرح خوبصورت دکھائی دے رہے تھے۔ کنوئیں سے چند عورتیں پانی بھر رہی تھیں پہاڑی کے دامن میں ایک خوبصورت باغ ہے۔ بی بی حلیمہ کے مکان کے نیچے ایک کنواں موجود ہے۔ شاید یہ وہی کنواں ہے جس کے پانی سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سیراب ہوتے رہے۔ ہم باغ سے

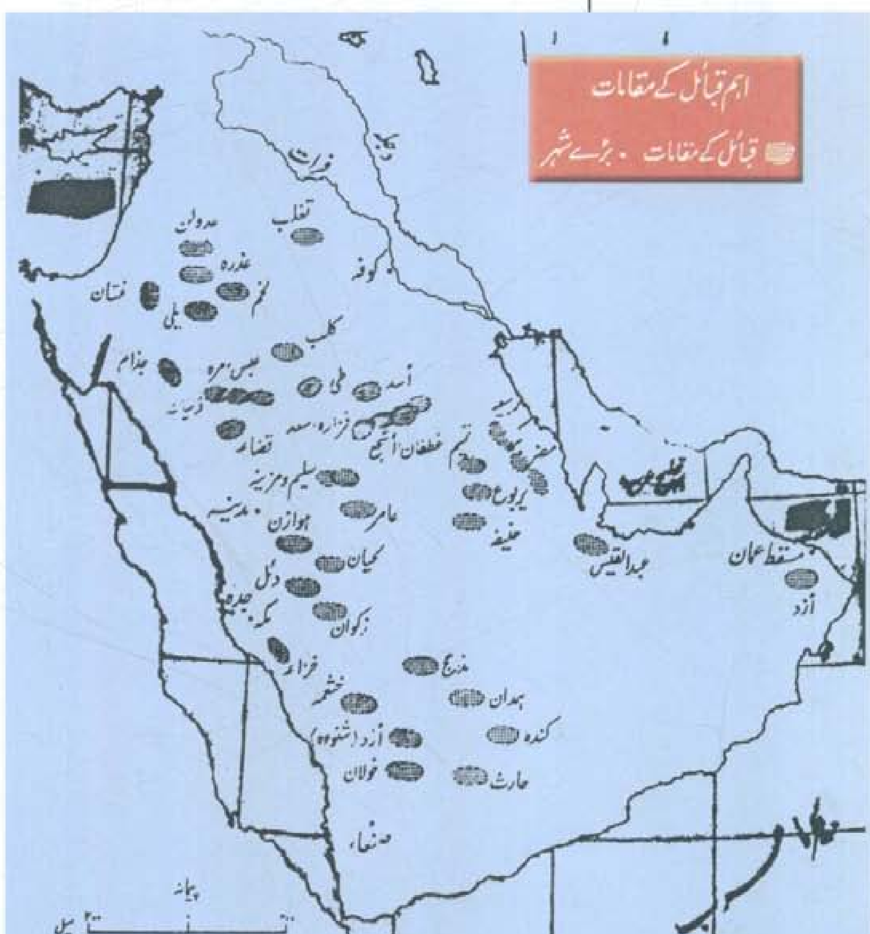




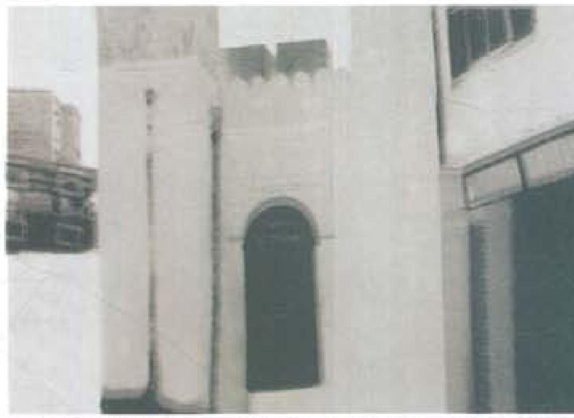
اب سے ایک صدی پہلے تک بھی صحت مند اور پہاڑی علاقوں سے دودھ پلانے والیاں (دائیں) مکہ آکر بچوں کو پرورش کے لیے اُجرت پر لے جاتی تھیں۔ ایک ایسا ہی قافلہ دیکھا جاسکتا ہے۔ اونٹ ان کا بہترین رفیق اور کارآمد ذریعہ معاش ہے۔

نکل کر اس بابرکت مکان کی طرف آئے جس کو دیکھنے کی خواہش ہمیں یہاں کھینچ لائی تھی۔ علاقے کے لوگوں نے اس جگہ کو محفوظ کرنے کے لئے سارے احاطہ کو مسجد میں تبدیل کردیا ہے۔ پتھر جوڑ کر بنائی گئی یہ سادہ سی بغیر چھت کی مسجد ہی وہ مقام ہے جہاں حلیمہ سعدیہ کا مکان تھا۔ ہم اس میں داخل ہوئے۔ سکون کی ایک ناقابل بیان کیفیت سے سرشاری کا عجیب عالم تھا۔ یہ تصور ہی تسکین قلب ونظر کے لئے کافی تھا کہ ہم گہوارۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام مقدس پر کھڑے ہیں۔ ہم نے مسجد میں دو رکعت نماز نفل ادا کی۔'' (۲)

بقول علامہ اقبال ''مقام نبی دیکھنے سے ادراک نبی ہوتا ہے۔ اسلاف سے آگہی ہمیں خودشناس بناتی ہے۔ ماضی کا شعور ہمارے فکر، گفتار اور کردار پر اثر انداز ہوتا ہے۔ ایام ماضی سے ہمارا رابطہ ہمارا پیرہن ہے۔ تاریخ ہمیں اپنے آپ سے شناسا کرتی ہے اور ہمیں



اس نقشہ میں عرب کے قبائل اور ان کے مقامات سکونت کی تفصیل درج ہے۔



مدینہ منورہ سے آتے ہوئے مکہ کے قریب ''طوی'' نامی کنواں وافر پانی کا تھا۔ اکثر قافلے مکہ میں داخلے سے پہلے یہاں آرام کرتے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے موقع پر رات میں یہاں قیام فرمایا۔ صبح اسکے پانی سے غسل فرما کر شہر مکہ میں داخل ہوئے۔ اب اس کنویں کو گھیر کر عمارت تعمیر کر دی گئی ہے۔ لوگ اس متبرک پانی سے غسل کرتے ہیں۔

فرائض کار سے آگاہ کر کے مردِ راہ داں بناتی ہے۔ اگر حیات ابدی چاہتے ہو تو اپنے حال اور مستقبل کو ماضی سے ٹوٹنے نہ دو۔''

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو والدہ محترمہ آمنہ کے علاوہ سات خواتین نے دودھ پلانے کا شرف حاصل کیا۔ ان میں حضرت حلیمہ سعدیہ سب میں ممتاز ہیں۔ (۳) ان کی بستی نجد کے شاداب علاقے میں تھی۔ آج کل اس کا نام شحطہ ہے۔ طائف سے شحطہ جانے والے دو راستے ہیں۔ لیہ کے بعد بنجر وادی قسط ہے۔ اس کے چند میل بعد وادی نسل ہے۔ اس کے آگے کچے راستے پر تین وادیاں سرراہ، امّ تلوبتیلہ اور وادئ مظلّہ ہیں۔ پتھروں کی پگڈنڈی ویران، چٹیل گزرگاہوں سے ہوتی ہوئی شقصان کی بستی میں جا نکلتی ہے۔ یہ مقام طائف سے ۵۰ کلو میٹر ہے۔ یہاں سے دائیں جانب کوئی ۱۷ کلو میٹر پر ضیات ہے جسمیں ایک بستی کا نام شحطہ ہے۔ یہ سرسبز و شاداب علاقہ ہے۔ یہاں بنی سعد بن بکر کی بستیاں دور دور تک پھیلی ہوئی تھیں جو بنی ہوازن کی شاخ تھے۔

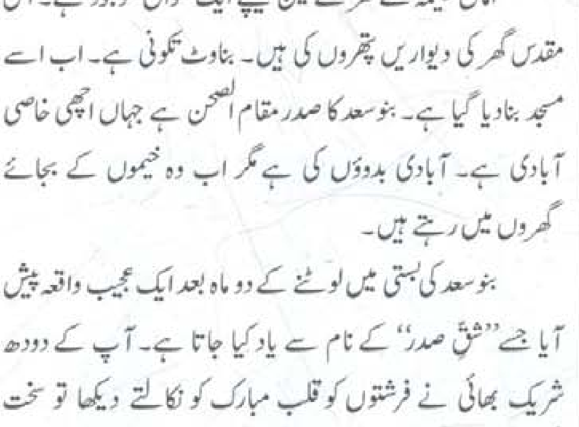
اسی بستی میں حضرت حلیمہ سعدیہؓ کے چھ افراد کا گھرانہ تھا۔ شوہر حارث، بیٹیاں انیسہ، حذیفہ، جدامہ جو شیما کے نام سے مشہور ہوئیں۔ شیر خوار عبداللہ...... حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دودھ شریک بھائی۔ (۴)

دو سال تک دائی حلیمہ سعدیہ نے دُرِ یتیم کو اپنے دودھ میں محبت، فصاحت اور بلاغت گھول گھول کر پلایا۔ جب مدت پوری ہوگئی تو دودھ چھڑایا گیا۔ حسب معاہدہ بچے کو واپس کرنے کا وقت آ گیا۔

حلیمہ ملول تھیں کہ یہ منبعِ خیر و برکت جدا ہو جائے گا۔ بس یہی خواہش تھی کہ شاخ ہاشمی کا یہ غنچۂ نورس یہیں پھول بنے، دل پر پتھر رکھ کر حضرت آمنہ کی امانت واپس کرنے آئیں۔ اتفاق کی بات کہ ان دنوں مکہ میں کسی وبا کا زور تھا۔ جب حلیمہ نے بچے کو مزید چند سال رکھنے کا خیال ظاہر کیا تو ماں نے فوری واپسی پر اصرار نہیں کیا۔ یوں حلیمہ کی مراد بر آئی۔ وہ خوش خوش اس ہستی کو دوبارہ اپنے گھر لے آئیں جو خانوادۂ حارث کے لئے رحمت ہی رحمت تھی۔

اماں حلیمہ کے گھر کے عین نیچے ایک کنواں موجود ہے۔ اس مقدس گھر کی دیواریں پتھروں کی ہیں۔ بناوٹ تکونی ہے۔ اب اسے مسجد بنا دیا گیا ہے۔ بنو سعد کا صدر مقام الصحن ہے جہاں اچھی خاصی آبادی ہے۔ آبادی بدوؤں کی ہے مگر اب وہ خیموں کے بجائے گھروں میں رہتے ہیں۔

بنو سعد کی بستی میں لوٹنے کے دو ماہ بعد ایک عجیب واقعہ پیش آیا جسے ''شقِ صدر'' کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ آپ کے دودھ شریک بھائی نے فرشتوں کو قلب مبارک کو نکالتے دیکھا تو سخت گھبراہٹ میں دوڑا ہوا والدین کے پاس آیا اور تمام ماجرا سنایا۔ وہ دوڑ کر وہاں پہنچے۔ آپ کا رنگ فق تھا۔ گھر لائے تو حارث نے آسیب کا اندیشہ ظاہر کیا۔ کہا اس سے پہلے کہ بچے کو کچھ ہو جائے اسے ماں کے حوالے کر دینا چاہئے۔ حضرت آمنہ نے غیر متوقع انہیں مکہ



حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حجرے کا موجودہ منظر۔



بنی سعد کی بستی تصویر میں حضرت حلیمہ کے گھر کے نیچے کنواں۔

ہوائے بیاباں سے ہوتی ہے کاری
اقبال

لانے کی وجہ معلوم کی۔ واقعہ سنا تو فرمایا کہ گھبرانے کی کوئی بات نہیں، اللہ کی قسم اس پر کوئی آسیب نہیں آسکتا۔ اس بچے کی بڑی شان ہے۔ غرض ایک بار پھر حلیمہ سعدیہ کا گھر خوش بختیوں کا گہوارہ بن گیا۔ (۵)

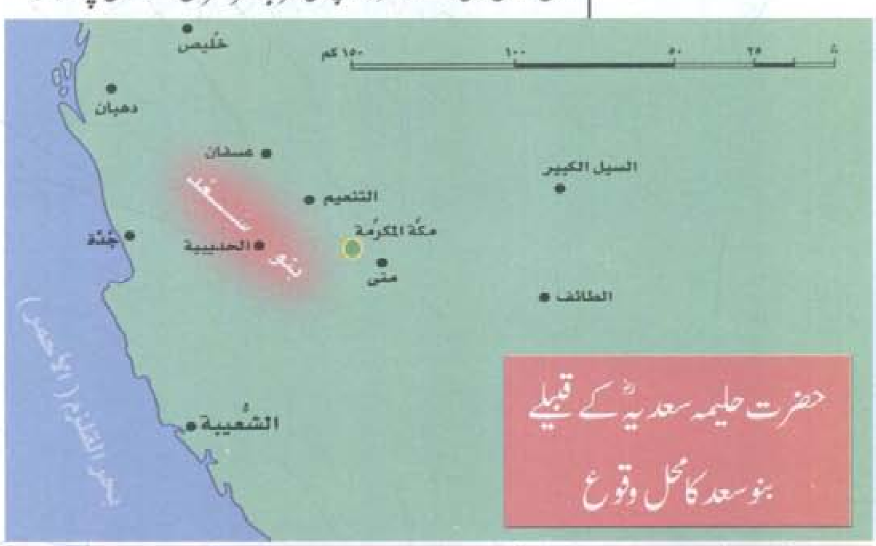
ایک روایت کے بموجب ۵ سال بعد صحرائی تربیت کے اس شاہکار کو آغوشِ مادر میں بٹھا کر حلیمہ بوجھل دل کے ساتھ بنوسعد کے ٹھکانے لوٹیں۔ وہ نور دیدہ زندگی بھر حلیمہ کی آنکھیں روشن کرتا رہا۔ خیر کا دروازہ جو اس ذات کے طفیل بنوسعد پر کھلا پھر کبھی بند نہ ہوا۔

اسی کوہستانی قریۂ قدس میں ''شق صدر'' کا واقعہ پیش آیا۔ ابن سعد نے اس وقت حضور کی عمر چار سال بتائی ہے۔ احمد بن محمد قسطلانی نے ''مواہب لدنیہ'' میں لکھا ہے کہ غسل قلب (شق صدر) کا

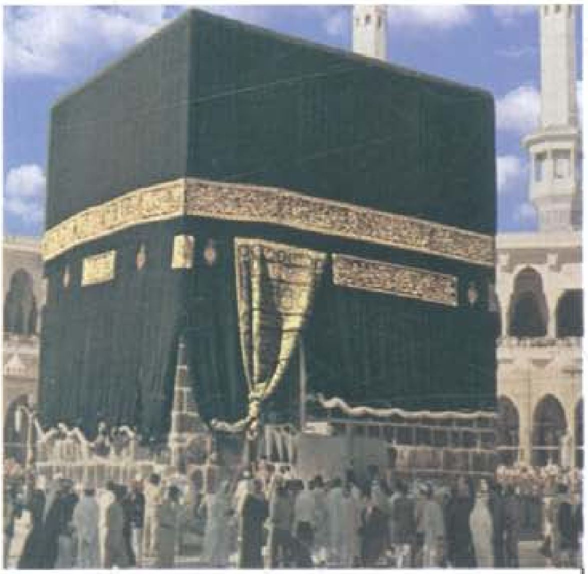


مقامی بدوؤں کا بیان ہے کہ بنی سعد کی بستی کا مقام جہاں شق صدر کا واقعہ پیش آیا۔

واقعہ شیر خوارگی ہی کے زمانے پر موقوف نہیں بلکہ متعدد بار ہوا۔ پہلی دفعہ بنی سعد کے قیام کے عالم طفلی (چار سال) میں دوسری بار صحرا میں جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر دس سال تھی۔ تیسری دفعہ غار حرا میں نزول وحی سے پیشتر اور چوتھی مرتبہ سفر معراج کے موقع پر۔ (٦)



حضرت حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا خاندان بنی سعد بنو ہوازن کی ایک شاخ تھا جو ان کے علاقہ کے ایک گاؤں ''الشط'' میں آباد تھا۔



سورۂ الم نشرح کی تشریح کرتے ہوئے شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ پہلی بار ''حب لہو ولعب'' نکالا گیا۔ دوسری بار متوقع جوانی کی رغبتوں کا تدارک کیا گیا۔ تیسری دفعہ دل کو وحی کے تحمل کے قابل بنایا گیا اور چوتھی بار دل کو عالم ملکوت کے مشاہدے کی قوت عطا کی گئی۔ (۷)

محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو والدہ محترمہ آمنہ کے علاوہ دودھ پلانے والی حضرت ثویبہ رضی اللہ عنہا (ابولہب کی کنیز) اور حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا بنت ابوذویب ہیں۔ حلیمہ کے باپ کا نام عبداللہ بن حارث اور کنیت ابوذویب تھی۔ شوہر کا نام حارث بن عبدالعزیٰ تھا۔ گھرانہ چھ افراد پر مشتمل تھا۔ دودھ شریک عبداللہ اور تین بیٹیاں انیسہ، حذیفہ اور جدامہ (لقب شیما) زیادہ تر شیما ہی آپ سے کھیلا کرتیں۔ ایک بار بہت تنگ کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کندھے پر اس زور سے کاٹا کہ دانتوں کا نشان بیٹھ گیا۔ غزوۂ ہوازن میں گرفتار ہوئیں تو یہی نشان پروانۂ آزادی اور وجہ سرفرازی بنا۔ (۸)

طائف میں مولف کے میزبان ڈاکٹر جاوید صادق (فرزند محمد صادق مرحوم (لالہ صحرائی) ستمبر ۱۹۹۱ء میں کچی سڑک پر اپنے چند رفقاء کے ساتھ میلوں پیدل چل کر اس بستی کو دیکھنے گئے۔ ان کا بیان ہے کہ اب وہاں نہ مسجد ہے اور نہ گھر البتہ اس کے مقدس آثار باقی ہیں۔ مقامی بدوؤں کی رہنمائی میں اس عظیم تاریخی کوہستانی قریۂ قدس کی چند تصاویر محفوظ کرلیں۔ یہ تینوں تصویریں ان کی آنکھوں دیکھی ''خاموشی و دلسوزی، سرمستی و رعنائی'' کی داستان ہے۔ آج بھی۔ بقول علامہ اقبال: ''خلوت کو وہ دبیاباں میں وہ اسرار ہیں فاش۔''

ٹوٹنا جس کا مقدّر ہو یہ وہ گوہر نہیں

اقبال

بچپن سے جوانی تک

القرآن: اَلَمۡ یَجِدۡكَ یَتِیۡمًا فَاٰوٰی ۝۶ وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰی ۝۷ وَوَجَدَكَ عَآئِلًا فَاَغۡنٰی ۝۸

ترجمہ: کیا اس (اللہ تعالی) نے تمہیں یتیم پا کر جگہ نہیں دی۔ بے شک دی اور رستے سے ناواقف دیکھا تو سیدھا راستہ دکھایا اور تنگ دست پایا تو غنی کردیا۔ (سورۃ الضحٰی، آیات: ۶ تا ۸)

الحدیث: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو نبی بھی گزرا ہے اس نے ضرور بھیڑ بکریاں چرائی ہیں۔ صحابہ کرامؓ نے پوچھا یارسول اللہ! آپ نے بھی؟ فرمایا ہاں میں بھی قراریط پر اہل مکہ کی بھیڑ بکریاں چراتا تھا۔ (صحیح بخاری کتاب الاجارہ)

حضرت آمنہ کی خوشی کا کوئی کیا اندازہ لگائے کہ ان کا لختِ جگر، نورِ نظر جس کی پیشانی سے اقبال اور سعادت کا نور ہویدا تھا ہر وقت ان کی آنکھوں کے سامنے ہوتا۔ حضرت عبداللہ کی حبشی کنیز برکتہ (کنیت امّ ایمن) خدمت کے لئے وقف تھی۔(۱) چھ سال کی عمر ہوئی تو حضرت آمنہ نے یثرب میں موجود ننھیالی رشتہ داروں سے ملنے کا ارادہ کیا۔ مختصر سا قافلہ یثرب روانہ ہوا۔ بنی نجار میں دارالنابغہ میں قیام کیا یہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والد حضرت عبداللہ مدفون تھے۔(۲) ایک مہینہ قیام کے بعد مکہ واپسی کے سفر پر نکلیں۔ بدر کے قریب ابواء کے مقام پر حضرت آمنہ سخت بیمار ہوگئیں۔ حضورؐ اپنی والدہ کے سرہانے بیٹھے رہتے۔ پیام اجل آیا تو کچھ شعر پڑھے اور بیٹے کو تسلی دی۔ ”ہر زندہ کو ایک نہ ایک دن مرنا ہے، ہر ایک کی منزلِ آخر فنا ہے میں مروں گی لیکن میرا ذکر باقی رہے گا اس لئے کہ میں نے خیرِ عظیم کو بطور نشانی چھوڑا ہے میں نے ایک طیّب و طاہر کو جنم دیا ہے۔“(۳) یہ کہہ کر جان جان آفریں کے سپرد کی۔ اس وقت ان کی عمر صرف ۲۸ سال تھی۔(۴)

اُمّ ایمن نے اس چراغِ تہ داماں کو سینہ سے لگایا اور دادا کے

ماخذ اور حوالے

(۱) طبقات ابن سعد حصہ اوّل ص ۱۶۴
(۲) سیرت ابن اسحٰق ص ۱۰۵ مترجمہ رفیع اللہ شہاب
(۳) مواہب لدنیہ جلد اوّل ص ۲-۹۳ مترجمہ عبدالجبار خان آصفی
(۴) تاریخ اسلام جلد دوم ص ۱۷ موسوم بہ تاریخ یعقوبی مترجمہ عبداللہ عمادی
(۵) البدایہ والنہایہ جلد دوم ص ۵۸۴ ابن کثیر
(۶) مدارج النبوت ص ۳۲، شیخ عبدالحق محدث دہلوی
(۷) طبقات ابن سعد حصہ اوّل ص ۱۶۶ (اخبار النبیؐ)
(۸) الوفاء باحوال المصطفیٰ ص ۱۶۷ عبدالرحمٰن ابن جوزی مترجمہ محمد اشرف سیالوی
(۹) طبقات (حصہ اوّل) ابن سعد ص ۱۷۰
(۱۰) محمد رسول اللہؐ (انگریزی) ترجمہ نذیر الحق نقوش رسول نمبر جلد دوم ص ۵۱۹ ڈاکٹر محمد حمید اللہ
(۱۱) سیرت ابن اسحٰق ص ۲۰۴

دامانِ آسماں سے اِس کا کلس مِلادیں

اقبال

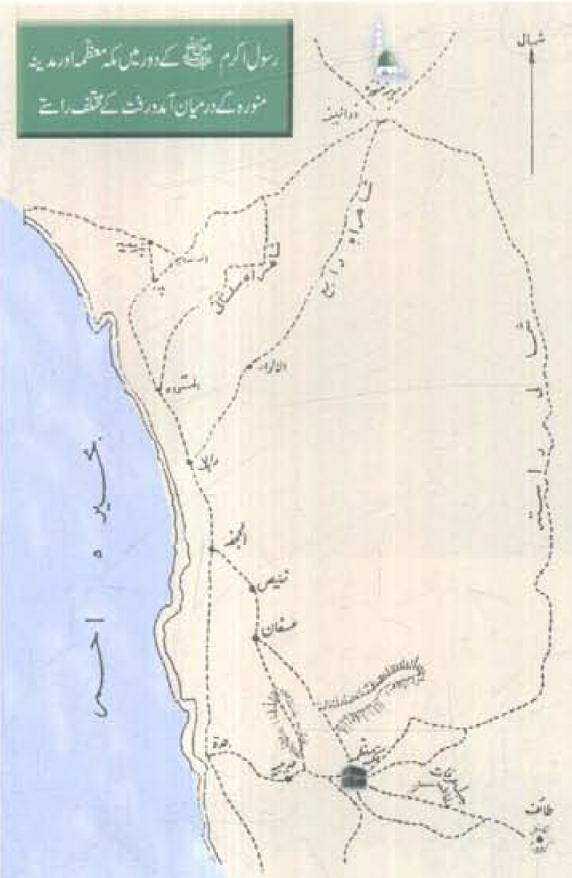


مسجد حرام کی ایک بہت پرانی تصویر جبکہ اطراف میں ایک ہی منزل بنی تھی۔

پاس مکہ آئیں۔ عبدالمطلب نے یتیم و یسیر پوتے کو اپنے سایۂ عاطفت میں لے لیا۔ سردار قریش کے بیٹھنے کے لئے حطیم میں فرش ہوتا۔ ان کی عظمت کی وجہ سے بڑے بڑے سردار ادب سے مسند کے کنارے پر بیٹھتے۔ پوتا آتا تو مسند پر جا بیٹھتا۔ چچا ہٹانے کی کوشش کرتے تو کمزور بینائی والے عبدالمطلب کہتے۔ میرے بچے کو نہ ہٹاؤ اس میں خود شناسی کا نادر جوہر ہے۔ ربّ کعبہ کی قسم اس کی بہت بڑی شان ہوگی۔(۵) قریب بٹھا کر پشت پر محبت سے ہاتھ پھیرا کرتے۔ اپنے جلیل القدر پوتے کو آنکھوں سے اوجھل نہ ہونے دیتے۔ جب



شہر مکہ جس میں حدود حرم بھی واضح کیے گئے ہیں۔



رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان آمد و رفت کے مختلف راستے۔

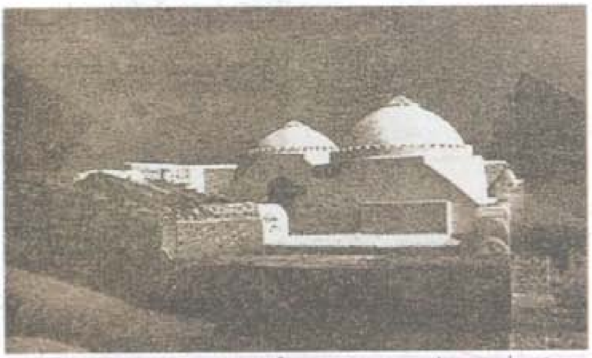
کھانا کھاتے تو کہتے میرے بیٹے کو میرے پاس لاؤ۔ آپ جو کام کرتے اسے دیکھ کر خوش ہوتے۔ ایک دفعہ مکہ میں قحط پڑا تو پوتے کو کندھے پر بٹھا کر جبل بوقبیس کا رخ کیا اور ان کے واسطے سے ربّ کعبہ سے بارش کی دعا مانگی۔ پہاڑ سے اترنے بھی نہ پائے تھے کہ ابرِ رحمت جھوم کے برسا۔(۶)

آخری وقت آیا تو اُمّ ایمن کو طلب کر کے کہا میرے اس بیٹے کی طرف سے کبھی غفلت نہ برتنا۔ اہلِ کتاب کہتے ہیں کہ یہ اس امت کا نبی ہے۔ بوقت انتقال ان کی عمر ۸۲ سال تھی۔(۷) مرتے وقت اپنے بڑے بیٹے زبیر کو جانشیں اور سردار قبیلہ نامزد کیا اور عباس کو کعبہ کی تولیت بخشی۔ اس وقت کے عرب دستور کے مطابق قبیلہ کا سربراہ ہی یتیم و یسیر کی کفالت و دیکھ بھال کرتا تھا۔ اس لیے حضرت زبیر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کفیل تھے۔ ابوطالب کو حقیقی بھائی کی نشانی کا نگراں بنایا۔(۸) ان کا جنازہ حجون کے قبرستان (جنت معلی) میں لے جایا جارہا تھا تو آٹھ سالہ پوتا بھی میت کے پیچھے پیچھے چل رہا

خوگر پرواز کو پرواز میں ڈر کچھ نہیں
اقبال



مکہ کے قبرستان ''جنت المعلیٰ'' میں بنی ہاشم کے افراد اس حصے میں سپردِ خاک کئے جاتے تھے۔ ترکوں نے اپنے دورِ حکمرانی میں ان پر گنبدیں تعمیر کیں۔ اب یہ سب تصویروں میں دیکھنے کے لیئے رہ گئے۔



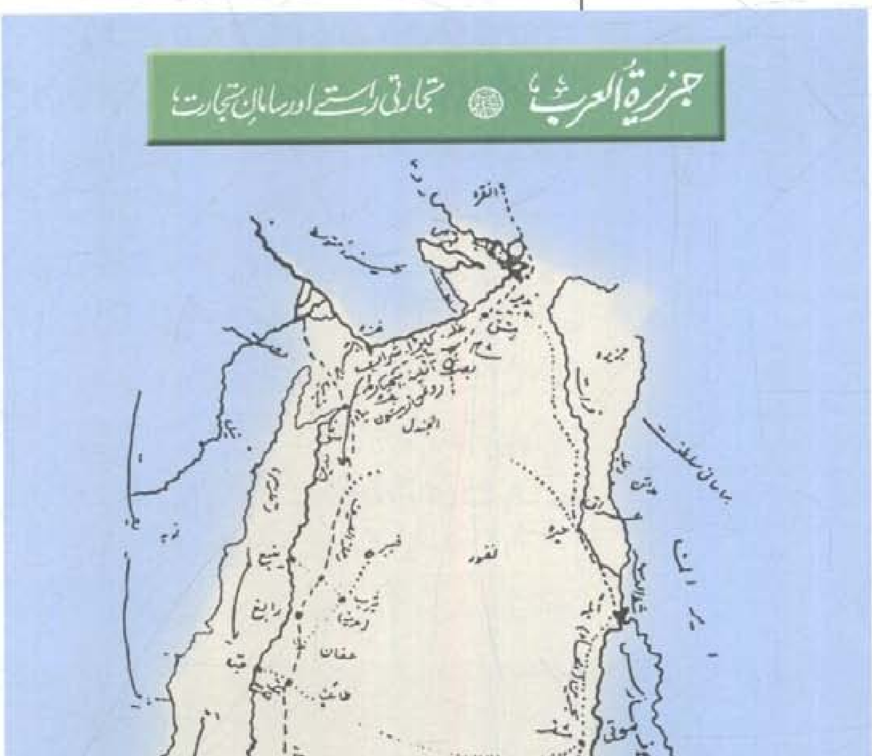
حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا عبدالمطلب اور دیگر سرداران بنی ہاشم کا مقبرہ۔

تھا۔ شفیق ماں کے بعد محبت کرنے والا دادا بھی راہِ عدم اختیار کر گیا۔

باپ نے ترکہ میں پانچ اعلیٰ نسل کے آوارک اونٹ، بھیڑوں کا گلہ چھوڑا تھا۔ شعب بنی ہاشم میں ایک مکان تھا جس میں آپ کی والدہ رہتی تھیں۔ مکہ میں خیاطی کی ایک دکان بھی تھی جہاں کپڑا بکتا اور سلتا تھا۔ کچھ نقد و جنس (چمڑا اور کھجور) تجارتی قافلہ میں والد لا رہے تھے۔ قریش کے دستور کے موافق یہ مال تجارت میں لگا رہتا اور منافع ملتا۔ ایک کنیز اُمّ ایمن اور ایک غلام سقران بن صالح بھی وراثت میں ملے۔(۹)

اسی زمانے میں اہل مکہ کی بکریاں ایک چراگاہ اجیاد میں چرایا کرتے۔ بخاری شریف میں ہے ''میں چند قراریط پر مکہ والوں کی بکریاں چرایا کرتا تھا'' یہ اجرت اپنے چچا ابوطالب کی نذر کرتے۔ کمائی کا یہ سلسلہ کئی سال چلتا رہا۔(۱۰) حضرت جابر بن عبداللہ کہتے ہیں کہ ایک بار ہم اراک (پیلو) کے درخت کے پھل چن رہے تھے تو فرمایا جو سیاہ ہوگئے ہوں وہ سب سے اچھے ہوتے ہیں۔ جب میں بھیڑ بکریاں چراتا تھا تو انہیں چنتا تھا۔ صحابہ کرام نے عرض کیا یارسول اللہ کیا آپ بھی بھیڑ بکریاں چرایا کرتے تھے۔ فرمایا ہاں کوئی نبی ایسا نہیں گزرا جس نے یہ کام نہ کیا ہو۔(۱۱)

عمر کے تیرہویں برس آپ نے اپنے چچا ابوطالب کے ساتھ شام کا تجارتی سفر کیا، قافلہ نے بصریٰ میں ایک جگہ پڑاؤ ڈالا۔ وہاں انجیل کے ایک عالم نصرانی راہب کی خانقاہ (صومعہ) تھی۔ وہ بجیریٰ



جزیرہ عرب۔ تجارتی راستے اور سامانِ تجارت۔

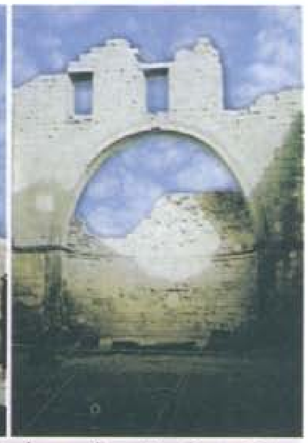
مترجمہ رفیع اللہ شہاب

(۱۲) جامع ترمذی جلد دوم ''ابواب المناقب'' حدیث ۱۵۵۴
(۱۳) البدایہ والنہایہ جلد دوم ص ۵۹۳ ابن کثیر
(۱۴) طبقات ابن سعد حصہ اول ص ۱۸۲ اخبار النبیؐ
(۱۵) رسول اکرمؐ کی سیاسی زندگی ص ۶۱، ڈاکٹر محمد حمید اللہ
(۱۶) طبقات ابن سعد، حصہ اوّل ص ۶-۱۸۳ اخبار النبیؐ
(۱۷) ایضاً ص ۲۰۵
(۱۸) تاریخ ابن خلدون، حصہ اوّل ص ۳۷



تجارتی سفر کے لیئے اونٹوں کی خریداری کا منظر۔





بصریٰ کے راہب کی خانقاہ کا بیرونی اور اندرونی منظر۔ اس خانقاہ کے سامنے ایک سوکھا درخت تھا حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مال تجارت شام لے جاتے ہوئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں قیام فرمایا۔ راتوں رات وہ درخت ہرا ہوگیا۔ یہ دیکھ کر نسطورا راہب نے کہا کہ میں نے کتب سماوی میں پڑھا ہے کے اس درخت کے نیچے بجز نبی کوئی نہیں اترے گا۔

ہو دیکھنا تو دیدۂ دل وا کرے کوئی

اقبال

کے نام سے مشہور تھا۔ اس نے دیکھا کہ نوجوان پر ابر سایہ فگن ہے۔ درخت کی شاخیں جھک کر اسے دھوپ سے بچالیتی ہیں۔ راہب نے تمام اہلِ کارواں کی دعوت کی۔ نوجوان کا بغور جائزہ لیا۔ کھانا ختم ہوا تو وہ لات وعزیٰ کی قسم دے کر نوجوان سے مخاطب ہوا۔ آپ نے کہا کہ مجھے ان کی قسم نہ دو میں ان بتوں سے نفرت کرتا ہوں۔ آپ نے اس کے سوالات کا معقول جواب دیا۔ ابوطالب سے پوچھا آپ کا اس سے کیا رشتہ ہے؟ کہا میرا بیٹا ہے۔ راہب نے کہا میرا علم کہتا ہے کہ اس کا باپ زندہ نہیں۔ ابوطالب نے تصدیق کی۔ اپنی آسمانی کتابوں کے بموجب آپ کی پشت دیکھی اور مہر نبوت کو پہچان گیا۔ راہب نے ابوطالب سے کہا کہ اپنے بھتیجے کو فوراً واپس لے جاؤ۔ یہود سے ان کی حفاظت کرو، ان کی بڑی شان ہوگی۔ (۱۲)

آپ پندرہ سال کے تھے کہ مکہ میں چوتھی حرب فجار ہوئی۔ کنانہ اور قریش کے مقابل بنی قیس عیلان تھے جن کے ساتھ بنی ثقیف اور بنی ہوازن تھے۔ لڑائی صرف اس بات پر چھڑی تھی کہ حیرہ کے فرماں روا کے مال تجارت سے لدے اونٹوں کو جو عکاظ کے میلے میں جا رہے تھے بنی ہوازن کے سردار نے پناہ دی۔ اسے بنی کنانہ کے سردار نے اپنی توہین سمجھا چونکہ عکاظ اس کے علاقہ میں تھا۔ یہاں تک کہ حدود حرم میں خونریزی ہوئی۔ یہ جنگ محرم میں ہوئی تھی اس لئے حرب فجار کہلائی۔ چچاؤں کے اصرار پر آپ نے بھی اس میں شرکت کی۔ دشمن کے تیر چن چن کر انہیں دے رہے تھے ان خانہ جنگیوں کا خاتمہ ایک معاہدہ پر ہوا جسے حلف الفضول کہا جاتا ہے۔ (۱۳)

اس کے چند سال بعد ایک زبیدی تاجر نے مکہ کے سردار عاص بن وائل کو اپنا مال فروخت کیا۔ ذی اثر سردار نے دام دینے سے انکار کیا۔ ایک ایک سے وہ انصاف کی بھیک مانگتا رہا آخر تنگ آ کر جبل بوقبیس پر چڑھ کر حرم اور دارالامن میں ہونے والے ظلم پر فریاد کی۔ اس پر بنوہاشم کے سردار زبیر بن عبدالمطلب نے تمام سرداران قریش کو جمع کیا اور حلف الفضول پر عملدرآمد کا عہد کیا۔ اس وقت آپ کی عمر ۲۰ سال تھی اور آپ مجلس میں شریک تھے۔ اس بات پر حلف لیا گیا ''اللہ کی قسم ہم سب مل کر ایک ہاتھ بن جائیں گے اور وہ ہاتھ مظلوم کے ساتھ رہ کر اس وقت تک ظالم کے خلاف اٹھا رہے گا جب تک کہ وہ اس مظلوم کا حق ادا نہ کردے۔''

عہد نبوت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ اس معاہدے کے بدلے مجھے کوئی سرخ اونٹ بھی دے تو میں قبول نہ کروں اور اب بھی کوئی ایسا معاہدہ کرنا چاہے تو میں تیار ہوں۔ (۱۴)



بعثت نبوی کے وقت جو بت عرب میں پوجے جاتے تھے اُن کی تفصیل۔

ان بتوں کے نام جو قرآن مجید میں آئے ہیں

(۱) سواع (۲) عزیٰ
(۳) لات (۴) منات
(۵) نصر (۶) ود
(۷) یعوق (۸) یغوث

ان بتوں کا قرآن مجید میں کوئی تذکرہ نہیں ہے

(۹) اساف (۱۰) ذوالخلصہ
(۱۱) ذوالشریٰ (۱۲) ذوالکفین
(۱۳) نائلہ (۱۴) ہبل

تو زمانے میں خدا کا آخری پیغام ہے
اقبال

قریش کے تمام خاندانوں کا ذریعۂ معاش تجارت تھا۔ اب آپ صلی اللہ علیہ وسلم عمر کی اس منزل پر پہنچ چکے تھے جہاں معاشی جدوجہد کے دروازے کھولنا پڑتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے والد نے جو سرمایہ چھوڑا تھا، وہ تجارت میں لگا ہوا تھا۔ ان دنوں آپؐ نے مختلف تجارتی میلوں میں شرکت کی غرض سے نجد، یمن، بحرین اور شام کے سفر کئے۔ معاملہ فہمی، امانت، دیانت اور کاروبار کی خوش اسلوبی سے متاثر ہوکر لوگوں نے آپ کو ''الصادق'' اور ''الامین'' کے القاب سے یاد کرنا شروع کیا۔ قیس بن سائب مخزومی کہتے ہیں کہ میں نے زمانۂ جاہلیت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بہتر ساجھی نہیں پایا۔ (۱۵) اگر ہم آپ کا مال تجارت لے جاتے اور واپسی پر آپؐ ہمارا استقبال کرتے اور خیر و عافیت پوچھ کے چلے جاتے۔ جب ہم حساب دیتے تو تکرار یا حجت نہیں کرتے ہم جو کہتے اسے مان لیتے۔ دوسرے شرکاء کا رویہ اس کے بالکل برعکس ہوتا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم تجارتی سفر سے لوٹتے تو جب تک پائی پائی ادا نہ کرتے گھر کی راہ نہ لیتے۔ مال خرید کر لاتے تو ہمارے حوالے کرتے۔

ان تجارتی اسفار میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امانت، دیانت اور کامیابی بوئے گل کی طرح پھیل گئی۔ مکہ کی ایک دولت مند بیوہ خاتون خدیجہ بنت خویلد نے آپ کو اپنا مال تجارت شام لے جانے کی دعوت دی۔ معاوضہ دوسروں کی بہ نسبت زیادہ دینے کی پیشکش کی۔ آپ ﷺ نے منظور کرلیا۔ حضرت خدیجہ (رضی اللہ عنہا) نے اپنے ایک خاص غلام میسرہ کو بھی ساتھ کردیا۔ سفر میں اس نے آپ کے اخلاق، عادات و خصائل دیکھے تو آپ ﷺ کا گرویدہ ہوگیا۔

بُصریٰ میں آپ نے ایک سوکھے درخت کے نیچے قیام کیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے وہ ہرا ہونے لگا۔ نسطورا راہب قریب کے کلیسا سے روز اس درخت کو دیکھتا تھا۔ اس نے دریافت کروایا یہ کون تاجر ہے جو یہاں ٹھہرا ہوا ہے؟ معلوم ہوا کہ حرم کا باشندہ اور قریشی تاجر ہے۔ اس نے کہا کہ میں نے کُتبِ سماوی میں پڑھا ہے کہ اس درخت کے نیچے بجز نبی کوئی اور نہیں اترے گا۔ اس کے قیام کی برکت سے سوکھی ڈالیاں سرسبز ہوجائیں گی۔ پھر اس نے آ کر میسرہ سے پوچھا اس شخص کی آنکھیں کیسی ہیں؟ غلام نے بتایا کہ بڑی سیاہ البتہ سفید حصے میں سرخ ڈورے ہیں۔ نسطورا نے کہا کہ جس میں یہ



ایک صدی پرانی جبل رحمت کی تصویر جس میں وقوف عرفات کے لئے حجاج کے خیمے لگے ہیں۔

علامتیں ہیں وہ بلاشبہ آخری نبی ہونے والا ہے۔ میسرہ نے یہ بھی مشاہدہ کیا کہ دھوپ تیز ہوجاتی ہے تو دو فرشتے بطور ابر سایہ کے لئے آجاتے ہیں۔ کاروبار سے فارغ ہوکر جب آپ مکہ لوٹے تو دوپہر کا وقت تھا۔ حضرت خدیجہؓ اپنے بالا خانے سے یہی منظر دیکھ رہی تھیں۔ تجارت کا حساب مالکہ کو دیا۔ منافع دو چند سے زیادہ تھا۔ خوش معاملگی، خوش کلامی اور راست بازی نے ان کا دل موہ لیا۔ ابد تک اس کا ثانی نہ کوئی اس کی مثال۔ (۱۶)

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کے بعد چند دن اپنے آبائی مکان میں گزار کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دار خدیجہ میں اٹھ آئے جو بیت اللہ کے قریب الحجر میں واقع تھا۔ ہجرت تک اسی گھر

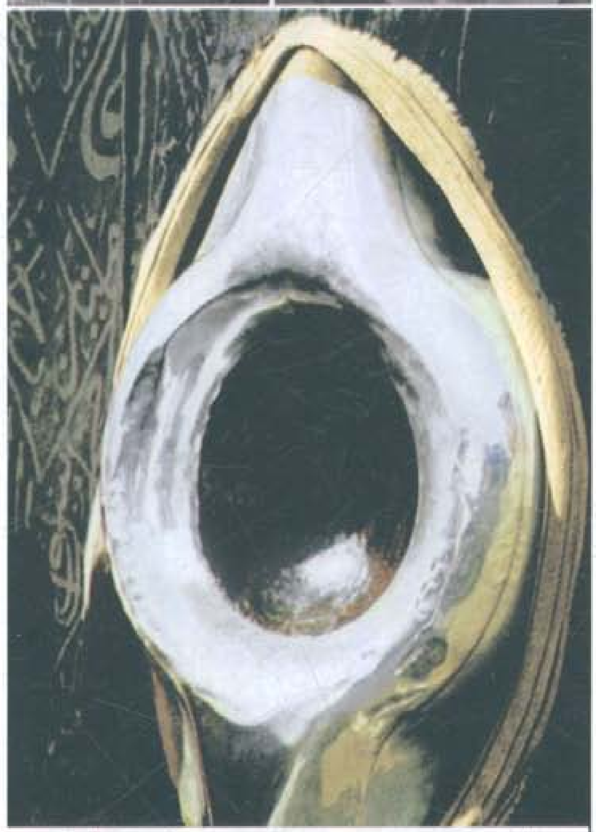


رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سفر بصریٰ کا راستہ۔

مُروّت حُسنِ عالمگیر ہے مردانِ غازی کا
اقبالؔ







میں مقیم رہے جب تک حضرت خدیجہؓ زندہ رہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی نکاح نہیں فرمایا وہ پچیس برس شریک حیات رہیں۔

تنصیبِ حجرِ اسود:

خوشگوار ازدواجی زندگی کے دن تھے۔ آپ ﷺ کی حیات کا ۳۵واں سال تھا کہ سیلاب نے خانۂ کعبہ کو کمزور کردیا۔ بنی قریش نے تعمیر کا بیڑہ اٹھایا۔ اعلان کیا گیا کہ بیت اللہ کی تعمیر میں اپنی پاک کمائی لگائیں۔ ان دنوں بندرگاہ شعیبہ (جدہ کے نیچے ایک اور گودی تھی جہاں سے کشتیاں حبشہ جاتی تھیں) پر ایک جہاز طوفان میں گھر کر



حجر اسود__ حضرت آدم علیہ السلام جسے جنت سے اپنے ساتھ لائے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تجدید کعبہ کے وقت اسے ابتداء وانتہائے طواف کا نشان بنایا۔

ٹوٹ گیا تھا۔ قریش نے اس کے تختے کعبہ کی چھت بنانے کے لئے خرید لئے تھے۔ سرمایہ کم پڑگیا تو تعمیر میں لمبائی چھوٹی کر کے حطیم کا حصہ چھوڑ دیا گیا۔ جب خانۂ کعبہ بن گیا تو حجر اسود نصب کرنے کا مرحلہ آیا۔ ہر قبیلہ یہ اعزاز حاصل کرنا چاہتا تھا۔ بات اتنی بڑھی کہ تلواریں کھنچ گئیں۔ ایک معمر شخص امیّہ بن مغیرہ نے مشورہ دیا کہ اس کام کو اللہ پر چھوڑ دو۔ کل صبح باب بنی شیبہ سے جو شخص سب سے پہلے حرم میں داخل ہو اسے ثالث مان لیا جائے۔ (۱۷) سب نے اس رائے سے اتفاق کرلیا۔ صبح ہوئی تو ادھر جبل بوقبیس کی پہاڑیوں سے مہرِ منور طلوع ہوا۔ ادھر باب بنی شیبہ سے ماہِ ہاشمی رونق افروز ہوا۔ بے اختیار نقارۂ خلق گونجا، یہ تو امین آیا، یہ تو صادق آیا ہے۔ ہم اس ثالث سے راضی ہیں۔ قضیہ سن کر ارشاد ہوا تم اپنے چار نمائندے چن لو۔ پھر اپنی چادر بچھائی اور اپنے دستِ مبارک سے حجر اسود رکھا۔ چاروں نمائندوں نے چادر کے کونے اٹھائے۔ رکن اسود تک پہنچے تو مجسم دعائے خلیل نے خانہ کعبہ کا تکمیلی پتھر اس کی جگہ رکھ دیا۔ (۱۸) یوں فراست امین نے ایک بڑی خانہ جنگی کے خطرے کو ٹال دیا۔

وجودِ زن سے ہے تصویرِ کائنات میں رنگ
اقبال

ازواجِ مطہّرات/ امت کی مائیں

القرآن: وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿٢١﴾

ترجمہ: اور اس کی قدرت کی نشانیوں میں سے یہ بھی ہے کہ اس نے تمہارے لئے تم ہی میں سے بیویاں پیدا کیں تا کہ تم ان سے آرام پاؤ اور اس نے تمہارے درمیان محبت و مہربانی پیدا کردی۔ جو لوگ غور کرتے ہیں ان کے لیے ان باتوں میں (بہت سی) نشانیاں ہیں۔" (سورۂ روم: آیت:۲۱)

وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى وَاَقِمْنَ الصَّلٰوةَ وَاٰتِيْنَ الزَّكٰوةَ وَاَطِعْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۭ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا ﴿٣٣﴾

ترجمہ: اور اپنے گھروں میں ٹھہری رہو اور جس طرح (پہلے) جاہلیت کے دنوں میں اظہار تجمل کرتی تھیں اس طرح زینت نہ دکھاؤ اور نماز پڑھتی رہو اور زکوۃ دیتی رہو اور خدا اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرتی رہو۔ اے (پیغمبر کے) اہلِ بیت اللہ چاہتا ہے کہ تم سے ناپاکی (کا میل کچیل) دور کردے اور تمہیں بالکل پاک صاف کردے۔" (سورۂ احزاب آیت ۳۳)

اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗٓ اُمَّهٰتُهُمْ ۭ

ترجمہ: نبی مومنوں پر ان کی جانوں سے بھی زیادہ حق رکھتے ہیں اور نبی کی بیویاں مومنوں کی مائیں ہیں۔ (سورۂ احزاب، آیت ۶)

الحدیث: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "تم میں بہترین انسان وہ ہے جو اپنے اہل وعیال کے لئے بہتر ہو اور میں اپنے اہل وعیال کے حق میں تم سے بہتر ہوں۔" (سنن ابن ماجہ جلد ۲ ص ۲۶۹ رقم ۱۹۷۷ء)

ماخذ اور حوالے

(۱) سیرت ابن اسحٰق، ص ۱۳۲ مترجمہ رفیع اللہ شہاب
(۲) اسد الغابہ: ابن کثیر جلد ۱۰، ص ۸۳ مترجمہ غلام ربانی عزیز
(۳) طبقات حصہ ہشتم، ابن سعد ص ۳۰، مترجمہ راغب رحمانی
پہلے شوہر کا نام ابو ہالہ ہند بن نباش۔ ان سے ہند حارث اور ہالہ پیدا ہوئے۔ کنیت ام ہند ہوئی۔
دوسرے شوہر کا نام عتیق بن عابد بن عبداللہ۔ ان سے ایک لڑکی ہند ہوئی
تیسرا نکاح چچا زاد بھائی صیفی بن امیہ بن عابد سے ہوا۔ ان سے ایک لڑکا محمد ہوا۔
(۴) ایضاً ص ۳۱
(۵) اردو دائرہ معارف اسلامیہ، جلد ۸، ص ۸۶۲
(۶) مدارج النبوت، ص ۳۶، شیخ عبدالحق دہلوی
(۷) سیرت النبی، جلد اول، ص ۲۱۳، ابن ہشام (اردو)
(۸) رسول اکرم ﷺ کی سیاسی زندگی، ص ۶۵، ڈاکٹر محمد حمید اللہ



مسجد حرام کا ایک صدی سے زیادہ قدیم منظر۔ ترکی تعمیر

اسی کے ساز سے ہے زندگی میں سوزِ دروں

اقبال

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج مطہرات کی تعداد میں مورخوں کا اختلاف ہے۔ گیارہ ایسی محترم خواتین پر اتفاق ہے جنہیں امہات المومنین بننے کا شرف حاصل ہوا۔ حضرت خدیجہؓ کے والد خویلد قبیلہ قریش کی شاخ بنی عبدالدّار کے حلیف بن کر مکّے میں آباد ہوئے۔ ان کے علاوہ چھ خواتین قریش کے معزز گھرانوں سے تعلق رکھتی تھیں۔ باقی پانچ میں سے چار عربی النسل اور ایک بنی اسرائیل سے تھیں۔ ان کے نام اور خاندان کی تفصیل درج کی جاتی ہے۔

ا:...... حضرت سودہؓ بنت زمعہ (بنی عامر بن لوی) ۲:...... حضرت عائشہؓ بنت حضرت ابوبکر صدیقؓ (بنی تیم) ۳:...... حضرت حفصہؓ بنت حضرت عمرؓ (بنی عدی) ۴:...... حضرت زینبؓ بنت جحش (بنی اسد بن خزیمہ) ۵:...... حضرت اُمّ سلمہؓ بنت ابی اُمیہ (بنی مخزوم) ۶:...... حضرت اُمّ حبیبہؓ بنت حضرت ابوسفیانؓ (بنی اُمیہ) اور ۷:...... حضرت میمونہؓ بنت حارث (بنی ہلال) باقی میں ایک بنی اسرائیل کی یہودیہ خاتون حضرت صفیہؓ بنت حی بن اخطب تھیں جو ایمان لاکر اُمّ المومنین بنیں۔ دیگر دو کا تعلق عرب کے معزز قبائل سے تھا۔ حضرت جویریہؓ بنت حارث (بنی مصطلق) حضرت زینبؓ بنت



ازواج مطہرات کے ناموں کا گلدستہ۔

(۹) سیرت النبیؐ جلد دوم، ص ۴۴۴، شبلی نعمانی
(۱۰) سیر الصحابیات ص ۱۹ بحوالہ صحیح بخاری، سعید انصاری
(۱۱) طبقات حصہ ہشتم، ص ۷۷ مترجمہ راغب رحمانی
(۱۲) سیرت النبی جلد دوم، ص ۴۴۶، بحوالہ صحیح مسلم
(۱۳) سیرت عائشہ ص ۱۸۱، سید سلیمان ندوی
(۱۴) صحیح مسلم مع شرح نووی، جلد ۶، ص ۱۵، مترجمہ وحید الزماں
(۱۵) طبقات حصہ ہشتم، ص ۱۱۰، ابن سعد (اردو)
(۱۶) سیر الصحابیات ص ۳۷ بحوالہ زرقانی، جلد ۳، سعید انصاری
(۱۷) طبقات حصہ ہشتم ص ۱۵۴ (اردو)
(۱۸) ایضاً ص ۱۱۶
(۱۹) اصح السیر: عبدالرؤف داناپوری، ص ۶۲۴
(۲۰) سیر الصحابیات ص ۵۵، سعید انصاری
(۲۱) سورۂ احزاب، آیت ۳۷
(۲۲) سورۂ احزاب آیات ۵۳ تا ۵۵
(۲۳) صحیح بخاری، جلد سوم، حدیث ۲۲۷۲، باب ۱۳۵۳
(۲۴) صحابیات: نیاز فتح پوری، ص ۹۵

اسی کے شعلے سے ٹوٹا شرارِ افلاطوں

اقبال



شعب بنی حاشم مکہ کے مشرقی مضافات میں ایک لمبی اور تنگ گھاٹی تھی۔اسے پہاڑی سلسلہ نے شہر سے جدا کر رکھا تھا۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مکی زندگی میں بنی ہاشم کے سربراہ ابوطالب تھے اسی لیئے یہ گھاٹی ''شعب ابی طالب کہلانے لگی۔آجکل مکہ کی آبادی پھیلتے پھیلتے ان گھاٹیوں کو درمیان میں لے چکی ہے۔اب شعب ابی طالب بازار'' سوق الليل'' کے مقابل ایک بستی ہے جو اطراف کی تین گھاٹیوں کے درمیان ہے اسے محلہ ہاشمی بھی کہتے ہیں۔مولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم ،دار خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور مولد علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسی شعب میں واقع ہیں۔حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جو نازوں کی پلی اور مال و دولت کے درمیان فراغت کی زندگی گزار رہی تھیں معاشی مقاطعہ کے تین سال اس گھاٹی میں شوہر نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہر مصیبت کو خندہ پیشانی سے جھیلا۔

خزیمہ (بنی ہلال) کی تھیں۔

ان میں سے پہلا نکاح حضرت خدیجہؓ سے ہوا اور آخری حضرت میمونہؓ بنت حارث سے۔ گیارہ میں سے دو حضرت خدیجہؓ اور حضرت زینبؓ بنت خزیمہ کا انتقال رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہوا۔ بقیہ نو ازواج آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے وقت زندہ تھیں۔ سب سے آخر میں وفات پانے والی زوجہ حضرت اُمّ سلمہؓ ہیں۔

۱: اُمّ المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا

والد کا نام : خویلد بن اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی بن کلاب بن



مکہ کی وہ گلی جس میں ام المومنین حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مکان تھا۔



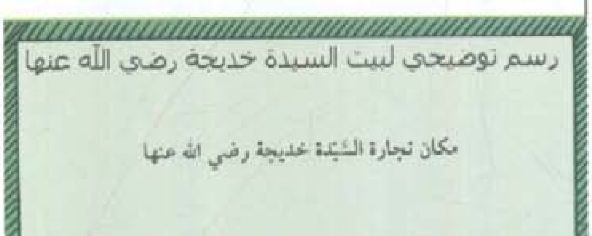
جنت معلی میں حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا یہ شاندار مقبرہ ترک دور حکومت کی یادگار کتابوں میں محفوظ ہے۔

مرّہ بن کعب

والدہ کا نام : فاطمہ بنت زائدہ۔ نانی ہالہ بنت عبد مناف تھا۔(۱)

وفات : ۱۱ رمضان ۱۰ بعثت م ۶۱۹ء

حضرت خدیجہؓ کی کنیت اُمّ ہند اور لقب طاہرہ تھا۔(۲) پہلے تین نکاح ہو چکے تھے۔ ان شوہروں سے اولاد بھی تھی۔(۳) ان سانحوں سے دل برداشتہ ہو کر اپنی تمام تر توجہ تجارت پر مرکوز کر دی۔ مکہ کی دولت مند پاکباز اور معزز تاجر خاتون مشہور تھیں۔ مال تجارت قابلِ اعتماد لوگوں کے ذریعے شام اور یمن بھیجتیں۔ تمام قریش کا جس قدر مال اونٹوں پر ہوتا تنہا اسی قدر مالِ تجارت ان کے اونٹوں پر ہوتا۔ (۴) انہیں دنوں محمد بن عبداللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) صادق و



ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مکان کا توضیحی خاکہ۔

(۲۵) طبقات ابن سعد، حصہ ہشتم ص ۱۵۷
(۲۶) سیرۃ النبی: شبلی نعمانی ص ۲۵۲
(۲۷) طبقات ابن سعد حصہ ہشتم، ص ۱۳۱
(۲۸) سیر الصحابیات ص ۷۷، سعید انصاری
(۲۹) اصح السیر: عبدالرؤف داناپوری، ص ۶۳۶
(۳۰) طبقات ابن سعد حصہ ہشتم، ص ۱۶۸ (اردو) ابن سعد
(۳۱) طبقات جلد ہشتم، ص ۱۷۹، ۱۸۷ (اردو) ابن سعد
(۳۲) طبقات جلد ہشتم، ص ۲۹۷ (اردو) ابن سعد
(۳۳) طبقات (اخبار النبی) حصہ اول، ص ۱۹۲ (اردو) ابن سعد
(۳۴) اصح السیر، عبدالرؤف داناپوری، ص ۶۵۰

وہ ایک شخص تھا یکتائے عالمِ ایجاد فرشتے دیں گے ترے حسنِ انتخاب کی داد (سرشار صدیقی)

اسی نگاہ میں ہے دلبری و رعنائی
اقبال



ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مکان کا فضائی منظر جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شادی کے بعد سے ہجرت تک کوئی ۲۸ سال مقیم رہے۔



سکونتی حصہ کا فضائی منظر۔



دار خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا میں عبادت کے حجرہ میں مصلیٰ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم۔



حجرہ میں وہ حوض جو پانی سے بھرا رہتا تاکہ غسل اور وضو کے کام آئے۔



حجرہ مبارک جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ رہتے تھے۔



وہ حجرہ جس میں لوگوں سے ملاقات ہوتی اور مکی زندگی میں نمازیں پڑھی جاتی تھیں۔

دُور ہو جاتی ہے اِدراک کی خامی جس سے
اقبال


ملاقات کا ایک اور حجرہ۔

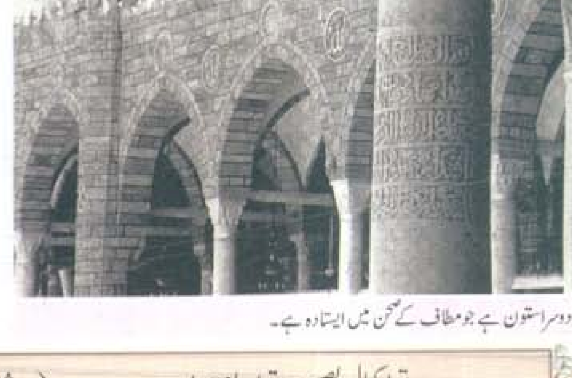

حجروں کے درمیان راستے۔

امین کے القاب کے ساتھ مشہور ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اوروں کی بہ نسبت دو چند معاوضہ کی شرط پر تجارتی مال شام روانہ کیا۔ اپنے خاص غلام میسرہ کو بھی ساتھ کردیا۔ میسرہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق، دیانت اور کاروباری صلاحیت کی تفصیل سن کر بے حد متاثر ہوئیں اور خود نکاح کا پیغام بھیجا۔ مہر کے بارے میں ۵۰۰ درہم (۵) یا ۴۰۰ مثقال (سونا یا دینار) (۶) یا ۲۰ جوان اونٹ کی روایات ہیں۔ (۷)

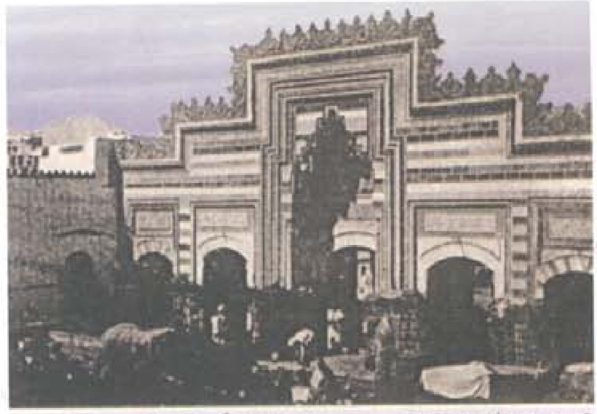
اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر ۲۵ سال اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی عام روایت کے مطابق ۴۰ سال بتائی جاتی ہے۔ کتاب المحبرّ میں ابوجعفر محمد بن حبیب بغدادی نے ۲۸ سال اور مہر بارہ اوقیہ لکھا ہے۔ (۸) ۲۵ سال وہ زندہ رہیں تب تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسری شادی نہیں کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام اولاد ان ہی سے ہوئی۔ بجز ایک صاحبزادے ابراہیمؑ کے جو حضرت ماریہ قبطیہؓ کے بطن سے تھے۔ تمام زندگی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مونس وغمگسار رہیں۔ اپنی تمام دولت اسلام کی ترویج کے لئے وقف کردی۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے والی پہلی ہستی ہیں۔ ۱۰ بعثت میں ۶۵ سال کی عمر میں وفات پائی اور مکہ کے قبرستان ''جنت المعلیٰ'' میں دفن ہوئیں۔

چوتھی پشت پر ان کا خاندان قصی پر پہنچ کر رسول اللہ صلی اللہ


۱۶۷ ہجری میں عباسی خلیفہ مہدی کے حکم سے سنگ مرمر کے دو منقش ستون باب صفا کی جانب تعمیر کروائے گئے تاکہ حاجیوں کے لیے مطاف سے صفا تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے راستے کی نشان دہی کریں۔ ستون کی تیاری اور اس پر نقش وتحریر کا کام اہل کوفہ کی مہارت وصناعی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ یہ مینار ۱۲۶۰ سال پرانا ہے۔


یہ دوسرا ستون ہے جو مطاف کے صحن میں ایستادہ ہے۔

شرف میں بڑھ کر ثریا سے مشتِ خاک اس کی
اقبال



ایک صدی پہلے یہ مسجد حرام کا سب سے بڑا دروازہ تھا۔ لوگ زیادہ تر اسی دروازے سے حرم شریف میں داخل ہوتے تھے۔ اس کا دوسرا نام "باب خیاطین" (درزیوں کا دروازہ تھا) مشہور یہ ہے کہ یہاں ایک عجمی درزی ابراہیم فوزی کی دکان تھی جو بڑی مہارت سے کفن سیتا تھا۔ اس لیئے "باب ابراہیم" نام پڑ گیا۔

علیہ وسلم سے مل جاتا ہے۔

۲: اُمّ المومنین حضرت سودہ رضی اللہ عنہا

والد کا نام : زمعہ بن قیس بن عبدالشمس بن عبدود

والدہ کا نام : سموس بنت قیس جو انصار کے خاندان بنونجار سے تھیں

وفات : ۲۲ ہجری مطابق ۶۴۳ء

حضرت سودہؓ اور ان کے پہلے شوہر حضرت سکرانؓ بن عمرو ابتدائی ایمان لانے اور دین کی خاطر حبشہ ہجرت کرنے والوں میں سے تھے۔ حبشہ سے واپسی کے بعد ان کے شوہر وفات پا گئے۔ حضرت خدیجہؓ کے انتقال کے بعد بچوں کی تربیت کے لئے ایک شریکِ حیات کی ضرورت تھی۔ ایک صحابیہ حضرت خولہؓ بنت حکیم نے حضرت سودہؓ



مسجد حرام سے تین میل کے فاصلے پر وادی نعمان میں ایک جگہ کا نام "تنعیم" ہے۔ حجۃ الوداع کے موقع پر ایک نسوانی ضرورت کی مجبوری سے پاکی پر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اس مقام سے احرام باندھنے کا حکم ہوا۔ اسی دن سے میقات یہ جگہ ٹھہری۔ یہاں ایک مسجد بنا دی گئی ہے۔ جہاں غسل کرکے احرام باندھنے کے جملہ انتظامات ہیں۔ اسے مسجد عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا یا مسجد تنعیم کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ یہ جدید تعمیر کے بعد مسجد کی تصویر ہے

سے نکاح کروایا۔ (۹) مہر ۴۰۰ درہم باندھا گیا۔ اس وقت ان کی عمر ۵۰ سال تھی۔ آیت حجاب (پردہ کرنے) ان ہی کی وجہ سے نازل ہوئی۔ (۱۰) دراز قد، فربہ اندام اور پاکیزہ اخلاق کی حامل تھیں۔ زیادہ عمر کے باعث اپنی باری کا دن حضرت عائشہؓ کو دے دیا۔ (۱۱) ۷۵ سال کی عمر میں انتقال کیا اور مدینہ کے قبرستان "جنت البقیع" میں سپرد خاک ہوئیں۔ انہوں نے صرف ۵ احادیث روایت کی ہیں۔

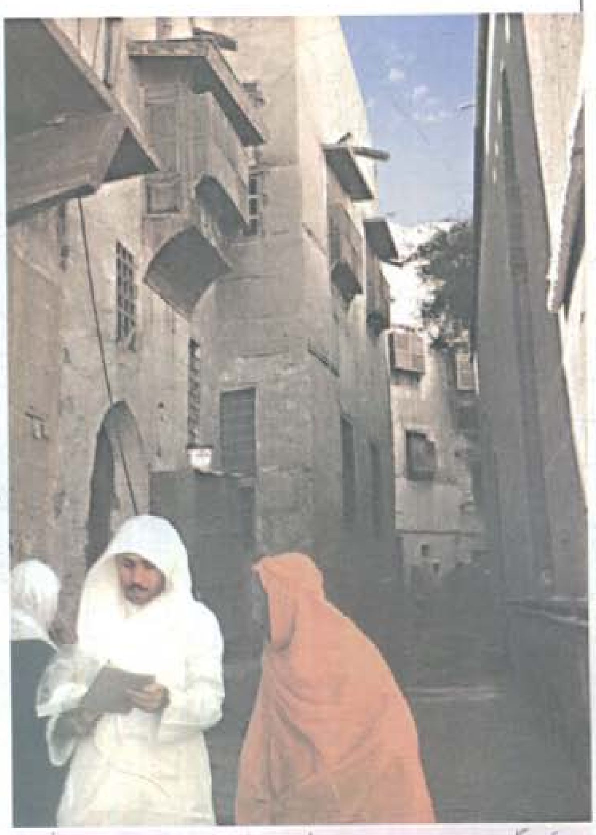
۳: اُمّ المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا

والد کا نام : حضرت ابوبکرؓ بن ابی قحافہؓ بن عامر بن کعب

والدہ کا نام : زینب بنت عویمر اور کنیت اُمّ رومان

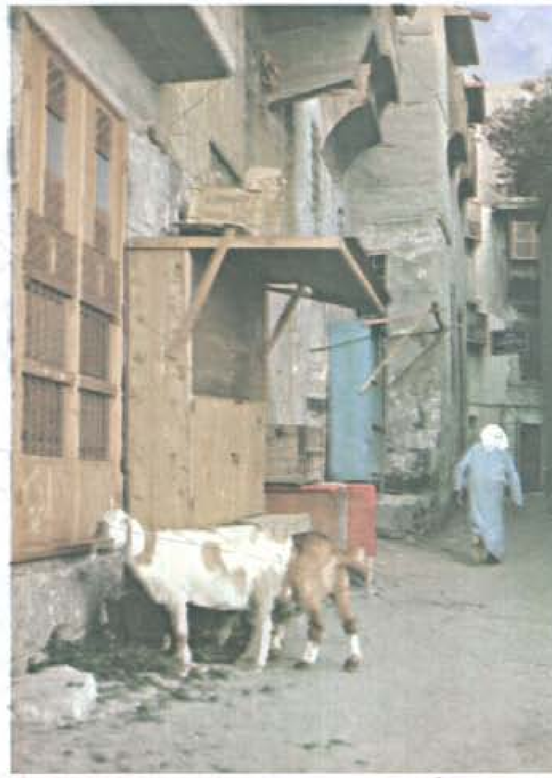
وفات : ۱۷ رمضان ۵۸ ہجری مطابق ۶۷۸ء

حضرت عائشہؓ کی کنیت اُمّ عبداللہ اور لقب حمیرا اور صدیقہ تھا۔ سنہ ۱۰ بعد بعثت میں مکہ میں ۵۰۰ درہم پر نکاح ہوا (۱۲) اور سنہ ایک ہجری میں مدینہ میں رخصتی ہوئی۔ (رخصتی کے وقت عمر کے بارے میں



مدینہ کی وہ گلی جہاں حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مکان تھا جہاں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بھی چند دن قیام کیا۔

جس کو ہم نے آشنا لطفِ تکلم سے کیا
اقبال



مدینہ منورہ کی ایک پرانی گلی۔ ''نثار میں تری گلیوں کے اے نگارِ حرم''۔

اختلاف ہے)۔ وہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی واحد کنواری بیوی تھیں۔ ۹ سال تک اللہ کے رسول کی صحبت سے فیض اٹھایا۔ معلم کتاب وحکمت نے بطورِ خاص آپ کی تربیت فرمائی۔ علمی کمالات اور دینی خدمات کے لحاظ سے وہ ازواج مطہرات میں افضل ہیں۔ (۲۲۱۰) احادیث آپؓ سے مروی ہیں جن سے عورتوں سے متعلق مسائل کا ایک تہائی فقہ کا علم مرتب ہوا۔ (۱۳) آپ کا شمار مجتہدین میں ہوتا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد ۴۸ سال زندہ رہیں اور خواتین کی بطور خاص تربیت کرتی رہیں۔ ارشاد نبوی ہے: ''عائشہ کو عورتوں پر اسی طرح فضلیت ہے جس طرح ثرید (شوربے میں ملی ہوئی روٹی) کو کھانوں



جنت البقیع کا ترکوں کے دور میں ایک عمومی منظر۔ مسجد نبوی کے مینار دیکھے جا سکتے ہیں۔

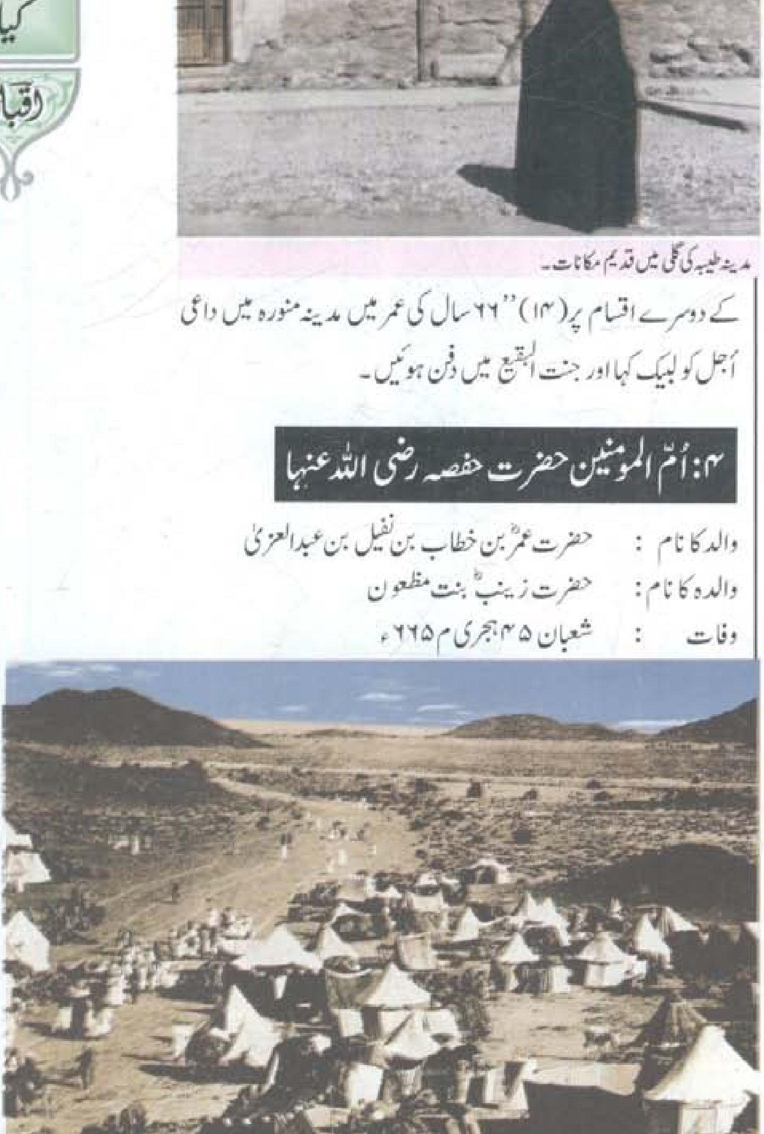


مدینہ طیبہ کی گلی میں قدیم مکانات۔

کے دوسرے اقسام پر (۱۴) ''۶۶ سال کی عمر میں مدینہ منورہ میں داعیٔ اجل کو لبیک کہا اور جنت البقیع میں دفن ہوئیں۔

۴: اُمّ المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا

والد کا نام	:	حضرت عمرؓ بن خطاب بن نفیل بن عبدالعزیٰ
والدہ کا نام	:	حضرت زینبؓ بنت مظعون
وفات	:	شعبان ۴۵ ہجری م ۶۶۵ء



مکہ میں داخلہ سے پہلے مقام سرف (جہاں ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مزار ہے) حجاج کا پڑاو

جس کی نمود دیکھی چشم ستارہ بیں نے

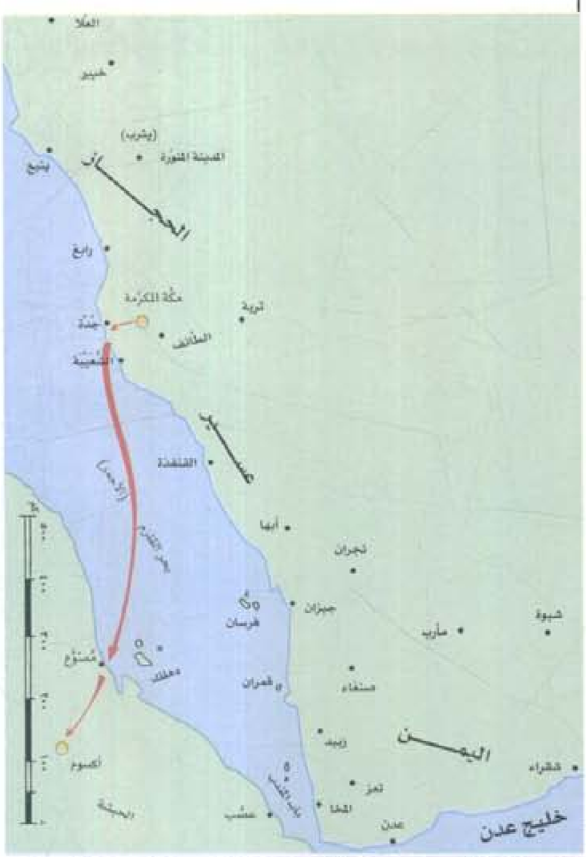
اقبال

ازواجِ مُطہّرات/ اُمہات المؤمنین

نام	سن نکاح	عمر ام المومنین وقت نکاح	حضورؐ کی عمر وقت نکاح	مدت خدمت پیغمبرؐ	سن وفات	کل عمر	مدفن
(۱) حضرت خدیجہؓ بنت خویلد	۲۵ میلادالنبی	۴۰ سال	۲۵ سال	تقریباً ۲۵ سال	۱۰ نبوت	۶۵ سال	مکہ
(۲) حضرت سودہؓ بنت زمعہ	۱۰ نبوت	۵۰ سال	۵۰ سال	۱۴ سال	۱۹ ہجری	۷۲ سال	مدینہ
(۳) حضرت عائشہؓ بنت ابوبکرؓ	۱۱ نبوت، رخصتی ۱ ہجری	۹ سال ★	۵۴ سال	۹ سال	۱۷ رمضان، ۵۷ ہجری	۶۶ سال	مدینہ
(۴) حضرت حفصہؓ بنت عمرؓ	شعبان ۳ ہجری	۲۲ سال	۵۵ سال	۸ سال	جمادی الاول ۴۱ ہجری	۵۹ سال	مدینہ
(۵) حضرت زینبؓ بنت خزیمہ	۳ ہجری	تقریباً ۳۰ سال	۵۵ سال	۳ مہینے	۳ ہجری	تقریباً ۳۰ سال	مدینہ
(۶) حضرت ام سلمہؓ بنت ابوامیہ	۴ ہجری	۲۶ سال	۵۶ سال	۷ سال	۶۰ ہجری	۸۰ سال	مدینہ
(۷) حضرت زینبؓ بنت جحش	۵ ہجری	۳۶ سال	۵۷ سال	۶ سال	۲۰ ہجری	۵۱ سال	مدینہ
(۸) حضرت جویریہؓ بنت حارث	شعبان ۵ ہجری	۲۰ سال	۵۷ سال	۶ سال	ربیع الاول ۵۶ ہجری	۷۱ سال	مدینہ
(۹) حضرت ام حبیبہؓ بنت ابوسفیانؓ	۶ ہجری	۳۶ سال	۵۸ سال	۶ سال	۴۴ ہجری	۷۲ سال	مدینہ
(۱۰) حضرت صفیہؓ بنت حیی بنت اخطب	جمادی الآخرے ہجری	۱۷ سال	۵۹ سال	۳ سال ۹ ماہ	رمضان ۵۰ ہجری	۵۰ سال	مدینہ
(۱۱) حضرت میمونہؓ بنت حارث	ذیقعدہ ۷ ہجری	۳۶ سال	۵۹ سال	۳ سال ۳ ماہ	۵۱ ہجری	۸۰ سال	سرف

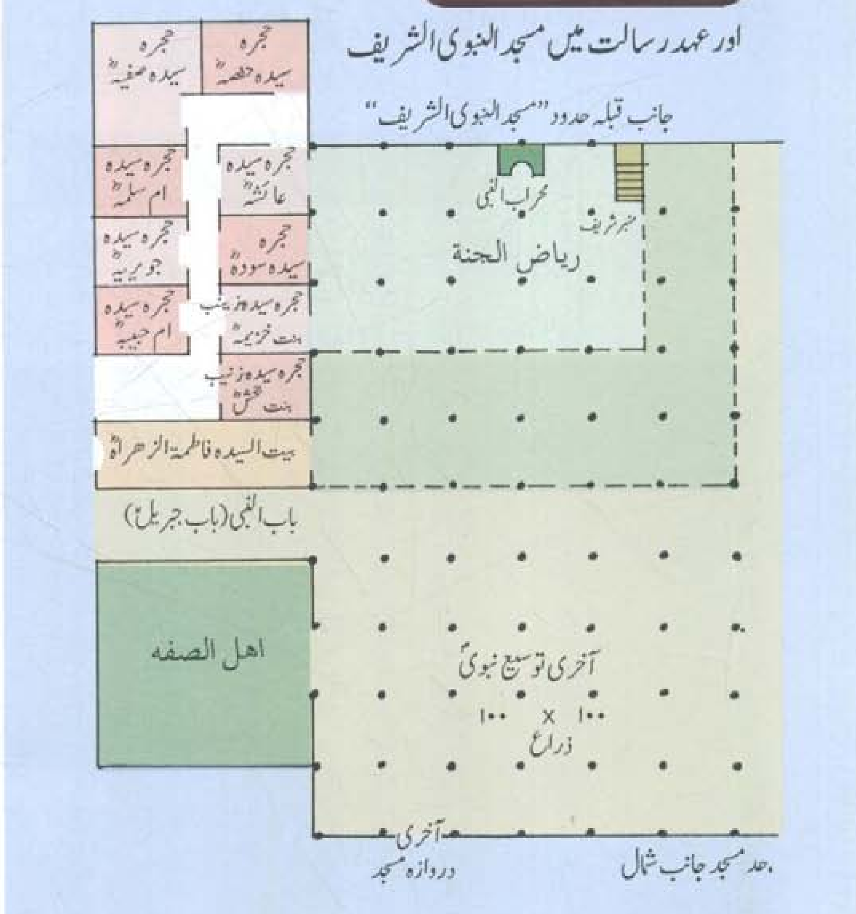
آنحضرتؐ کی حیات میں حضرت خدیجہؓ اور حضرت زینبؓ بنت خزیمہ وفات پا گئیں اور بعد وصال سب سے پہلے حضرت سودہؓ (۱۹ھ) اور سب سے آخر میں حضرت ام سلمہؓ نے (۶۰ھ) میں وفات پائی۔ حضرت ماریہ قبطیہؓ مصر سے ۶ھ میں آئیں۔ حضورؐ ان سے ازواج کا سا سلوک فرماتے۔ ام ولد کی حیثیت حاصل تھی۔ ۱۶ھ میں مدینے میں وفات پائی۔ ★ بار روایت دیگر ۱۹ سال

ازواج مطہرات/امہات امومنین۔



ہجرت حبشہ کا نقشہ ___ جدہ کے قریب شعیبہ کی گودی سے کشتیاں حبشہ کی بندر گاہ ''مصوع'' آتی جاتی تھیں۔ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی ان ابتدائی مہاجرین حبشہ میں شامل تھیں۔ ان کے شوہر عبد اللہ بن جحش کے مرتد ہو کر انتقال کرنے کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش پر شاہ حبشہ نجاشی کی سرپرستی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نکاح ہوا۔

حجراتِ طیباتِ امہات المومنینؓ



حجرات طیبات اُمہات المومنین۔ خاکہ بشکریہ: ''ارض الحج'' مرتبہ: شفیق احمد فاروقی

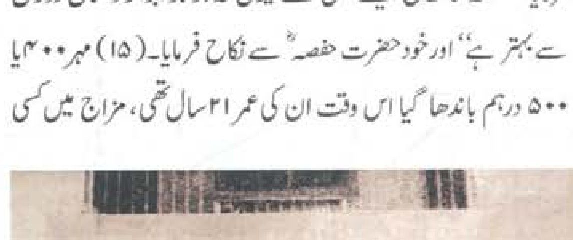
آنکھوں میں سماتے ہی وہ دل میں اتر آئے (معظم جاہ شجیع) اک بار انھیں دیکھا، سو بار نظر آئے

جس کی چمک ہے پیدا جس کی مہک ہے پیدا
اقبال



جنت البقیع کا موجودہ منظر۔

بنی سہم کے خنیسؓ بن حذافہ پہلے شوہر تھے غزوۂ بدر میں شدید زخمی ہوئے اور کچھ دنوں بعد انتقال کیا۔ حضرت عمرؓ کو ان کے نکاح کی فکر ہوئی۔ پہلے حضرت عثمانؓ پھر حضرت ابوبکرؓ سے نکاح کی درخواست کی۔ دونوں نے خاموشی اختیار کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا تو فرمایا: ''حفصہؓ کا نکاح ایسے شخص سے کیوں نہ ہو جو ابوبکر وعثمان دونوں سے بہتر ہے'' اور خود حضرت حفصہؓ سے نکاح فرمایا۔ (۱۵) مہر ۴۰۰ یا ۵۰۰ درہم باندھا گیا اس وقت ان کی عمر ۲۱ سال تھی، مزاج میں کسی



مسجد حرام کے قریب ''دارارقم'' کے آثار جو مکہ میں اسلام کا پہلا تبلیغی مرکز بنا اس جگہ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایمان لائے تھے۔



ایک صدی پہلے جدہ کی بندرگاہ کا منظر۔ اسی کے نیچے شعیبہ گودی تھی جہاں سے کشتیاں حبشہ جاتی تھیں۔

قدر تیزی تھی۔ بہت عبادت گزار اور روزے رکھنے والی خاتون تھیں۔

تقرب نبوی میں حضرت عائشہؓ اور حضرت حفصہؓ دوش بدوش تھی اور دیگر ازواج کے مقابلہ میں ایک ہوجاتی تھیں دونوں کی کوئی اولاد نہ تھی۔ ۶۳ سال کی عمر میں مدینہ میں انتقال کیا اور جنت البقیع میں دفن ہوئیں۔ ان سے صرف ۶۰ احادیث مروی ہیں۔ (۱۶)

۵: اُمّ المومنین حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا

والد کا نام : خزیمہ بن عبداللہ بن عمرو بن عبد مناف بن ہلال بن عامر بن صعصعہ

وفات : ۴ ہجری مطابق ۶۲۶ء

اُمّ المساکین کے لقب سے مشہور تھیں۔ بڑی دریا دل اور کشادہ دست، فقیروں، مسکینوں اور بھوکوں کو فیاضی سے کھانا کھلاتی تھیں۔ ان کا پہلا نکاح حضرت عبداللہؓ بن جحش (حضور کے پھوپھی زاد بھائی سے ہوا) غزوۂ احد ۳ھ میں وہ شہید ہوئے کفار نے ان کے جسم کا مُثلہ (ٹکڑے ٹکڑے کرنا) کیا۔ بیوہ ہونے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے نکاح فرمایا۔ مشکل سے آٹھ مہینے ہی گزرے تھے کہ پیام اُجل آیا۔ اس وقت ان کی عمر صرف ۳۰ سال تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود نماز جنازہ پڑھائی اور اپنے ہاتھوں جنت البقیع میں سپرد خاک کیا۔ مدینہ میں دفن ہونے والی پہلی زوجۂ محترمہ ہیں۔ (۱۷) حضرت خدیجہؓ کے بعد وہ دوسری زوجۂ محترمہ ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ہی میں فوت ہوئیں بقیہ



ام المومنین حضرت میمونہ کے مزار کا ایک اور منظر حجاج مکہ میں داخلہ سے پہلے یہاں ایک رات گزارتے تھے۔

جس کو شوہر کی رضا تابِ شکیبائی دے
اقبالؔ

نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد انتقال کیا۔

۶: اُمّ المومنین حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا

والد کا نام : ابی اُمیّہ (سہیل یا حذیفہ) بن مغیرہ بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم

والدہ کا نام: عاتکہ بنت عامر

وفات : ۶۳ ہجری م ۶۸۳ء

حضرت ابوسلمہ عبداللہؓ بن عبدالاسد کی بیوہ تھیں۔ میاں بیوی دونوں کا شمار سابقون الاوّلون (ابتدائی ایمان لانے والوں) میں ہوتا ہے۔ دین کی خاطر حبشہ ہجرت کی۔ وہیں صاحبزادے سلمہؓ کی ولادت ہوئی۔ انہی کے نام پر آپؓ کی کنیت ہوئی۔ جب ہجرت مدینہ کا ارادہ کیا(۱۸) تو بنی مخزوم والوں نے لڑکے سلمہ کو چھین لیا۔ بہت تڑپا کر حوالے کیا۔ بچے کو لے کر اکیلے سفر کرنے والی پہلی مہاجر خاتون تھیں۔ شوہر غزوۂ احد میں شدید زخمی ہوئے اور ۴ ہجری میں انتقال کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح کے پیام کو چند شرائط کے ساتھ قبول کیا۔ علم و فضل میں ان کا مقام حضرت عائشہؓ کے بعد ہے۔(۱۹) ازواج مطہرات میں انتقال کرنے والی آخری خاتون ہیں۔ ۸۲ یا ۸۴ سال کی عمر میں انتقال ہوا اور جنت البقیع میں سپرد خاک ہوئیں۔ آپ نے ۳۷۸ حدیثیں روایت کی ہیں۔(۲۰)

۷: اُمّ المومنین حضرت زینبؓ بنت جحش رضی اللہ عنہا

والد کا نام : جحش بن رباب بن یعمر بن صبرہ بن مرہ

والدہ کا نام: امیمہ بنت عبدالمطلب

وفات : ۲۰ ہجری مطابق ۶۴۱ء

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی زاد بہن تھیں۔ ان کا پہلا نکاح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تحریک پر آپ کے آزاد کردہ غلام اور منہ بولے بیٹے حضرت زیدؓ بن حارثہ سے ہوا۔ خاندانی حیثیت اور مزاج کے اختلاف سے نوبت ایک سال ہی میں طلاق تک

وہ آفتابِ حرم، نازنینِ کُنجِ حرا   (اصغر گونڈوی)   وہ دل کا نور، وہ اربابِ درد کا مقصود

پہنچ گئی۔ عدت پوری ہوئی تو بحکم الٰہی ''جب زید اپنی حاجت پوری کر چکا (طلاق واقع ہوگئی) تو ہم نے اس کو تیرے نکاح میں دے دیا تاکہ مسلمانوں کو متبنّٰی (منہ بولے بیٹے) کی زوجہ سے تنگی نہ ہو''(۲۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں آ گئیں۔ اس وقت ان کی عمر ۳۵ سال تھی۔ ان کا ولیمہ اور ازواج کی بہ نسبت شاندار تھا۔ اسی موقع پر ۵ ہجری میں آیات (پردہ) کا نزول ہوا۔(۲۲) وہ کہا کرتیں ''یارسول اللہ! بجز میرے آپ کی ہر بیوی کا نکاح اس کے باپ، بھائی یا کسی عزیز نے کرایا لیکن میرا نکاح اللہ نے آسمانوں پر کرایا۔''(۲۳)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے بعد ازواج میں سب سے پہلے ان کا انتقال ہوا۔ حضرت عمرؓ نے نماز جنازہ پڑھائی اور جنت البقیع میں دفن کیا۔ ۵۳ سال کی عمر میں ۱۹ ہجری میں وفات ہوئی۔

۸: اُمّ المومنین حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا

والد کا نام : حارث بن ابی ضرار بن حبیب بن عائذ بن مالک بن جزیمہ

وفات : ۵۰ ہجری مطابق ۶۷۰ء

آپ کا نام بَرّہ تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدل کر جویریہ کر دیا۔(۲۴) بنی خزاعہ کے خاندان مصطلق کے سردار کی صاحبزادی تھیں۔ ان کے شوہر مسافع غزوہ مریسیع (۵ ہجری) میں قتل ہوئے۔ وہ گرفتار ہو کر حضرت ثابتؓ بن قیس کے حصہ میں آئیں۔ قبیلہ کے سردار کی بیٹی تھیں کنیز بن کر رہنا پسند نہ کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا ''مصیبت زدہ ہوں آزاد ہونا چاہتی ہوں۔'' فرمایا ''میں تمہارا زرمکاتبت ادا کر کے اپنے نکاح میں لیتا ہوں۔'' یہ سن کر مسلمانوں نے بنی مصطلق کے ۷۰۰ گرفتار لونڈی غلام آزاد کر دیئے۔ ۵۰ ہجری میں ۶۵ سال کی عمر میں وفات پائی اور جنت البقیع میں استراحت فرما ہیں۔ آپؓ نے ۷/۱ احادیث روایت کی ہیں۔(۲۵)

۹: اُمّ المومنین حضرت اُمّ حبیبہ رضی اللہ عنہا

والد کا نام : ابی سفیانؓ بن حرب بن اُمیہ بن عبدالشمس

والدہ کا نام : صفیہ بنت ابی العاص (حضرت عثمانؓ کی حقیقی پھوپی)

وفات : ۴۴ ہجری مطابق ۶۶۴ء

نام رملہ تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پھوپی زاد بھائی عبیداللہ بن جحش ان کے شوہر تھے۔ دونوں نے اسلام قبول کیا اور دین کی خاطر حبشہ ہجرت بھی کی۔ حبشہ میں ان کے شوہر نے نصرانی مذہب اختیار کر لیا لیکن آپ اسلام پر قائم رہیں۔ وہاں پر ایک لڑکی حبیبہؓ ہوئی جس کے نام پر اُمّ حبیبہ کی کنیت سے مشہور ہوئیں۔ شوہر کے انتقال پر ۷ ہجری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمروؓ بن اُمیہ ضمری کے ذریعہ نجاشی شاہ حبشہ کے توسط سے اُمّ حبیبہ کو نکاح کا پیغام بھیجا۔(۲۶) انہوں نے حضرت خالدؓ بن سعید بن العاص کو اپنا وکیل مقرر کیا۔ نجاشی نے خود نکاح پڑھایا۔ ۴۰۰ درہم یا دینار بطور مہر ادا کئے اہل محفل کو کھانا کھلایا۔(۲۷) اُمّ حبیبہؓ کو مدینہ روانہ کیا اس وقت عمر ۳۶ سال تھی۔ ۷۳ سال کی طویل عمر پائی اور ۴۴ ہجری (جو ان کے حقیقی بھائی امیر معاویہؓ کا عہد خلافت تھا) میں مدینہ منورہ میں جنت البقیع میں دفن ہوئیں۔ ان سے ۶۵ حدیثیں مروی ہیں۔(۲۸)

۱۰: اُمّ المومنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا

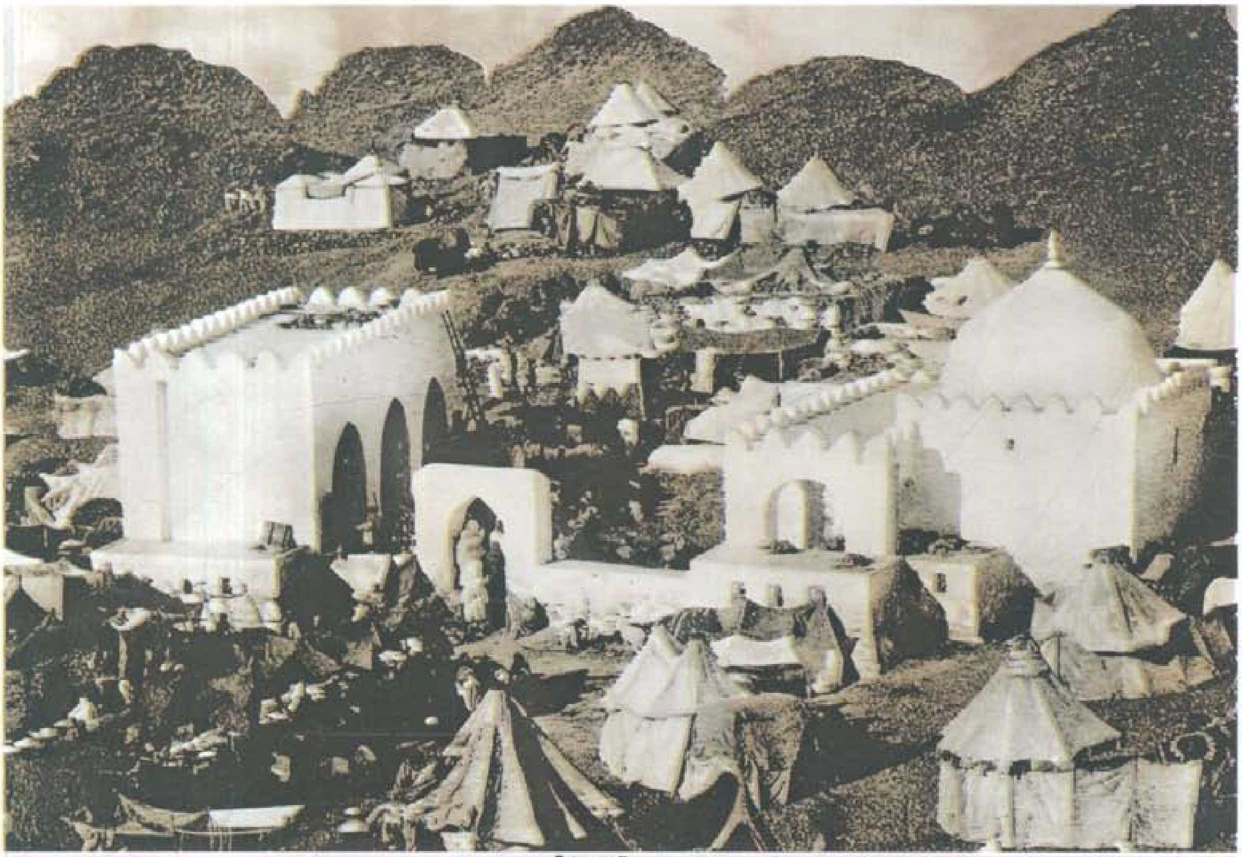
والد کا نام : حیی بن سعید بن عامر بن عبید (یہودی قبیلہ بنی نضیر)

والدہ کا نام : بَرّہ یا ضرہ (یہودی قبیلہ بن قریظہ)

وفات : ۵۰ ہجری مطابق ۶۷۰ء

اصل نام زینب تھا۔ غزوۂ خیبر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حصہ میں آئیں مال غنیمت کا جو حصہ سردار کے لئے مخصوص ہوتا صفیہ کہلاتا اسی لئے آپ کا نام صفیہ مشہور ہوگیا۔(۲۹) باپ اسلام اور بانی اسلام کا جانی دشمن یہودی قبیلہ بنی نضیر کا سردار اور خیبر کے تمام یہودی قبائل کا سرغنہ تھا۔ حضرت ہارون علیہ السلام کی نسل سے تھا۔

حضرت صفیہؓ کے پہلے شوہر کا نام سلام بن مشکم قرظی تھا۔ اس کے بعد کنانہ بن ابی حقیق کے نکاح میں آئیں۔ غزوۂ خیبر میں حضرت صفیہ کا شوہر، بھائی اور باپ قتل ہوئے۔ وہ گرفتار ہو کر حضرت دحیہؓ بن خلیفہ کلبی کے حصہ میں آئیں۔ صحابہ کرام رضوان اللہ عنہم اجمعین نے



مقام سرف میں ام المومنین میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مزار۔ ترکوں نے مزار پر گنبد اور قریب میں مسجد تعمیر کروائی تھی۔

جاتی ہوں میں حضور رسالتؐ پناہ میں
اقبال

حضرت صفیہؓ کے خاندانی مرتبہ پر توجہ دلائی تو حضرت دحیہؓ کو دوسری کنیز عطا فرمائی اور حضرت صفیہؓ کو آزاد کر کے اپنے حبالۂ عقد میں لیا۔ ان کی آزادی ان کا مہر ٹھیرا۔ مقام صہبا میں رسم عروسی اور دعوتِ ولیمہ ہوئی۔ اپنے اونٹ پر سوار کر کے ان پر عبا سے پردہ کیا۔(۳۰) اس وقت ان کا سن ۱۷ سال تھا اس نکاح کے بعد یہودی کبھی مسلمانوں کے خلاف لڑائی میں نہیں آئے۔ مدینہ منورہ میں رمضان المبارک ۵۰ ہجری میں ۶۰ سال کی عمر میں داعی اجل کو لبیک کہا۔ دیگر ازواج کے ساتھ جنت البقیع میں سپرد خاک ہوئیں۔ ان سے چند احادیث مروی ہیں۔ اپنے زمانہ میں وہ مدینہ میں علم کا مرکز تھیں۔

۱۱: اُمّ المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا

والد کا نام : حارث بن حزن بن بجیر بن رویتہ بن عبداللہ بن ہلال

والدہ کا نام : ہند بنت عوف (قبیلہ حمیر)

وفات : ۵۱ ہجری مطابق ۶۷۱ء

دو نکاح کئے اور بیوہ ہوگئیں۔ حضرت عباسؓ بن عبدالمطلب کی بیوی حضرت اُمّ الفضل کی بہن تھیں ان ہی کی تحریک پر عمرۃ القضاء ۷ ہجری میں ان سے احرام کی حالت میں ۵۰۰ درہم مہر پر نکاح فرمایا۔ عمرہ سے فراغت کے بعد مدینہ منورہ جاتے ہوئے مکہ سے ۱۰ میل پر سرف میں رسم عروسی ہوئی۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری نکاح اور حضرت میمونہ آخری بیوی تھیں۔ یہ بھی عجیب اتفاق ہے کہ ان کا انتقال بھی سرف میں ہوا اور وہیں سپرد خاک ہوئیں۔(۳۱) حضرت عبداللہ ابن عباسؓ نے نماز جنازہ پڑھائی اور بڑے احترام سے لحد میں اتارا۔ ان سے ۴۶ حدیثیں ہم تک پہنچی ہیں۔

کنیزیں

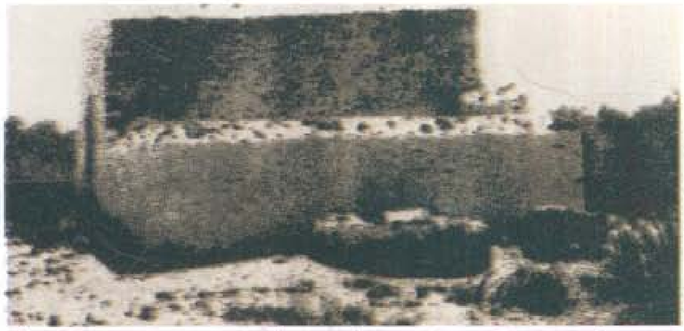
ان گیارہ ازواج مطہرات کے علاوہ چار کنیزوں کا ذکر بھی ملتا ہے جن پر ملک یمین کی بنا پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تصرف فرماتے۔

۱: حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا

شاہ مقوقس والی مصر نے ۷ ہجری کی دعوت اسلام کے جواب

جب
اس
انگارۂ
خاکی
میں
ہوتا
ہے
یقیں
پیدا

اقبال



عوالی میں مشربہ ام ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ (حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے جو حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے تولد ہوئے) کے آثار۔

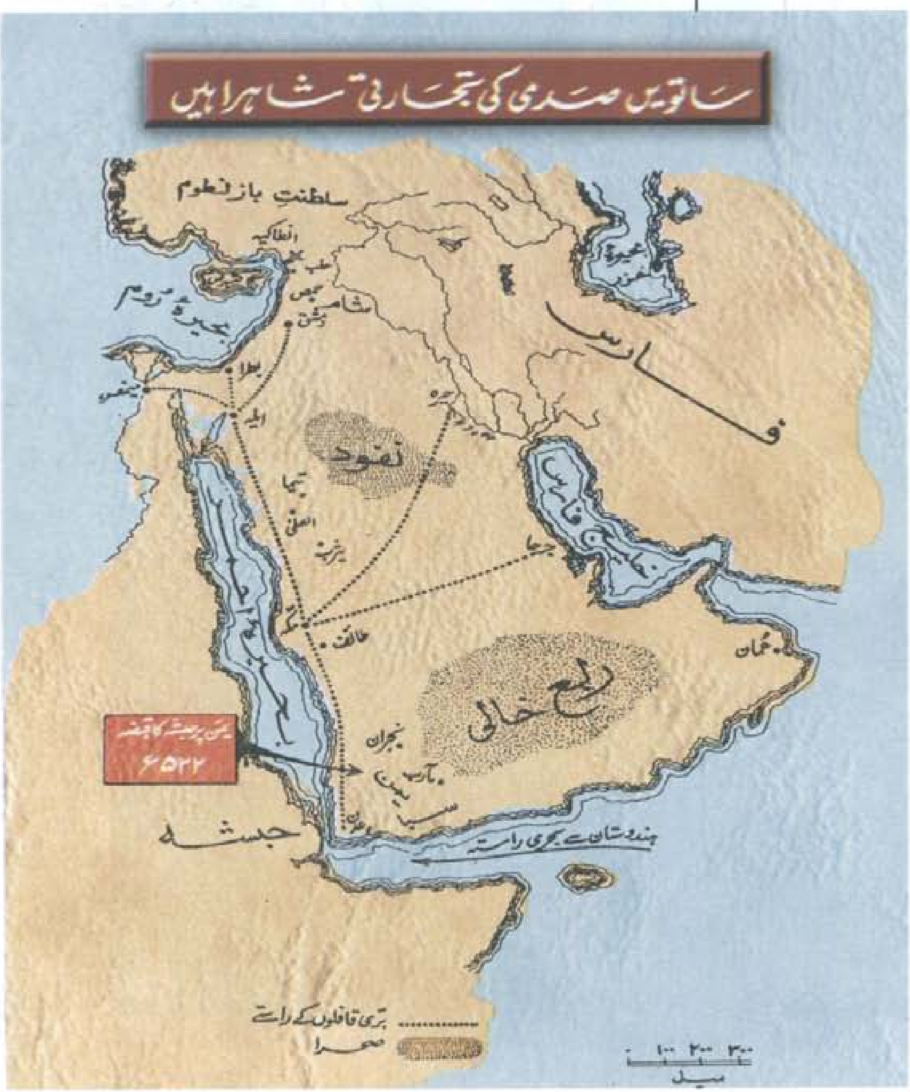
میں قاصد حضرت حاطبؓ بن ابی بلتعہ کے ذریعے کچھ تحائف روانہ کئے جن میں قبطی خاندان کی دو بلند مرتبہ لڑکیاں ماریہ اور سیرین بھی تھیں۔ حضرت حاطبؓ کی تبلیغ سے انہوں نے اسلام قبول کرلیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سیرینؓ کو حضرت حسانؓ بن ثابت کو ملک یمین میں دے دیا اور حضرت ماریہؓ کو اپنے حرم میں داخل فرمالیا۔ چند باتیں آپ کے لئے وجۂ امتیاز تھیں۔ وہ واحد بیرونِ عرب کی قبطی خاتون ہیں جو حرم نبوی میں آئیں۔ حضرت ہاجرہ (قبطی۔مصری) عربوں کی ماں ہیں۔ ارشاد ہوا قبطیوں سے حسن سلوک کرو۔ مدنی دور میں آپ واحد خاتون ہیں جن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد ہوئی۔ ان کے بطن سے ۸ ہجری میں لڑکا پیدا ہوا ۔ آپ ﷺ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے نام پر نام رکھا۔ جبرئیل علیہ السلام نے ابراہیم کے والد کہہ کر سلام کیا۔ (۳۲) ارشاد نبوی ہوا۔ ''ابراہیم کی ماں کو ان کے بیٹے نے آزاد کرایا،'' (۳۳) وہ اُمّ ولد کے درجہ پر پہنچیں حضرت ابراہیم ۱۸ ماہ کی عمر میں فوت ہوگئے۔'' اگرچہ وہ کنیز تھیں لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں پردہ میں رکھا۔ ۱۶ ہجری ۶۳۷ء میں فوت ہوئیں اور جنت البقیع میں دفن ہوئیں۔

۲: حضرت ریحانہؓ بنت شمعون

یہودی قبیلہ بنی قریظہ سے تھیں۔ ان کے والد شمعون بعد میں مسلمان ہوئے پہلے شوہر کا نام حکم تھا جو بدعہدی کی بنا پر موت کے گھاٹ اتار دیئے جانے والوں میں تھا۔ حضرت ریحانہؓ گرفتار ہونے والی خواتین میں تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ''اگر تم اللہ اور رسول کو اختیار کرلو تو میں تمہیں اپنے لئے حاصل کرلوں'' انہوں نے اسے قبول کرلیا۔ وہ باپردہ رہیں اور ان کی باری کا دن مقرر تھا۔ (۳۴) حجۃ الوداع کے بعد ۱۰ ہجری ۶۳۲ء میں انتقال ہوا اور جنت البقیع میں سپرد خاک ہوئیں۔

ان کے علاوہ حضرت زینبؓ بنت جحش کی کنیز حضرت نفیسہؓ کا ذکر بھی ملتا ہے جس نے اپنے آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہبہ کردیا تھا۔ ایک اور کنیز بھی تھیں جو کسی غزوہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حصہ میں آئی تھیں۔





میں اپنی تسبیح روز و شب کا شمار کرتا ہوں دانہ دانہ

اقبال



مسجد حرام کے پرشکوہ اور خوبصورت ذیلی دروازے۔ ہر زائر کو کسی نہ کسی دروازے پر نگاہِ اولین کا پُر وقار خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے، اللہ تعالیٰ کی کبریائی کا نعرہ لگاتے ہوئے بیت اللہ میں عجز و نیاز سے داخل ہونے کا شرف حاصل ہوتا ہے۔ ع ہر زاویے سے اس حرم دلکشا کی خیر

یہ نور، یہ جمال، یہ سطوت، یہ بانکپن — نغمے کو کس نے دے دیا پتھر کا پیرہن (عاصی رضوی)

ہے رگِ ساز میں رواں صاحبِ ساز کا لہُو

اقبالؔ

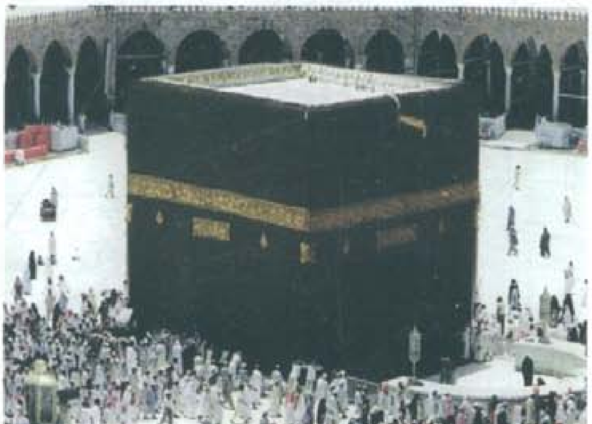
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد

القرآن: اِنَّآ اَعۡطَیۡنٰکَ الۡکَوۡثَرَ ﴿١﴾ فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَانۡحَرۡ ﴿٢﴾ اِنَّ شَانِئَکَ ھُوَ الۡاَبۡتَرُ ﴿٣﴾

ترجمہ: (اے محمد ﷺ) ہم نے تم کو کوثر عطا فرمائی ہے۔ تو اپنے پروردگار کے لیئے نماز پڑھا کرو اور قربانی کرو کچھ شک نہیں کہ تمہارا دشمن ہی بے اولاد رہے گا۔ (سورۃ کوثر، آیات ۱ تا ۳)

الحدیث (۱): رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا! جس نے دو لڑکیوں کی پرورش کی یہاں تک کہ وہ بالغہ ہوئیں، قیامت کے دن میں اور وہ اس طرح آئیں گے (یہ فرماتے ہوئے آپ نے اپنی دونوں انگلیوں کو ملا کر اشارہ فرمایا) (صحیح مسلم)

الحدیث (۲): ایک اور حدیث میں فرمایا! ''جنت میں ایک گھر ہے جسے ''دارالفرح'' (خوشبوں کا گھر) کہا جاتا ہے۔ اس میں وہ لوگ داخل ہوں گے جو اپنے بچوں کو خوش رکھتے ہیں'' (کنزالعمال)



خانہ کعبہ، حطیم، میزاب رحمت اور مقام ابراہیم

صاحب زادے

۱: حضرت قاسم رضی اللہ عنہ

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر ۲۷ سال کی تھی کہ حضرت خدیجہؓ کے بطن سے حضرت قاسمؓ تولد ہوئے ان کی نسبت سے آپ ''ابوالقاسم'' کنیت فرماتے تھے جو آپ کو بے حد محبوب تھی۔ (۱) پاؤں، پاؤں چلنے لگے تھے کہ پیغام اَجل آ گیا۔ آپ کی اولاد میں سب سے پہلے پیدا ہونے والے اور فوت ہونے والے وہی ہیں۔ مکہ کے مشہور قبرستان

ماخذ اور حوالے

(۱) طبقات حصہ اوّل (اخبار النبی) ص ۱۸۹، ابن سعد مترجمہ، عبداللہ عمادی
(۲) سیرۃ النبی: شبلی نعمانی ص ۲۵۴
(۳) سورۂ کوثر، آیت ۳، طبقات حصہ اوّل اخبار النبی ص ۱۹۰
(۴) طبقات حصہ اوّل اخبار النبی ص ۱۹۵، ص ۲۰۰
(۵) صحابیات نیاز فتح پوری، ص ۱۱۳، بحوالہ زرقانی/طحاوی
(۷) اردو دائرہ معارف اسلامیہ، جلد ۱۰، ص ۳۲۶
(۸) طبقات ابن سعد، حصہ سوم ص ۱۸۰، مترجمہ عبداللہ عمادی
(۹) طبقات ابن سعد، حصہ اوّل، ص ۱۸۹
(۱۰) جوامع السیرہ، ابن حزم ص ۴۷، مترجمہ محمد سردار احمد
(۱۱) عثمان ذوالنورینؓ، سعید احمد اکبر آبادی، ص ۶۷
(۱۲) طبقات ابن سعد حصہ ہشتم، ص ۳۵ (اردو)
(۱۳) المرتضیٰ: سیّد ابوالحسن ندوی، ۶۵، سیرۃ النبی: شبلی نعمانی ص ۲۵۷
(۱۴) مدارج النبوت: شیخ عبدالحق ص ۶۹۳، مترجمہ شمس بریلوی

گُل اس شاخ سے ٹوٹتے بھی رہے
اقبال

''جنت المعلیٰ'' میں دفن ہوئے۔ بعد میں حضرت خدیجہؓ کو ان کے برابر سپردِ خاک کیا گیا۔

۲: حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد پیدا ہوئے۔ علماء کا خیال ہے کہ ان ہی کا لقب طاہر و طیّب تھا۔(۲) ان کا انتقال بھی بچپن میں ہوگیا۔ معروف دشمنِ اسلام بنی سہم کے سردار عاص بن وائل نے جب یہ خبر سنی تو صحن کعبہ میں بنی قریش کی محفلوں میں جا کر خوشی سے اعلان کیا تھا کہ نعوذ باللہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ابتر ہوگئے۔ یعنی ان کی نسل کٹ گئی۔(۳) اللہ تعالیٰ نے اس واقعہ پر تسلی دیتے ہوئے سورۂ کوثر نازل فرمائی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خیرِ کثیر عطا کئے جانے کی بشارت دی۔

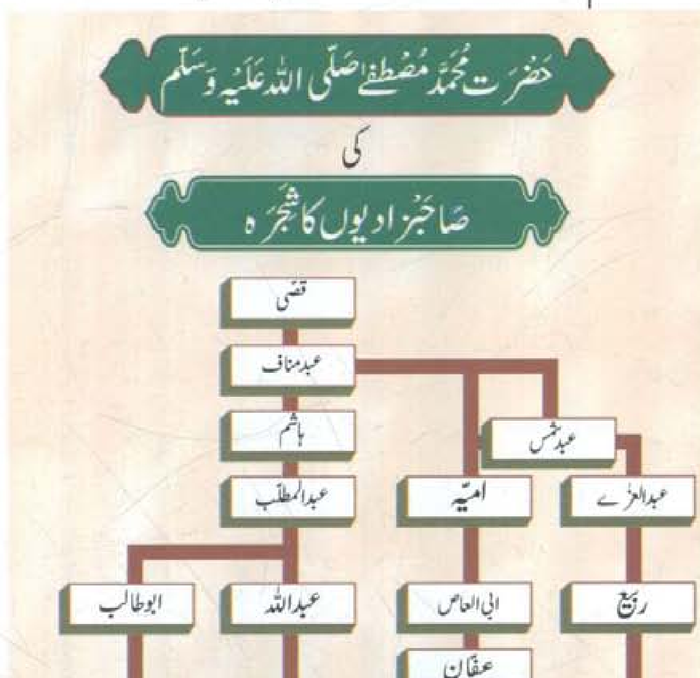


مکہ کے قبرستان جنت المعلیٰ میں امّ المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادوں حضرت قاسم اور حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مبارک قبروں کا موجودہ منظر

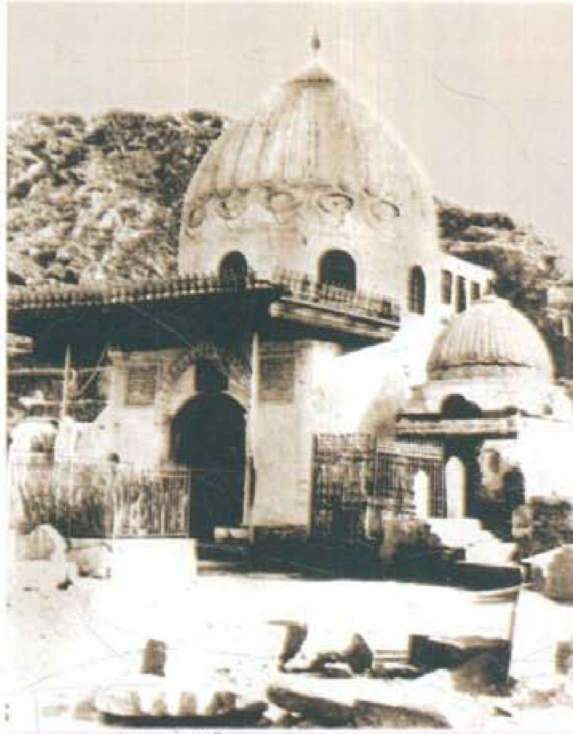
۳: حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ:

حضرت ماریہؓ کے بطن سے سنہ ۸ ہجری ۶۲۹ء میں مدینہ طیبہ کی قریبی بستی مشربۂ ابراہیم میں پیدا ہوئے۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری اولاد تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے عقیقہ میں دو مینڈھے ذبح کئے۔ بچہ کا سر منڈوایا اور بالوں کے ہم وزن چاندی صدقہ فرمائی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے نام پر بچے کا نام رکھا۔ ارشاد ہوا کہ ابراہیمؓ کی ماں کو ان کے لڑکے نے آزاد کرا دیا۔ حضرت ماریہؓ کی حیثیت ملکِ یمین کی تھی۔

حضرت اُمّ بردہؓ نے بچے کو دودھ پلایا۔ پھر اُمّ سیفؓ کے سپرد ہوئے۔ اس خدمت کے عوض ان کو ایک نخلستان عطا فرمایا۔ پیدائش کے ۱۸ ماہ بعد ایّام شیر خواری ہی میں انتقال ہوا۔ یہ ۱۰ ہجری (۶۳۲ء) کا واقعہ ہے۔ آخری وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں دیکھنے حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف کے ساتھ مشربۂ ابراہیم گئے۔ بچے کو گود میں لیا کچھ دیر بعد دم نکل گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے۔ ابن عوفؓ نے عرض کیا آپؐ بھی روتے ہیں۔ فرمایا یہ تو رحمت ہے۔ آنکھیں روتی ہیں لیکن دل اللہ کے حکم سے راضی ہے۔ آپؐ نے ان کی نماز جنازہ پڑھی اور جنت البقیع میں



رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں کا شجرہ۔



حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مزار کے انہدام سے قبل کی ایک یادگار تصویر۔

دفن فرمایا۔ ان کی قبر پر پانی چھڑکا اور نشانی بھی رکھی۔ اتفاق سے جس دن وفات ہوئی اس دن سورج کو گرہن لگا۔ لوگوں نے کہا کہ یہ ابراہیم کی موت کے باعث ہے۔ فرمایا یہ غلط ہے سورج کسی کی موت وحیات کے باعث نہیں گہناتا۔(۴)

صاحبزادیاں

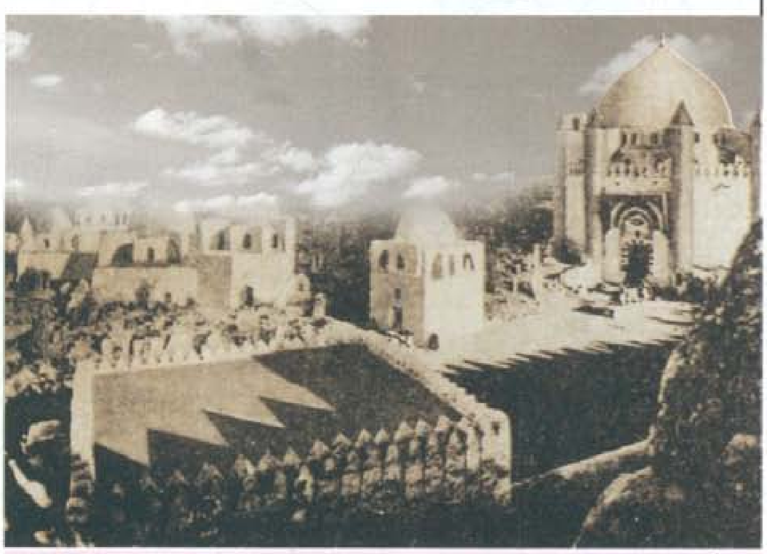
حضرت زینب رضی اللہ عنہا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک ۳۰ سال تھی کہ حضرت خدیجہؓ کے بطن سے حضرت زینبؓ پیدا ہوئیں۔ وہ اپنی والدہ کے ساتھ ہی دس برس کی عمر میں ایمان لائیں۔ ان کی شادی خالہ زاد بھائی حضرت ابوالعاصؓ بن ربیع سے ہوئی۔ جن کا شمار مکہ کے متمول تاجروں میں ہوتا تھا۔ ابوالعاص کو ان سے بے حد محبت تھی۔ بعثت کے بعد کفار نے انہیں طلاق دینے کیلئے بے حد دباؤ ڈالالیکن انہوں نے انکار کردیا۔ ان کی ازدواجی زندگی بہت خوشگوار تھی۔ ان کی ایک لڑکی اُمامہؓ اور ایک لڑکا علیؓ تھا۔ حضرت فاطمہؓ کے انتقال کے بعد ۱۱ ہجری (۶۳۲ء) میں حضرت امامہؓ کی حضرت علیؓ سے شادی ہوئی۔

غزوۂ بدر میں ابوالعاص مشرکوں کے ساتھ میدان جنگ میں آئے اور گرفتار ہوئے۔ ان کی رہائی کے لئے حضرت زینبؓ نے وہ ہار بھیجا جو ان کی والدہ حضرت خدیجہؓ نے انہیں جہیز میں دیا تھا۔ اسے دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آبدیدہ ہوگئے۔ صحابہ نے حضرت زینبؓ کو مدینہ بھیجنے کے وعدے پر اس ہار کو لوٹا دیا۔ جب حضرت زینبؓ مکہ سے اونٹ پر سوار ہوکر مدینہ کے لئے نکلیں تو ہبار ابن اسود نے اونٹ کے نیزہ مارا جس سے ان کا حمل ساقط ہوگیا۔ ارشاد ہوا کہ وہ میری سب سے افضل لڑکی ہے جو میری محبت میں ستائی گئی۔(۵) بعد میں وہ مدینہ آ گئیں۔

۶ ہجری (۶۲۸ء) میں ابوالعاص شام جاتے ہوئے مسلمانوں کے ہاتھوں گرفتار ہوئے۔ مدینہ لائے گئے تو حضرت زینبؓ نے انہیں پناہ دی۔ انہیں رہا کردیا گیا تو مکہ جاکر لوگوں کا حساب بے باق کیا اور مدینہ آ کر ۷ ہجری میں مسلمان ہوئے۔ سابقہ نکاح ہی پر حضرت زینبؓ کے ساتھ رہنے لگے۔(۶) اس کے کچھ دنوں بعد حضرت زینبؓ کا انتقال ہوگیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا تہبند انہیں کفن کے لئے دیا اور خود نماز جنازہ پڑھائی۔ جنت البقیع میں سپرد خاک ہوئیں۔ حضرت ابوالعاصؓ نے ۱۲ ہجری (۶۳۴ء) میں انتقال کیا۔

حضرت رقیہؓ رضی اللہ عنہا:



جنت البقیع ۱۹۳۲ء سے پہلے ترک عہد حکمرانی میں اہل بیت اطہار (ازواج وصاجزادیوں اور ان کی اولاد) کے مزارات پر خوبصورت گنبد بنائے گئے تھے۔ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مزار کا گنبد بھی نمایاں ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی چاروں صاجزادیاں حضرت زینب، حضرت رقیہ، ام کلثوم، اور فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا یہیں مدفون ہیں۔
کہاں۔ کون بتائے۔ تو نے یہ گنج ہائے گراں مایہ کیا کیے

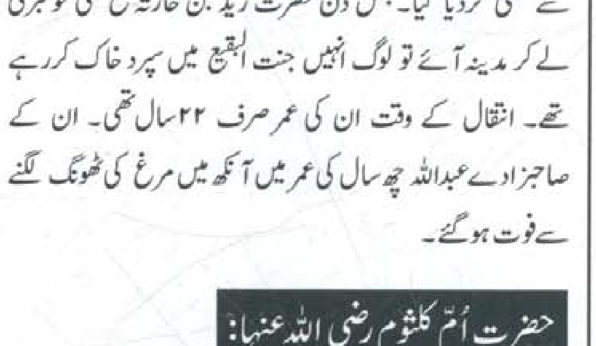
گہر ہیں اُن کی گرہ میں تمام یک دانہ
اقبال

بعثت کے وقت حضرت رقیہؓ کی عمر ۷ سال تھی۔ اپنی والدہ کے ساتھ ہی ایمان لائیں۔ ان کا نکاح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابولہب کے بیٹے عتبہ سے ہوگیا تھا رخصتی نہیں ہوئی تھی۔ اعلان نبوت پر ابولہب مشرکوں کے ساتھ ہوگیا۔ اپنے بیٹے کو مجبور کردیا کہ رقیہؓ کو طلاق دے دے اس کے بعد ان کا نکاح حضرت عثمانؓ بن عفان سے ہوا جو بنی اُمیہ کے ممتاز تاجر تھے دونوں خوش شکل تھے۔ مشہور تھا کہ سب سے اچھے میاں بیوی جو انسان نے دیکھے وہ عثمان اور رقیہ ہیں۔ (۷)

کفار کے ظلم سے تنگ آ کر جن مسلمانوں نے ۵ بعثت (۶۱۴ء) میں حبشہ ہجرت کی ان میں یہ جوڑا بھی شامل تھا۔ ارشاد نبوی ہے کہ یہ دونوں لوطؑ کے بعد پہلے شخص (مراد جوڑا) ہیں جنھوں نے اللہ کی جانب ہجرت کی۔ وہیں ایک صاحبزادے عبداللہ پیدا ہوئے۔ (۸) کچھ عرصہ بعد لوٹ کر مکہ آئے اور مدینہ منورہ کی جانب ہجرت کی۔ ۲ سنہ ہجری میں حضرت رقیہؓ چیچک کے مرض میں مبتلا ہوئیں۔

ان کی تیمارداری کی خاطر حضرت عثمانؓ کو غزوۂ بدر میں شرکت سے مستثنیٰ کردیا گیا۔ جس دن حضرت زیدؓ بن حارثہ فتح کی خوشخبری لے کر مدینہ آئے تو لوگ انہیں جنت البقیع میں سپرد خاک کررہے تھے۔ انتقال کے وقت ان کی عمر صرف ۲۲ سال تھی۔ ان کے صاحبزادے عبداللہ چھ سال کی عمر میں آنکھ میں مرغ کی ٹھونگ لگنے سے فوت ہوگئے۔

حضرت اُمّ کلثوم رضی اللہ عنہا:



ترکوں کے دورِ حکمرانی میں مزارات اہل بیت پر قبے اور گنبد تھے۔ پھر مٹی کی ڈھیریوں میں "گنج ہائے گراں مایہ" بے نام ونشان ہو گئے۔ اس تصویر میں آخری قطار میں چار قبروں کے تعویذ دکھائی دے رہے ہیں۔ سیدھی جانب سے پہلی قبر خاتون جنت بی بی فاطمہ زہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی دوسری عم محترم حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی، تیسری حضرت حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور چوتھی قبر حضرت زین العابدین بن حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہے۔ ان کے پہلو میں حضرت جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مزار بتایا جاتا ہے۔

ابن سعد (۹) اور ابن حزم (۱۰) نے حضرت اُمّ کلثومؓ کو حضرت فاطمہؓ سے چھوٹی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری صاحبزادی لکھا ہے۔ آپ بھی ابولہب کے دوسرے بیٹے عتیبہ کے نکاح میں تھیں۔ سورۂ لہب کے نزول کے بعد اس کی بیوی اُمّ جمیل نے بیٹوں کو مجبور کر کے طلاق دلوائی۔ عتیبہ نے طلاق دیتے ہوئے گستاخی بھی کی۔

حضرت خدیجہؓ کی وفات کے بعد حضرت اُمّ کلثومؓ اور حضرت فاطمہؓ حضرت سودہؓ کی نگرانی میں رہیں۔ ان ہی کے ساتھ ہجرت کر کے مدینہ منورہ آئیں۔

حضرت رقیہؓ کے انتقال کے بعد حضرت عثمانؓ بے حد غمگین رہنے لگے ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اے عثمان! تم کیوں اس قدر حزن میں مبتلا ہو۔ عرض کیا مجھ سے زیادہ بدنصیب کون ہوگا کہ خاندان نبوت سے ہمیشہ کے لئے رشتہ ٹوٹ گیا۔ ابھی یہ گفتگو ختم بھی نہیں ہوئی تھی کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام حاضر ہوئے اور کہا کہ آسمانوں پر اللہ تعالیٰ نے اُمّ کلثوم کا نکاح عثمان سے کردیا ہے۔ مہر رقیہ کے برابر مقرر ہوا۔ ربیع الاوّل ۳ ہجری (۶۲۴ء) کا یہ واقعہ ہے۔ اس کے دو ماہ بعد رخصتی ہوئی۔ اس وقت ان کی عمر ۱۹ سال تھی۔ اس دن سے حضرت عثمانؓ بن عفان کا لقب ذوالنورین ہوا۔ (۱۱)

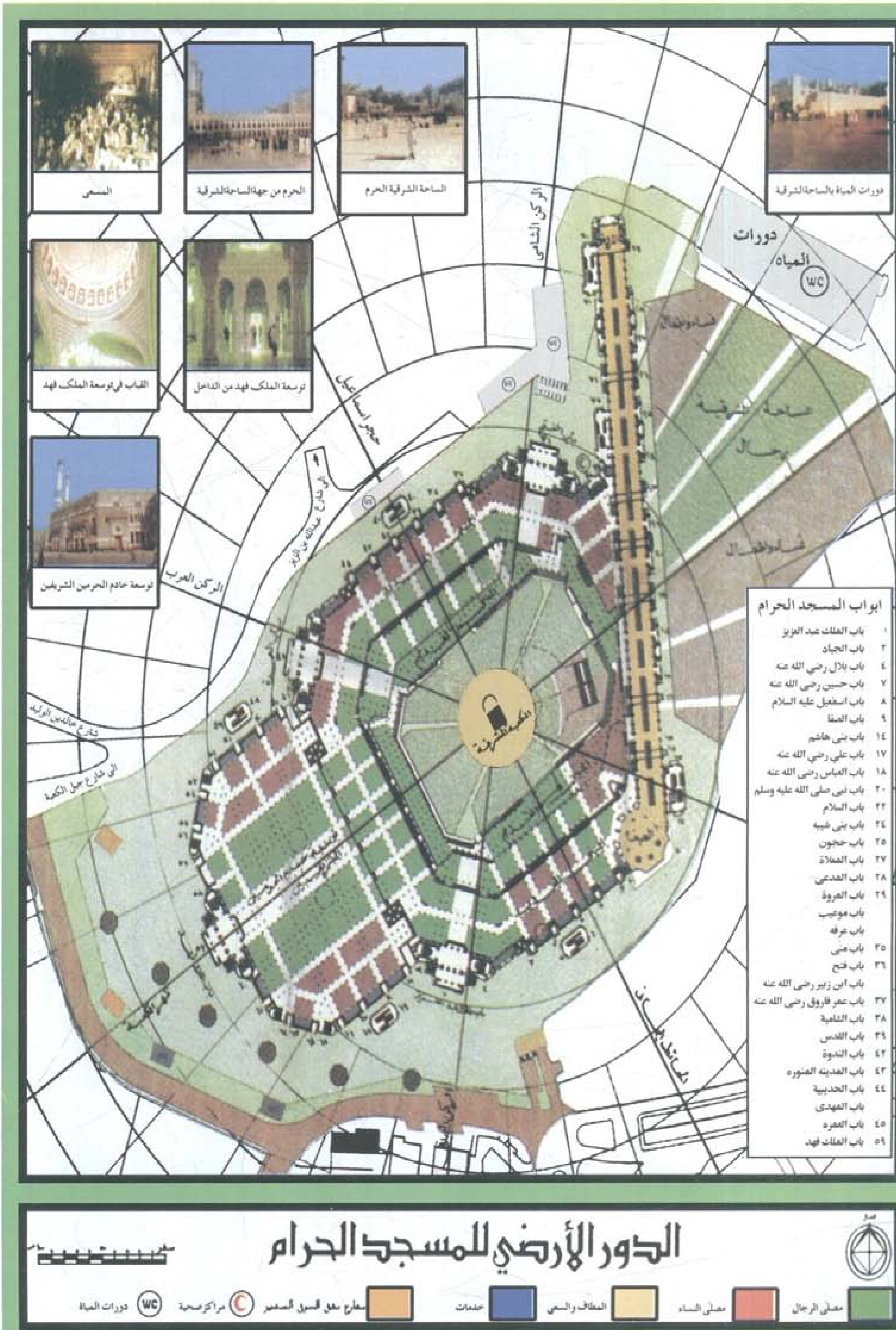
چھ سال بعد ۹ ہجری (۶۳۰ء) میں حضرت اُمّ کلثومؓ نے داعیٔ اَجل کو لبیک کہا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود نماز جنازہ پڑھائی اور تدفین کے وقت آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ اُمّ کلثومؓ کی کوئی اولاد نہیں ہوئی۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا

جس سال قریش نے کعبہ کی تعمیر کی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر ۳۵ سال تھی (حجر اسود نصب کرنے کا شرف حاصل ہوا) اسی سال حضرت فاطمہؓ پیدا ہوئیں۔ (۱۲) غزوۂ بدر کے بعد حضرت علیؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت فاطمہؓ کے ساتھ شادی کی درخواست کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہؓ سے دریافت کیا۔ جس پر انہوں نے خاموشی اختیار کی۔ جو ایک طرح کا اظہار رضامندی تھا۔ حضرت علیؓ سے پوچھا کہ مہر کے لئے کچھ ہے؟ عرض کیا

اور
جمعیّت
ہوئی
رخصت
تو
مِلّت
بھی
گئی

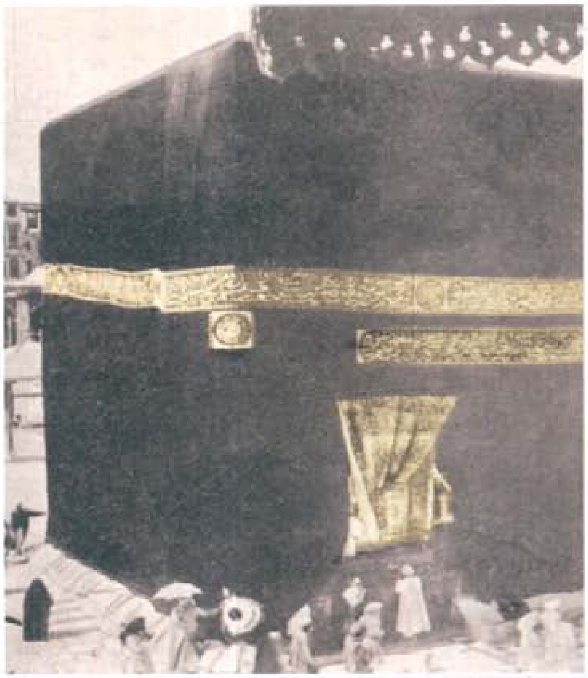
اقبالؒ



الدور الأرضي للمسجد الحرام

ایک زرہ کے سوا کچھ نہیں۔ فرمایا اسے فروخت کردو۔ حضرت عثمانؓ نے ۴۸۰ درہم میں خریدی اور بعد میں حضرت علیؓ کو تحفہ میں پیش کردی۔ (۱۳) رقم حضورؐ کے پاس لے آئے حضرت بلالؓ کو عطر خریدنے کا حکم ہوا۔ حضرت فاطمہؓ سے فرمایا کہ میں نے تمہارا نکاح اپنے خاندان کے بہترین فرد سے کردیا ہے۔ دعائیں دیں اس وقت بی بی فاطمہ ساڑھے اٹھارہ سال اور حضرت علیؓ ۲۱ برس کے تھے۔ زرہ کی قیمت سے صاحبزادی کو ایک بان کی چارپائی، ایک بستر، ایک چمڑے کا تکیہ، ایک پیالہ، ایک چھاگل، ایک مشک، دو چکیاں اور دو مٹی کے گھڑے بطور جہیز دیئے۔

حضرت حارثہؓ بن نعمان نے کاشانۂ نبوی سے ملا ہوا اپنا گھر پیش کیا۔ حضرت فاطمہؓ نئے گھر میں گئیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دروازے پر کھڑے ہوکر اجازت لی پھر اندر آئے۔ ایک برتن میں پانی منگوایا۔ دونوں ہاتھ ڈالے۔ حضرت علیؓ کے سینے اور بازوؤں پر پانی ڈالا۔ پھر حضرت فاطمہؓ کو بلایا اور پانی چھڑکا۔ حضرت فاطمہؓ ۲۹ سال کی تھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دنیا سے سفرِ آخرت اختیار فرمایا۔ وفات سے پہلے حاضر ہوئیں تو کان میں کچھ فرمایا جسے سن کر رونے لگیں۔ یہ انتقال کی خبر تھی۔ پھر کچھ کہا تو ہنس پڑیں۔ اس دفعہ فرمایا کہ میرے اہل میں تم سب سے پہلے مجھ سے آکر ملوگی۔ (۱۴) چنانچہ چھ ماہ بعد ۳ رمضان ۱۱ ہجری (۶۳۲ء) کو



بیت اللہ کی قدیم تصویر ع ...... بادِ صبا یہاں سے گزرنا ادب کے ساتھ (عاصی رضوری)

وفات پائی۔ حضرت عباسؓ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ رات کے وقت جنت البقیع میں دفن ہوئیں۔

حضرت فاطمہؓ کی چھ اولادیں ہوئیں۔ جن میں محسن اور رقیہ بچپن ہی میں اللہ کو پیارے ہوگئے۔ حضرت حسنؓ، حسینؓ، حضرت زینبؓ اور حضرت اُمِّ کلثومؓ بہت مشہور ہوئے۔ آپؓ نے اپنی بیٹیوں کے نام اپنی بہنوں کے نام پر رکھے۔



جنت المعلیٰ (مکہ) کے تاریخی قبرستان کی موجودہ حالت — کس کا نظام راہنما ہے افق افق — کس کا دوام گونج رہا ہے افق افق — (حفیظ تائب) یہ ایک سوال ہے؟

اب انھیں ڈھونڈ چراغِ رخِ زیبا لے کر — اقبال

آتی تھی کوہ سے صدا رازِ حیات ہے سکوں

اقبال

جبلِ نور اور غارِ حرا

القرآن: اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ ۝١ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۝٢ اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ۝٣ الَّذِيْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۝٤ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ ۝٥

ترجمہ: پڑھو اے نبی اپنے رب کے نام کے ساتھ، جس نے پیدا کیا۔ جمے ہوئے خون کے ایک لوتھڑے سے انسان کی تخلیق کی۔ پڑھو اور تمہارا رب بڑا کریم ہے جس نے قلم کے ذریعے سے علم سکھایا۔ انساں کو وہ علم دیا جسے وہ نہ جانتا تھا۔

(سورۂ علق: آیات ۱ تا ۵)

الحدیث: اُمّ المومنین حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کا آغاز سچے خوابوں سے ہوا۔ جو خواب رات کو دیکھتے اس کی تعبیر دن کو ہوبہو صبح کے اجالے کی مانند سامنے آ جاتی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں خلوت گزینی کی محبت پیدا ہوگئی۔ خلوت گزینی کے لئے حضورؐ غارِ حرا میں تشریف لے جایا کرتے وہاں عبادت میں مصروف رہتے چند راتیں عبادت الٰہی میں بسر فرماتے پھر اپنے اہل خانہ کی طرف واپس تشریف لے آتے کچھ عرصہ حضرت خدیجہؓ کے ساتھ گزار کر پھر خورد ونوش کا سامان لے کر غار میں واپس آتے اور عبادت الٰہی میں مصروف ہو جاتے یہ آمد ورفت کا سلسلہ جاری رہا یہاں تک کہ حق آ گیا جب کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم غارِ حرا میں تھے۔'' (بخاری...... کتاب کیف بدء الوحی)

چند برگزیدہ رسولوں کی زندگیوں میں بعض پہاڑوں کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ ابن قتیبہ نے ابن اسحٰق کے حوالے سے ''کتاب المعارف'' میں لکھا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کے جنت سے زمین پر اترنے کی جگہ ملک ہند کا پہاڑ ''راسم'' ہے (یہ جزیرۂ سری لنکا میں ہے جو اس وقت ہندوستان سے ملا ہوا تھا)۔(۱) ایک عرصہ بعد حضرت آدم علیہ السلام کی ملاقات حضرت حوا سے جبل رحمت پر ہوئی۔ طوفان کے بعد حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی جبل جودی پر ٹھیری جو ترکی کے سلسلۂ کوہ ''ارارات'' کی ایک چوٹی ہے۔(۲) مسجد حرام

ماخذ اور حوالے

(۱) کتاب المعارف ص ۱۰، ۱۶، ابن قتیبہ مترجمہ علی محسن صدیقی
(۲) معجم القرآن (اردو) ص ۱۹۴، غلام جیلانی برق
(۳) سورۂ نبا آیت ۷، تاریخ حرمین شریفین، عباس کرارہ مصری
(۴) سورہ حج: آیت ۲۷
(۵) سورۂ بقرہ آیت ۱۵۸
(۶) سورۂ طٰہٰ آیت ۱۲
(۷) صحیح بخاری جلد دوم، حدیث ۱۱۲۶۔ وحی کے ذریعہ آسمان و زمین کا اتصال حضرت عیسیٰؑ کے اٹھائے جانے کے ۶۰۰ سال بعد جبل نور میں ہوا۔
(۸) صحیح بخاری۔ کتاب الوحی باب ۱ حدیث ۳
(۹) سورۂ توبہ آیت ۴۰
(۱۰) صحیح بخاری جلد ۲، حدیث ۱۵۵، باب ۱۸
(۱۱) روح اسلام، ص ۹۰، سیّد امیر علی مترجمہ محمد ہادی حسین
(۱۲) اسد الغابہ: ابن اثیر، جلد اوّل، ص ۲۱، مترجمہ عبدالشکور فاروقی، تحنث کے معنی راتوں کو عبادت کرنا۔

جب دکھائی ہے سحر عارض رنگیں اپنا
اقبال

کے بالمقابل جبل بوقبیس دنیا کا پہلا پہاڑ ہے جو سطح زمین پر بطور میخ گاڑا گیا۔(۳) طوفان نوح کے موقع پر ''حجر اسود'' اسی میں محفوظ کر دیا گیا۔ اللہ کے حکم پر کہ ''لوگوں کو حج کے لئے بلاؤ'' حضرت ابراہیم علیہ السلام حرم کے اوّلین موذن نے اسی پہاڑ کی چوٹی سے لوگوں کو طواف بیت اللہ اور حج کی دعوت دی تھی۔(۴) جبل صفا و مروہ سے حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت ہاجرہ علیہا السلام اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام خانوادۂ خلیل کی تاریخ وابستہ ہے۔(۵) حضرت موسیٰ علیہ السلام جبل طور پر تجلیٔ حق سے بے ہوش ہوگئے۔ اس پہاڑ پر کتاب مقدس ''تورات'' عطا ہوئی۔(۶) حضرت عیسیٰ علیہ السلام جبل سراۃ (ساعیر) کے غار بیت اللحم میں پیدا ہوئے۔ کوہ زیتون پر ان کا پہاڑی وعظ مشہور ہے۔(۷)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیاتِ طیبہ میں جبلِ نور(۸)، جبل ثور(۹) اور جبل احد(۱۰) خصوصی نسبتوں کے حامل ہیں۔

جبلِ نور (روشنی کا پہاڑ) مکہ معظمہ سے شمال مشرق میں تین میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ حجاج منیٰ و عرفات کو جاتے ہوئے اسے بڑے اشتیاق سے دیکھتے ہیں۔ سڑک سے کچھ فاصلہ پر ہے آج کل آبادی اس کے کنارے تک پہنچ گئی ہے۔

قدیم زمانے میں اسے جبل حراء کہا جاتا تھا۔(۱۱) زمانہ جاہلیت میں رات کے وقت اس کی چوٹی پر حجاج کی آسانی کی خاطر روشنی کی جاتی تھی۔ عرفات سے آنے جانے والے اس کی مدد سے اپنی سمت کا تعین کرتے تھے۔ کبھی یہ پہاڑ ریتیلے صحرا میں اپنی خاص وضع کی بنا پر دیگر پہاڑوں کے درمیان ممتاز نظر آتا تھا۔ اس کے بالکل سامنے جبل ثبیر ہے لیکن بلندی میں وہ جبل حراء سے کم ہے۔ جبل حراء سطح سمندر سے کوئی دو ہزار فٹ بلند ہے۔ پہاڑ پر نہ کوئی درخت ہے اور نہ سبزہ بالکل بے آب و گیاہ ہے۔ البتہ کہیں کہیں خاردار جھاڑی نظر آتی ہے۔

اس کی شکل اوپر سے گول برج کی سی نظر آتی ہے اسی لئے آسانی سے پہچانا جاتا ہے۔ لوگ مختلف سمتوں سے اوپر چڑھتے ہیں۔ کثرت استعمال سے پتھریلا راستہ پگڈنڈی کی طرح بن گیا ہے۔ بعض جگہ پتھر سیڑھیوں کی طرح جمے ہوئے ہیں۔ کچھ گزرگاہیں دشوار اور ڈھلوان ہیں۔ اہل دل بڑی احتیاط سے ان مقامات سے گزر جاتے

(۱۳) سیرت المصطفیٰ، حصہ اوّل، ص ۱۰۷، ص ۱۰۹، محمد ادریس کاندھلوی



چکردار پگڈنڈیوں کی چڑھائی سے بالکل اوپر پہنچ جانے کے بعد غار نیچے دکھائی دیتا ہے۔ ایک بڑی پھسلن والی چٹان سے بیٹھ کر چند گز نیچے اترنا پڑتا ہے جہاں چٹانوں کے درمیان راستہ اتنا تنگ ہے کہ دونوں طرف چٹانوں سے جسم مس ہوتا ہے اسے ''باب غار'' کہتے ہیں۔
کہاں میں کہاں یہ مقام اللہ اللہ۔



مکہ معظمہ سے کوئی تین میل کے فاصلے پر ریتیلے میدان کے بیچ میں اور ٹیلوں سے الگ تھلگ جبل نور اکیلا کھڑا ہے سطح سمندر سے تقریباً دو ہزار فٹ بلند ہے اس کی شکل گول برج کی سی ہے۔



تنگ راستے سے گزرنے کے بعد ایک چھوٹا سا صحن ہے اس کے صحن سے شہر مکہ اور حرم شریف کے بلند مینار دکھائی دیتے ہیں۔ صحن کے ایک کنارے پر قدرتی طور پر دو بڑی سلیں ۸ کے ہندسے کی شکل میں مل گئی ہیں۔ یہی غار حرا کا دہانہ ہے۔

آنکھ جو کچھ دیکھتی ہے لب پہ آسکتا نہیں

اقبال



غار کے اندر سے باہر کی منظر کشی۔

ہیں۔ چکر دار چڑھائی سے بالکل اوپر پہنچ جانے کے بعد نیچے غار دکھائی دیتا ہے۔ یہاں سے پھسلن والی چٹان سے چند فٹ نشیب میں اترنا پڑتا ہے جہاں کچھ چٹانیں مل کر ''باب'' کی شکل اختیار کرگئی ہیں۔ اس تنگ رہ گزر سے گزریں تو جسم چٹانوں سے مس ہوتا ہے یہ کیف آگیں احساس کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم اطہر بھی ان پتھروں سے مس ہوا ہوگا نشۂ محبت کو سرشاری عطا کرتا ہے۔ اس راستے سے گزر کر ایک صحن میں داخل ہوتے ہیں۔ یہاں سے وادیٔ بطحا میں پھیلا ہوا شہر مکہ اور خاص طور پر مسجد حرام کے مینار نظر آتے ہیں۔ میلوں نگاہ کو روکنے والی کوئی چیز نہیں۔ فضا گرد و غبار سے صاف ہو تو جبل حراء سے سمندر بھی دکھائی دیتا ہے جو تقریباً ۴۵ میل کے فاصلے پر ہے۔

صحن یا ہموار حصہ کے ایک کنارے پر دو بڑی سلیں قدرتی طور



جبل نور کی چکردار چڑھائی زائرین کے ذوق وشوق نے کثرت استعمال سے پتھریلی پگڈنڈی بنا دی ہے۔ بعض جگہ پتھر زینے کی طرح جمے ہوئے ہیں کچھ ڈھلوان اور دشوار گزر گاہیں ہیں جہاں ضعیفوں کو عصا کا سہارا لینا پڑتا ہے یا قدم بہت احتیاط سے رکھتے ہیں۔

پر اوپر سے مل گئی ہیں ان پر کچھ چٹانیں گری ہیں جس سے خیمے کی شکل کا غار بن گیا ہے۔ یہ غار مستطیل نما ہے اور قدرتاً کعبہ رخ ہے۔ اندر سے تقریباً چار گز لمبا پونے دو گز چوڑا ہے۔ اونچا اتنا ہے کہ ایک آدمی آسانی سے کھڑا ہو کر نماز پڑھ سکتا ہے۔ فرش قدرتاً مسطح ہے جس پر آرام سے پاؤں پھیلا کر سویا جا سکتا ہے۔ اوپر سے سلیں اس طرح ملی ہوئی ہیں کہ قدرتی طور پر دھوپ اور بارش سے بچاؤ ہو گیا ہے۔



غار حرا کی قدیم تصویر جبکہ دو بڑی سلیں قدرتی طور پر خیمہ کی شکل اختیار کر گئی ہیں۔



غار والے حصے کا بالائی منظر۔ چٹانوں کی چھت دیکھی جا سکتی ہے۔ سامنے کوہ ثبیر ہے۔ جبل نور زیادہ بلند ہے اطراف میں پہاڑیاں ہی پہاڑیاں ہیں۔

زباں کو تھی ہونے منّت پذیر تاب گویائی

اقبالؔ



جبل نور بے آب و گیاہ بنجر پہاڑ ہے۔ دور دور تک کوئی سایہ دار درخت نہیں ہے البتہ کہیں کہیں شیڈ بنادے گئے ہیں تاکہ زائرین اسکے سایہ میں دم لے سکیں۔ یہ خاردار جھاڑی جبل نور پر ضرور دکھائی دیتی ہے جو دور سے "نور نما" لگتی ہے۔

حراء کے لفظی معنی ہیں تلاش و جستجو۔ گویا غار اسم با مسمّی ہے۔ دن ہو یا رات یہاں ایک ملکوتی سکون کی فضا طاری رہتی ہے۔ جویائے حق کے لئے یہ مقام جنت فکر و نظر ہے۔ نظروں کے سامنے ہر وقت بیت اللہ جس کی طرف دیکھنا بھی عبادت ہے۔ یہاں تین نعمتیں خود بخود جمع ہوگئی ہیں۔ فکر کے لئے خلوت، نظر کے لئے بیت اللہ اور ذکر کے لئے سکون۔

تلاش حق میں محمد بن عبداللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اکثر یہاں آتے تھے۔ کہتے ہیں ماہِ رمضان میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا عبدالمطلب بھی یہاں اعتکاف کیا کرتے تھے۔ آپؐ کے ساتھ چند دنوں کا توشہ ہوتا۔ غور و فکر میں منہمک ہوجاتے نگاہیں قلب کی جانب۔ قلب مالک حقیقی سے لو لگائے ہوئے محدثین نے اس انداز عبادت کو "تحنث" کا نام دیا ہے۔ کہیں تحنف کا لفظ بھی آیا ہے۔ یعنی حضرت ابراہیم حنیف (علیہ السلام) کا طریقہ۔ متلاشی حق کو یہ تنہائی بہت راس آئی۔ اب تو حراء کی خلوتیں تسکین دل و جان کا باعث بننے لگیں اور پھر یہ معمول بن گیا۔ حراء کی یہ خلوتیں اور عبادتِ تحنث کا یہ عرصہ پانچ سال پر محیط ہے۔ (۱۲)

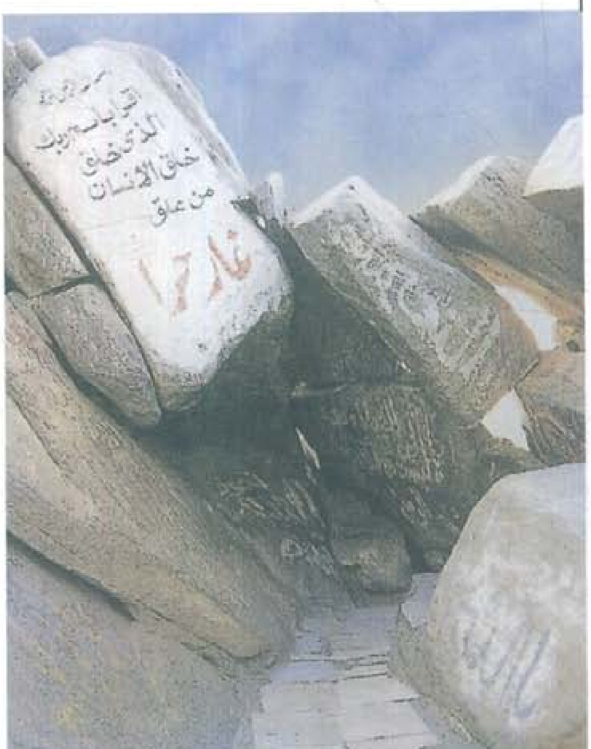


پہاڑوں کے درمیان جبل نور کی انفرادیت نمایاں ہے۔ حج کے ایام میں زائرین اس کی کثرت سے زیارت کرتے ہیں کیونکہ اب صرف غار حرا اور غار ثور اصلی حالت میں صدیوں سے محفوظ ہیں جبل ثور کی چڑھائی دشوار گزار ہے البتہ حرا پر چڑھنا نسبتاً آسان ہے۔



پہاڑ کے درمیان میں یہ وہ مقام ہے جس کے بارے میں مقامی لوگ کہتے ہیں کہ جب وحی کا سلسلہ رک گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چند بار ارادہ کیا کہ اس بلندی سے اپنے آپ کو گرا دیں۔ ایسے میں حضرت جبرئیل علیہ السلام کی آواز سنائی دیتی "بے شک آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔"

قمری حساب سے عمر کا اکتالیسواں سال شروع ہوا تو رمضان کے مہینے میں پیر کی ایک رات حراء کی خلوتیں جگمگا اٹھیں۔ غار کے اندھیرے میں یکا یک روشنی ہوئی۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام امر حق کے ساتھ ظاہر ہوئے اور کہا..... "اے محمدؐ! بشارت قبول ہو۔ آپ اللہ کے رسول ہیں اور میں جبرئیل ہوں۔" سورۂ علق کی پانچ ابتدائی آیات کی صورت میں پہلی وحی کا نزول ہوا۔ ہادیٔ برحق غار حراء سے اتر کر سوئے قوم آئے اور ایک نسخۂ کیمیا ساتھ لائے۔ یعنی قرآن مجید۔ (۱۳)



غار حرا کی اندرونی وسعت۔ اونچائی اس قدر ہے کہ کھڑے ہوکر نماز ادا کی جاسکتی ہے۔

اتر کر حرا سے سوئے قوم آیا ۔۔۔ اور اک نسخۂ کیمیا ساتھ لایا (الطاف حسین حالی)

نبضِ
ہستی
تپش
آمادہ
اسی
نام
سے
ھے
اقبال

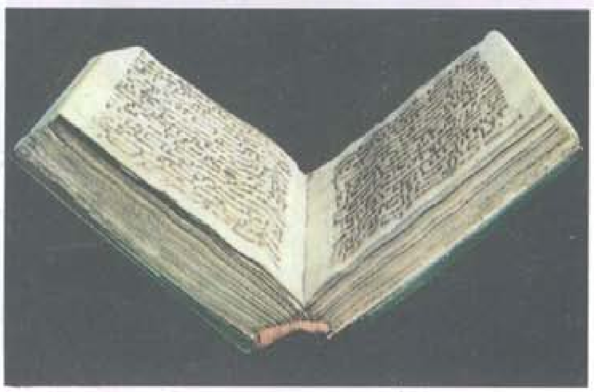
قرآن مجید

القرآن: ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ ۛ فِيْهِ ۛ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ۝۲
الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۝۳
وَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَ مَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ وَ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ۝۴

ترجمہ: یہ اللہ کی کتاب ہے، اس میں کوئی شک نہیں۔ ہدایت ہے ان پرہیزگار لوگوں کے لئے جو غیب پر ایمان لاتے ہیں۔ نماز قائم کرتے ہیں جو رزق ہم نے ان کو دیا ہے، اس میں سے خرچ کرتے ہیں جو کتاب تم پر نازل کی گئی ہے (یعنی قرآن) اور جو کتابیں تم سے پہلے نازل کی گئی تھیں ان سب پر ایمان لاتے ہیں اور آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔ (سورۃ بقرہ، آیات: ۲ تا ۴)

الحدیث: (۱) حضرت عثمانؓ بن عفان سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''تم میں سب سے بہتر وہ شخص ہے جو خود قرآن کی تعلیم حاصل کرے اور لوگوں کو اس کی تعلیم دے۔'' (صحیح بخاری/ جامع ترمذی)

الحدیث: (۲) حضرت عمرؓ بن خطاب سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''اللہ تعالیٰ اس کتاب (یعنی قرآن مجید) کی وجہ سے کتنے لوگوں کو بلند مقام عطا کرتا ہے اور کتنے ہی لوگوں کو پستی و ذلت میں مبتلا کر دیتا ہے۔'' (صحیح مسلم)



وہ قرآن مجید جس کی تلاوت حضرت عثمانؓ بوقتِ شہادت کر رہے تھے۔

آں کتابِ زندہ، قرآن حکیم
حکمت او لایزال است و قدیم

(وہ زندہ کتاب یعنی قرآن حکیم۔ جس کی حکمت قدیم اور لایزال ہے)

نوعِ انساں را پیامِ آخریں
حاملِ او رحمۃ للعالمین

ماخذ اور حوالے

(۱) اصح السیر ص۴ عبدالرؤف داناپوری
(۲) سورۂ نجم آیات ۳، ۴
(۳) قرآن و تلاوت قرآن: شاہ بلیغ الدین
(۴) قرآن و تلاوت قرآن (کتابچہ) بحوالہ تفسیر عمدۃ البیان، شاہ بلیغ الدین
(۵) المعارف (اردو) ص ۶۰، ابن قتیبہ دینوری مترجمہ علی محسن صدیقی
(۶) تاریخ یعقوبی جلد دوم ص۵۷، احمد بن ابی یعقوب مترجمہ اختر فتح پوری
(۷) خطبات بہاولپور ص۱۱ ڈاکٹر محمد حمید اللہ بحوالہ ابن اسحٰق
(۸) الاتقان فی علوم القرآن حصہ اوّل ص۱۶۷ جلال الدین سیوطی مترجمہ محمد حلیم انصاری
(۹) ایضاً ص۱۵۸
(۱۰) صحیح بخاری، کتاب فضائل قرآن۔ باب ۸۹۵
(۱۱) تفسیر ابن کثیر
(۱۲) خطبات بہاولپور ص۱۸، ۱۹



قرآن مجید کا وہ نسخہ جو بوقت شہادت امیر المومنین حضرت عثمانؓ بن عفان تلاوت فرمار ہے تھے۔ اس پر ان کے خون کے دھبے اب تک موجود ہیں۔ (یہ نسخہ توپ قاپی میوزیم میں محفوظ ہے۔)
ع...... شہادت بروجود خود بخونِ دوستاں خواہی

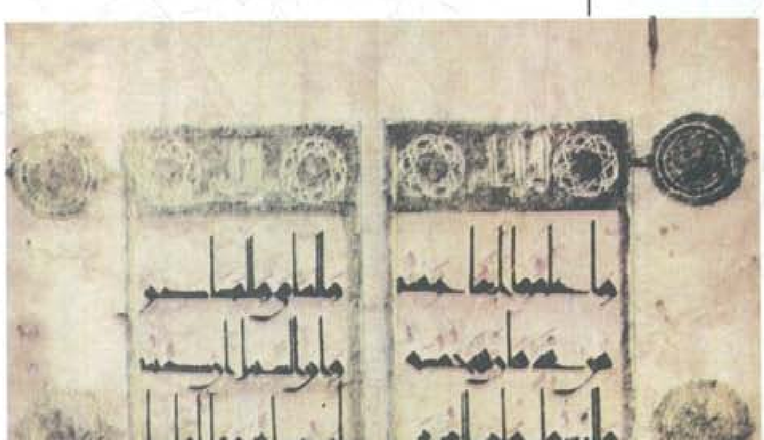
ترے وجود پہ جب تک نہ ہو نزولِ کتاب
اقبال

(انسانوں کے لئے یہ آخری پیغام ہے اور اس کے لانے والے رحمۃ للعالمین ہیں)

جبلِ نور کے غارِ حرا میں سورۂ علق کی ابتدائی پانچ آیات نازل ہوئیں جو پہلی وحی ہے۔ وحی وہ ذریعۂ ہدایت ہے جو نبیوں کے لئے مخصوص ہے۔ نبی اس وحی کو زبان سے ادا کرتے ہیں۔ اس کی دو قسمیں ہیں وحی متلو اور وحی غیر متلو۔ الفاظ کے ساتھ نازل ہونے والی وحی متلو ہے جیسے قرآن مجید۔ وحی غیر متلو یعنی بغیر لفظوں کی وحی۔(۱) اللہ کے حکم کو نبی اپنے الفاظ میں ادا فرماتا ہے جیسے احادیث۔ قرآن مجید میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں فرمایا گیا ''اور نہ خواہش نفس سے منہ سے بات نکالتے ہیں یہ تو اللہ کا حکم ہے جو بھیجا جاتا ہے۔''(۲)

پہلی وحی کا لکھنے کا شرف حضرت خالدؓ بن سعید بن العاص کو اور آخری وحی کو املا کرنے کا حضرت ابیؓ بن کعب کو حاصل ہوا(۳) جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس دنیا سے پردہ کرنے سے نو دن پہلے ۳ر ربیع الاوّل ۱۱ ہجری کو نازل ہوئی۔

روایت ہے کہ آسمانی صحائف اور کتابیں ماہِ رمضان ہی میں انسانوں کی ہدایت کے لئے نازل ہوئیں۔ ان کی تفصیل درج ذیل ہے:(۴) حضرت آدمؑ پر ۱۰ صحائف، حضرت شیثؑ پر ۵۰، حضرت ادریسؑ پر ۳۰، حضرت ابراہیمؑ پر ۱۰ جو پہلی رمضان کو نازل ہوئے۔ (۵) حضرت موسیٰؑ پر تورات ۶ر رمضان کو عبرانی زبان میں نازل ہوئی۔ اس کے ۱۵ر سو سال بعد حضرت داؤدؑ پر ۱۲ر رمضان کو سریانی زبان میں زبور نازل ہوئی۔ اس کے ۸ سو سال بعد حضرت عیسیٰؑ پر انجیل آرامی

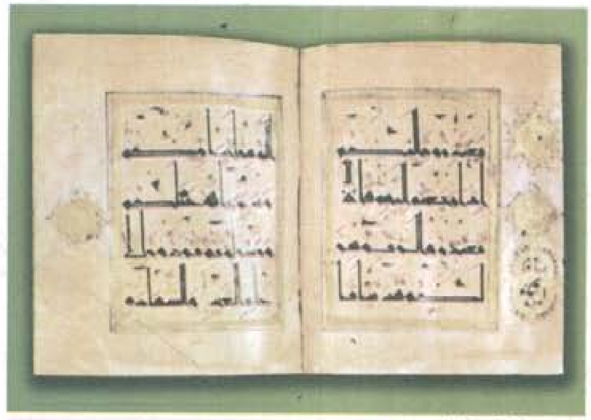


نمونہ خطِ کوفی (مشرقی)۔

ڈاکٹر محمد حمید اللہ
(۱۳) الاتقان حصہ اوّل ص ۱۵۹، ۱۶۲
(۱۴) معارف القرآن، مفتی محمد شفیع، جلد اوّل، ص ۴۵

گرہ کُشا ہے رازی نہ صاحبِ کشّاف

اقبال



نمونہ خط کوفی (مشرقی) جسے افغانستان کے خطاط عبداللہ غزنوی رحمتہ اللہ علیہ نے ۵۷۳ھ م ۱۱۷۷ء میں لکھا۔

زبان میں ۱۸ رمضان کو نازل ہوئی۔ اس کے کوئی چھ سو سال بعد خاتم النّبیین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر رمضان کی ۲۱ ویں شب کو عربی زبان میں آخری کتاب قرآنِ مجید نازل ہوئی۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو بھی نبی بھیجا اس چیز کے ساتھ آیا جو اس زمانے کے لوگوں پر غالب تھی۔ لوگوں پر جادو کا غلبہ



۱۵۳۵ء میں شاہ محمد نیشاپوری رحمتہ اللہ علیہ (ایران) کا خطِ نستعلیق میں لکھے ہوئے قرآن مجید میں سورۂ زلزال اور سورہ عادیات کا نمونہ۔

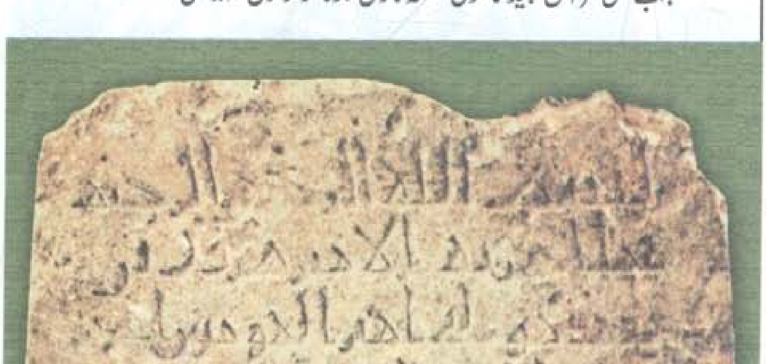


چوتھی صدی ہجری کے آواخر میں لکھا ہوا قرآن مجید خط کوفی میں اس کے ایک ورق کا نمونہ (محفوظ کوفیہ غربیہ)۔

تھا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عصا کے معجزے نے اسے بے اثر کردیا۔ حضرت داؤد علیہ السلام کے زمانے میں صنعت اور موسیقی کا غلبہ تھا تو لحنِ داؤدی کو مسحور کن اور لوہے کو نرم کرکے زرّہ بکتر بنانے کا معجزہ عطا ہوا۔

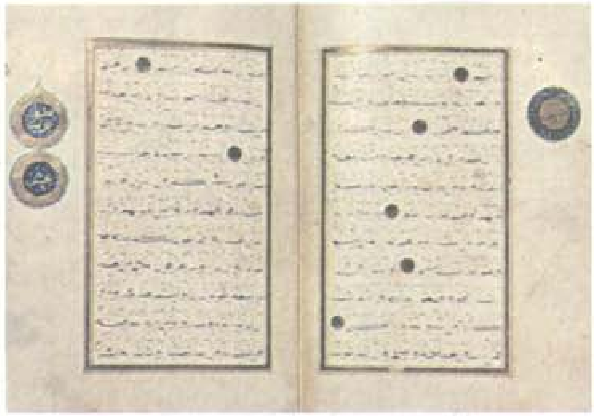
حضرت سلیمانؑ کے عہد میں عمارات، طلسمات اور عجائبات کا دور دورہ تھا۔ آپؑ کے لئے جنات کو مسخر اور ہوا کو زیرِ فرمان کردیا۔ حضرت عیسیٰؑ کے وقت طب کی مہارت کا شہرہ تھا تو انہیں دم کا اعجاز، اندھوں، بہروں کو اچھا کرنے اور مردوں کی زندہ کرنے کا معجزہ عطا ہوا۔ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں شاعری، خطابت، سجع اور کہانت کی حکمرانی تھی تو آپ کو قرآن مبین اور جوامع الکلام کا معجزہ عطا ہوا۔ (۶)

جب بھی قرآن مجید کا کوئی حصہ نازل ہوتا تو رسول اللہ صلی



پتھر پر آیات کی کھدائی کا نمونہ۔

تجھے کتاب سے ممکن نہیں فراغ کہ تو
اقبال



خط نسخ میں ۸۹۷ ہجری (۱۴۹۱ء) میں ترکی کے خطاط شیخ حمد اللہ رحمت اللہ علیہ قبلۃ الکتاب کا لکھا مصحف۔

اللہ علیہ وسلم پہلے اسے صحابہ کرام، پھر صحابیات کے سامنے تلاوت فرماتے۔(۷) اس کے بعد کاتب کو طلب فرماتے اور لکھوا دیتے۔ قلم بند ہونے کے بعد دوبارہ ضرور سنتے تاکہ کوئی غلطی ہو تو درست کردی جائے۔ ساتھ ہی ارشاد ہوتا کہ اسے فلاں سورت میں فلاں آیات



۱۵ صدی عیسوی میں لکھے گئے مصحف کا یاقوتی طرز کتابت کا نمونہ۔

سے پہلے یا بعد میں لکھو۔ یہ ترتیب حضرت جبرائیل علیہ السلام بتاتے جو لوح محفوظ کے مطابق ہوتی۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اسی ترتیب سے حفظ کرتے، نمازوں میں دہراتے۔ اس لئے سورتیں



غلاف کعبہ پر کڑھائی کا نمونہ۔



ایک نادر طغرا جو بسم اللہ سے شروع ہوا۔ خط مسلسل کی مثال

کتاب خواں ہے مگر صاحبِ کتاب نہیں
اقبال



خطِ ریحانی میں عنوان کی سطر جو مشرقی کوفی خط میں ہے۔ اسے بغداد کے یاقوت المستعصمی رحمتہ اللہ علیہ نے ۶۸۵ ہجری (۱۲۸۶ء) میں لکھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بن گئی تھیں اور سورتوں کا نام بھی اس وقت تجویز ہو چکا تھا۔ صحاح اور سنن میں کئی روایتیں ہیں کہ کس کس نماز میں کون کونسی سورت پڑھی گئی۔ یہ ترتیب زبانی تھی۔ علامہ جلال الدین سیوطی نے کتاب البرہان کے حوالے سے لکھا ہے کہ......''سورتوں کی یہ ترتیب لوحِ محفوظ میں بھی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر سال اپنے جمع شدہ قرآن کا ورد فرمایا کرتے اپنے سالِ وفات کے رمضان میں حضرت جبرائیل کے سامنے دو ورد فرمائے۔''(۸) کاتب انہیں اسی ترتیب سے لکھتے۔ لکھنے کے لئے



اندلس (اسپین) کے محمد بن عبداللہ رحمتہ اللہ کا مغربی کتابت کا نمونہ۔

بطور ورق پتھر کی پتلی تختیاں، اونٹ کے شانے کی چوڑی ہڈیاں، پالان کی لکڑیاں، کھجور کی شاخوں کے جڑ والے کشادہ حصے عام طور پر استعمال ہوتے۔ رق یعنی چمڑے کے ورق بھی کام میں لائے جاتے۔(۹) لکھنے کے بعد یہ چیزیں مسجد نبوی میں ایک تھیلے میں محفوظ کر دی جاتیں تو صحابہ کرام کے نقل اور حفظ کے لئے دستیاب ہوتیں۔

سورۂ فاتحہ، سورۂ کوثر، سورۂ فلق و ناس (اکٹھی) اور سورۂ نصر مکمل نازل ہونے والی سورتیں ہیں ورنہ اکثر قرآن مجید کی آیات کسی واقعہ یا سوال پر نازل ہوتیں۔ ایک وقت میں زیادہ سے زیادہ نازل ہونے والی آیات کی تعداد پچاس ہے جیسے سورۂ مرسلات۔ ایک تہائی قرآن مجید مکی زندگی میں نازل ہوا۔ ان میں ایمان اور اعتقاد پر زور ہے۔ دو تہائی حصہ مدینہ منورہ میں نازل ہوا جو زیادہ تر احکام پر مبنی ہے۔

اپنی حیاتِ طیبہ کے آخری رمضان میں جو وصال سے چھ ماہ



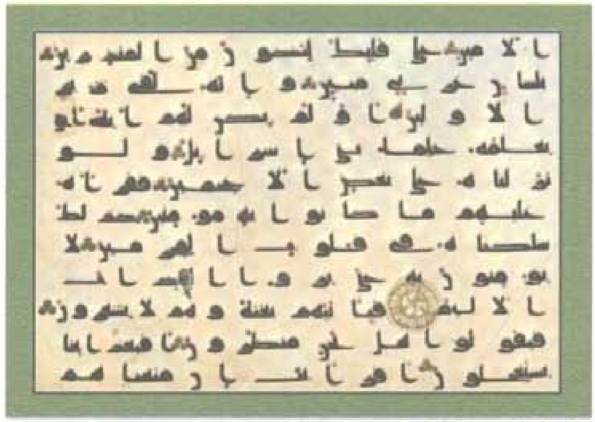
ابن البواب کا ریحانی نمونہ کتابت (۱۰۲۲ء)۔



کتابت قرآن مجید کا ایک نادر نمونہ۔

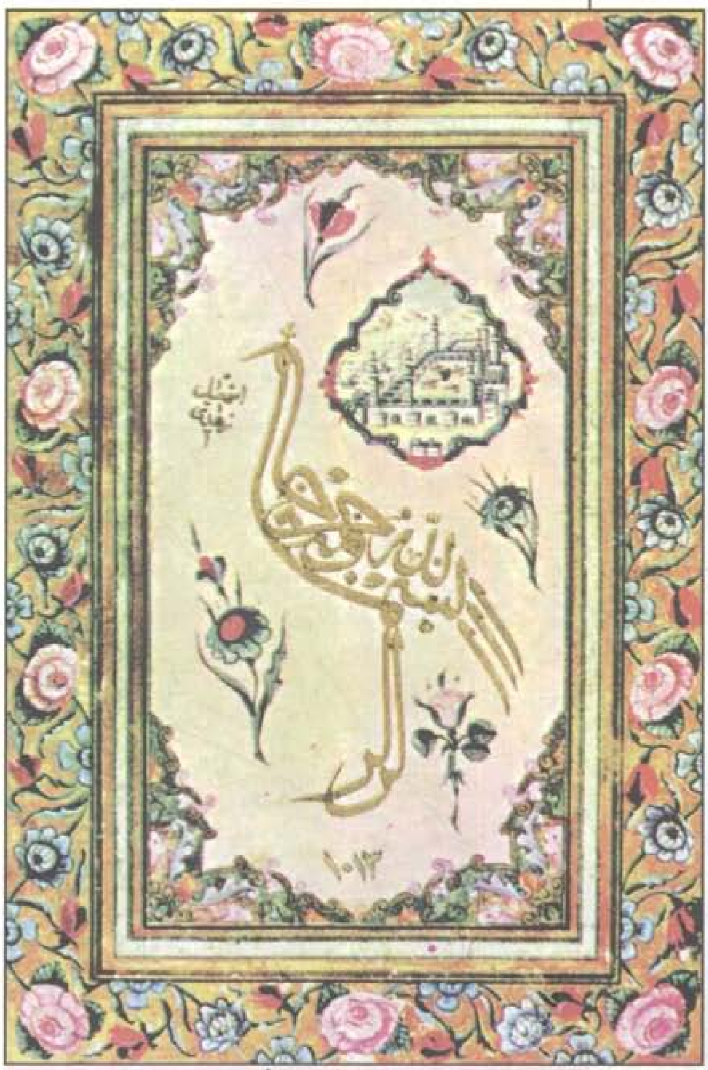
قاری نظر آتا ہے حقیقت میں ہے قرآن

اقبال

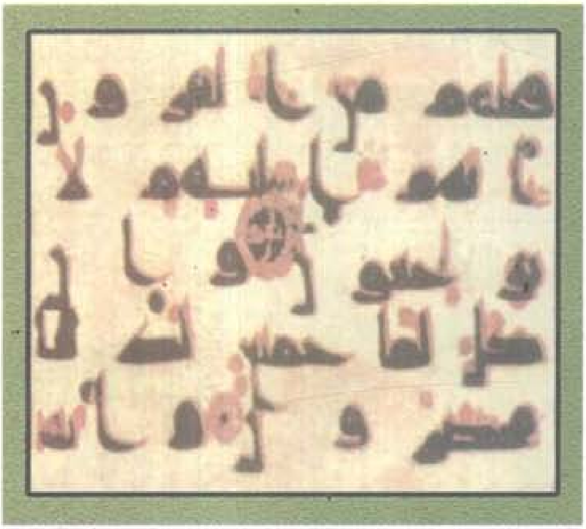


خط کوفی میں قرآن مجید کا ایک ورق۔

پہلے آیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بجائے دس دن کے بیس دن کا اعتکاف فرمایا۔ اعتکاف کے دوران حضرت جبرئیل علیہ السلام کے آگے نازل شدہ قرآن مجید کا دور ہوتا تھا۔ اس سال آپؐ نے حضرت جبرئیلؑ سے قرآن کے دو دور فرمائے۔ (۱۰) عشرۂ آخر مین دوسری بار



خطاطی کا یہ شاہکار طاؤس (مور) بسم اللہ الرحمن الرحیم پر مشتمل ہے۔



حضرت علی رضی اللہ عنہ کے تحریر کردہ قرآن مجید میں سورۂ یٰسین کی آیات جو خط کوفی میں لکھی گئی ہیں۔

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو بھی طلب فرمایا اور وہ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے دورہ قرآن سنتے رہے۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ اسی ترتیب سے تلاوت کرتے تھے۔ (۱۱)

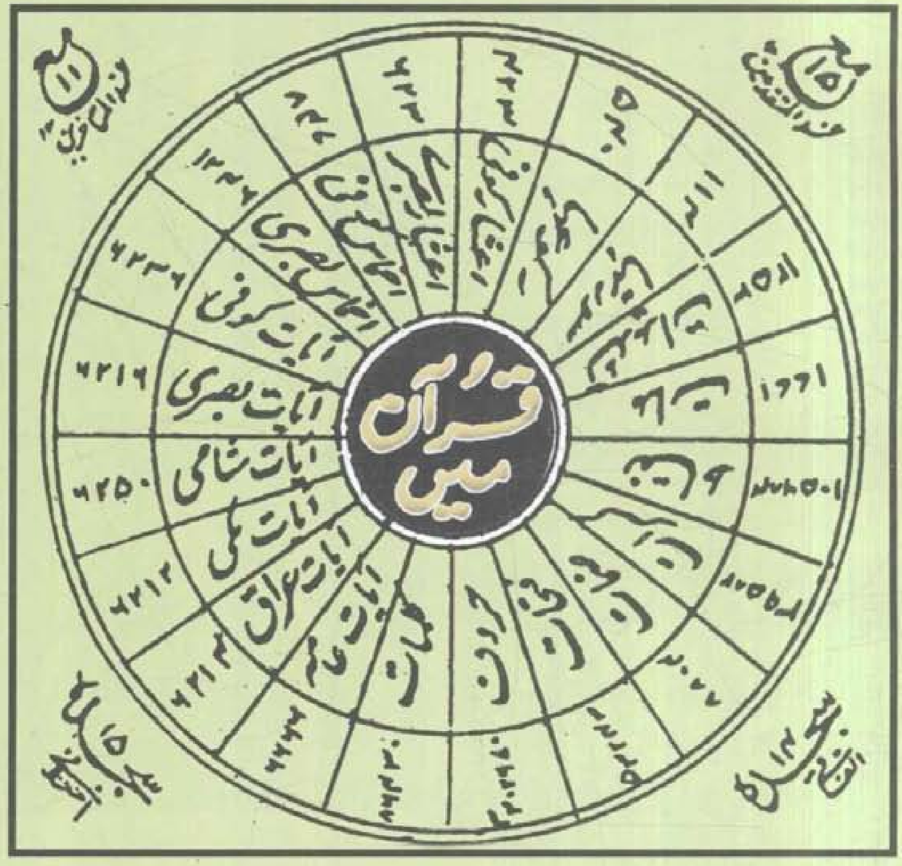
خلافتِ صدیقی میں جنگ یمامہ کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے توجہ دلانے پر قرآن مجید کتابی صورت میں مدون ہوا۔ ۷۵ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی جماعت نے یہ اہم کام انجام دیا۔ کاتب وحی حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ اور امت کے بہترین قاری حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ اس کمیٹی کے معتمد تھے۔ جمع کرنے کا طریقہ یہ طے پایا کہ جب تک کسی سورۂ یا جز کی دو تحریری شہادتیں پیش نہ ہوں اسے قرآن میں درج نہ کیا جائے۔ نیز حفاظ حلفیہ گواہی دیتے کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان آیات کو اسی ترتیب سے تلاوت کرتے سنا ہے۔ تب حضرت زیدؓ جو خود بھی حافظ تھے اسے قبول کرتے۔ یہ کتاب "القراطیس" چمڑے کے ایک جیسے اوراق پر



آیات قرآنی کا یہ فن پارہ خطاط کے موئے قلم کی جنبشوں سے مچھلی کا طغریٰ بن گیا ہے۔

نطق کو سو ناز ہیں تیرے لبِ اعجاز پر
اقبال

قرآن مجید کا ایسا جدول جس میں سورتیں، رکوعات، اعشار، احماس، آیات، کلمات، حروف، اعراب وغیرہ کے اعداد وشمار درج ہیں۔کلام اللہ سے مسلمانوں کے حد درجہ انہماک اور محبت کا منہ بولتے ثبوت کا اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے۔



قرآن مجید کے ہر ایک حرف ہجا کی تعداد عبدالعزیز بن عبداللہؒ کے قول کے مطابق جیسے کہ کتاب "البستان للفقیہ ابولیث،، میں دی گئی ہے۔

ا	٤٨٨٧٢	ط	١٢٧٤
ب	١١٣٢٨	ظ	٨٤٢
ت	١١٩٩	ع	٩٢٢٠٠
ث	١٢٧٦	غ	٢٢٠٨
ج	٣٢٧٣	ف	٨٤٩٩
ح	٩٧٣	ق	٦٨١٣
خ	٢٤١٦	ک	٩٥٢٢
د	٥٦٤٢	ل	٣٤٣٢
ذ	٤٦٩٧	م	٢٦٥٣٥
ر	١١٧٩٣	ن	٢٦٥٦٠
ز	١٥٩٠	و	٢٥٥٣٦
س	٥٨٩١	ه	١٩٠٧٠
ش	٢٢٥٣	لا	٣٧٢٠
ص	٢٠١٣	ی	٢٥٩١٩
ض	١٦٠٧	×	×

علماء نے کتاب اللہ (قرآن مجید) کے مختلف پہلوؤں کو اجاگر کرنے کے لیئے اپنی زندگیاں صرف کر ڈالیں۔ اللہ رے عرق محنت کہ ہم پایہ، روشنائی Ink بن گیا۔اللہ کی ان پر رحمتیں ہوں۔ایک ایک حرف کی گنتی کر ڈالی زبر زیر پیش حتیٰ کہ نقطوں تک کو شمار کرلیا۔آیات کو تخصص کے ساتھ گن لیا۔یہ بھی قرآن مجید کا ایک معجزہ ہے۔

نقش ہے صفحۂ ہستی پہ صداقت ان کی
اقبال



قعدہ میں شہادت کی حالت ___ کلمہ طیبہ کی کتابت سے بنایا ہوا طغریٰ/ فنکارانہ کمال کا مظہر ہے۔

ہوتی۔ ان کو ''ربعہ'' (مساوی طول و عرض والے اوراق) بھی کہتے ہیں۔ یہ کتابت شدہ نسخہ ''مصحف صدیقی'' کہلایا۔ اسے اُمّ المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس محفوظ کروادیا گیا۔(۱۲)

۲۵ ہجری میں حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہما نے آذربائی جان کے جہاد سے لوٹ کر محاذ پر قرآن کی قرأت میں مسلمانوں کے درمیان اختلاف پر امیر المومنین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی توجہ مبذول کروائی۔ انہوں نے حضرت زید بن ثابت، عبداللہ بن زبیر، سعید بن العاص اور عبدالرحمٰن بن حارث بن ہشام رضوان اللہ علیہم اجمعین پر مشتمل ایک کمیٹی بنائی۔ انہیں حکم دیا کہ مصحف کو قریش کی قرأت اور لہجہ کے مطابق لکھو کیونکہ قرآن ان ہی کی زبان میں نازل ہوا ہے۔ اس تیارشدہ مصحف کے سات نسخے نقل کروا کر صوبے مکہ، یمن، بحرین، بصرہ، کوفہ اور شام

قرآن کی کُل مدتِ نزول تقریباً
۲۲ سال —— ۵ ماہ

پارے	۳۰
منزلیں	۷
سورتیں	۱۱۴
رکوع	۵۴۰
کُل آیات	۶۶۶۶

۷ منازل کی تقسیم

۱— سورۂ فاتحہ تا سورۂ نساء
۲— سورۂ مائدہ تا سورۂ توبہ
۳— سورۂ یونس تا سورۂ نحل
۴— سورۂ بنی اسرائیل تا سورۂ فرقان
۵— سورۂ شعراء تا سورۂ یٰسین
۶— سورۂ والصّٰفّٰت تا سورۂ حجرات
۷— سورۂ قٓ تا سورۂ الناس

اقسامِ آیات

آیاتِ وعدہ	۱۰۰۰
آیاتِ وعید	۱۰۰۰
آیاتِ نہی	۱۰۰۰
آیاتِ امر	۱۰۰۰
آیاتِ مثال	۱۰۰۰
آیاتِ قصص	۱۰۰۰
آیاتِ تحلیل	۲۵۰
آیاتِ تحریم	۲۵۰
آیاتِ تسبیح	۱۰۰
آیاتِ متفرق	۶۶
(جملہ	۶۶۶۶)

آیات کی اقسام ۔منازل کی تقسیم اور دیگر تفاصیل کا جدول۔

کے دارالحکومت میں روانہ فرمائے۔ ایک مسجد نبوی میں رکھوایا۔(۱۳) حکم دیا کہ مختلف قبیلوں کے لہجوں میں موجود قرآن کے نسخے تلف کردیے جائیں اور آئندہ ان نسخوں کے مطابق لکھے جائیں۔ دنیائے اسلام پر یہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا بڑا احسان ہے، ان معنوں میں انہیں جامع القرآن کہا جاتا ہے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے تیار کروائے ہوئے مصحف میں اعراب نہیں تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے قرآن پر اعراب ابو الاسود الدوئلی (وفات ۶۹ ہجری) سے لگوائے یہ نقطوں کی شکل میں تھے جس سے حروف و اعداد کے نقطوں میں فرق نہیں ہوتا تھا یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ایک غیرعرب کو بوقت تلاوت الفاظ غلط پڑھتے سنا تو انہوں نے آیات پر اعراب نقطوں کی صورت میں لگائے۔ ایسی ایک کوشش حجاج بن یوسف کے نام سے بھی منسوب ہے۔خلیل بن احمد النحوی (وفات ۱۷۰ہجری) موجودہ شکل کے اعراب لگائے انہوں نے نقطوں کی جگہ زیر، زبر، پیش، جزم، تشدید وغیرہ کی علامات ایجاد کیں اس سے صحیح تلفظ اور تلاوت میں بے حد سہولت ہوگئی۔(۱۴)

عرب میں مکی، مدنی، بصری اور کوفی رسم الخط رائج تھے۔ مکی اور مدنی رسم الخط میں آسان جھکاؤ ہیں۔ عہد رسالت اور خلفاء راشدین میں مدنی رسم الخط مستعمل تھا۔

جس کی زباں سے میرے خدا نے کیا کلام
اُمّی تھا ایسا وہ کہ سخنور کہیں جسے
(حمایت علی شاعر)

سفرِ زندگی کے لئے برگ و ساز

اقبال

سفر طائف

القرآن: وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ مُّصَدِّقُ الَّذِیْ بَیْنَ یَدَیْهِ وَلِتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰی وَمَنْ حَوْلَهَا ؕ وَالَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ یُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَهُمْ عَلٰی صَلَاتِهِمْ یُحَافِظُوْنَ ﴿۹۲﴾

ترجمہ: اور یہ بھی ایسی ہی کتاب ہے جس کو ہم نے نازل کیا ہے، جو بڑی برکت والی ہے، اپنے سے پہلی کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہے اور تاکہ آپ مکہ اور اس کے آس پاس کے لوگوں کو آگاہ کردیں اور جو لوگ آخرت پر ایمان رکھتے ہیں وہ اس کتاب پر بھی ایمان رکھتے ہیں اور اپنی نمازوں کی (پوری) خبر رکھتے ہیں۔ (سورۂ انعام، آیت ۹۲)

الحدیث: اہل طائف کے لئے بددعا کی درخواست پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "مجھے امید ہے کہ ان کی پشت سے اللہ ایسے لوگ پیدا کرے گا جو صرف اس کی عبادت کریں گے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کریں گے"۔

(صحیح بخاری، جلد دوم، حدیث ۴۶۴)

طائف سطح سمندر سے تین ہزار فٹ کی بلندی پر سلسلۂ کوہ سراۃ میں ایک سطح مرتفع پر واقع ہے۔ اس کا پرانا نام "وج" ہے جب اس کے گرد شہر پناہ کے طور پر چہار دیواری بنادی گئی تو اس کا نام "الطائف" پڑ گیا۔

طائف ...... مکہ کے جنوب مشرق میں قدیم مسافت کے لحاظ سے تین منزل پر واقع تھا۔ عرفات اور وادیٔ نعمان کے پہاڑی راستے سے ایک رات کی مسافت تھی۔ آج کل بہترین سڑکیں بن گئی ہیں جو پہاڑوں میں سے ہوکر گزرتی ہیں۔ موٹر کار سے راستہ ڈیڑھ گھنٹے سے زیادہ نہیں۔ خوبصورت مناظر، سرسبز وشاداب وادیاں اور پھلوں کے باغات آج بھی سیاحوں کے لئے دلچسپی کا سامان رکھتے ہیں۔ آج کا طائف جدید طرز کی عمارتوں، کشادہ سڑکوں اور پُر رونق بازاروں کی وجہ سے پُرکشش ہوگیا ہے۔ اچھی آب و ہوا اور خوشگوار موسم نے اسے پُرفضا مقام بنادیا ہے۔

سیرتِ طیبہ میں طائف کا ذکر سنہ ۱۰ نبوت میں آتا ہے۔ اس

ماخذ اور حوالے

(۱) سیرت المصطفیٰ، محمد ادریس کاندھلوی، حصہ سوم، ص ۲۶۸

(۲) روضۃ الاحباب (سیرت مبارکہ رسالت مآبؐ) سید جمال حسینی، ص ۷۰، مترجمہ عزیز الرحمٰن

(۳) زاد المعاد، حصہ دوم، ص ۱۰۳، حافظ ابن قیم، مترجمہ رئیس احمد جعفری

(۴) سیرت النبی کامل: ابن ہشام، جلد ۱، ص ۴۷۰، مترجمہ عبدالجلیل صدیقی

(۵) صحیح مسلم کتاب الجہاد والسیر عن حضرت عبداللہ بن عمر، جلد ۵، (اردو)

(۶) طبقات (اخبار النبی) حصہ اول، ص ۴۴۸ ابن سعد مترجمہ عبداللہ عمادی

(۷) زاد المعاد: ابن قیم جلد دوم، ص ۳۴۰، مترجمہ رئیس احمد جعفری

(۸) ایضاً حصہ سوم، ص ۹۰

الٰہی
عقلِ خجستہ پا کو ذرا سی دیوانگی سکھا دے
اقبال



مرغزارِ طائف ___ پہاڑوں اور وادیوں کا دلفریب منظر۔

وقت وہاں بنوثقیف کا قبیلہ آباد تھا۔ زمین کی زرخیزی اور شادابی نے باشندوں کو مغرور، متکبر اور درشت مزاج بنادیا تھا۔ یہ لوگ ''لات'' کے پرستار تھے اور اس دیوی کو خدا کی بیٹی کا مقام دے رکھا تھا۔(۱)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر مکہ کی سرزمین میں جب مظالم بڑھ گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تبلیغ کے لئے نیا میدان طائف کی سرزمین کو بنانا چاہا۔ خیال آیا اگر یہاں کے لوگ دعوتِ حق قبول کرلیتے ہیں تو اسلام کو ایک مضبوط مرکز میسر آئے گا۔ چنانچہ ۲۷رشوال ۱۰نبوت مطابق ۶۱۹ء کو اپنے آزاد کردہ غلام حضرت زیدؓ بن حارثہ کے ساتھ پاپیادہ یہاں کا سفر کیا۔ قیام کی مدت بہ اختلاف روایات دس دن، بیس دن اور ایک مہینہ ہے۔

عبد یالیل، مسعود اور حبیب ...... بنی ثقیف کے سردار تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تینوں سے ملاقات فرمائی اور ان سے اسلام کی اشاعت میں مدد کی خواہش کی۔ ان کے جواب بڑے گستاخانہ تھے۔ ان بدبختوں نے اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اوباشوں کو شہ دی۔ وہ بوقتِ وعظ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہنسی اڑاتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جدھر جاتے پتھر برساتے یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم لہولہان ہوگیا۔(۲)

حضرت زیدؓ بن حارثہ نے کندھوں پر اٹھا کر عتبہ کے باغ میں پناہ لی۔ حضرت زیدؓ نے زخموں کو دھویا اور منہ پر پانی چھڑکا۔



طائف میں سردار قریش عتبہ اور شیبہ کا باغ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے طائف کے بدنہادوں کی سنگ باری سے شدید زخمی ہو کر یہاں پناہ لی۔ عتبہ کے کہنے پر حبشی غلام عداس نے انگور کا خوشہ پیش کیا روئے انور کے دیدار اور شرف تکلم سے متاثر ہو کر ایمان کی دولت سے مالا مال ہوا۔
ع ...... (دولت ہست کہ یابی سر راہے گاہے)



جدید شہر طائف کی وسیع سڑکیں اور خوبصورت وادیاں۔

تاریخِ جنوں یہ ہے کہ ہر دورِ خرد میں
اک سلسلۂ دار و رسن ہم نے بنایا
(نشور واحدی)

اُلٹ جائیں گی تدبیریں بدل جائیں گی تقدیریں
اقبال



مسجد ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ جس میں حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مزار تھا۔ اب نام باقی ہے نشان غائب، وقت نے کس شبیہ کو خواب و خیال کردیا۔

افاقہ ہوا تو زبانِ وحی ترجمان پر عالمِ اضطراب میں یہ دعا نکلی "اے اللہ! اپنی بے بسی، بے سروسامانی اور لوگوں کے نگاہوں میں بے قدری کی تجھ ہی سے فریاد کرتا ہوں۔ اے ارحم الراحمین! سب سے بڑھ کر رحم کرنے والے! تو ہی درماندہ عاجزوں کا مالک ہے، میرا مالک بھی تو ہی ہے، آخر تو مجھے کس کے حوالے کرنے والا ہے؟ ترش رُو بیگانہ کے یا اس دشمن کے جسے میرے معاملے پر قابو ہو؟ اگر تو مجھ سے ناراض نہیں تو مجھے کسی مصیبت کی کچھ پرواہ نہیں کیونکہ تیری



طائف میں وہ مقام جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل شہر کو دعوت حق دی اس جگہ ایک مسجد بنادی گئی جو مسجد حبشی کہلاتی ہے۔



طائف کا وہ باغ جہاں حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شدید زخمی حالت میں اپنے کندھوں پر سوار کرکے لے آئے۔ عتبہ کا عیسائی غلام عداس جو نینوا سے دین حق کی تلاش میں یہاں آیا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آیا۔ یہاں ایک کنواں بھی ہے جس کے پانی سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پیاس بجھائی اور زخموں کو دھویا۔ اس کا پانی شیریں اور اب تک جاری ہے۔ یہ کنواں اور مسجد حضرت عداس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے موسوم ہیں۔ کنویں کے پانی سے انگور کی بیلیں سیراب ہوتی ہیں۔ اس بیل کا ایک خوشہ عداس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیش کیا تھا۔ کہتے ہیں ان بیلوں کے جیسے انگور پورے عرب میں کہیں اور نہیں ہوتے۔

حفاظت و عافیت میرے لئے بہت وسیع ہے۔ میں تیری ذات کے نور کی پناہ میں آتا ہوں، جس سے تمام اندھیرے اجالے بن جاتے ہیں۔ دنیا و آخرت کے تمام کام سنور جاتے ہیں۔ تیری ناراضی اور غصہ مجھ پر نہ ہو۔ مجھے تیری رضامندی اور خوشنودی درکار ہے۔ نیکی کرنے اور بدی سے محفوظ رہنے کی طاقت تیری طرف سے ہی ملتی ہے۔" (۳)

ترکوں کے دور حکمرانی میں اس مقام پر ایک خوبصورت مسجد بنائی گئی تھی جو اب مناسب دیکھ بھال نہ ہونے سے خستہ ہوتی جارہی ہے۔ یہیں عتبہ کے غلام عداس نے انگور کا خوشہ پیش کیا اور ایمان لے آیا۔ (۴) یہ مسجد ان ہی سے منسوب ہے۔



طائف میں مسجد ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ہم پہ برسے ہوئے پتھر بھی گلی کوچوں میں (احسان دانش) شب کو جلتے ہیں چراغِ یدِ بیضا کی طرح

الٰہی! پھر مزا کیا ہے یہاں دنیا میں رہنے کا
اقبالؔ



مسجد عداس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پرانی تصویر۔

سیرتِ طیبہ میں طائف کا دوبارہ تذکرہ ہجرت کے آٹھویں سال ملتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ فتح کرنے کے بعد حنین تشریف لے گئے۔ یہاں بنی ہوازن کے ساتھ بنی ثقیف بھی مقابلہ پر آئے۔ شکست کھا کر بھاگے اور اپنے شہر طائف میں قلعہ بند ہوگئے۔ اوطاس میں ہارے ہوئے قبیلہ ثقیف کے لوگ بھی یہاں جمع ہوگئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی سرکوبی کے لئے ایک ہراول دستہ حضرت خالدؓ بن ولید کی قیادت میں روانہ فرمایا۔ بعد میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی براہ نخب تشریف لائے اور شہر طائف کی فصیل کے نیچے پڑاؤ ڈالا۔ دس دن تک جھڑپیں ہوتی رہیں بالآخر مسلمانوں نے قلعہ کا محاصرہ کرلیا۔ اس کے جواب میں انہوں نے زبردست تیر اندازی کی۔ بارہ صحابہ رضوان اللہ عنہم اجمعین شہید اور بہت سے زخمی ہوئے۔(۵)



مسجد عداس کی مرمت کے بعد تصویر جو ۲۰۰۶ء میں لی گئی۔



جدید مسجد ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خوبصورت منظر۔

طائف کی لڑائی میں پہلی بار منجنیق اور دبابے استعمال ہوئے۔ چالیس روز تک منجنیق کی سنگ باری سے فصیل میں سوراخ ہوگیا۔ (۶) تیروں سے بچنے کے لئے مسلمان دبابوں میں بیٹھ کر فصیل تک گئے۔ قلعہ کے اوپر سے لوہے کی گرم دھکتی سلاخیں دبابوں پر پھینکی گئیں جس سے دبابوں کی کھال جل گئی اور مجاہد تیروں کا نشانہ بن گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے باغوں کے اجاڑنے کا حکم دیا جس پر ثقیف کے لوگ بڑے پریشان ہوئے۔ اللہ کے نام اور قرابت داری کے واسطے رحم کی درخواست کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فوری قبول فرمالیا۔

چند دنوں بعد محاصرہ اٹھالیا۔ محاصرہ کی مدت بہ اختلاف روایات ۱۵ تا ۴۰ دن ہے۔ بنی ثقیف کے تیروں سے بڑا نقصان پہنچا تھا۔ صحابہ رضوان اللہ عنہم اجمعین نے درخواست کی کہ ان کے بارے میں بد دعا کیجئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں ہاتھ بلند کرکے فرمایا:

"الٰہی ثقیف کو ہدایت دے اور انہیں میرے پاس لے آ" (۷)

طائف سے محاصرہ اٹھا کر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ واپس ہورہے تھے تو راستے میں بنی ثقیف کے سردار عروہ بن مسعود ثقفی (جن کا صلح حدیبیہ میں نام آتا ہے) آملے اور ایمان لائے۔ محاصرہ کے وقت وہ جرش میں تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت مانگی کہ اپنی قوم میں اسلام کی تبلیغ کروں گا۔ طائف پہنچ کر بنی ثقیف کو جمع کیا اور بالاخانے پر کھڑے ہوکر انہیں اسلام کی دعوت دی۔ چاروں طرف سے تیر برسے اور انہیں شہید کردیا گیا۔ سنہ ۹ ہجری میں غزوۂ تبوک سے واپسی کے بعد رمضان کے مہینے میں بنی ثقیف کا وفد مدینہ حاضر ہوا۔ ان کا امیر عبد یالیل تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کے نتیجے میں یہ لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر ایمان لائے۔ واپس جاکر تمام اہل طائف کو حلقہ بگوش اسلام کیا۔(۸)

کئی عہد آکے گزر گئے مگر ان کے فضل کا تذکرہ
کبھی خامشی میں اذاں بنا، کبھی گفتگو میں دعا ہوا
(عزم بہزاد)

پیکر اگر نظر سے نہ ہو آشنا تو کیا؟

اقبال

جنّات کا ایمان لانا

القرآن: وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ ﴿٥٦﴾

ترجمہ: اور میں نے جنوں اور انسانوں کو اس لئے پیدا کیا ہے کہ میری عبادت کریں۔ (سورۂ ذاریات: آیت ۵۶)

الحدیث: حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مدینہ میں کئی جن رہتے ہیں جو مسلمان ہوگئے ہیں پھر جو کوئی عمر والے سانپوں سے کسی سانپ کو دیکھے تو اس کو تین بار جتادے۔ اگر وہ اس پر بھی نکلے تو اس کو مار ڈالے وہ شیطان ہوگا۔ (صحیح مسلم، کتاب قتل الحیات)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر طائف سے واپس ہوتے ہوئے نخلہ میں قیام فرمایا۔ یہ مقام مکہ سے ایک رات کی مسافت پر واقع ہے۔ نماز عشاء کی پہلی رکعت میں سورۂ رحمٰن اور دوسری رکعت میں سورۂ جن تلاوت فرمائی۔ اتفاقاً شام کے مقام نصیبین کے سات جنوں کا ادھر سے گزر ہوا۔ (۱) قرأت سن کر رک گئے اور غور سے سننے لگے، پھر چلے گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی آمد کا بالکل علم نہیں ہوا۔ سورۂ احقاف نازل ہوئی تو پتا چلا۔

''پس جب قرآن پڑھا جاچکا تو یہ اپنی قوم کی طرف واپس ہوئے تاکہ ان کو آگاہ کریں۔ جا کر بیان کیا کہ ہم عجیب کتاب سن کر آئے ہیں جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد نازل ہوئی جو پہلی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے۔ حق اور راہِ راست کی راہ نمائی کرتی ہے۔ اے ہمارے بھائیو! اللہ کے داعی کی دعوت قبول کرو، اس پر



مسجد حرام کی ایک قدیم تصویر جس میں باب بنی شیبہ چاہِ زمزم پر دو منزلہ عمارت، مقام ابراہیم (باب کمان) کے پیچھے اور خانہ کعبہ کے قریب نماز جمعہ اور عیدین کا پہیہ دار چوبی منبر دیکھا جاسکتا ہے۔

ماخذ اور حوالے

(۱) سیرت النبیؐ کامل جلد اول ص ۳۷۱ ابن ہشام
(۲) سورۂ احقاف، آیات ۲۹ تا ۳۱
(۳) روضۃ الاحباب، سید جمال حسینی ترجمہ سیرت مبارکہ رسالت مآبؐ ص ۱۷
(۴) تفسیر ابن کثیر سورۂ احقاف جلد ۵ ص ۲۰
(۵) سیرت سرور عالم جلد دوم ص ۹۳ ابوالاعلیٰ مودودی
(۶) صحیح مسلم مع شرح نووی جلد ۵ باب قتل الحیات
(۷) خصائص الکبریٰ حصہ اول ص ۳۰۰ جلال الدین سیوطی
(۸) عہد نبوت کے ماہ و سال ص ۳۳۰ محمد ہاشم سندھی مترجمہ محمد یوسف لدھیانوی

پیغام سکوں پہنچا بھی گیا دل محفل کا تڑپا بھی گیا

اقبالؔ

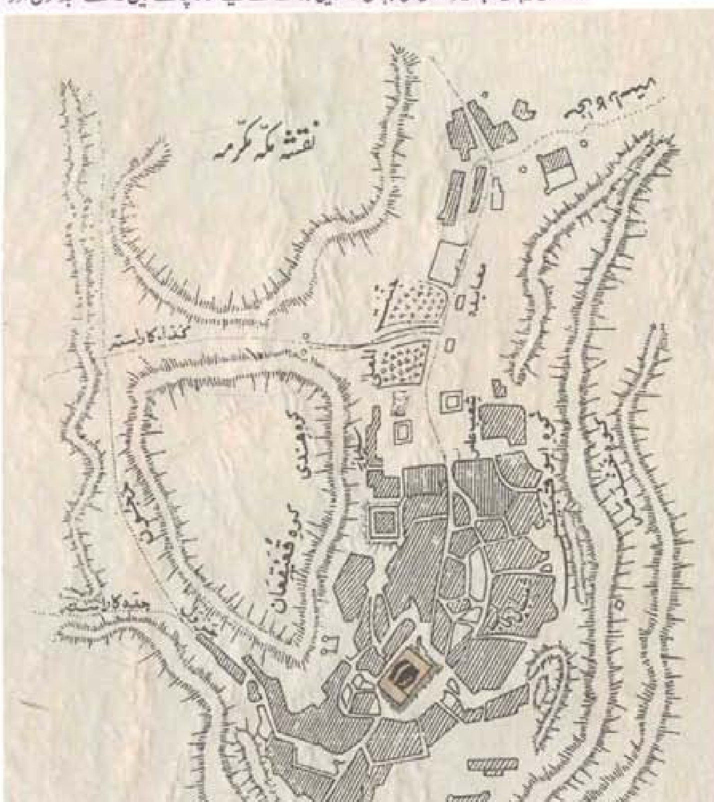


مسجد جن کی قدیم تصویر۔ عہد نبوی میں جنت معلی کے قبرستان کے ساتھ یہ ایک چٹیل میدان تھا یہاں جنات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ایمان کی دولت اور بیعت کا شرف حاصل کیا۔ بعد میں یہاں مسجد تعمیر کر دی گئی جہاں زائرین برکت کے لیئے نماز پڑھتے ہیں۔ اسے مسجد حرس اور مسجد بیعت کا نام بھی دیا گیا ہے۔

ایمان لاؤ۔ اللہ تعالیٰ تمہارے سارے گناہ معاف کردے گا اور تمہیں دکھ دینے والے عذاب سے پناہ میں رکھے گا۔" (۲)

اہلِ علم کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جنات کی طرف جنوں میں سے رسول بھیجے یا نہیں۔ حالانکہ سورۂ انعام کی آیت ۱۳۰ میں واضح طور پر فرمایا کہ "جنوں میں انہی میں سے رسول بھیجے۔" ہاں یہ ضرور ہے کہ کچھ انبیاء و رسل جو انسانوں میں سے تھے وہ جنوں کے بھی ہوئے جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت سلیمان علیہ السلام اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

نصیبین کے جنات کی دعوت پر بہت سے جنات ایمان لائے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار اور ملاقات کے آرزومند ہوئے۔ (۳) کل چھ مرتبہ جنات کے وفود ملاقات کے لئے حاضر ہوئے۔ ایک بار ان کی تعداد ۱۲ ہزار تھی۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وادیٔ نخلہ کے واقعہ کے تین ماہ بعد حضرت جبرئیل علیہ السلام نے جنوں کی ملاقات کے لئے آمد کی اطلاع دی۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے بھی ہمراہی کی درخواست کی۔ شعب حجون کے ایک مقام پر انگشت مبارک سے دائرہ کھینچا اور انہیں حکم دیا کہ اس سے باہر ہرگز قدم نہ رکھنا ورنہ پھر مجھے نہ دیکھ سکو گے۔ ایک ٹیلہ پر نماز ادا کرنے کے بعد سورۂ طٰہٰ کی قرأت شروع



نقشہ مکہ مکرمہ۔

بساطِ کون و مکاں ان کی ضو سے روشن ہے (بیکل اتساہی) وہ آفتاب ہیں، پھر بھی کرن میں رہتے ہیں

کچھ اور ہی نظر آتا ہے کاروبارِ جہاں
اقبالؔ



یہ مسجد جن کی نئی تعمیر کے بعد کی تصویر ہے۔ چٹیل میدان عمارتوں سے بھر گیا ہے۔

فرمادی۔ کچھ دیر بعد چالیس جھنڈے دکھائی دیئے۔ ہر پرچم تلے ہزاروں جنات حاضر تھے۔ تعداد کوئی ساٹھ ہزار بتائی جاتی ہے۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد بڑا ہجوم دیکھا۔ روایت ہے کہ اس دن جنوں کے بارہ نقیب منتخب فرمائے۔ انہیں دین کے احکامات سکھائے پھر وہ بادلوں کی طرح ٹکڑیوں میں اڑتے ہوئے چلے گئے۔ صبح ہوئی تو آپؐ واپس تشریف لائے اور پوچھا تم نے کیا دیکھا۔ عرض کیا سیاہ آدمی سفید لباس میں دیکھے۔ فرمایا یہ نصیبین کے جنات تھے جو اپنی اور سواریوں کی خوراک مانگ رہے تھے۔ ان کی خوراک ہڈیاں اور جانوروں کا چارہ گھوڑے کی لید ہے۔ عرض کیا یہ کیوں کر ممکن ہے؟ فرمایا اللہ تعالیٰ ہر ہڈی پر گوشت پیدا کر دیتا ہے جتنا ان سے کھایا جائے اور لید کو دانوں میں تبدیل فرما دیتا ہے۔ اس موقع پر ارشاد ہوا ''ہڈی اور لید سے استنجا نہ کرو۔'' (۴)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ ایک بار صحابہ کرام سورۂ رحمٰن خاموشی سے سنتے رہے۔ فرمایا یہ سورت جنوں کو سنائی تو وہ ''اے پروردگار! ہم تیری کسی نعمت کو نہیں جھٹلاتے'' کا بہتر جواب دے رہے تھے۔ (۵)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مدینہ میں جن رہتے ہیں جو مسلمان ہو چکے ہیں جو کوئی عمر والے (بوڑھے) سانپوں میں سے کسی سانپ کو دیکھے تو اس کو تین دن تک خبردار کرے اگر اس کے بعد بھی نکلے تو اس کو مار ڈالو وہ شیطان ہے (یعنی کافر جن یا شریر سانپ ہے) (۶)

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے سفر مکہ کے دوران ایک بیابان میں ایک مردہ سانپ پر نظر پڑی۔ آپ نے اسے کپڑے میں لپیٹ کر دفن کر دیا۔ ایک آواز آئی اے سرق! میں شہادت دیتا ہوں کہ آج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئی پوری ہوگئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ سرق ایک بیابان میں مرے گا اور میری امت میں جو سب سے بہتر شخص ہوگا وہ اسے دفن کرے گا۔ حضرت عمر بن

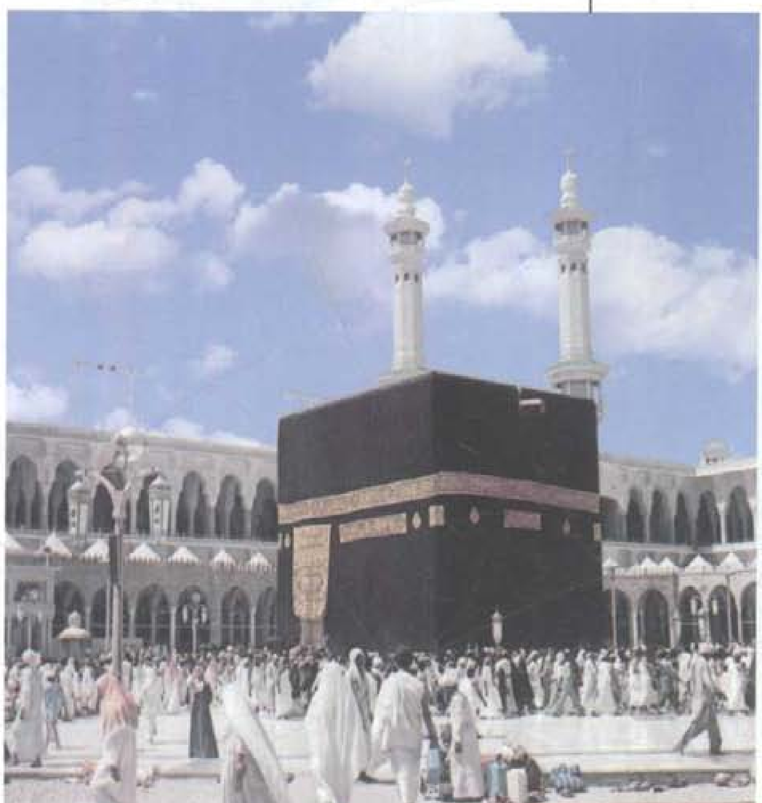
نظر ہے ابرِ کرم پر، درختِ صحرا ہوں
اقبال



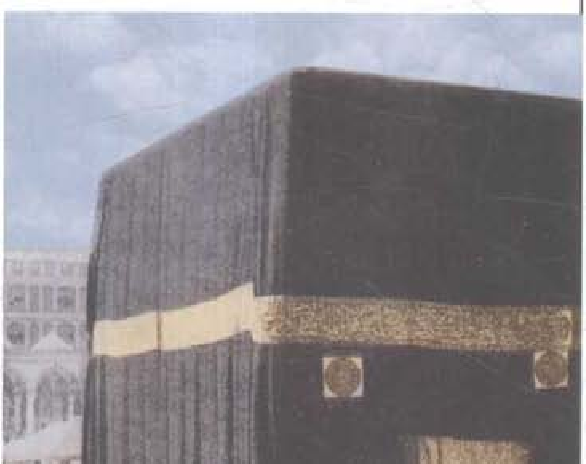
بیت اللہ ــــ قدیم زمانے میں موسم حج میں سرداران عرب مسجد حرام کے صحن میں خیمے ڈال کر مقیم ہو جاتے تھے۔

عبدالعزیز رحمہ اللہ نے پوچھا تم پر اللہ کی رحمت ہو بتاؤ تم کون ہو؟ ندا آئی اے مردِ صالح! اب ہم دونوں ہی ایسے جن باقی رہ گئے ہیں جنہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر براہِ راست بیعت کا شرف حاصل ہوا تھا۔(۷)

غزوۂ تبوک کے دورانِ سفر ایک بہت بڑا سانپ راستے میں کھڑا رہا پھر ہٹ گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے پوچھا جانتے ہو یہ سانپ کون تھا؟ عرض کیا اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ فرمایا یہ ان جنات میں سے تھا جو مکہ میں آ کر ایمان لائے۔ یہ اس کی رہائش گاہ ہے وہ سلام کے لئے حاضر ہوا اور تم کو بھی سلام کہا ہے۔ ہم سب نے اس کا جواب دیا۔(۸)



خانہ کعبہ کا ایک ایسا منظر جبکہ مختصر مطاف مسطح تھا بقیہ حصہ سنگ ریزوں سے بھرا تھا جس پر مصلے دیکھے جاسکتے ہیں



کعبہ کی مکمل غلاف میں قدیم و نادر تصویر۔

صورت میں غلافِ محترم کے (ابوالخیر کشفی) در پردہ طواف میں حرم ہے

خُدا بندے سے خود پُوچھے بتا تیری رضا کیا ھے؟
اقبال

اِسراء ومعراج

القرآن: سُبۡحٰنَ الَّذِیۡۤ اَسۡرٰی بِعَبۡدِہٖ لَیۡلًا مِّنَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ اِلَی الۡمَسۡجِدِ الۡاَقۡصَا الَّذِیۡ بٰرَکۡنَا حَوۡلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنۡ اٰیٰتِنَا ؕ اِنَّہٗ ہُوَ السَّمِیۡعُ الۡبَصِیۡرُ ①

ترجمہ: وہ ذات پاک ہے جو ایک رات اپنے بندے کو مسجد الحرام (خانۂ کعبہ) سے مسجد اقصیٰ (بیت المقدس) تک جس کے گرداگرد ہم نے برکتیں رکھی ہیں لے گئی تاکہ ہم اسے اپنی (قدرت کی) نشانیاں دکھائیں۔ بے شک وہ سننے والا اور دیکھنے والا ہے۔

(سورۂ بنی اسرائیل، آیت ۱)

الحدیث: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مکہ میں ایک شب میرے گھر کی چھت کھلی اور جبرئیل اترے، میرا سینہ چاک کیا، دل کو آبِ زم زم سے دھویا، سونے کا ایک طشت حکمت اور ایمان سے بھرا لائے اور میرے سینے میں ڈال کر سینہ بند کر دیا۔

(صحیح بخاری، جلد اوّل، حدیث ۳۳۹، ص ۲۰۸)

اِسراء ومعراج کے واقعہ نے فکر انسانی کو ایک نیا موڑ عطا کیا۔ سائنس کی ترقی سے آج کا انسان اس کا ادراک کرسکتا ہے۔ چودہ سو سال پہلے وحی، بُراق، اسراء، معراج، جنت و دوزخ ناقابل فہم تھے۔ ان کی تصدیق کے لئے کسی ابوبکرؓ جیسی بالغ نظر پیکرِ صدق ویقیں کی ضرورت تھی۔

اسراء کے لغوی معنی رات میں چلنے کے ہیں۔ خواہ سواری پر ہوں یا پیدل۔ یہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا رات کے ایک حصہ میں مسجد حرام (بیت اللہ) سے مسجد اقصیٰ (بیت المقدس) تک بُراق پر



مسجد اقصیٰ کے محراب ومنبر کا ایک دلکش منظر۔ یہ خوبصورت، پرشکوہ اور باوقار جگہ اللہ کے بے شمار مقرب بندوں کی سجدہ گاہ رہی ہے۔

ماخذ اور حوالے

(۱) عہد نبوت کے ماہ و سال ص ۴ : مخدوم محمد ہاشم سندھی مترجمہ محمد یوسف لدھیانوی
(۲) تواریخ حبیب الٰہ (سیرت رسول اعظمؐ) ص ۳۷، عنایت احمد کاکوروی
(۳) طبقات ''اخبار النبیؐ'' حصہ اول ص ۲۸۲، ابن سعد مترجم عبداللہ عمادی
(۴) کتاب الشفاء (سیرت النبیؐ) ص ۱۶۷، قاضی عیاض مترجم احمد علی شاہ بٹالوی
(۵) خصائص الکبریٰ، حصہ اول ص ۳۳۸: جلال الدین سیوطی مترجم غلام معین الدین نعیمی
(۶) الوفاء باحوال المصطفیٰؐ، ص ۳۶۸: عبدالرحمٰن ابن جوزی مترجم محمد اشرف سیالوی



مسجد حرام کی ۱۸۸۸ء کی تصویر۔ آج سے ۱۲۰ سال قبل تک اہل مکہ کے مکانات مسجد حرام کی دیوار سے لگے ہوتے تھے۔ عہد نبوی میں قریش کے قبائل کے دروازے صحن کعبہ میں کھلتے تھے۔ زمینی سفر اسراء جو مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک براق پر حضرت جبرئیل علیہ السلام کی رفاقت میں ہوا۔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا معراج کا سفر اسی مسجد حرام سے شروع ہوا تھا۔

سبق ملا ہے یہ معراجِ مصطفیٰ سے مجھے

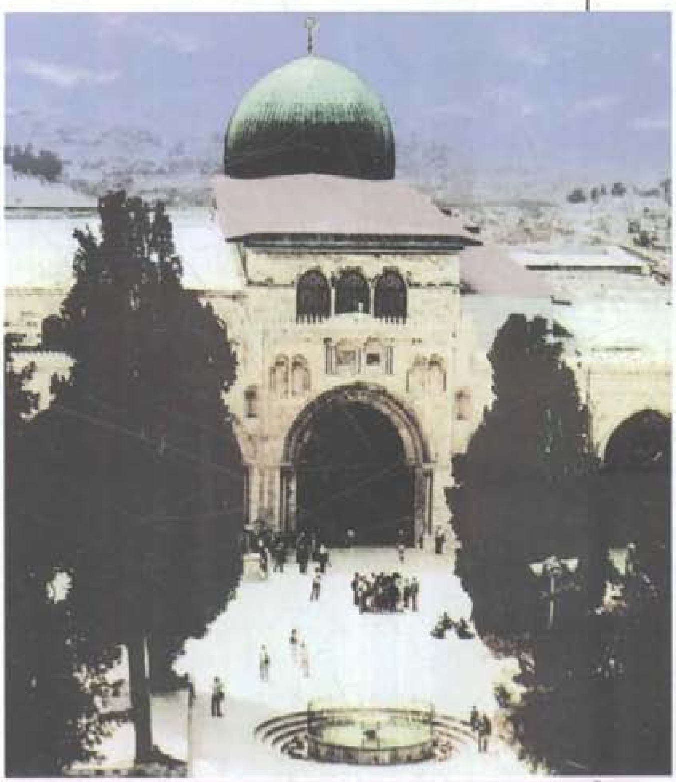
اقبال

تشریف لے جانا مراد ہے۔

معراج سے مراد آسمانی سفر ہے یعنی بیت المقدس سے سدرۃ المنتہیٰ تک عروج۔



دیوار براق جہاں انبیاء اپنی سواریوں کے جانور باندھتے تھے۔ بعد میں یہ دیوار گریہ۔ مسجد اقصیٰ کی مغربی دیوار جو حرم شریف کا حصہ ہے۔ انبیاء جب یہاں نماز کے لیئے آتے تو اپنی سواریوں کے جانور دیوار کے پتھروں سے باندھ دیتے۔ مسلمان اسے "حائط البراق یا البراق" کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ یہودیوں کا عقیدہ ہے کہ یہ دیوار "ہیکل سلیمانی" کا باقی ماندہ حصہ ہے۔ اس لئے وہ یہاں زیارت کے لیئے آتے اور گریہ وزاری اور آہ و بکا کرتے ہیں۔ اسکا نام "دیوار گریہ" پڑ گیا۔ معراج کی شب براق اس دیوار سے باندھا گیا تھا۔ یہ تصویر ۱۸۶۴ء کی ہے۔

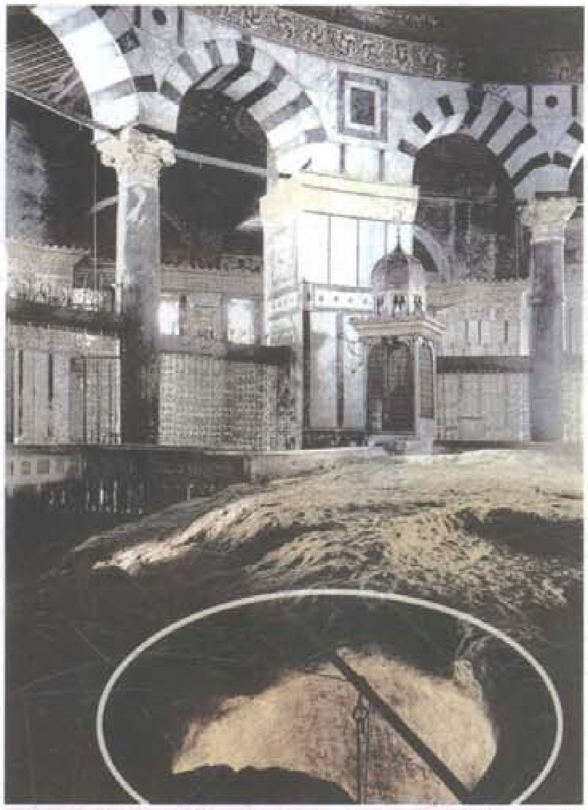


مسجد اقصیٰ جہاں اسراء زمینی سفر ختم ہوا۔ یہیں حضورؐ نے انبیاء کی جماعت کی امامت فرمائی تھی

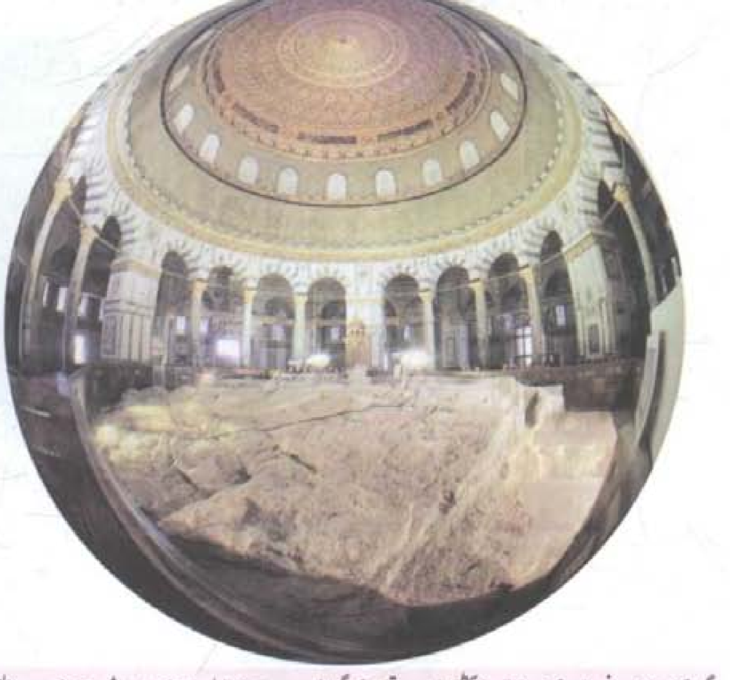
کہ عالمِ بشریت کی زد میں ہے گردوں

اقبال

مکہ مکرمہ سے بیت المقدس کا سفر بُراق پر ہوا۔ براق...... برق سے مشتق ہے۔ سائنس دان کہتے ہیں برق کی سرعت رفتار فی سیکنڈ ایک لاکھ چھیاسی ہزار میل ہے۔ اس جنتی براق کا نام جارود تھا(۱) اس کی سبک رفتاری کا یہ عالم تھا کہ اس کا اٹھنے والا ہر قدم حدِ نگاہ پر پڑتا تھا۔ (۲) براق سے اتر کر ہیکل سلیمانی کی اسی چٹان سے لگام باندھی جہاں انبیائے سابق باندھا کرتے تھے۔ مسجد اقصیٰ میں جماعت انبیاء نماز کے انتظار میں تھی۔ جبرئیل علیہ السلام نے اقامت کہی اور آپ کا ہاتھ پکڑ کر مصلیٰ امامت پر کھڑا کردیا۔ (۳) اسی دن سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم، امام الانبیاء کہلانے لگے۔ جبرئیل علیہ السلام، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس صخرہ پر لے آئے جہاں انبیاء بنی اسرائیل عبادت اور تورات و زبور کی تلاوت کیا کرتے تھے۔ یہیں سے فرشتے آسمانوں کی طرف صعود (چڑھنا) کرتے ہیں۔ یہاں ایک سیڑھی (معراج) نمودار ہوئی۔ یہ بھی روایت ہے کہ گھونسلا نما نشست



تصویر میں جو صخرہ (چٹان) ہے اس پر حضرت داود علیہ السلام زبور کی تلاوت کرتے تھے۔ اس صخرہ پر آسمان سے فرشتے اترتے چڑھتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج (آسمانوں) کا سفر حضرت جبرئیل علیہ السلام کے ساتھ اسی چٹان سے شروع کیا تھا۔



گنبد صخرہ کا اندرونی منظر یہ صخرہ (چٹان) سطح زمین سے تقریباً دو گز بلند ہے۔ اس کا طول ۵۸ فٹ اور عرض ۴۴ فٹ ہے (بعض لوگ اسے زمین کا سنگ بنیاد کہتے ہیں۔ بیت المقدس کی چابیاں وصول کرنے کے بعد امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لارڈ پادری صفر ینوس سے پوچھا الصخرہ کہاں ہے۔ اس نے دو تین مقامات بتائے۔ ارشاد فرمایا مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو تفصیل بتائی یہ اس کے مطابق نہیں۔ آخر وہ باب محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر لے آیا۔ سیڑھیوں پر سے کوڑا کرکٹ کو صاف کرنے کے بعد ایک تنگ راستے سے آگے بڑھے تو الصخرہ دکھائی دیا۔ فرمایا یہی وہ جگہ ہے۔ یہاں ایک مسجد فوری تعمیر کرنے کا حکم دیا۔ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اذان دینے کی درخواست کی۔ اسی مقدس چٹان سے معراج کا سفر حضرت جبرئیل علیہ السلام کے ساتھ شروع ہوا۔ ایک گھونسلا نما نور کا زینہ (لفٹ) سے آسمانوں پر تشریف لے گئے۔ واپسی بھی اس صخرہ پر ہوئی۔ اسی روایت نے مسلمانوں کے لیئے صخرہ (چٹان) اور حرم کے رقبے کو متبرک اور مبارک بنا دیا۔ اموی خلیفہ عبدالملک بن مروان (۶۵ تا ۸۵ ہجری/ ۶۸۵ تا ۷۰۴ء) نے قبۃ الصخرہ کی تعمیر شروع کی تکمیل ولید بن عبدالملک کے عہد میں ہوئی گنبد صخرہ حسن و رعنائی، فن اور ضاعی کا ایک شاہکار ہے۔ بیت القدس میں ہر مقام سے اسے دیکھا جا سکتا ہے

معراج جسمانی تھی یا بحالت خواب؟ سبحان الذی سے ابتدا خود اس واقعہ کے غیر معمولی ہونے کی دلیل ہے۔ فطرت کے عام قوانین کے برخلاف اللہ تعالیٰ کو اپنی قدرت دکھانا مقصود تھا۔ رات کے ایک قلیل حصہ میں جسم و جان کے ساتھ حالت بیداری میں عظیم الشان سفر زمان و مکاں کی قیود سے آزاد تھا۔ ہمارا عام مشاہدہ ہے کہ گھر میں بیک وقت ریڈیو، ٹیلی ویژن، پنکھا، ایئر کنڈیشنر، فریج وغیرہ چل رہے ہوتے ہیں۔ مین سوئچ بند کیا اور ہر چیز رک گئی، سوئچ چالو کردیا اور سب کام کرنے لگے۔ انسان کے لئے تو یہ ممکن ہے تو کیا جو نظام زماں و مکاں نافذ کرسکتا ہے وہ اسے معطل کرنے پر قادر نہیں؟



گنبد صخرہ کا یہ ماڈل توپ قاپی میوزیم (استنبول) میں محفوظ ہے۔

وہ قدم اٹھے تو بہ یک قدم ہمہ کائنات تھی زیرِ پا (حنیف اسعدی) یہ بلندیاں کوئی چھو سکا نہیں ان کے بعد کوئی نہیں

آباد ہے اِک تازہ جہاں ترے ہنر میں

اقبال

سے بلند ہوئے۔ (۴) راکٹ اور لفٹ کی ایجاد سے اس پر یقین کیا جاسکتا ہے۔ یہاں ایک لطیف نقطہ قابل غور ہے۔ کعبہ، بیت اللہ ہے، مسجد اقصیٰ اس کا دروازہ ہے۔ رہنے کی جگہ سے دروازہ دور ہی ہوتا ہے۔ یہیں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سدرۃ المنتہیٰ تک گئے اور یہیں واپس اترے پھر براق سے مسجد حرام واپس تشریف لائے۔

جب صبح آپ نے تفصیل سنائی تو قریش نے مذاق اڑایا البتہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ایک ایک بات کی تصدیق کی جب ہی سے ''صدیق'' آپ کا لقب ہوا۔

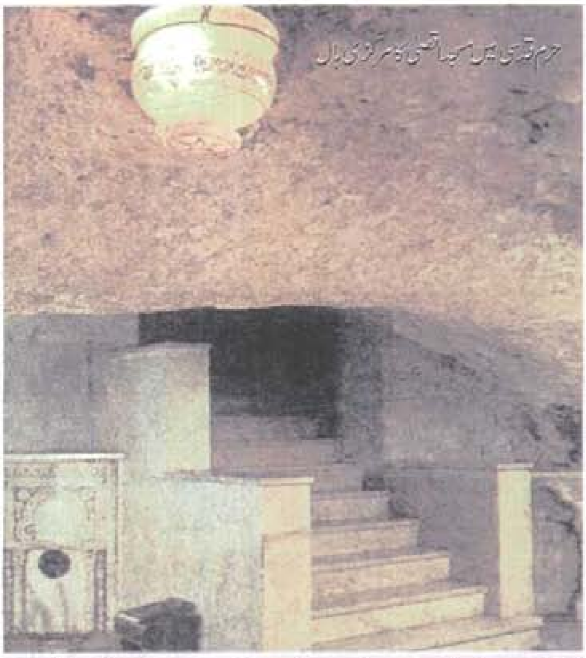
ابوسفیان نے دربار ہرقل میں واقعہ معراج بیان کیا۔ خیال تھا کہ اسے سن کر معاذ اللہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جھوٹے ہونے کا ثبوت مل جائے گا۔ اس وقت اتفاقاً مسجد اقصیٰ کا لارڈ پادری بھی دربار میں موجود تھا۔ اس نے ابوسفیان کی تفصیل سن کر کہا کہ مجھے اس رات کا علم ہے۔ بتایا کہ ہر رات میں خود مسجد اقصیٰ کے تمام دروازے بند کردیتا ہوں۔ اس رات صدر دروازہ باوجود کوشش کے بند نہ ہوا۔



مسجد اقصیٰ: زیرِ زمین منزل۔

خادموں نے پورا زور لگایا پھر بڑھئی کو بلایا گیا۔ اس نے کہا یوں لگتا ہے کہ اوپر سے عمارت کے دباؤ کی وجہ سے ایسا ہوا ہے۔ اب کچھ نہیں ہوسکتا صبح خرابی کا پتا لگالیں گے۔

کواڑ کھلے چھوڑ کر ہم اپنے گھروں کو چلے گئے۔ علی الصبح میں



صخرہ کے اندر والا غار۔ سیڑھیوں کے ذریعہ نیچے اترنے کا راستہ ہے انبیائے بنی اسرائیل یہاں عبادت کیا کرتے تھے۔ یہ غار نما کمرہ مربع ہے اور نہ گول بلند قد آدم کے برابر ہے۔ دہنے ہاتھ پر جو محراب ہے وہ حضرت سلیمان علیہ السلام سے منسوب ہے۔ اس کے قریب ایک محراب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور داود علیہ السلام کے نام سے بھی محرابیں ہیں۔

آیا تو دروازے کو بالکل ٹھیک پایا۔ مسجد کے قریب میں سوراخ دیکھا جس سے کسی جانور کو باندھنے کا نشان تھا۔ میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ رات دروازے کا کھلا رہنا صرف اس نبی کے لئے تھا جس کی بشارت حضرت یسوع مسیح علیہ السلام نے دی تھی۔ یقیناً انہوں نے یہاں رات نماز پڑھی ہوگی۔ (۵)

معراج کا واقعہ کب پیش آیا۔ اس میں دس بیان ہیں۔ آٹھ اقوال میں ہے کہ حضرت خدیجہؓ کی وفات کے بعد اور بیعت عقبہ سے پہلے معراج ہوئی۔ حضرت خدیجہؓ کا انتقال پانچ وقت کی نماز فرض ہونے سے پہلے ہوا۔ اس طرح معراج سنہ ۱۱ نبوت (بعثت) میں طائف کے سفر سے واپسی کے بعد کسی مہینہ میں ہوئی۔ عام خیال یہ ہے کہ وہ رجب کی ۲۷ ویں شب تھی۔ (۶)



حرم القدس کی ایک نایاب اور مکمل تصویر۔ مسلمانوں کا قبلہ اوّل مسجد اقصیٰ (بیت المقدس) بشکریہ: سعید بن محسن باغزال (جدہ)

اوّل و آخر فنا ظاہر و باطن فنا

(اقبال)

جَنّتُ الْمعلّٰی

القرآن: اَلۡهٰكُمُ التَّكَاثُرُ ۝١ حَتّٰى زُرۡتُمُ الۡمَقَابِرَ ۝٢ كَلَّا سَوۡفَ تَعۡلَمُوۡنَ ۝٣ ثُمَّ كَلَّا سَوۡفَ تَعۡلَمُوۡنَ ۝٤ كَلَّا لَوۡ تَعۡلَمُوۡنَ عِلۡمَ الۡيَقِيۡنِ ۝٥

ترجمہ: تم کو (مال کی) بہت سی طلب نے غافل کر دیا۔ یہاں تک کہ تم نے قبریں جا دیکھیں۔ دیکھو تمہیں عنقریب معلوم ہو جائے گا۔ پھر دیکھو تمہیں عنقریب معلوم ہو جائے گا۔ دیکھو اگر تم جانتے (یعنی) علم الیقین رکھتے ہو تو غفلت نہ کرتے۔

(سورۂ تکاثر، آیات ۱ تا ۵)

الحدیث: حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں نے تم لوگوں کو قبروں پر جانے سے روک دیا تھا اچھا تو اب قبرستان جایا کرو کیونکہ یہ دلوں کو نرم کر دیتا ہے اور آنکھوں کو آنسوؤں سے بھر دیتا ہے اور آخرت کی یاد دلاتا ہے اور واہیات باتیں مت بکا کرو۔

(صحیح بخاری۔ حدیث: ۸۳۹۔ باب کتاب الانبیاء)



ترک دور میں جنت المعلیٰ کا منظر قریش کے سرداروں کی قبروں پر قبے اور گنبد دیکھے جا سکتے ہیں۔

معلیٰ کی طرف قبرستان کی زمین بلند ہونے کی وجہ سے اس محلّہ کو معلیٰ کہا جاتا تھا۔ جنت المعلیٰ ...... مکہ مکرمہ کا قدیم ترین قبرستان ہے۔ یہ بیت اللہ سے کوئی ۲ میل پر واقع ہے۔ اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آباء واجداد میں عبدالمطلب، چچا ابوطالب کے علاوہ قریش کے دیگر نامور افراد دفن ہیں۔ پہلے سردارانِ قریش کی قبروں پر قبے اور گنبد تھے۔ ۱۲۱۸ ہجری (۱۸۰۳ء) میں امیر نجد سعود بن عبدالعزیز

ماخذ اور حوالے

(۱) سیرت سرور عالم جلد دوم ص ۳۱۶ ابو الاعلیٰ مودودی
(۲) صحیح بخاری جلد دوم
(۳) سیرۃ المصطفیٰ جلد دوم، ص ۳۷۹۔ محمد ابراہیم سیالکوٹی
(۴) صحیح بخاری جلد دوم حدیث ۹۲۸۔ کتاب التفسیر
(۵) سیرۃ المصطفیٰ جلد دوم ص ۳۷۹۔ محمد ابراہیم سیالکوٹی
(۶) ایضاً، ص ۳۸۱ محمد ابراہیم سیالکوٹی

فنا کی نیند مئے زندگی کی مستی ہے
اقبالؒ



جنت المعلیٰ ''کل نفس ذائقۃ الموت'' کی موت تفسیر۔ ـــــ خدا جانے کہ اس پستی میں کیا شانِ بلندی ہے عدم کو جانے والے، جاتے ہیں زیرِ زمیں ہوکر (عاصی رضوی)

نے مکہ مکرمہ پر قبضہ کرلیا تو جنت المعلیٰ کے گنبد، پختہ قبریں اور مولد نبی صلی اللہ علیہ وسلم، مولد فاطمہ رضی اللہ عنہا وغیرہ کے انہدام کا حکم دیا کہ خلاف شرع ہیں۔ ترکوں نے ۱۲۳۲ ہجری (۱۸۱۷ء) میں دوبارہ تسلط حاصل کیا تو گنبدیں بنوادیں۔ جب نجدی سلطان عبدالعزیز بن عبدالرحمٰن نے حجاز واپس لے لیا تو ترکی تعمیریں پھر منہدم کروادیں۔ اب ان کا نام ونشان بھی باقی نہیں۔

اس کے سامنے کا بلند پہاڑی حصہ حجون کہلاتا ہے۔ فتح مکہ کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہاں ٹھہرے تھے۔ قبرستان کے درمیان سے سڑک نکالی گئی ہے۔ شمال میں ایک احاطہ ہے جس کے اطراف جالی دار دیوار ہے۔ لوح مزار تو ہیں لیکن اس پر کچھ لکھا نہیں ہے۔ قریب میں کچھ پتھر قبر کے نشان کے طور پر لگے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادوں میں حضرت قاسم رضی اللہ عنہ اور عبداللہ رضی اللہ عنہ اپنی والدہ اُمّ المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پہلو میں مدفون ہیں۔

اسی قبرستان میں کہیں حضرت اسمار رضی اللہ عنہا، بنت ابوبکر رضی اللہ عنہ، حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکر رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن عمر رضی اللہ، حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہ، حضرت ابوطفیل عامر بن واثلہ رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ عنہم اجمعین، تابعین رحمہ اللہ، تبع تابعین رحمہ اللہ ابدی نیند سو رہے ہیں۔ قبریں کچھ مدت کے بعد سطح زمین کے برابر کردی جاتی ہیں۔ یہاں تدفین کا سلسلہ ہنوز جاری ہے۔ کسی قبر پر لوح مزار لگانے کی اجازت نہیں۔ البتہ نشان کے پتھر دکھائی دیتے ہیں۔

مٹے ناميوں کے نشاں، کیسے کیسے



بعض قبروں پر سرہانے کے سنگ مزار پر نام، تاریخ وفات وغیرہ بھی کندہ کرائے جاتے۔ لوح مزار بھی مری چھاتی پہ سنگ ہے



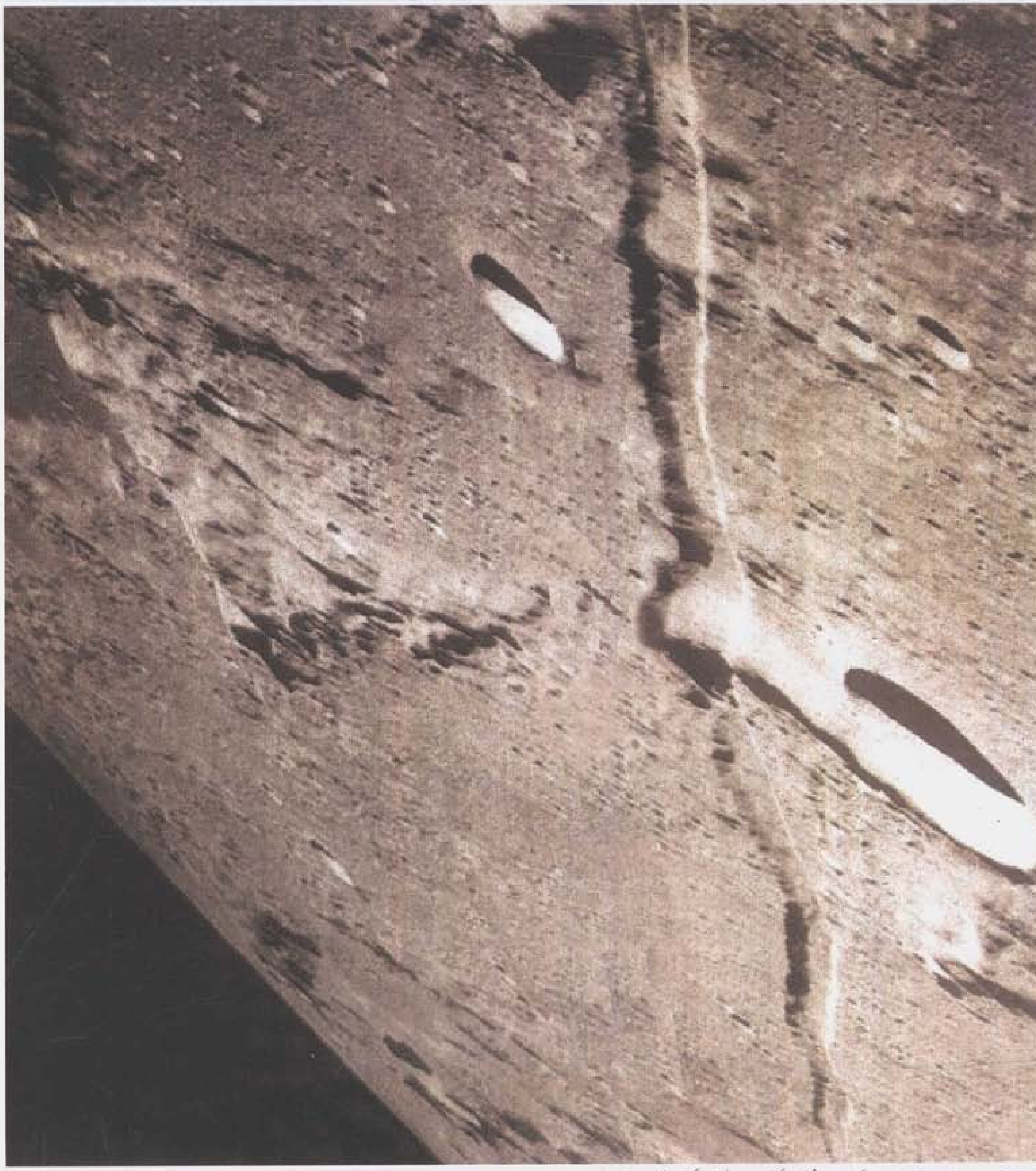
پہاڑیوں کے دامن میں جنت المعلیٰ کا نیا روپ۔

اندر بھی زمیں کے روشنی ہو مٹی میں چراغ رکھ دیا ہے (عبیداللہ علیم)

معجزۂ شق القمر

القرآن: اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ ۝١ وَاِنْ يَّرَوْا اٰيَةً يُّعْرِضُوْا وَيَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ ۝٢

ترجمہ: قیامت قریب آ پہنچی اور چاند شق ہوگیا۔ اور اگر کافر کوئی نشانی دیکھتے ہیں تو منہ پھیر لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ ایک ہمیشہ کا جادو ہے۔ (سورۂ القمر، آیات ۱ تا ۲)



چاند کے درمیان ایک سفید پٹی چاند کی اندرونی گہرائی تک ہے یعنی دو ٹکڑوں کو جوڑا گیا ہے۔

نور سے جس کے ملے روز حقیقت کی خبر
اقبال

یہ مصطفےٰ کا ہاتھ کرامت بکف سحر (ہلال نقوی) شقِ قمر سے رجعتِ خورشید تک اثر

برطانوی یونیورسٹیوں کے ایک سیمینار میں ڈاکٹر زاغلول النجار نے کہا کہ ''چاند کی شق ہونے کا معجزہ حال ہی میں پایۂ ثبوت کو پہنچ چکا ہے۔ برطانوی پادریوں Brothers میں سے ایک جو اسلام کے بارے میں بہت متجسس ہے برادر داؤد موسیٰ ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ میں سچے دین کی تلاش میں سرگرداں تھا۔ میری جستجو دیکھ کر ایک دوست نے قرآن کا انگریزی ترجمہ پڑھنے کے لیے دیا۔ گھر جا کر میں نے اسے کھولا تو سورۂ قمر (۵۴ ویں) نکلی اور پہلی آیت پڑھی جو یہ تھی۔ (ترجمہ)

''قیامت قریب آ پہنچی اور چاند شق ہوگیا۔'' بڑے طنزیہ انداز میں دہرایا ''چاند شق ہوگیا'' بے اختیار کہہ دیا بالکل غلط اور کتاب بند کردی۔ آگے پڑھنے یا کوئی اور ورق الٹنے کی بجائے اسے اٹھا کر رکھ دیا بلکہ عرصہ تک اسے کھول کر بھی نہیں دیکھا۔ وہ کہتا ہے کہ ایک دن ٹیلی ویژن پر BBC کا ایک پروگرام دیکھ رہا تھا جس میں براڈ کاسٹر تین امریکی سائنس دانوں سے گفتگو کررہا تھا براڈ کاسٹر نے الزام لگایا کہ امریکا خلائی پروجیکٹس پر بلین آف ڈالرز خرچ کررہا ہے جبکہ لاکھوں انسان غربت اور افلاس سے موت کے منہ میں جارہے ہیں۔ جواب میں سائنس دان خلائی تحقیق کی اہمیت واضح کررہے تھے بہت جلد وہ چاند پر پہنچنے والی مہم کے موضوع پر آ گئے جس پر ۱۰۰ ملین ڈالر خرچ کرچکے ہیں۔ براڈ کاسٹر نے کہا تو پھر چاند پر امریکی جھنڈا نصب کردو جس پر اس قدر دولت صرف کی ہے۔ سائنس دان نے جواب دیا ہم نے اتنی بھاری رقم اس لیے خرچ کی ہے کہ چاند کی اندرونی ساخت معلوم کریں نیز ہماری زمین سے اس کی کیا مماثلتیں ہیں؟ جناب ہم یہ دیکھ کر حیران ہیں کہ چاند کی سطح سے اندرونی گہرائی تک ایک Belt of Rocks پتھروں کی پٹی چلی گئی ہے۔

ہم حیرت زدہ لوگوں نے یہ اطلاع ماہرین ارضیات کو دی تو وہ بھی حیران ہوگئے اور اس نتیجے پر پہنچے کہ یہ اس وقت تک ممکن نہیں جب تک کہ چاند ایک بار شق نہ ہوگیا ہو اور پھر اسے دوبارہ جوڑ دیا گیا ہو۔ پتھروں کی پٹی دو آدھے حصوں کو دوبارہ جوڑنے کو ظاہر کرتی ہے۔

یہ سن کر ٹیلی ویژن پر پروگرام دیکھنے والے پادری داؤد موسیٰ اپنی نشست سے اچھل پڑے اور بے اختیار زبان سے نکلا یہ محمد (ﷺ) کا معجزہ ہے جو ۱۴ سو سال پہلے ہوا تھا اور اب امریکن ''بلین آف ڈالرز'' خرچ کر کے مسلمانوں کے لیے اس کا ثبوت فراہم کررہے ہیں۔ پھر اس نے کہا ''یہ قمر (چاند) میرے لیے اسلام سے انکار کا باعث بنا تھا اور اب اسلام قبول کرنے کا سبب بن رہا ہے۔

جناب داؤد موسیٰ برطانوی مسلم جماعت کے چیئرمین ہیں انگلش میں اسلام کے پرچم تلے حصہ لے رہے ہیں۔ واضح رہے کہ مغربی دنیا میں اسلام تیزی سے پھیل رہا ہے۔

نبوت کے آٹھویں سال ایّامِ حج میں اہل مکہ منیٰ میں جمع تھے۔ (۱) رسول ﷺ بھی چند اصحاب کے ساتھ وہاں موجود تھے۔ ایک شب جبکہ آسمان پر بدر کامل تھا، کفار قریش نے جس میں ابوجہل عاص بن وائل، اسود بن مطلب، زمعہ بن اسود، نصر بن حارث وغیرہ شامل تھے مطالبہ کیا کہ آپؐ نبی برحق ہیں تو اس چاند کو دو ٹکڑے کر کے دکھا دیں۔ (۲)

رسول ﷺ نے دعا کے لیے ہاتھ بلند کیے۔ اے میرے رب ان کے مطالبے کو پورا کردے پھر انگلی سے اشارہ فرمایا۔ چاند کے دو ٹکڑے ہوگئے اور حرا پہاڑ (جبل نور) درمیان میں تھا۔ (۳) دوسری روایت میں ہے کہ ایک ٹکڑا جبل ابوقُبیس اور دوسرا جبل قعیقان پر تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے کفار سے فرمایا کہ گواہ رہنا۔ (۴) ایمان لانے کی بجائے کہا کہ یہ تو بڑا زبردست جادو ہے۔ ہر کسی نے دیکھا ہوگا تو دیکھیں راتوں کو سفر کرنے والے کیا کہتے ہیں؟ کچھ لوگ سفر سے واپس ہوئے تو انہوں نے اس کی تصدیق کی۔ (۵) یہ معجزہ قرآن اور حدیث سے ثابت ہے۔

تاریخ فرشتہ تصنیف ۱۰۱۵ھ (۱۶۰۶ء) کے مصنف محمد قاسم فرشتہ کتاب ''تحفۃ المجاہدین'' کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ عرب کے مسلمانوں کی ایک جماعت قدم گاہ آدمؑ کی زیارت کے لیے سراندیپ (سری لنکا) جاتے ہوئے مالابار (ہند) کے ساحل پر اتری۔ ملاقات کے لیے حکمران راجہ سامری کے پاس گئے۔ اس نے رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں معلومات حاصل کیں۔ معجزات میں شق القمر کا ذکر آیا۔ راجہ نے شاہی منجموں کو حکم دیا کہ پرانے رجسٹروں کی جانچ پڑتال کریں۔ اس میں لکھا نکلا کہ فلاں تاریخ کو چاند دو ٹکڑے ہوگیا اور پھر مل گیا۔ اس تحقیق کے بعد راجہ نے اسلام قبول کرلیا۔ (۶)

آفاق کے ہر گوشے سے اُٹھتی ہیں شعاعیں
اقبال

بیعتِ عقبہ

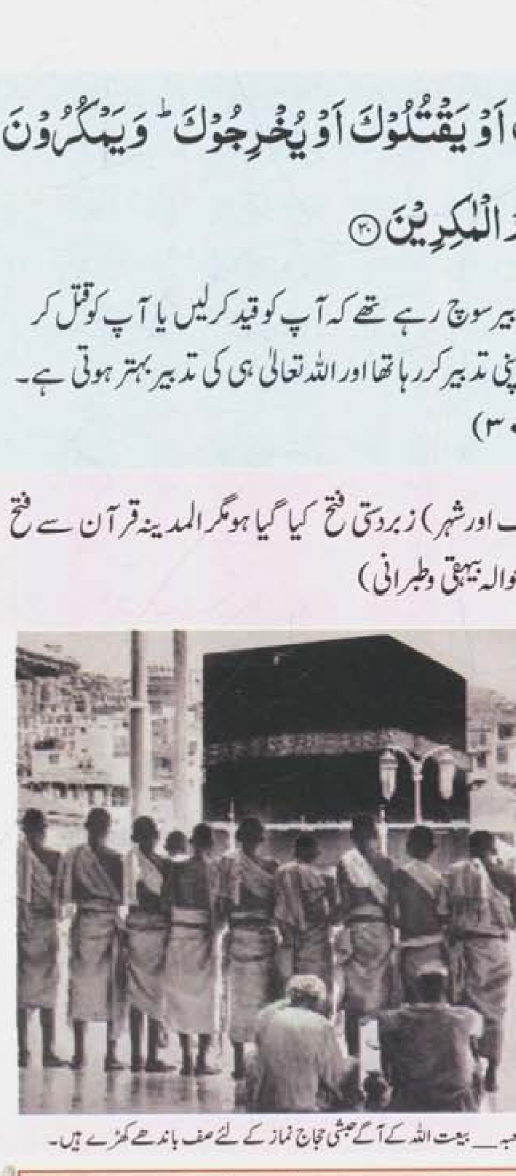
القرآن: وَاِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِيُثْبِتُوْكَ اَوْ يَقْتُلُوْكَ اَوْ يُخْرِجُوْكَ ؕ وَيَمْكُرُوْنَ وَيَمْكُرُ اللّٰهُ ؕ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ ﴿۳۰﴾

ترجمہ: اور اس واقعہ کا بھی ذکر کیجئے جب کافر لوگ آپ کی نسبت تدبیر سوچ رہے تھے کہ آپ کو قید کرلیں یا آپ کو قتل کر ڈالیں یا آپ کو جلاوطن کردیں اور وہ تو اپنی تدبیریں کررہے تھے اور اللہ اپنی تدبیر کررہا تھا اور اللہ تعالیٰ ہی کی تدبیر بہتر ہوتی ہے۔
(سورۂ انفال: آیت ۳۰)

الحدیث: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''خواہ کوئی مصر و مدینہ (ملک اور شہر) زبردستی فتح کیا گیا ہو مگر المدینہ قرآن سے فتح کیا گیا ہے۔'' (سیرتِ سرور عالم بحوالہ بیہقی وطبرانی)

حج کے ایام آتے تو عکاظ، مجنہ اور ذوالمجاز کے میلے لگتے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایک قبیلہ کے خیمہ پر جاکر پیامِ حق پہنچاتے۔ ان کا جواب ایک جیسا ہوتا یہی کہ تمہارا قبیلہ تمہیں خوب جانتا ہے جب وہ اتباع نہیں کرتا تو ہمیں بھی معذور سمجھو۔ اس حوصلہ شکن جواب کے باوجود آپ اپنی کوشش جاری رکھتے۔

نبوت کا گیارہواں سال تھا کہ ایک دن عقبہ کی گھاٹی میں چھ لوگوں کو دیکھا جو سر منڈوا رہے تھے۔ آپؐ نے انہیں دعوتِ اسلام دی۔(۱) زبانِ وحی ترجمان سے قرآن سنا تو دل نرم ہوگئے۔ آپس میں کہنے لگے کہ اس نبی کی آمد سے یثربی یہودی ہمیں ڈرایا کرتے



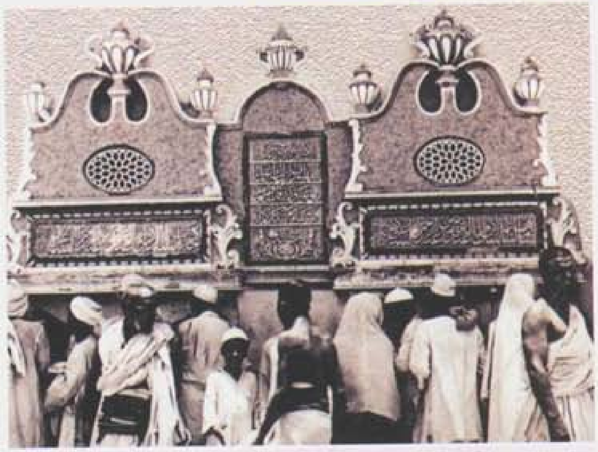
خانہ کعبہ ___ بیعت اللہ کے آگے حبشی حجاج نماز کے لئے صف باندھے کھڑے ہیں۔

ماخذ اور حوالے

(۱) صحیح بخاری حدیث ۳۳۹ باب کتاب الصلوٰۃ
(۲) روضۃ الاحباب: سیّد جمال حسینی ترجمہ سیرۃ مبارکہ رسالت مآبؐ ص ۸۷
(۳) البدایہ والنہایہ جلد ۳ ص ۱۶۱ ابن کثیر مترجمہ کوکب شادانی
(۴) تواریخ حبیب الٰہ (سیرت رسول اعظمؐ) ص ۳۷ عنایت احمد کاکوروی
(۵) طبقات ابن سعد حصہ اوّل (اخبار النبیؐ) ص ۲۸۷
(۶) صحیح بخاری حدیث ۵-۴۷-۱۰ کتاب الانبیاء و سیرت النبیؐ کامل جلد اوّل ص ۴۸۲ ابن ہشام
(۷) مغازی رسول اللہؐ ص ۱۲۵ حضرت عروہ بن زبیرؓ مترجمہ محمد سعید الرحمٰن علوی
(۸) اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ جلد اوّل ص ۱۰۱ مترجمہ محمد عبدالشکور لکھنوی
(۹) سیرت النبیؐ کامل جلد اوّل ص ۴۹۰ ابن ہشام مترجمہ عبدالجلیل صدیقی

پھر لیے جا کشاں کشاں ہم کو (حسرت موہانی) دل! اسی ارضِ محترم کی طرف

پا گئی آسودگی کوئے محبت میں وہ خاک
اقبال



ملک عبدالعزیز والئی نجد نے ۱۳۴۵ھ (۱۹۲۶ء) میں حجاز کا اقتدار حاصل کرلیا تو اس کی یادگار یہ عمارت زمزم کے کنویں کے قریب بنوائی تا کہ ہر کوئی واقف ہوجائے۔

ہیں۔ کہیں ان کا دامن تھامنے میں وہ سبقت نہ لے جائیں۔ سب کے سب ایمان لے آئے۔ عرض کیا کہ ہماری قوم میں حد درجہ باہمی عداوت ہے۔ کیا عجب ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل ہمیں جمع کردے۔ اگر وہ مان گئے تو ہم آپ کو اپنے پاس بلائیں گے۔ آئندہ سال یہاں آپ سے پھر ملیں گے۔(۲)

یثرب جس کی قسمت میں مدینۃ النبی بننا تھا وہاں نورِ ایمان پھیلانے کی سعادت جن چھ ستاروں کو نصیب ہوئی ان کے اسمائے گرامی ہیں:(۳)

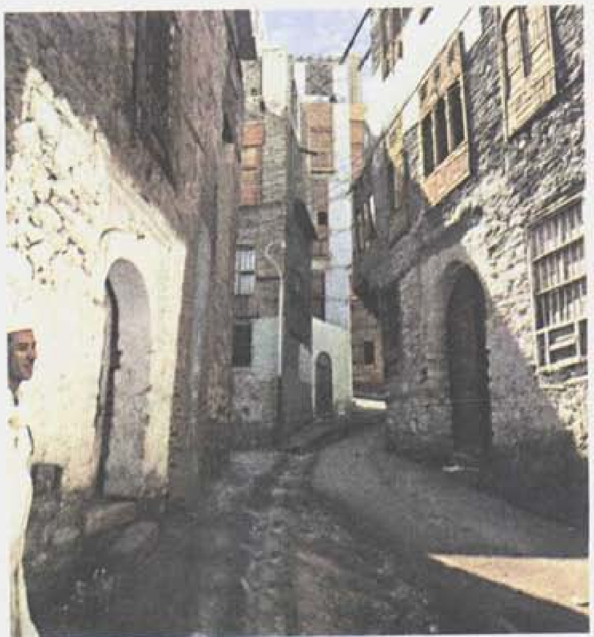
(۱) حضرت ابوامامہ اسعدؓ بن زرارہ خزرج کی شاخ بنی مالک بن نجار سے تعلق تھا

(۲) حضرت عوفؓ بن حارث بن رفاعہ بنی نجار سے تھے اور ابن عفراء کہلاتے تھے

(۳) حضرت رافعؓ بن مالک بن عجلان بنی زریق کے معزز شخص تھے



مکہ کی ایک گلی.....شار میں تری گلیوں کے اے نگارِ حرم



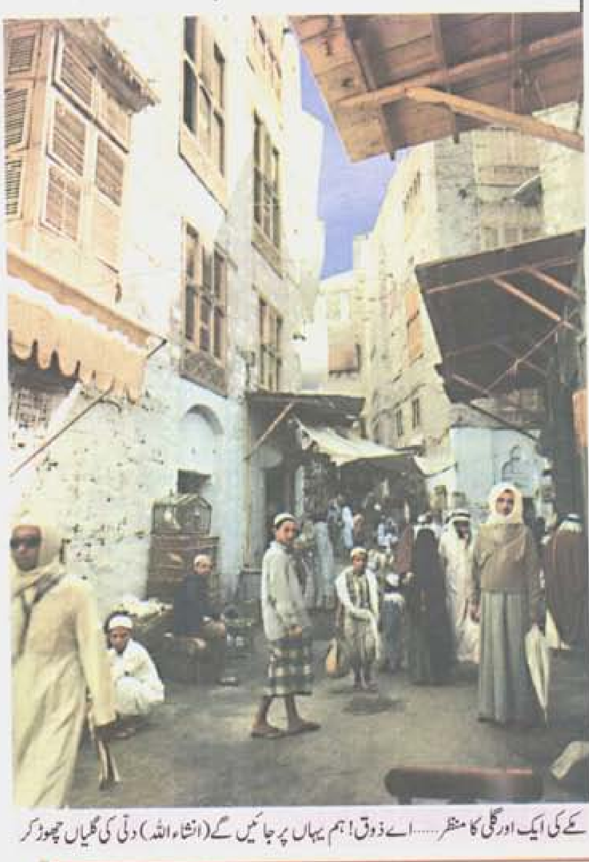
مکہ میں بنی ہاشم کا محلہ۔ اسی گلی میں حضرت عبداللہ کا مکان تھا۔

(۴) حضرت قطبہؓ بن عامر بن حدیدہ بنی سلمہ کے فرد تھے

(۵) حضرت عقبہؓ بن عامر بن نابی بنی حرام بن کعب سے تھے

(۶) حضرت جابرؓ بن عبداللہ بن رباب بنی عبید بن عدی سے تعلق تھا

بعض سیرت نگاروں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ



مکے کی ایک اور گلی کا منظر.....اے ذوق! ہم یہاں پر جائیں گے (انشاء اللہ) دتی کی گلیاں چھوڑ کر

(۱۰) مغازی رسول اللہؐ ص ۱۲۸ حضرت عروہ بن زبیرؓ مترجمہ سعید الرحمٰن علوی

(۱۱) سیرت رسولِ اکرمؐ ص ۱۵۴، کامل ابن اثیر مترجمہ مقصود علی

(۱۲) طبقات ابن سعد حصہ اوّل ص ۲۸۹ (اخبار النبیؐ) اردو

(۱۳) تاریخ ابن خلدون حصہ اوّل ص ۹۳ مترجمہ حکیم احمد حسین عثمانی

(۱۴) سیرت النبیؐ کامل جلداوّل ص ۵۲۹ ابن ہشام (اردو)

(۱۵) جذب القلوب الی دیارِ محبوب ص ۶۴ شیخ عبدالحق دہلوی مترجمہ عرفان علی

(۱۶) سیرتِ رسولِ اکرمؐ جلد دوم ص ۱۶۴ کامل بن اثیر مترجمہ مقصود علی خیرآبادی

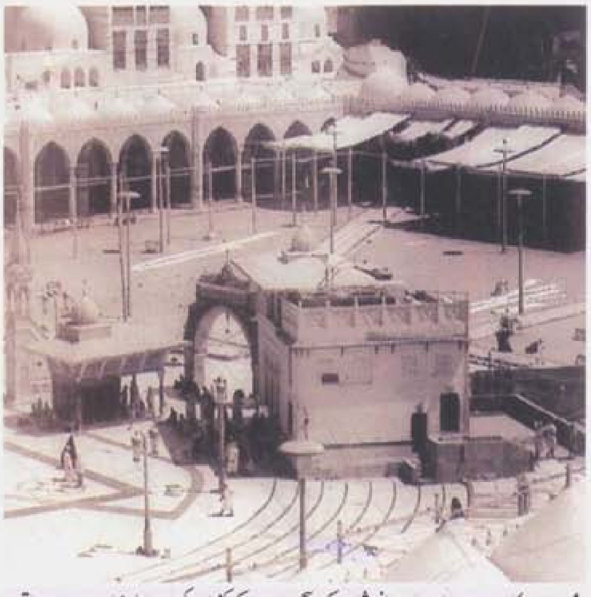
(۱۷) صحیح بخاری: کتاب الانبیاء حدیث ۱۰۸۷

(۱۸) زاد المعاد جلد ۲ ص ۱۱۹، ۱۲۱ ابن قیم مترجمہ رئیس احمد جعفری

(۱۹) الوفاء، ابن جوزی ص ۲۹۷ مترجمہ محمد اشرف سیالوی

سُن مجھ سے یہ نکتۂ دِل افروز

اقبالؔ



مسجد حرام کا وہ حصہ جہاں باب بنی شیبہ کے پیچھے زمزم کے کنویں کی دو منزلہ عمارت ہے۔ ساتھ والی چھوٹی خوبصورت عمارت مقام ابراہیم کہلاتی ہے۔



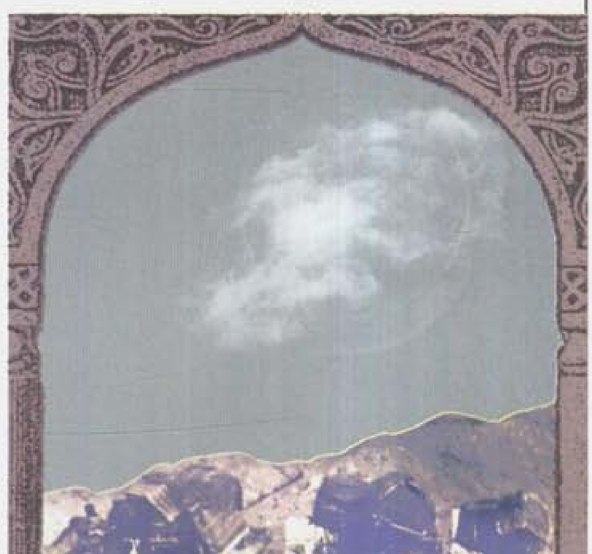
شہر مکہ کے کئی منزلہ مکان کے بیرونی چھجہ دار جھروکے۔

کی جگہ عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کا نام لکھا ہے۔ یہ وہ اوّلیں مئے توحید کے متوالے ہیں جنھوں نے حق کے پیغام کو ازلی حرم (کعبہ) میں سنا اور ابدی حرم (مدینہ) تک پہنچایا۔ ''سابق الاوّلون من الانصار'' میں بھی سرفہرست ہیں۔ ان میں حضرت رافع بن مالک رضی اللہ عنہ کو یہ اوّلیت ضرور حاصل ہوئی کہ یثرب (مدینہ منورہ) میں اپنے محلّہ بنی زریق میں پہلی مسجد تعمیر کی اور یہیں سب سے پہلے قرآن پڑھا گیا۔(۴)

ان چھ ستاروں نے نورِ ایمان سے اپنے وطن کو روشن کیا۔ بوئے گل کی طرح یہ خبر ہر طرف پھیل گئی۔ نبوت کے بارھویں سال میں حج کا موسم آیا تو اس دفعہ بارہ افراد دیدارِ رسول اور اشتیاقِ ملاقات کا ارمان لئے مکہ آئے۔ ان میں پانچ تو پچھلے سال کے اوّلین مومن تھے چھٹے حضرت جابر رضی اللہ عنہ شریکِ سفر نہ ہو سکے۔ ان میں دس بنی خزرج کے اور دو بنی اوس کے افراد تھے۔ نئے سات ستاروں کے نام ہیں:(۵)

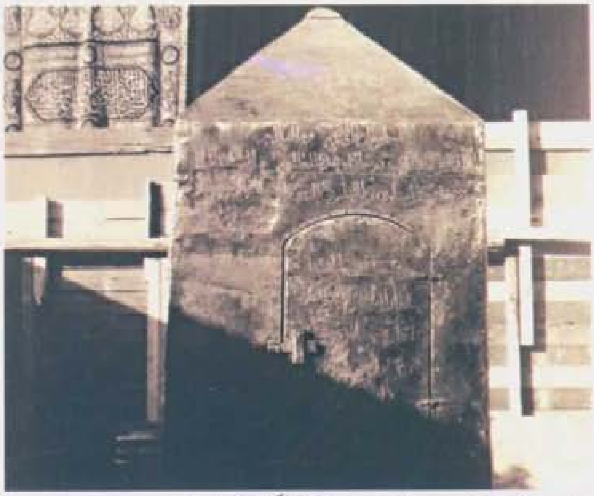


مقام ابراہیم (وہ پتھر جس پر کھڑے ہو کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کعبہ کی دیواریں بلند کیں جس پر آپ کے نقش قدم گہرائی تک ثبت ہو گئے) محفوظ کیا گیا اختتام طواف کے بعد یہاں دوگانہ ادا کرنے کا حکم ہے نیز یہی مسجد حرام میں امام کا مصلی ہوتا ہے۔



حجاج کے قافلے اونٹوں پر مکہ میں داخل ہو رہے ہیں اونٹوں پر شقدف بندھے ہیں۔ دو آدمی آرام سے بیٹھ سکتے ہیں۔ ایک صدی پہلے حجاج مکہ اور مدینہ کے درمیان اسی طرح سفر کرتے تھے۔

پاک رکھ اپنی زباں تلمیذِ رحمانی ہے تو
اقبال



''مقام ابراہیم'' کا پتھر صدیوں تک اس طرح کے آہنی بکس میں محفوظ رکھا رہا۔

(۱) حضرت معاذؓ بن حارث پسرِ عفراء بنی نجار سے تعلق تھا

(۲) حضرت ذکوانؓ بن عبدالقیس بنی زُریق سے تعلق تھا، یہ وہ واحد صحابی ہیں جنہیں مہاجر اور انصار ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ بیعت کے بعد وہ مکہ میں رہ گئے اور ہجرت کے حکم پر مدینہ آئے۔

(۳) حضرت عبادہؓ بن صامت بنی عوف بنی خزرج سے تعلق تھا

(۴) حضرت یزیدؓ بن ثعلبہ ابوعبدالرحمٰن بنی عوف بنی خزرج سے تعلق تھا

(۵) حضرت عباسؓ بن عبادہ بن نفضلہ بنی عامر بن عوف سے تعلق تھا

(۶) ابوالہیثمؓ بن التیہان قبیلہ بنی عبدالاشہل کے حلیف تھے

(۷) عویمؓ بن ساعدہ بنی عمرو بن عوف سے تعلق تھا

وادیٔ منیٰ میں واقع عقبہ کی گھاٹی میں اس موقع پر پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۂ ابراہیم کی تلاوت فرمائی پھر بیعت لی جو بیعت توبہ یا بیعت نساء کے نام سے مشہور ہے۔ بہت بعد میں سورۂ ممتحنہ کی آیت ۱۲ میں مسلمان عورتوں سے بیعت لینے کے جو الفاظ نازل ہوئے وہ اس بیعت سے ملتے جلتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ نبی کی زندگی ابتدا ہی سے صحیح رخ پر ہوتی ہے۔ بیعت کے الفاظ تھے۔



شاہ فیصل شہید نے زائرین کے دیدار کے لئے شفاف فانوس میں رکھوایا اور اس کے اطراف خوبصورت اور محفوظ پیتل کے جنگلے کا فانوس بنوایا آج کل ہمیں اس طرح دیکھنے کا شرف حاصل ہوتا ہے۔

(۱) ہم اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کریں گے۔

(۲) ہم چوری نہیں کریں گے۔

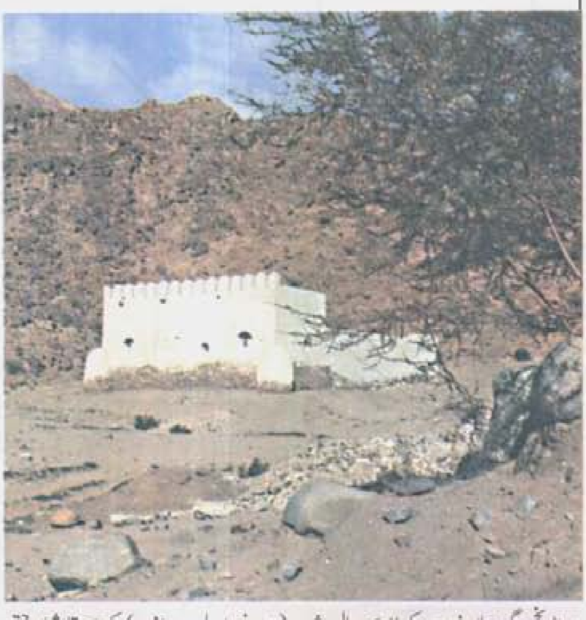
(۳) ہم اپنی اولاد کو قتل نہیں کریں گے۔

(۴) ہم زنا نہیں کریں گے۔

(۵) ہم کسی پر کوئی بہتان نہیں باندھیں گے۔

(۶) ہم کسی امر معروف میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی نہیں کریں گے۔ آپ صلی اللہ کا حکم سنیں گے اور مانیں گے خواہ ہم خوشحال ہوں، خواہ تنگ دست۔ وہ حکم خواہ ہمیں گوارا ہو یا ناگوار اور خواہ ہم پر کسی کو ترجیح دی جائے اور ہم حکومت کے معاملے میں اہل حکومت سے نزاع نہیں کریں گے۔ مسند احمد میں یہ اضافہ ہے ''اگرچہ تم سمجھتے ہو کہ حکومت ہمارا حق ہے۔'' صحیح بخاری میں مزید ہے کہ ''الا یہ کہ تم کھلا کفر دیکھو۔'' ہم جہاں اور جس حال میں بھی ہوں حق بات کہیں گے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈریں گے۔

بیعت کے بعد ارشاد ہوا کہ اگر تم نے اس عہد کو پورا کیا تو تمہارے لئے جنت کا وعدہ ہے۔ اگر کسی نے ممنوع کاموں میں سے کسی کا ارتکاب کیا تو اس کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے۔ چاہے عذاب دے چاہے معاف کردے۔ (۲)



وہ تاریخی جگہ جہاں نبوت کے ۱۱ویں سال یثرب (ہونے والے مدینہ منورہ) کے چھ متلاشیانِ حق نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست حق پرست پر ایمان کی بیعت کی۔ آئندہ سال ایام حج میں مزید پانچ یثربیوں کو اسی مقام پر یہ سعادت حاصل ہوئی۔ یہ وادیٔ منیٰ میں واقع عقبہ کی گھاٹی ہے۔ اب وہاں ایک مسجد تعمیر کردی گئی ہے جہاں زائرین دوگانہ ادا کرکے دیدہ و دل روشن کرتے ہیں۔

عجب چیز ہے لذّتِ آشنائی

اقبال



مسجد عقبہ کا اندرونی رخ۔ اطراف میں پہاڑیاں آج بھی بیعت عقبہ کی گواہ ہیں۔ وہ بیعت جس کے بعد ہجرت کا عظیم الشان فیصلہ ہوا۔ تاریخ ساز حیات آفرین اور کتاب رشد وہدایت کا روشن ترین باب۔

ان کی درخواست پر قران مجید کی تعلیم دینے کے لئے حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو معلم بنا کر ساتھ روانہ فرمایا۔ وہ یثرب میں حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ کے مہمان ہوئے۔(۷) بنی زریق میں پہلے سال ہی مسجد بن گئی تھی۔ حضرت مصعبؓ کی تبلیغ سے چراغ سے چراغ جلنے لگا۔ بنی زریق کی مسجد میں حضرت اسعدؓ بن زرارہ نے باجماعت نماز کا اہتمام کیا۔ امامت حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کرتے تھے کیونکہ ابھی اوس وخزرج کے دلوں میں تعصب کا ڈیرہ تھا۔ جب مسلمانوں کی تعداد چالیس ہوگئی تو یہودیوں کے سبت (ہفتہ) اور نصرانیوں کے اتوار کی طرح جمعہ کو اجتماعی عبادت کے لئے منتخب کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ کو ہونے والے انصار کا یہ اجتہاد پسند آیا اور مسلمانوں کے لئے جمعہ دنوں کا سردار اور اس دن کی صلوٰۃِ ظہر کی جگہ صلوٰۃِ جمعہ فرض کردی گئی۔ ہجرت سے پہلے فرضیت کا حکم آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو حکم بھیجا



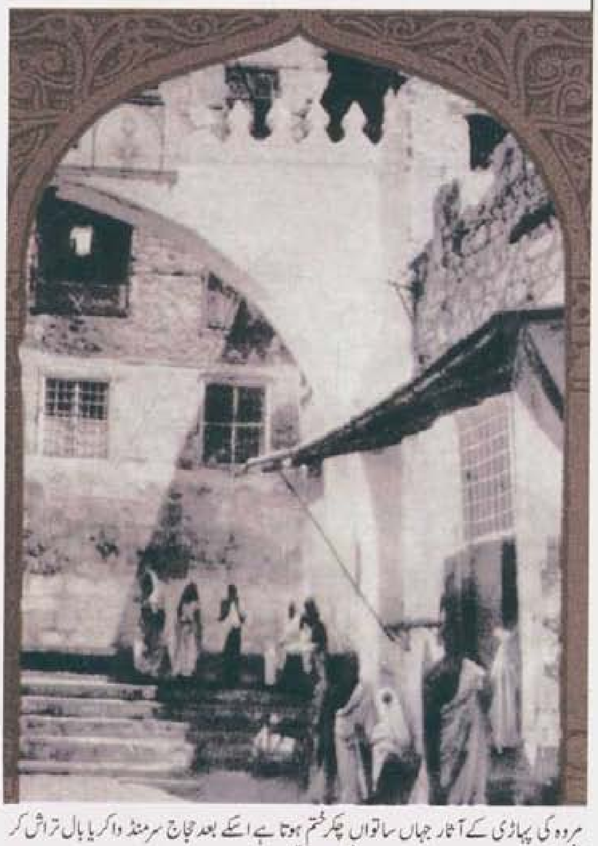
حجاج کے مناوعرفات کے قیام کے دوران خانہ کعبہ کا غلاف تبدیل کیا جاتا ہے۔عہد حاضر میں دیوار بیت اللہ اور در کعبہ کا پُرشکوہ ایسا اصلی رخ دیکھنے کی سعادت بہت کم لوگوں کو ملتی ہے یہ فضا فردوس گوش ہے اور یہ جلوہ جنت نگاہ۔

کہ زوال کے بعد دو رکعت صلوٰۃِ جمعہ پڑھاؤ۔(۸)

اب قبیلۂ نبیت کے محلے میں ایک اور مسجد کی بنیاد ڈالی گئی۔ اسلام تیزی سے گھر گھر پھیلنے لگا۔ نبوت کے تیرہویں سال حج کا موسم



صفا کی پہاڑی کے آثار جہاں سے سنت ہاجرہ علیہا السلام کو تازہ کرنے کے لیے طواف کی ابتدا کی جاتی ہے۔ اب پہاڑی کے پتھر مسعیٰ کی عظیم الشان عمارت کے گنبد کے نیچے جس پر حجاج ہر چکر کے بعد کعبہ کی طرف رخ کرکے دعا مانگتے ہیں۔



مروہ کی پہاڑی کے آثار جہاں ساتواں چکر ختم ہوتا ہے اسکے بعد حجاج سر منڈوا کر یا بال تراش کر غسل کرتے ہیں اور احرام کی پابندیاں ختم ہو جاتی ہیں۔

مصابحِ حریمِ حرمِ پاکِ نبیؐ ہیں (میر انیس لکھنوی) شیرازۂ مجموعۂ ادراکِ نبیؐ ہیں



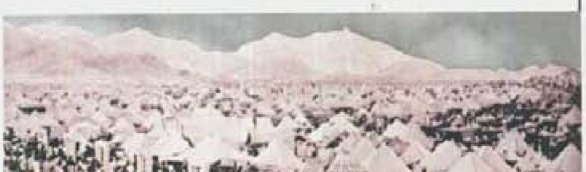
تیز دھوپ سے بچنے کے لیئے بازار میں سعی کی گزرگاہ پر سائبان ڈالے گئے تھے۔



قدیم زمانے میں سعی کا راستہ گلیوں اور بازاروں میں سے ہوتا تھا جیسے اس تصویر میں ہے۔

آیا تو پانچ سو زائرین حرم کے قافلہ میں ۷۵ اہل ایمان تھے۔ جن میں دو خواتین بھی شامل تھیں۔ ایام تشریق کے بیچ والی رات میں اسی گھاٹی عقبہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کا شرف حاصل کیا۔ مسلمانوں نے مشرک ہم سفروں سے اپنی مصروفیت کو پوشیدہ رکھا۔ البتہ ایک نیک طینت مشرک سردار ابوجابر عبداللہ بن عمرو بن حرام کو آمادہ کر کے ساتھ لے گئے۔(۹) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تلاوتِ قرآن مجید کے بعد فرمایا ''میں تم سے اس شرط پر بیعت کرتا ہوں کہ میری حفاظت اپنی جانوں کے برابر کرو گے۔''

بنی خزرج کے سردار براءؓ بن معرور نے بڑھ کر دستِ مبارک پکڑ لیا اور تصدیق کی۔ ابوالہیثمؓ بن تیہان نے کہا کہ ہمیں یہودیوں سے حلیفانہ معاہدے ختم کرنے پڑیں گے۔ کہیں غلبہ پا کر آپؐ ہمیں چھوڑ کر اپنی قوم میں واپس تو نہیں ہوں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان فرمایا ''میرا خون تمہارا خون، میرا ذمہ تمہارا ذمہ ہے، میں تم میں سے ہوں اور تم مجھ سے ہو، تم جس سے لڑو گے میں اس سے

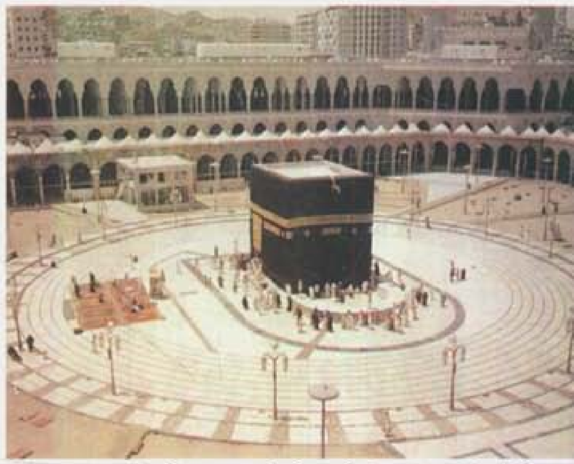


عرفات میں حجاج کے وقوف کا ایک قدیم منظر۔ ع ......آتی تھی کوہ سے صدا رازِ حیات ہے سکوں

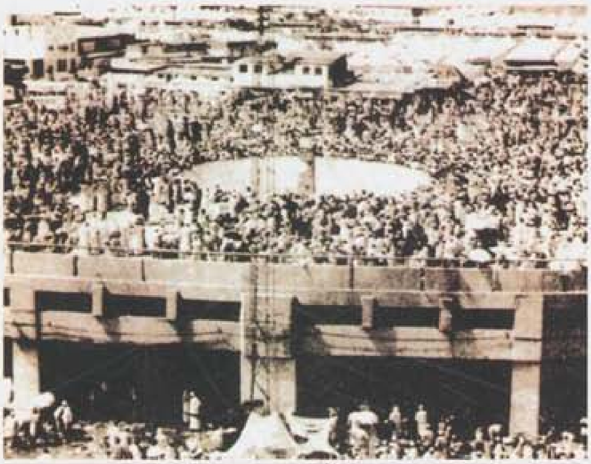


مسجد حرام ایک مصور کا شاہکار۔ ع ......ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما (حافظ شیرازی)

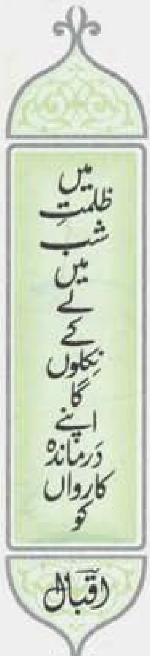
روزِ ازل سے روزِ ابد تک، سب ترتیب اسی کی ہے (سلیم کوثر) وہ جو غار میں تھا اور سامنے ارض و سما کا نقشہ تھا



مسجد حرام کی تصویر جس میں تمام عمارتوں کی منہدم کر کے مطاف وسیع تر کر دیا گیا ہے۔ مقام ابراہیم کے پیچھے جماعت ہو رہی ہے۔



جمرۂ اولیٰ اب دومنزلہ کر دیا گیا ہے۔ حجاج کا کنکریوں کو مارنے کے لیئے اژدھام۔



لڑوں گا، جس سے تم صلح کرو گے میں اس سے صلح کروں گا۔‘‘(۱۰)
اب اسعدؓ بن زراہ نے عرض کیا آپ جو چاہتے ہیں ہم اس کے لئے حاضر ہیں۔ فرمایا ’’اللہ کی عبادت کرو، کسی اور کو اس کا شریک نہ ٹھہراؤ، مجھے اور میرے اصحاب کو پناہ دو، ہماری مدد کرو۔‘‘ عبداللہؓ بن رواحہ نے پوچھا ’’ہم تمام باتیں پوری کریں گے تو صلہ کیا ملے گا۔‘‘ فرمایا ’’جنت اور اس کی نعمتیں۔‘‘ سب نے بیعت کا شرف حاصل کرلیا۔(۱۱) یہ بیعت ثانیہ یا بیعت عقبہ کبیرہ کہلاتی ہے جو یکم ذی الحجہ ۱۳ نبوت (بعثت) جولائی ۶۲۳ء میں ہوئی۔ ارشاد ہوا ’’موسیٰ نے بنی اسرائیل سے ۱۲ نقیب منتخب کئے تھے تم بھی اپنی جماعت سے بارہ آدمی چن لو۔ حکم کی تعمیل میں بنی خزرج سے نو اور بنی اوس سے تین کل بارہ نقیب منتخب کئے گئے۔

بنی خزرج سے نو نقیب:

(۱) حضرت ابوامامہ اسعدؓ بن زُراہ: انہیں نقیب النُقباء مقرر فرمایا۔ غزوۂ بدر سے پہلے انتقال ہوا۔ شاخ بنونجار سے تھے۔

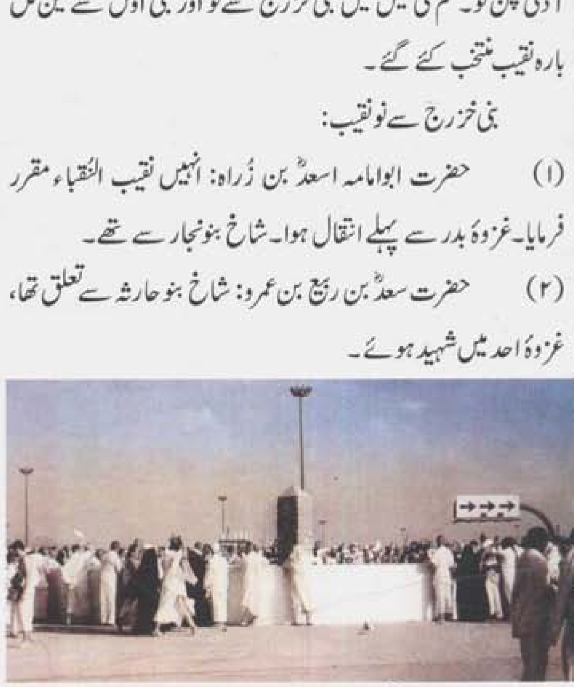
(۲) حضرت سعدؓ بن ربیع بن عمرو: شاخ بنو حارثہ سے تعلق تھا، غزوۂ احد میں شہید ہوئے۔

(۳) حضرت عبداللہؓ بن رواحہ بن ثعلبہ: شاخ بنو حارثہ سے تھے۔ صاحب سیف و قلم تھے، غزوۂ موتہ میں شہید ہوئے۔

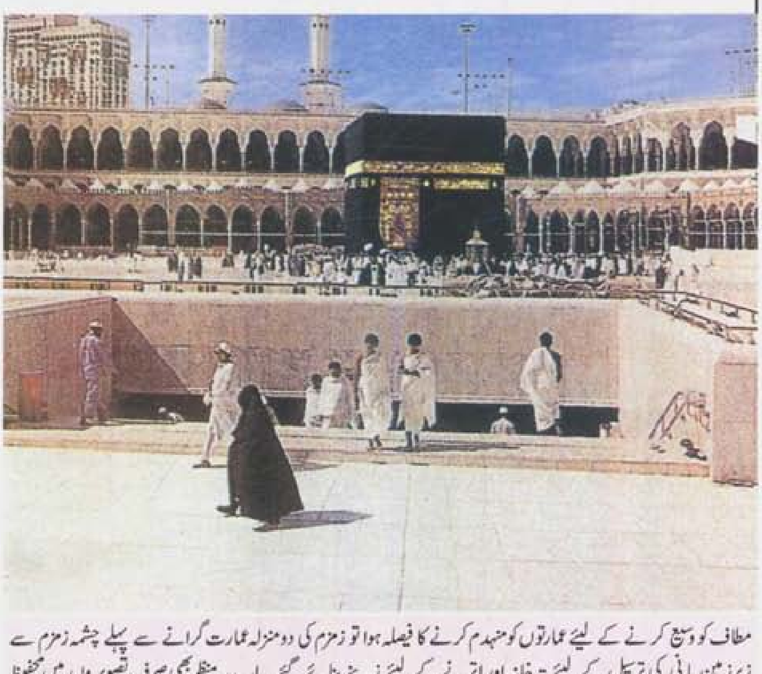
(۴) رافع بن مالک بن عجلان: شاخ بنی زریق سے تعلق تھا۔ غزوۂ احد میں شہید ہوئے۔

(۵) البراءؓ بن معرور: شاخ بنوسلمہ سے تعلق تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت سے پہلے ہی انتقال کیا۔

(۶) عبداللہؓ بن عمرو بن حرام: تعلق شاخ بنوسلمہ سے تھا، غزوۂ احد میں شہید ہوئے۔ نعش کا مثلہ (ٹکڑے کرنا، اعضاء کا کاٹنا) کیا گیا۔



جمرات میں سے بڑے شیطان پر کنکریاں ماری جارہی ہیں۔



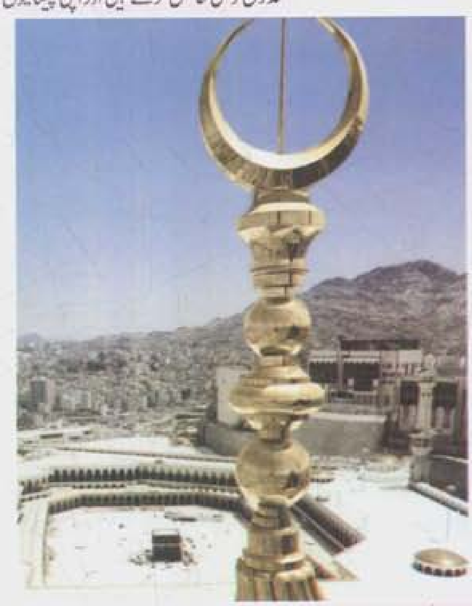
مطاف کو وسیع کرنے کے لیئے عمارتوں کو منہدم کرنے کا فیصلہ ہوا تو زمزم کی دومنزلہ عمارت گرانے سے پہلے چشمہ زمزم سے زیرزمین پانی کی ترسیل کے لیئے تہ خانہ اور اترنے کے لیئے زینے بنائے گئے۔ اب یہ منظر بھی صرف تصویروں میں محفوظ ہے۔ دوسال پہلے جب رمضان میں مولف کو عمرہ کی سعادت نصیب ہوئی تو دیکھا کہ یہ حصہ بھی پاٹ دیا گیا ہے۔ اور زمزم کی ٹونٹیاں مطاف کے آخری کنارے پر واقع دالانوں کے زینوں سے متصل دیوار میں لگادی گئی ہیں۔



میرے نفس کی موج سے نشو و نمائے آرزو

اقبال

شاہ فہد کے منصوبے کی تکمیل کا شاہکار مسجد حرم مکمل منظر۔ چھت پر بھی آدائیگی کی نماز کی سہولت۔ باب فہد۔ پرشکوہ وپرجلال ایک وقت میں لاکھوں فرزندانِ توحید سنت ابراہیمی پر عمل کرتے ہوئے رکوع وسجود کی لذتوں کو بھی حاصل کرتے ہیں اور اپنی پیشانیوں کو نور ایمان سے منور بھی کرتے ہیں۔ ہم اس کے پاسباں ہیں یہ پاسباں ہمارا



شاہ فہد کی توسیع سے پہلے حرم شریف کے مینار کا خوبصورت کلس۔ ہلال۔

(۷) عبادہؓ بن صامت : عہد عثمانی میں داعی اجل کو لبیک کہا، شاخ بنوسالم سے تعلق تھا۔ درسگاہ صفہ کے صدر مدرس تھے۔

(۸) حضرت سعدؓ بن عبادہ بن ولیم: شاخِ بنی ساعدہ کے سردار تھے۔ اپنی قوم میں کامل کہلاتے تھے۔ عہد فاروقی میں حوران میں شہید کئے گئے۔

(۹) المنذر بن عمرو بن خنیس: بنوساعدہ سے تعلق تھا۔ بئرمعونہ میں شہید ہوئے۔

بنی اوس سے تین نقیب:

(۱) حضرت اسیدؓ بن حضیر: بنواشہل سے تعلق تھا۔ عہد فاروقی میں انتقال ۲۰ ہجری میں ہوا، جنت البقیع میں دفن ہوئے۔

(۲) حضرت سعدؓ بن خیثمہ بن الحارث: شاخ عمرو بن عوف سے تعلق تھا۔ قبا میں سفرِ ہجرت کے قیام کے دوران ان کا گھر عام ملاقات کے لئے تھا۔ غزوۂ بدر میں شہید ہوئے۔

(۳) حضرت ابوالہیثمؓ بن تیہان: شاخ بلی سے تعلق تھا۔ ۲۰ ہجری میں انتقال ہوا۔

ارشاد ہوا تم اپنی آبادی پر اسی طرح ذمہ دار ہو جس طرح عیسیٰ

جاوداں پیہم دواں ہر دم جواں ہے زندگی
اقبال



وہ ہنرمند، بختاور اور آنکھوں پر لگانے کے قابل ہاتھ جو غلاف کعبہ کے حروف تارزر سے کاڑھ رہا ہے۔

ابن مریمؑ کے حواری کفیل تھے اور میں اپنی قوم کا ذمہ دار ہوں۔(۱۲) ان نقیبانِ انصار کو فضیلت کے لحاظ سے وہی مرتبہ حاصل ہے جو مہاجرین میں عشرۂ مبشرہ کو ہے۔

مشرکین مکہ کو جب بیعت کی اطلاع ہوئی تو مسلمانوں کو پہلے سے زیادہ اذیتیں دینے کا حلف اٹھایا۔ یہ دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ کو یثرب (جس کی قسمت میں مدینۃ النبی بننا تھا) ہجرت کی اجازت دے دی۔ مسلمان دو دو چار چار چھپ چھپا کر مکہ سے نکلنے لگے۔ دو ڈھائی مہینے میں تمام افراد مکہ سے نکل گئے۔ صرف تین افراد یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت علی رضی اللہ عنہما مکہ میں رہ گئے۔(۱۳) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ارادۂ ہجرت کیا تو ارشاد ہوا جلدی نہ کرو اللہ شاید تمہیں ایک ساتھی عطا فرمائے۔ قسمت دیکھئے کہ وہ رفیق، اللہ کے رسولِ آخریں (صلی اللہ علیہ وسلم) تھے۔



اب یہ کام ملک عبدالعزیز فرمانروائے نجد و حجاز کے حکم سے ۱۳۵۷ھ ہجری (۱۹۳۸ء) سے مکہ معظمہ ہی میں مشینوں کی مدد سے تیار ہونے لگا ہے۔ عہد جدید کا پردہ

کفار مکہ مسلمانوں کو ٹھکانہ میسر آنے پر جل اٹھے۔ آخر طے کیا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) جو ابھی ہمارے قبضہ میں ہیں انہیں تمام قبائل کے سردار مل کر نعوذ باللہ قتل کر دیں تاکہ بنی عبد مناف کسی سے خون بہا یا انتقام نہ لے سکیں۔ رازداری سے دن، تاریخ اور وقت کا تعین کیا اور ایک رات کاشانۂ نبوی کا محاصرہ کر لیا۔(۱۴) ادھر اللہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی کے ذریعہ مطلع فرما کر ہجرت کی اجازت دے دی۔ اس رات آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بستر پر سلا دیا اور فرمایا کہ لوگوں کی امانتیں واپس کر کے قباء چلے آنا اور خود حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر پہنچے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پچھلے دو مہینوں سے ہجرت کے سفر کے لئے دو سبک رفتار سانڈنیاں تیار کر رکھی تھیں۔ ایک قابل اعتماد راہ داں عبداللہ ابن اُرَیقط کو بھی مقرر کر رکھا تھا۔(۱۵) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ یمن والے راستے پر روانہ ہوگئے اور غارِ ثور میں پناہ لی۔

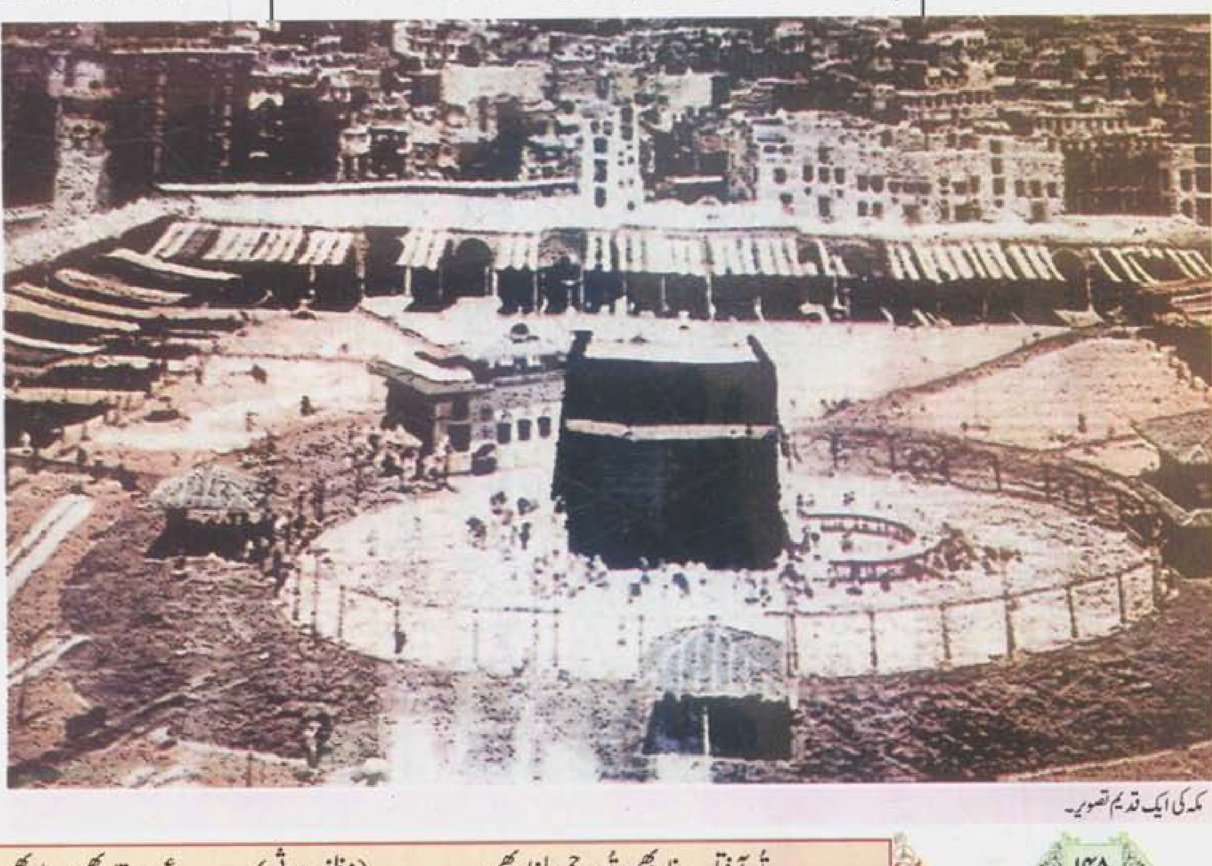
صبح جب ننگی تلواریں لے کر ۱۲ سردار کاشانۂ نبوی میں داخل ہوئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بستر پر آرام سے لیٹا پایا۔ مدینہ کو



مدینہ منورہ کا یہ پُر انوار وسیع منظر موجودہ سعودی عرب کی سرزمین پر لی جانے والی وہ پہلی تصویر ہے جسے کھینچنے کا اعزاز مصر کے کرنل محمد صادق بے کو ۱۴۲۶ سال پہلے ۱۲۷۷ ہجری (۱۸۶۱ء) میں حاصل ہوا۔ مسجد نبوی کے جمیل وحسین مینار___ دامن دل می کشد کہ جا ایں جاست کا منظر پیش کرتے ہیں۔ فصیل شہر کے باہر زائرین کے قافلے لذت انتظار کھینچ رہے ہیں کہ فصیل کا دروازہ کھلے اور زباں پر دعا ہے۔ ہر زاویے سے اس حرم دلکشا کی خیر

جانے والے راستہ پر تلاش میں گھڑ سوار روانہ ہوئے۔ غارِ ثور میں تین دن تین رات کے قیام کے بعد قافلۂ نبوت یکم ربیع الاوّل پیر کے دن عام راستے سے ہٹ کر مدینہ چل پڑا۔ قریش نے انہیں زندہ یا مردہ لانے والے کے لئے سو اونٹوں کے انعام کا اعلان کیا۔(۱۶)

قدید کے قریب بنی مدلج کے سردار سراقہ بن مالک بن جعشم نے تعاقب کیا۔ قریب پہنچا تو گھوڑا ٹھوکر لگنے سے گر پڑا۔ ترکش سے فال نکالا تو نہیں جواب نکلا۔ انعام کے لالچ میں بڑھا تو گھوڑوں کے پاؤں ریت میں دھنس گئے۔ سراقہ سمجھ گیا کہ انہیں غیبی تحفظ حاصل ہے۔ امان نامہ لے کر اپنے ارادے سے باز آیا۔(۱۷) راستہ میں اُمّ معبد کے خیمہ پر قیام فرمایا۔ ایک ناتواں اور سوکھی بکری نے دست اقدس کے چھوجانے سے برتن بھر کے دودھ دیا۔ پی کر سیراب ہوئے۔(۱۸) قباء کی بستی سے کچھ پہلے بنی اسلم کے ستر آدمیوں نے انعام کے لالچ میں محاصرہ کرلیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متاثر کن مکالمے اور روئے مبارک کے دیدار نے ان کے ارادے بدل دیے۔ سردار بریدہ بن حصیب اسلمی اپنے ساتھیوں کے ساتھ ایمان لاکر قافلہ نبوت میں شامل ہوگئے۔ قباء کی بستی قریب آئی تو عرض کیا، کیا یہ مناسب نہ ہوگا کہ قافلۂ نبوت کا کوئی علمبردار بھی ہو؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا عمامۂ مبارک نیزہ پر باندھا اور بریدہ کو عطا فرمایا۔(۱۹) یہ تاریخ اسلام کا پہلا پرچم اور آج کی اصطلاح میں صدر مملکت کا ذاتی جھنڈا تھا جسے لہراتے ہوئے حضرت بریدہ بن حصیب قباء کی بستی میں داخل ہوئے۔ ان کے نصیب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری علم جو حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کی مہم میں عطا ہوا حضرت بریدہ ہی نے فضاؤں میں بلند کیا۔



مکہ کی ایک قدیم تصویر۔

جس سمت میں چاہے صفتِ سیلِ رواں چل
اقبال

غارِ ثور

القرآن: اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا ۚ

ترجمہ: اگر تم (مسلمان) ان کی مدد نہ کرو تو اللہ ہی نے ان کی مدد کی اس وقت جبکہ اسے کافروں نے (دیس سے) نکال دیا تھا۔ دو میں سے دوسرا جبکہ وہ دونوں غار میں تھے جب یہ اپنے ساتھی سے کہہ رہے تھے کہ غم نہ کر اللہ ہمارے ساتھ ہے۔"
(سورۂ توبہ: آیت ۴۰)

الحدیث...... حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب ہم غار میں تھے تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا "اگر ان مشرکین نے (جو ہمارے تعاقب میں ہیں) اپنے قدموں پر نظر ڈالی تو یقیناً سب دیکھ لیں گے۔" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اے ابوبکر! تمہارا ان دو کے بارے میں کیا خیال ہے جن کا تیسرا اللہ ہے۔ یعنی اللہ کی مدد اور اس کی معیت جن کے شامل حال ہے۔ (صحیح بخاری، تفسیر سورۂ توبہ)

مکہ کے جنوب میں یمن کے راستے پر کوئی تین چار میل کے فاصلے پر وہ پہاڑ ہے جسے ثور کہا جاتا ہے۔ سطح سمندر سے اس کی اونچائی کوئی ۳۲۰۰ فٹ ہے۔ مکہ کی سطح سے ۱۲ سو فٹ اونچا ہے۔ چوٹی کے قریب ہی یہ غار واقع ہے۔ جبل ثور کا سلسلہ کم و بیش چار میل پر پھیلا ہوا ہے۔ پہاڑ کی چڑھائی ناہموار مگر سیدھی ہے۔ اس لئے خاصی دشوار گزار ہے۔ اوپر جانوروں کے لئے چڑھنا بھی مشکل ہے۔

جبل ثور پر بلسان کے درخت بہت ہیں جس سے روغن اور ادویات بنائی جاتی ہیں۔ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد میں ثور بن عبد مناف نامی ایک شخص گزرا ہے۔ کہتے ہیں کسی سفر کے دوران اس نے اس پہاڑ پر قیام کیا تھا اس لئے اس کا نام "جبل ثور" پڑ گیا۔ غار سے چوٹی کے قریب کوئی دو فرلانگ نیچے اتریں تو ایک دشوار گزار راستہ ہے جس کے آخر میں یہ غار عام گزرگاہ سے ہٹ کر پہاڑ کی داہنی

ماخذ اور حوالے

(۱) سیرۃ حلبیہ (اردو) علی بن برہان الدین حلبی جلد ۳ ص ۹۵ مترجمہ محمد اسلم قاسمی
(۲) الوفاء باحوال المصطفیٰ: ص ۲۸۷ ابن جوزی مترجمہ محمد اشرف سیالوی
(۳) مواہب لدنیہ: احمد بن محمد ابی بکر قسطلانی ترجمہ بنام سیرت محمدیہ جلد اول ص ۱۸۷-۱۸۴
(۴) صحیح بخاری جلد دوم کتاب الانبیاء حدیث ۵۸۴
(۵) تواریخ حبیب الٰہ: سیرت رسول اعظمؐ عنایت احمد کاکوروی ص ۵۵ بحوالہ مشکوٰۃ شریف
(۶) مدارج النبوت: ص ۸۱ شیخ عبدالحق دہلوی مترجمہ شمس بریلوی
(۷) سیرت النبیؐ کامل جلد اول ص ۵۳۵ ابن ہشام مترجمہ عبدالجلیل صدیقی

جبل ثور! تجلّیِ رُخِ انور سے — اب تو تُو ہی جبلِ نور نظر آتا ہے
(امجد حیدرآبادی)

جانب واقع ہے۔ غار کا رقبہ تقریباً دو مربع میٹر ہے۔ دہانہ بہت تنگ ہونے سے ایک آدمی بڑی مشکل سے اندر جاسکتا ہے۔ جاتے ہوئے سر کو جھکانا پڑتا ہے۔ سیدھے کھڑے ہوکر داخل ہونا ممکن نہیں۔ غار کی وسعت اندر کچھ زیادہ نہیں۔ اندرونی بلندی پانچ چھ فٹ ہے اور سات آٹھ آدمی بیٹھ سکتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں دو غار، دو سفر اور دویار بڑی اہمیت رکھتے ہیں۔ یہ دو غار غارِ حرا اور غارِ ثور ہیں۔ غارِ حرا میں پہلی وحی نازل ہوئی۔ اس کا قرآن مجید میں کوئی ذکر نہیں مگر غارِ ثور کا تذکرہ موجود ہے۔ اس غار کی نسبت سے ادب میں نئے محاورے شامل ہوئے۔ عربی میں ''رفیق فی الغار'' فارسی اور اردو میں ''یارِ غار'' سے مخلص ساتھی مقصود ہوتا ہے۔

حیاتِ طیبہ کے دو سفر بہت اہم ہیں۔ ایک زمینی اور دوسرا آسمانی۔ زمینی سفر' سفرِ ہجرت ہے اور آسمانی سفر معراج کے نام سے مشہور ہے۔ سفرِ ہجرت کے یار افضل البشر بعد الانبیاء حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں اور آسمانی سفر کے یار سیّد الملائک حضرت جبرئیل علیہ السلام ہیں۔

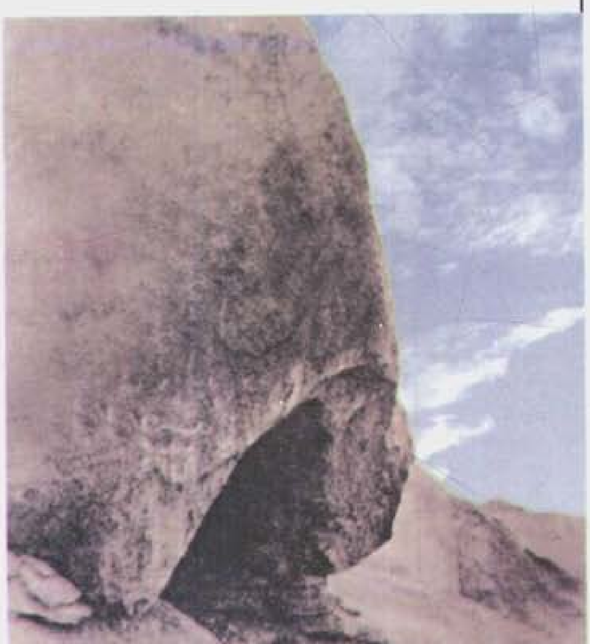


یہ غار والی چٹان کی دس سال پرانی تصویر ہے اب تو زائرین کو جبل ثور پر جانے کی اجازت نہیں۔ باہمت نوجوانوں کا بیان ہے کہ راستہ دشوار گزار اور چڑھائی مشکل ہے۔ غار تک پہنچنے میں چار پانچ گھنٹے لگ جاتے ہیں۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جبل ثور کی جانب بڑھنے لگے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بے تابی اور بے چینی کا عجب حال تھا۔ کبھی آگے چلتے، کبھی پیچھے، کبھی داہنے رُخ آتے، کبھی بائیں جانب چلنے لگتے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب

پختہ ہے تیری فغاں اب نہ اسے دل میں تھام

اقبال



غارِ ثور کا بیرونی منظر۔ ظلمتِ کنجِ ثور تجھے..... قدمِ مصطفےٰ مبارک ہوں



مکہ مکرمہ سے کوئی چار میل کے فاصلے پر یمن کے راستے پر جبل ثور واقع ہے۔ اس کی بلندی جبل نور سے زیادہ ہے۔ جبل نور کم وبیش چار میل پر پھیلا ہوا ہے۔ جبل ثور کے تین پہاڑ عبور کرنے کے بعد چوٹی کے قریب غار ہے۔ پہاڑ کی چڑھائی دشوار گزار ہے راستے میں تیز اور نوکیلے پتھر ہیں۔

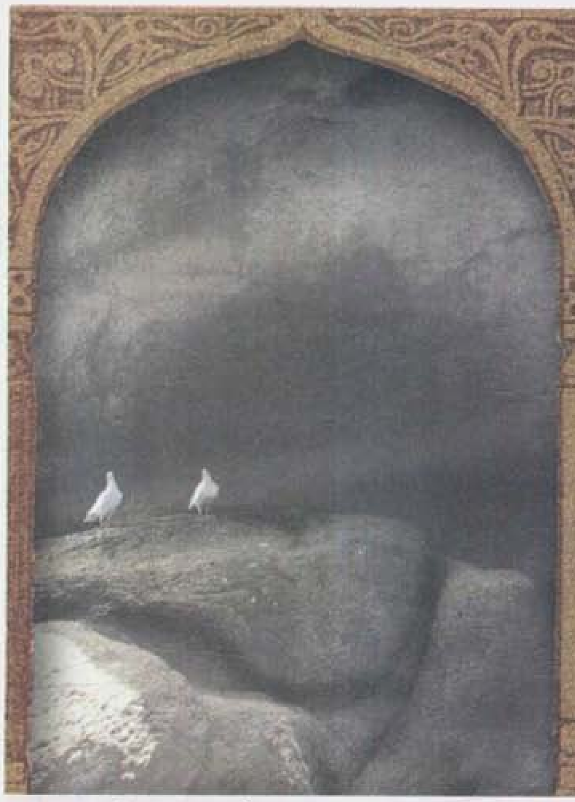
اُخوّت کا بیاں ہو جا
محبّت کی زباں ہو جا
اقبال



غار اندر سے وسیع ہے۔ دو تین آدمیوں کے بیٹھنے اور سونے کی گنجائش ہے۔ اس کی فضا چودہ صدیوں سے نبی آخریں صلی اللہ علیہ وسلم اور رفیق غار کی انفاس روح پرور کی امانت دار ہے۔ سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کو تین دن اپنا مہمان رکھا اور آج تک ان تاریخ ساز ایام کا راز سینے میں لیے ہوئے ہے۔ ثور مہبط ہے اس تجلی کا۔

پہاڑی راستے کی وجہ سے پاؤں مجروح ہوگئے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آپ کو اپنے کاندھوں پر بٹھالیا اور غار کے دہانے تک لے آئے۔ عرض کیا: یارسول اللہ! آپ باہر ٹھہریے میں اندر سے غار کو صاف کرلوں۔ (۲)

اندر سے غار کو صاف کیا، جہاں جہاں سوراخ تھے چادر پھاڑ پھاڑ کر ان سوراخوں کو بند کردیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اندر داخل ہوئے اور زانوئے صدیق پر سر رکھ کر سو گئے۔ سامنے ایک سوراخ دیکھا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنی ایڑی لگا کر اس سوراخ کو بھی بند کردیا۔ اتفاق سے اس سوراخ میں ایک سانپ کی رہائش تھی۔ سانپ نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو ڈس لیا۔ زہر کے اثر سے آپؓ کے آنسو چہرہ اقدسؐ پر گرے، پوچھا کیا بات ہے؟ عرض کیا



غارِ ثور کے دہانے پر کبوتروں کا پہرہ ہے۔ جب مکہ کے کھوجی امیہ بن خلف کو دہانے تک لے آئے تو دیکھا کہ مکڑی نے دہانے پر جالا بن دیا ہے۔ قریب میں کبوتر نے انڈے دے ہیں امیہ نے کہا کہ کوئی اندر جاتا تو بھلا یہ باقی رہتے۔ بدوؤں میں ایک روایت مشہور ہے کہ حرم شریف کے کبوتر ان ہی کی نسل سے ہیں۔

تصویر بشکریہ: سعید بن محسن باغزال

خوشبو ہے تری خانۂ کعبہ کی ہوا میں
نغمے ہیں ترے مسجد نبوی کی فضا میں
(ظفر علی راجا)

اس کیفیت کو دیکھا تو پوچھا کیا بات ہے؟ عرض کیا سوچتا ہوں کہ کوئی گھات میں بیٹھا نہ ہو۔ فرمایا اس سے تمہارا مقصد ہے کہ تم شکار ہو جاؤ اور میں بچ جاؤں۔ عرض کیا اس ذات کی قسم جس نے حق کے ساتھ آپؐ کو مبعوث فرمایا یہی بات ہے۔ (۱)

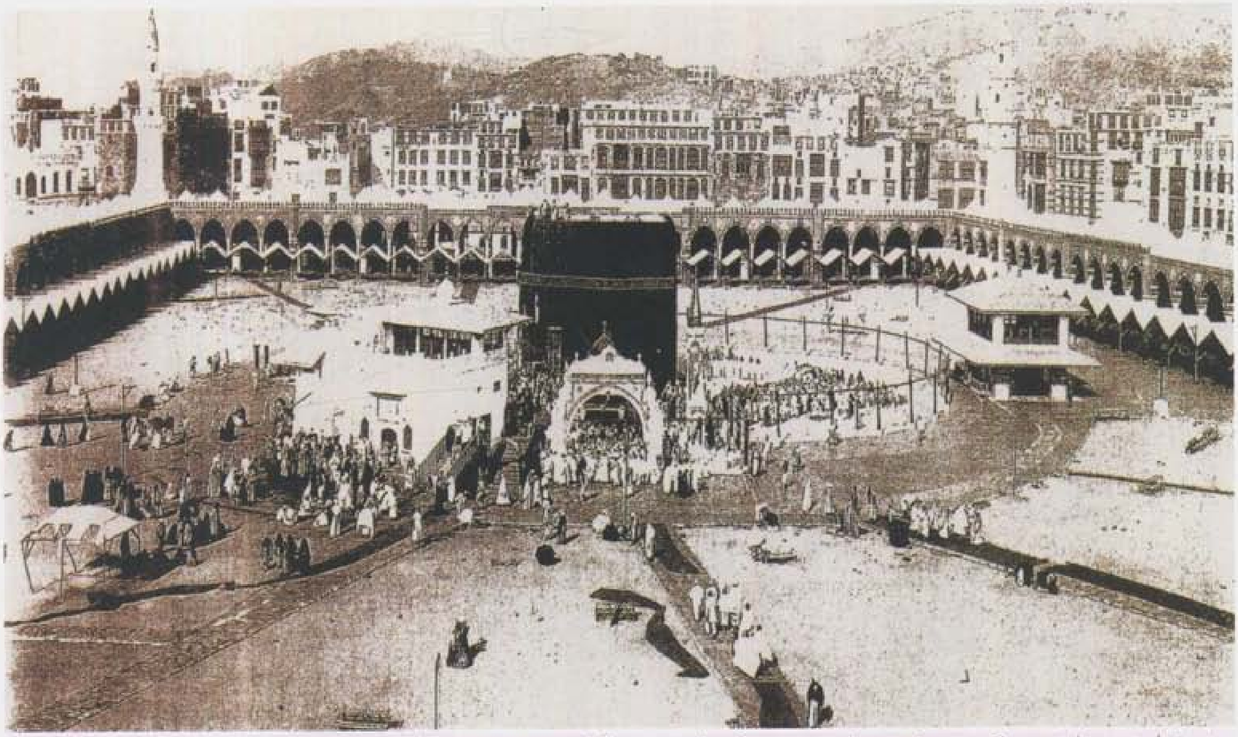


دہانے کی اندر کی کیفیت۔ خوش نصیب وعتیق جس نے اپنے دامن میں نبوت کی انمول امانت کو چھپائے رکھا ہے اس کے ہر سنگ میں اک طور نظر آتا ہے۔



جبلِ ثور میں غار کے محلِ وقوع۔ دشوار گزار راستے کا اس خاکہ سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

جبلِ ثور! ترے غار کا ذرّہ ذرّہ
پاک انوار سے معمور نظر آتا ہے
(امجد حیدر آبادی)



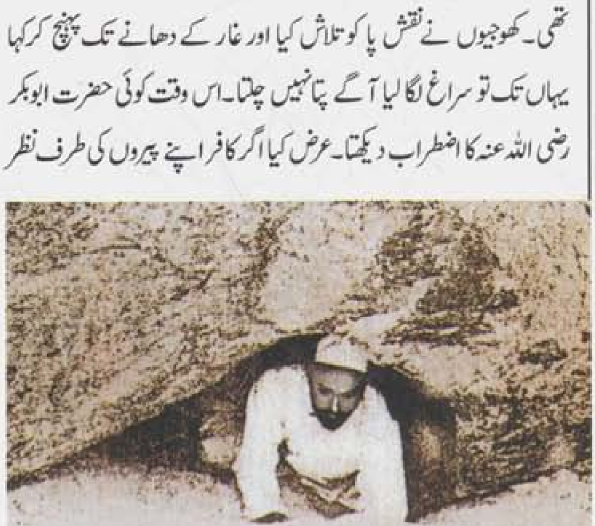
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ مکہ مکرمہ کی سرحدوں سے نکل کر حزورہ کے مقام پر پہنچے تو ٹھہر گئے۔ پلٹ کر بیت اللہ کی جانب رخ کیا اور بڑے دلگیر لہجہ میں فرمایا ــــ ''اے مکہ! اللہ کی قسم تو مجھے روئے زمین پر سب سے زیادہ محبوب ہے اور اللہ کو بھی اپنی زمین میں تو ہی سب سے بڑھ کر محبوب ہے۔ اگر تیرے باشندوں نے مجھے نکالا نہ ہوتا تو کبھی تجھے نہ چھوڑتا'' ۔مکہ سے اس مخاطبت کے بعد راہ حق میں ہجرت کے پہلے ٹھکانے جبل ثور کی طرف چل پڑے۔ (کتاب المعارف۔ ابن قتیبہ۔ ص ۹۲ مترجمہ سلام اللہ صدیقی)۔

سانپ نے ڈسا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا لعاب دہن لگایا اور اللہ تعالیٰ نے اس کی برکت سے زہر کے اثر کو زائل فرما دیا۔ (۳) یہ ماہِ صفر کی ۲۷ ویں شب اور نبوت کا ۱۴ واں سال تھا۔

صبح ہر طرف تلاش ہوئی۔ عام خیال یہی تھا کہ مدینہ جانے والے راستے پر ہوں گے۔ جبل ثور کے انتخاب میں مصلحت بھی یہی تھی۔ کھوجیوں نے نقش پا کو تلاش کیا اور غار کے دھانے تک پہنچ کر کہا یہاں تک تو سراغ لگا لیا آگے پتا نہیں چلتا۔ اس وقت کوئی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا اضطراب دیکھتا۔ عرض کیا اگر کافر اپنے پیروں کی طرف نظر کریں تو ہمیں دیکھ لیں گے۔ مجھے اپنی جان کا غم نہیں، اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کچھ ہو گیا تو امت ہلاک ہو جائے گی۔ فرمایا ''اے ابوبکر! ان دو کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے جن کا تیسرا ساتھی اللہ ہے۔'' (۴) اسی واقعہ کے متعلق حضرت عمرؓ فرماتے تھے کہ ابوبکرؓ کی ایک رات اور ایک دن عمر کی زندگی بھر کی عبادت سے افضل ہیں۔ (۵)

دھانے پر مکڑی نے جالا تان دیا، غار کے منہ کے قریب درخت کی شاخوں پر کبوتر نے انڈے دیئے۔ دانشورانِ کفر ان نشانیوں کو دیکھ کر سمجھے کہ اگر غار میں جاتے تو مکڑی کا جالا ٹوٹ جاتا۔ (۶) ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے عبداللہ کو ہدایت کی کہ دن بھر قریش کی خبریں لیتا رہے اور رات میں اس کی اطلاع دے۔ عامر ابن فہیرہ رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ بکریوں کے ریوڑ کو چراتے چراتے غار پر پہنچ جایا کرے تا کہ دودھ میسر آئے۔ تین دن یہی معمول رہا۔ رات میں حضرت اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہا کھانا لے آتیں۔ (۷)

تیسرے دن یکم ربیع الاوّل بروز دوشنبہ طے شدہ معاہدہ کے مطابق قابل اعتماد عبداللہ ابن اریقط اونٹنیاں لے آیا۔ غار ثور سے قافلہ مکہ کے جنوبی حصہ سے نکل کر ساحل کی طرف روانہ ہو گیا۔



قدیم دہانہ آمد و رفت کے وقت ہاتھوں کے بل بڑھنا پڑتا تھا۔

نقطۂ پرکارِ حق
مردِ خدا کا یقیں
اقبال

مجبور ہوا جاتا ہوں میں ترکِ وطن پر

اقبال

جادۂ ہجرت

القرآن: وَمَنۡ یُّهَاجِرۡ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰهِ یَجِدۡ فِی الۡاَرۡضِ مُرٰغَمًا كَثِیۡرًا وَّسَعَةً ؕ وَمَنۡ یَّخۡرُجۡ مِنۡۢ بَیۡتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَی اللّٰهِ وَرَسُوۡلِهٖ ثُمَّ یُدۡرِكۡهُ الۡمَوۡتُ فَقَدۡ وَقَعَ اَجۡرُهٗ عَلَی اللّٰهِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوۡرًا رَّحِیۡمًا ﴿۱۰۰﴾

ترجمہ: اور جو شخص اللہ کی راہ میں گھر بار چھوڑ جائے وہ زمین میں بہت سی جگہ اور کشائش پائے گا اور جو شخص اللہ اور اس کے رسولؐ کی طرف ہجرت کر کے گھر سے نکل جائے پھر اس کو موت آ پکڑے تو اس کا ثواب اللہ کے ذمے ہو چکا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

(سورۂ نساء، آیت:۱۰۰)

الحدیث: (۱) اس ذات کی قسم! "جس کے قبضۂ قدرت میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے اگر ہجرت کا رتبہ بڑا نہ ہوتا تو میں انصار ہی کا ایک فرد ہوتا۔" (صحیح بخاری، جلد دوم حدیث نمبر ۱۳۶۱)

تاریخ:......(ثور سے روانگی یکم ربیع الاوّل ۱ ہجری م ۱۲ ستمبر ۶۲۲ء)

ورودِ قباء:......(پیر ۸ ربیع الاوّل م ۲۰ ستمبر ۶۲۲ء)

حضرت مصعب ابن عمیر رضی اللہ عنہ کی تبلیغ سے یثرب میں اسلام تیزی سے پھیلنے لگا۔ ذی الحجہ ۱۳ نبوت (جولائی ۶۲۲ء) بیعت عقبہ کبیرہ ہوئی۔ اس موقع پر قبیلۂ خزرج سے نو اور قبیلۂ اوس سے تین کل بارہ نقیب منتخب کئے گئے۔ ان لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یثرب آنے کی دعوت دیتے ہوئے کہا کہ ہم اپنی جانوں کے برابر آپؐ کی اور آپؐ کے اصحاب کی حفاظت کریں گے۔

مشرکین مکہ کو جب بیعت کی اطلاع ہوئی تو مسلمانوں کو پہلے سے زیادہ اذیتیں دینے کا حلف اٹھایا۔ یہ دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو یثرب (جس کی قسمت میں مدینۃ النبی بننا تھا) ہجرت کی اجازت دے دی۔ مسلمان دو دو چار چار چھپ چھپا کر مکہ سے نکلنے لگے۔ دو ڈھائی مہینے میں تمام افراد مکہ سے نکل گئے۔ دین کی خاطر وطن، جائیداد اور رشتے داروں کو چھوڑنے والے "السابقون الاوّلون من المہاجرین" کے الفاظ سے قرآن میں

ماخذ اور حوالے

(۱) سورۂ توبہ، آیت ۱۰۰
(۲) صحیح بخاری کتاب الانبیاء، حدیث ۱۰۸
(۳) سیرت النبیؐ (کامل) جلد اوّل ص ۵۲۹ مترجمہ عبدالجلیل صدیقی۔ اس دن کا نام "یوم الرحمۃ" رکھا
(۴) حضرت ابوبکر صدیق اکبرؓ: ص ۵۲، محمد حسین ہیکل مترجمہ شیخ محمد احمد پانی پتی
(۵) صحیح بخاری کتاب الانبیاء حدیث ۸۵۳
(۶) سیرت رسول کریمؐ: کامل ابن اثیر جلد دوم ص ۱۶۴ مترجمہ مقصود علی خیر آبادی
(۷) البدایہ والنہایہ جلد سوم ۲۳۵: ابوالفدا عماد الدین ابن کثیر مترجمہ کوکب شادانی
(۸) پیغمبر انسانیتؐ: شاہ محمد جعفر پھلواری ص ۲۵۶
(۹) الوفاء باحوال المصطفےٰؐ: ابن جوزی ص ۲۹۷ مترجمہ محمد اشرف سیالوی

یاد کئے گئے ہیں۔(۱) رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ مکے میں رہ گئے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ارادۂ ہجرت کیا تو ارشاد ہوا جلدی نہ کرو! اللہ شاید تمہیں ایک ساتھی عطا فرمائے۔(۲)

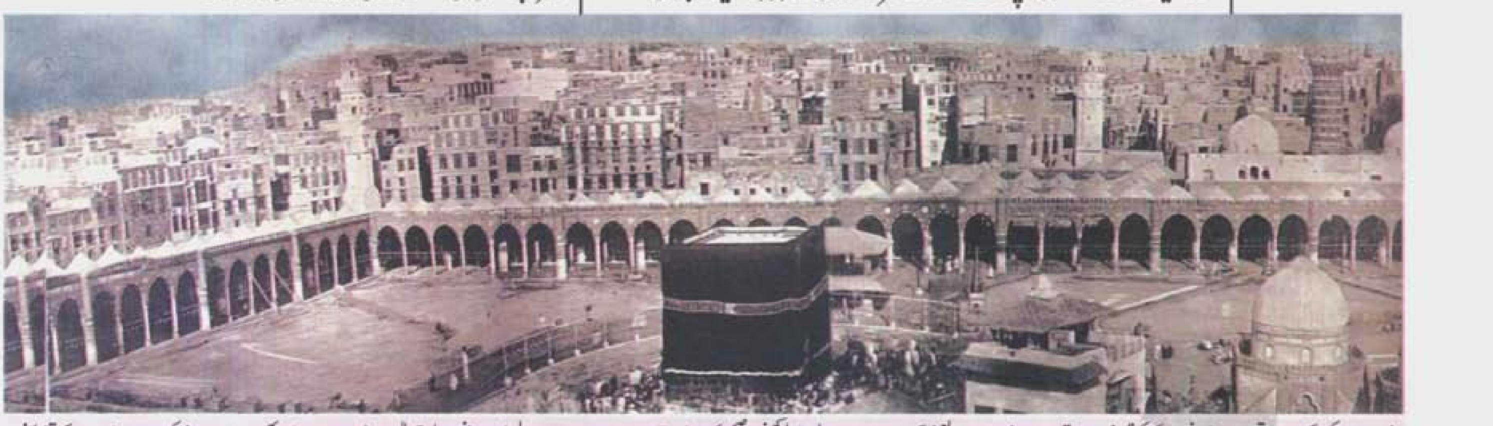
کفارِ مکہ مسلمانوں کو ٹھکانہ میسر آنے پر جل اٹھے۔ آخر طے کیا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) جو ابھی ہمارے قبضے میں ہیں انہیں تمام قبائل کے افراد ملکر نعوذ باللہ قتل کردیں تاکہ بنی عبدمناف کسی سے خون بہا/انتقام نہ لے سکے۔ رازداری سے دن، تاریخ اور وقت کا تعین کیا اور ایک رات کا شانۂ نبوی کا محاصرہ کرلیا۔(۳) ادھر اللہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی کے ذریعے مطلع فرما کر ہجرت کی اجازت دے دی۔ اس رات آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بستر پر سلایا اور فرمایا کہ لوگوں کی امانتیں واپس کرکے قباء چلے آنا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پچھلے دو مہینوں سے ہجرت کے سفر کے لئے سبک رو سانڈنیاں تیار کررکھی تھیں۔ ایک قابل اعتماد راہ داں عبداللہ ابن اریقط کو بھی مقرر کر رکھا تھا۔(۴) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ یمن والے راستے پر روانہ ہوگئے اور غارِ ثور میں مقیم ہوئے۔ تین دن بعد وہ اونٹنیاں لے آیا۔ ایک پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سوار ہوئے۔ دوسری پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور ان کے غلام عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ اور راہ دان عبداللہ ابن اریقط اپنے اونٹ پر سوار ہوا۔ یہ مختصر سا قافلہ مکہ کے جنوبی سمت سے نکل کر ساحل کی طرف گیا پھر عسفان کے پیچھے سے گزرتا امج کے نیچے سے ہوتا ہوا قدید کے علاقے سے گزرا۔ ایک دن اور ایک رات مسلسل چلنے کے بعد دوسرے دن دوپہر کو ایک چٹان کے سایہ میں آرام کیلئے ٹھہرا۔ یہاں ایک چرواہے سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے دودھ لے کر سب کو پلایا۔(۵)

قریش نے ان معزز مسافروں کو زندہ یا مردہ پکڑنے پر سو اونٹ کا اعلان کررکھا تھا۔ کئی لوگ اس لالچ میں تلاش میں سرگرداں تھے بنی مدلج کا سردار سراقہ بن جعشم بھی ان ہی میں سے تھا۔ جب یہ قافلہ ان کے علاقے سے گزرا تو اس نے پیچھا کیا لیکن گھوڑے نے ٹھوکر کھائی۔ فال دیکھی اور تعاقب سے باز رہا۔(۶) عرض کیا مجھے ایک امان نامہ عطا ہو۔ حضرت عامرؓ بن فہیرہ نے چمڑے کے ٹکڑے پر لکھ دیا۔(۷)

آگے بنی خزاعہ کی اُمّ معبد کے خیمہ پر کچھ دیر قیام فرمایا۔ اُمّ معبد نے اپنے شوہر سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حُلیہ اور اوصاف جس طرح بیان کئے ہیں وہ ایک دل پذیر لفظی قلمی تصویر ہے جو تاریخ کے خزانوں میں محفوظ ہے۔(۸) بنی خزاعہ کے علاقہ سے آگے بڑھے تو بنی اسلم کے ستر آدمیوں نے آگھیرا۔ ان کا سردار بُریدہ اسلمی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گفتگو سے متاثر ہوکر ایمان لے آیا۔ پھر خود علمبردار بن کر قافلہ نبوت کے ساتھ قباء کی بستی میں داخل ہوا۔(۹) یہ مقدس قافلہ یکم ربیع الاوّل کو جبل ثور سے روانہ ہوا آٹھ دن کے سفر کے بعد پیر ۸ ربیع الاوّل (۲۰ ستمبر ۶۲۲ء) کو قباء پہنچا۔ قبیلۂ اوس کے سردار کلثوم بن ہدم رضی اللہ عنہ کے گھر اترا۔ دوران قیام ایک مسجد کی اپنے دستِ مبارک سے بنیاد رکھی جس کی تعمیر میں مہاجر و انصار کے سابقین اوّلین نے مزدور بن کر حصہ لیا۔ قرآن مجید میں فرمایا گیا: ”وہ مسجد جس کی بنیاد پہلے دن ہی سے تقویٰ پر رکھی گئی؛ قباء میں چند روز قیام فرمانے کے بعد جمعہ کے روز سوئے یثرب روانہ ہوئے۔ یثرب جس کی قسمت میں مدینۃ النبی بننا تھا۔

ترکِ وطن سُنّت محبوبِ الٰہی ہے

اقبال



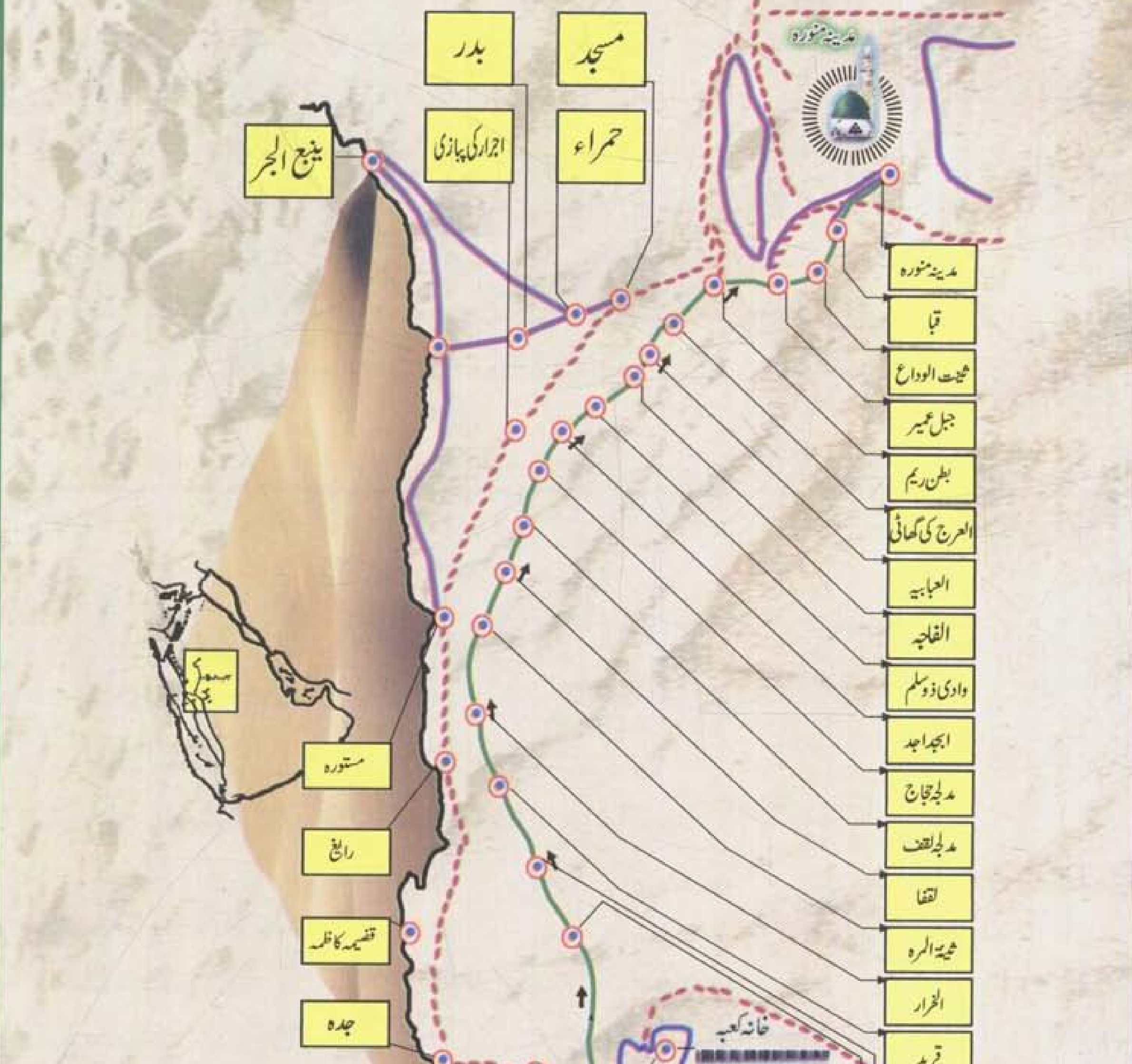
مسجد حرام کی ایک نادر تصویر مصری فوج کے کرنل محمد صادق بے نے ۱۸۸۰ء یعنی آج سے ۱۲۷ سال پہلے کھینچی۔ صحن کعبہ میں قبہ حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ (عہد اسلام میں بھی زمزم پلانے کی زمہ داری ان کے تفویض تھی) قبہ فراشیں، حجرۂ زمزم، مقام ابراہیم چاروں ائمہ کے مصلے اور مطاف کی حد بندی کے علاوہ مسجد حرام کی قدیم ایک منزلہ ترکی تعمیر، حرم کے مینار، جبل بوقبس پر آبادی دیکھی جاسکتی ہے۔

برنگ بوئے گل، اہل چمن، چمن سے چلے (داغ دہلوی) غریب چھوڑ کے اپنا وطن، وطن سے چلے

خاور کی اُمیدوں کا یہی خاک ہے مرکز
اقبال

نقشہ

سفرِ ہجرت نبوی ﷺ



فصل گل و بوئے گل، کرتے ہیں سفر دونوں (میر تقی میر) کیا قافلہ جاتا ہے تو بھی جو چلا چاہے

اُمِّ مُعبدُ کی زبانی...... حُلیہ وشمائلِ محبوبِ ربّانی

میں نے ایک شخص کو دیکھا جس کی نظافت نمایاں، جس کا چہرہ تاباں اور جس کی ساخت میں تناسب تھا۔ پاکیزہ رو اور پسندیدہ خو، نہ فربہی کا عیب نہ لاغری کا نقص، نہ پیٹ نکلا ہوا، نہ سر کے بال گرے ہوئے۔ چہرہ وجیہہ، جسم تومند اور قد موزوں تھا۔ آنکھیں سرگیں، فراخ اور سیاہ تھیں۔ پتلیاں کالی اور ڈھیلے بہت سفید تھے جن میں سرخ ڈورے تھے، پلکیں گھنی اور لمبی تھیں، ابرو ہلالی، باریک اور پیوستہ، گردن لمبی اور صراحی دار، داڑھی گھنی اور گنجان، سر کے بال سیاہ اور گھنگریالے، آواز میں کھنک کے ساتھ لطافت بات کریں تو رخ اور ہاتھ بلند فرمائیں۔ کلام شیریں اور واضح، نہ کم سخن نہ بسیار گو۔ گفتگو اس انداز کی جیسے پروئے ہوئے موتی۔ دور سے سنو تو بلند آہنگ، قریب سے سنو تو دلفریب، کلام نہ طویل نہ بے مقصد بلکہ شیریں، جامع اور مختصر، کمی بیشی الفاظ سے معرّا، خاموشی اختیار کرے تو پُروقار اور پُرتمکیں نظر آئے، قد نہ درازی سے بدنما اور نہ اتنا پست کہ نگاہ بلند تر پر اٹھے۔ لوگوں میں بیٹھے تو سب سے جاذب، دور سے نظر ڈالیں تو بارعب، دونرم ونازک شاخوں کے درمیان ایک شاخ تازہ جو دیکھنے میں خوش منظر، چاند کے گرد ہالے کی طرح رفیق گرد وپیش، جب کچھ کہے تو وہ سراپا گوش، حکم دے تو تعمیل میں ایک دوسرے پر سبقت لے جائیں، سب کا مخدوم، سب کا مطاع، مزاج میں اعتدال، تندی اور سختی سے دور۔

خدا مجھے نفسِ جبرئیل دے تو کہوں

اقبال

حضرتِ ہندؓ کا بیان کردہ حُلیۂ مبارک

حضرت ہندؓ بن ابی ہالہ (جو امّ المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ کے پہلے شوہر کے فرزند (حضورؐ کے سوتیلے بیٹے تھے) نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حُلیۂ مبارک نہایت خوبی اور صحت سے بیان کیا ہے اسی لیے انہیں ''وصاف النبیؐ'' کا لقب دیا گیا ہے۔

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہایت خوبصورت اور بارعب تھے۔ آپؐ کا چہرہ اس طرح چمکتا تھا جیسے چودھویں رات کا چاند۔ آپؐ کا قد پست قامت آدمی سے لمبا اور دراز قد آدمی سے چھوٹا تھا (یعنی درمیانہ) سر بڑا تھا۔ بال ایسے تھے کہ اگر درمیان سے مانگ نکالی جاتی تو علیحدہ علیحدہ رہتے ورنہ نہیں۔ بال بڑھ جاتے تو کانوں کی لوؤں تک پہنچ جاتے۔ رنگ سفید تھا اور پیشانی کشادہ تھی۔ بھویں لمبی اور درمیان میں پیوستہ نہ تھیں۔ دونوں بھوؤں کے درمیان ایک رگ تھی جو غصّے کی حالت میں پھڑکنے لگتی۔ ناک سیدھی اور موزوں تھی جس سے نور کی شعاع نکلتی ہوئی معلوم ہوتی۔ ریش مبارک گھنی۔ رخسار ہموار۔ دہانہ ذرا چوڑا اور ہونٹ ایک دوسرے سے ملے ہوئے، دندان مبارک میں (ذرا سا) فاصلہ تھا۔ گردن لمبی اور چاندی کی طرح سفید تھی۔ بدن گٹھا ہوا، پیٹ اور سینہ ہموار تھے۔ کندھے چوڑے تھے (یعنی دونوں کندھوں کے درمیان کافی فاصلہ تھا)۔ آپؐ کے جوڑ مضبوط تھے۔ سینے سے ناف تک بالوں کی ایک پتلی سی لکیر تھی۔ پیٹ اور پستانوں پر بال نہیں تھے۔ بازوؤں اور کندھوں پر کافی بال تھے۔ سینہ اٹھا ہوا تھا۔ بازو لمبے، ہتھیلیاں چوڑی ہاتھ اور پاؤں نرم تھے۔ پاؤں کے تلوے زمین سے اٹھے ہوئے نہ تھے دونوں یکساں تھے اور ان سے پانی بہہ جاتا۔ آپؐ آہستہ چلتے تو یوں معلوم ہوتا کہ اونچان سے نیچے کی طرف اتر رہے ہیں (عموماً) آپؐ تیز قدم اٹھاتے تھے۔ جب مڑتے تو پوری طرح مُڑتے۔ نگاہیں اکثر زمین پر لگی رہتیں۔'' (ہ)

ماخذ اور حوالے

(ا) زاد المعاد، جلد ۲، ص ۱۱۹، ابن قیم (اردو)

(ب) الوفا، ص ۲۹۳، ابن جوزی (اردو)

(ج) خصائص الکبریٰ، جلد ۱، ص ۳۶۴، جلال الدین سیوطی (اردو)

(د) اسد الغابہ

(ہ) أُسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہؓ مرتبہ: ابو الحسن علی الجزری ابن اثیر (وفات ۶۳۰ ہجری ۱۲۳۳ء) مترجمہ: محمد عبد الشکور فاروقی، مطبوعہ، لاہور۔

نگاہ برق نہیں، چہرہ آفتاب نہیں (فصاحت جنگ جلیل) وہ آدمی ہے مگر دیکھنے کی تاب نہیں

توحید کی امانت سینوں میں ہے ہمارے
اقبال

ورودِ قُباء اور تعمیر مسجد قباء

القرآن: لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ ؕ فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ ﴿١٠٨﴾

ترجمہ: البتہ جس مسجد کی بنیاد اوّل دن سے تقویٰ پر رکھی گئی ہے وہ اس لائق ہے کہ آپؐ اس میں (نماز کے لئے) کھڑے ہوں۔ اس میں ایسے لوگ ہیں جو پاک رہنے کو پسند کرتے ہیں اور اللہ پاک رہنے والوں ہی کو پسند کرتا ہے۔ (سورۂ توبہ، آیت ۱۰۸)

الحدیث: (۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر شنبہ قباء تشریف لے جاتے تھے کبھی پیدل اور کبھی سواری پر اور اس مسجد میں دو رکعت نماز پڑھاتے تھے۔ (صحیح بخاری، جلد اوّل، حدیث ۱۱۱۴، باب ۷۵۳)

۸ دن کے سفر ہجرت کے بعد پیر (۱) ۸ ربیع الاوّل ۱۴ نبوی مطابق ۲۰ ستمبر ۶۲۲ء کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم قباء پہنچے۔ (۲) قباء والے پچھلے کئی دنوں سے بستی کے باہر نکل کر سورج چڑھنے تک انتظار کرتے پھر لوٹ جاتے۔ اس دن بھی یہی ہوا۔ ایک یہودی نے قلعہ کی بلندی سے قافلۂ نبوی کو آتا دیکھا اور آواز لگائی اے بنی قیلہ! (اوس وخزرج کی ماں کا نام) وہ دیکھو تمہارا مقصود آرہا ہے۔ (۳) یہ سننا تھا کہ تکبیر کی آواز سے فضا گونج اٹھی۔ انصار ہتھیار سجا کر بے تابانہ گھروں سے نکل آئے۔ قبیلۂ اوس کے سردار حضرت کلثوم بن ہدم رضی اللہ عنہ کو میزبانی کا شرف حاصل ہوا۔ لوگوں سے ملاقات کے لئے حضرت سعد بن خیثمہ رضی اللہ عنہ کا مکان ''منزل العزآب'' یعنی کنواروں کا گھر چنا گیا۔ (۴) حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: ''آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قباء میں قیام کی یادگار یہاں ایک مسجد تعمیر کرنا چاہیے۔ (۵) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس تجویز کو پسند فرمایا۔' حضرت کلثوم بن ہدم رضی اللہ عنہ نے زمین ہدیہ کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک پتھر اٹھا کر قبلہ کی سمت نصب فرمایا پھر رفیق دمِ ہجرت نے ایک پتھر رکھا۔ تمام مہاجرین اور انصار نے پتھر کا احاطہ بنا کر مسجد تعمیر کردی۔ دیکھنے میں یہ پتھر کی حد بندی تھی لیکن اس کی عظمت اور رفعت یہ تھی کہ روئے زمین کی پہلی مسجد تھی جس کا سنگ

ماخذ اور حوالے

(۱) الوفاء باحوال المصطفیٰؐ: ابن جوزی ص ۲۹۹، ولادت، تنصیب حجر اسود، نبوت، ہجرت (قباء) پیر کے دن ہوئی
(۲) رحمۃ للعالمینؐ جلد اوّل، ص ۹۱، سلمان منصور پوری نے بحوالہ شاہ ولی اللہ ''سرور المحزون''، عیسوی تاریخ ۲۰ ر کی بجائے ۲۳ ستمبر لکھی ہے۔
(۳) صحیح بخاری جلد دوم ص ۴۷۹، حدیث ۱۰۹۲
(۴) طبقات ابن سعد، اخبار النبی، ص ۲۰۰، ابن ہشام نے نام ''بیت العزاب'' لکھا ہے
(۵) وفاء الوفاء: سمہودی۔ ترجمہ تذکرہ دیار حبیب ص ۲۸۰
(۶) سیرت النبیؐ جلد اوّل ص ۱۳۸، ترجمہ ابن جریر طبری (تاریخ طبری)
(۷) جذب القلوب الی دیار محبوب۔ اردو ترجمہ ص ۱۳۹ شیخ عبدالحق دہلوی
(۸) وفاء الوفاء باخبار دار المصطفےٰ جلد ۱ ص ۲۷۶: نور الدین علی بن احمد سمہودی مطبوعہ ادارۂ پیغام القرآن مترجم شاہ

طیبہ میں پہلا نقشِ حُسن مسجدِ قبا
تقویٰ کا دلنواز چمن مسجدِ قبا
(حفیظ تائب)



مسجد قباء کے ساتھ یہ وہ مقام ہے جہاں ہجرت کے موقع پر حضرت سودہؓ کے ساتھ حضرت فاطمہؓ اور حضرت ام کلثومؓ نے مدینہ آتے ہوئے قیام کیا۔



ایک صدی پہلے ترکی عہد حکمرانی میں مسجد قباء اور اس کے اطراف کا منظر



حجاج کے قافلے اونٹوں پر رکھے "شغدف" زیارت مدینہ کے لئے جا رہے ہیں۔

تو سحر ہے تو مرے اشک ہیں شبنم تیری

اقبال

بنیاد خاتم النبیینؐ نے اپنے دست مبارک سے رکھا۔ اس کے معمار "سابقون الاولون من المہاجرین والانصار" تھے۔ یہی وہ مسجد ہے جس کی بنیاد پہلے ہی دن تقویٰ پر رکھی گئی۔

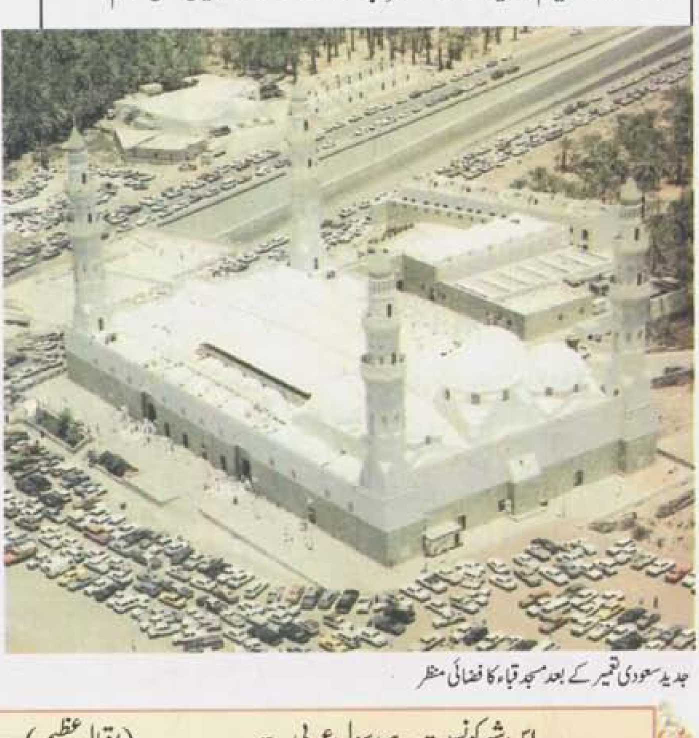
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قباء میں قیام کی مدت کے بارے میں اختلاف ہے۔ مورخین کا بیان ہے کہ چار دن یعنی پیر، منگل، بدھ اور جمعرات قیام فرمایا اور جمعہ کو یثرب روانہ ہوئے۔ محدثین میں امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت انس بن مالکؓ کی روایت کی بنا پر ۱۴ دن لکھا ہے۔ طبری نے لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلا کام جو یہاں کیا وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لئے ایک مسجد کی تعمیر تھی۔ (۶)

حضرت کلثوم بن ہدم رضی اللہ عنہ کی ایک افتادہ زمین تھی جہاں کھجوریں سکھائی جاتی تھیں۔ یہ جگہ انہوں نے مسجد کے لئے پیش کی۔ (۷) اہل قباء نے درخواست کی کہ ہمارے لئے ایک مسجد بنوا دیجئے۔ فرمایا: "تم میں سے ایک شخص ہمارے ناقہ پر سوار ہو کر اسے پھرائے۔"

"اس کی مہار کو چھوڑ دو۔ یہ حکم کی گئی ہے۔ جس طرح بھی چاہے گھومنے دو۔" (۸)

اس طرح اونٹنی کے قدموں کے مطابق زمین پر حد بندی کر دی گئی۔ کہتے ہیں صحن میں جو چبوترا ہے وہاں جا کر اونٹنی بیٹھ گئی تھی۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے کہ اہل قباء سے ارشاد ہوا حرہ سے پتھر لے آؤ۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نیزہ نما لاٹھی سے قبلہ کے تعین کے لئے ایک لکیر کھینچی اور اپنے دست مبارک سے ایک پتھر رکھا پھر رفیق دم ہجرت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو حکم ہوا کہ اس کے دائیں جانب پتھر رکھیں اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے پتھر رکھے۔ حضرت علیؓ ابھی مکہ سے یہاں پہنچے نہ تھے۔ پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے فرمایا کہ: "تم میں سے ہر ایک جہاں چاہے اس نشان پر پتھر لگائے۔"



جدید سعودی تعمیر کے بعد مسجد قباء کا فضائی منظر

محمد چشتی

(۹) تذکرہ دیار حبیب ص ۲۸۱، ۲۸۴

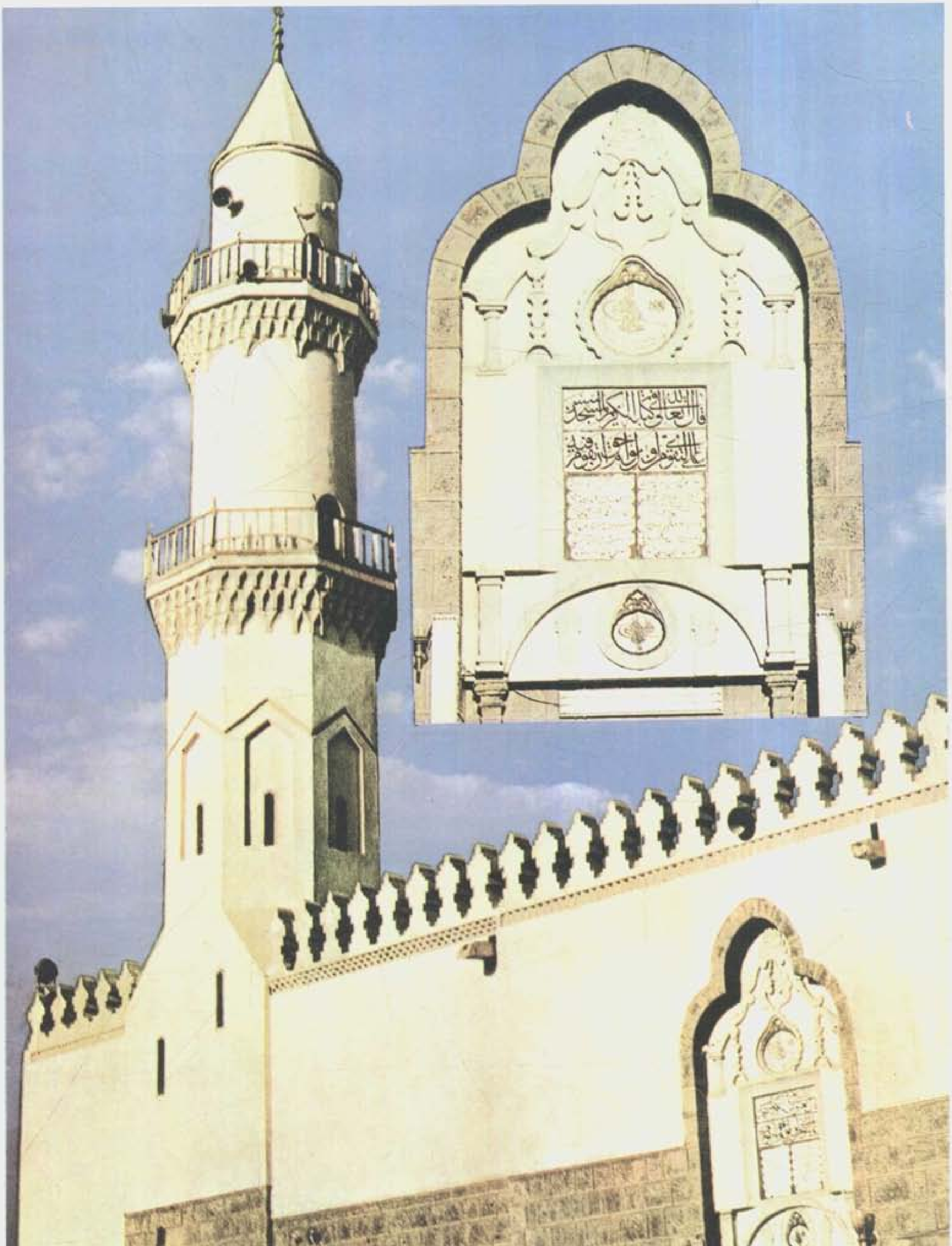
(۱۰) اردو دائرہ معارف اسلامیہ جلد ۲۰، ص ۵۹۶

(۱۱) جذب القلوب الی دیار محبوب۔ ص ۱۴۱، شیخ عبدالحق دہلوی

(۱۲) ایضاً ص ۱۴۰

حُسنِ ازل کی پیدا ہر چیز میں جھلک ہے

اقبالؔ



مسجد قباء کی پرانی تصویر کے اوپر "قبۃ المثایا" یعنی حضور کی جائے نماز دکھائی دے رہی ہے۔

ترا جمال ہے، تیرا خیال ہے، تُو ہے (اصغر گونڈوی) مجھے یہ فرصتِ کاوش کہاں کہ کیا ہوں میں

ہے ذوقِ تجلی بھی اسی خاک میں پنہاں
اقبال



ترکوں نے جو مسجد قباء تعمیر کی تھی اس میں جس جگہ قصویٰ اونٹنی بیٹھی تھی وہاں یہ منبر اور محراب بطور خاص نشاندہی کے لیے بنایا گیا تھا۔ موجودہ شاہ فہد کی تعمیر میں ایسا کوئی اہتمام نہیں ہے۔

اس مسجد کی تعمیر میں سنت ابراہیم علیہ السلام کو دہراتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکمل حصہ لیا۔ حضرت شموس بنت نعمان رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو پتھر اٹھاتے ہوئے دیکھا۔ پتھروں کے وزن سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم مبارک خم ہوجاتا تھا۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین عرض کرتے: ''ہمارے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسے چھوڑ دیں ہم اٹھالیں گے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اصرار پر وہ پتھر ان کے حوالے کردیتے اور اسی وزن کا دوسرا پتھر اٹھالیتے۔ کبھی انکار کرتے ہوئے فرماتے دوسرا پتھر اس جیسا اٹھا کر لے جاؤ۔ یہ بھی فرماتے کہ جبرئیل (علیہ السلام) روبہ قبلہ ہوکر امامت کروارہے ہیں۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کسی بھاری پتھر کو اٹھالاتے تو راستے میں کچھ دیر آرام کے لئے رکھ دیتے۔ کوئی اٹھانے کے لئے آتا تو فرماتے اس کو چھوڑ دو، دوسرا اٹھا کرلاؤ۔

حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ اونچی آواز میں مصرعے پڑھتے: افلح من یعالج المساجد'' کامیاب ہیں وہ جو مساجد تعمیر کرتے ہیں۔'' مہاجر و انصار مل کر جواب دیتے: ویقرء القرآن قایماً وَ قاعدا'' وہ اٹھتے بیٹھتے قرآن پڑھتے ہیں۔' پھر سب یک زبان ہوکر کہتے: ولابیبت اللیل عند را قدا'' اور جو راتوں کو عبادت کے لئے جاگتے ہیں۔''(۹)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تمام صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ساتھ آواز میں آواز ملاتے تھے جس سے کام میں تیزی اور لوگوں میں ایک جوش و ولولہ پیدا ہوتا تھا۔ یہ طریقہ اب بھی مزدوروں میں رائج ہے۔

اس مسجد کا طول اور عرض ۶۶ گز بیان کیا جاتا ہے۔ اس مسجد میں چاروں طرف عمارت تھی اور اس کے درمیان میں صحن، وسط صحن میں ایک قُبّہ تھا جو'' مبرک الناقۃ'' کہلاتا تھا۔ کہتے ہیں اونٹنی پہلے اسی مقام پر بیٹھی تھی۔ عمارت مسجد میں کعبہ کی جانب وسط میں ایک محراب تھی اور اس کے بازو میں منبر۔

مسجد قباء کے مصلّی کے بائیں جانب کے کونے میں ایک محراب تھی جس کا نام'' طاقتہ الکشف'' تھا۔ مشہور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اس محراب کے محاذی کھڑے ہوتے تو کعبہ نظر آتا تھا۔ اب یہ مسجد نئے سرے سے تعمیر ہوگئی ہے۔ پرانے آثار میں کسی چیز کا پتا نہیں ملتا۔

یہی وہ پہلی مسجد ہے جس میں مشرکوں کے کسی خوف کے بغیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے نمازیں پڑھیں۔ یہی وہ پہلی مسجد ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے



مسجد قباء — ہجرت کے بعد رسول اللہ ﷺ کے قیام قباء کے موقع کی یادگار — وہ پہلی مسجد جس کی قرآن مجید میں تعریف کی گئی ہے۔ نیز ارشاد نبویؐ ہے کہ جو شخص اپنے گھر سے وضو کرکے اس مسجد میں نماز پڑھے گا اسے عمرہ ادا کرنے کا ثواب نصیب ہوگا۔

خوشبو کو ربطِ خاص ہے بادِ صبا کے ساتھ (میر واصف علی) ہوتا رہے گا ذکرِ محمدؐ خدا کے ساتھ



موجودہ مسجد قباء کا فضائی منظر دوسرے زاویے سے۔

جانتا ہے جس پہ روشن باطنِ ایام ہے
اقبال

آنکھوں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس مسجد کے لئے پتھر ڈھوتے دیکھا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس نے چار مسجدوں میں نماز پڑھی اس کے گناہ بخش دیئے گئے۔ ان سے مراد مسجد حرام (بیت اللہ)، مسجد نبوی، مسجد اقصیٰ اور مسجد قباء ہیں۔(۱۱) اللہ کا شکر ہے کہ اس نے مسجد قباء کو ہم سے قریب کر دیا۔ اگر یہ دنیا کے دور دراز گوشہ میں بھی ہوتی تو ہم اونٹوں کے کلیجے اس کی طلب میں فنا کرتے۔اس مسجد میں کیا بھید پوشیدہ ہے یہ جان لیں تو اس کی زیارت کی ہر امکانی کوشش کریں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی ایک جماعت سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسجد

عام مسلمانوں کے لئے تعمیر فرمائی۔ ابن کثیر نے ایک حدیث نقل کی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب پہلے دن عمرو بن عوف کے قبیلے میں آئے اور مسجد کی بنیاد رکھی تو قبلے کی جہت کا تعین جبرئیل علیہ السلام نے کیا۔(۱۰)

تحویل قبلہ کے بعد جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد قباء تشریف لاتے تو اس کی دیوار کعبہ کی جانب کردی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر شنبہ قباء تشریف لے جاتے تھے۔کبھی پیدل اور کبھی سواری پر اور اس مسجد میں دو رکعت نماز پڑھا کرتے تھے۔

ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ جو کوئی پورا وضو کر کے مسجد قباء میں داخل ہو اور وہاں نماز پڑھے تو اس کو عمرے کا ثواب ملے گا۔

حضرت سعد ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:'' مسجد قباء میں دو رکعت ادا کرنا میرے نزدیک اس بات سے زیادہ محبوب ہے کہ دو مرتبہ بیت المقدس کی زیارت کروں۔''

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس مسجد میں آئے تو دیکھا کہ کوئی نہیں ہے آپ رضی اللہ عنہ نے کوڑا کرکٹ صاف کیا۔ جھاڑو دی اور فرمایا! میں نے اپنی



موجودہ مسجد قباء۔۔۔۔ جنت نظر نہیں تو پھر اور کیا ہے؟ دو محرابوں والا دالان۔ اس کے بعد صحن اور بازوؤں کے دالان ہیں۔

شعاعِ مہر، جبینِ سحر ہے سجدے میں عجیب وقت ہے یہ، ہر نظر ہے سجدے میں (سراج لکھنوی)

عالم ہے فقط مؤمن جانباز کی میراث

اقبال

تقویٰ کی طرف جاؤ۔ ان کے پیچھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس کی طرف تشریف لے گئے۔ اس طرح کہ اپنے دست مبارک حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے کندھوں پر رکھے ہوئے تھے۔(۱۲) مفسرین کا خیال ہے کہ اسی مسجد کے متعلقین کے بارے میں آیت کریمہ نازل ہوئی:

ترجمہ:"اس میں ایسے لوگ ہیں جو طہارت کو محبوب رکھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ طاہرین کو محبوب رکھتا ہے۔"

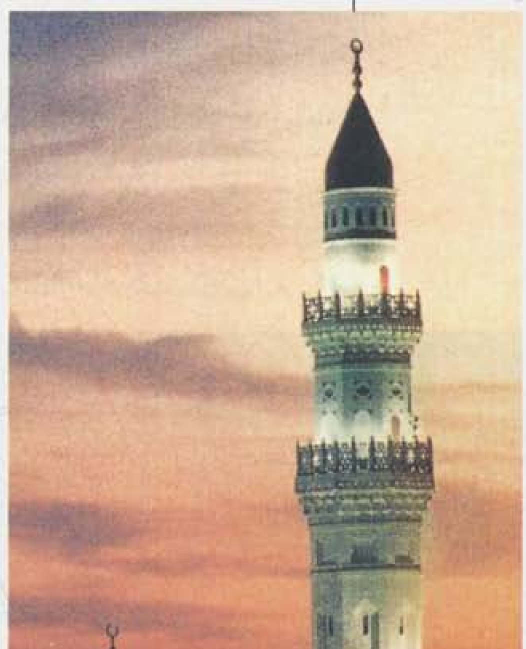
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بنائی ہوئی یہ مسجد بالکل سادہ تھی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں عمارت کی تجدید اور توسیع ہوئی۔



موجودہ مسجد قباء۔۔۔ جنت نظر نہیں تو پھر اور کیا ہے؟



مدینہ قبا کے ساتھ بیت فاطمہؓ پشت کی جانب سے۔ یہ تصویر سو سال پرانی ہے جو"مراۃ الحرمین" میں دی گئی ہے۔



جدید سعودی تعمیر میں مسجد قباء کا گنبد و مینار

ولید بن عبدالملک اموی کے عہد میں جب حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ مدینہ کے گورنر ہوئے تو انہوں نے نئی عمارت تعمیر کی اور اس کے ایک کونے میں ماذنہ بنوایا۔ ترک عثمانی سلطان محمود خان نے ۱۸۳۱ء مطابق ۱۲۴۶ ہجری میں اس کی تعمیر پر بھرپور توجہ دی۔

جدید توسیع جو خادم حرمین شریفین کے احکام سے کی گئی ہے کھلے صحن کو شامل کر کے ۷۴۶۵ مربع میٹر ہے۔ جس میں دس ہزار نمازیوں کی گنجائش ہوگی۔ ساری مسجد مرکزی طور پر ایئر کنڈیشنڈ ہے۔ رات میں میناروں پر روشنیاں انوار رحمت بکھیرتی محسوس ہوتی ہیں۔

دے
ولولۂ
شوق
جسے
لذّتِ
پرواز
اقبالؔ

پہلے جمعہ کا پہلا خطبہ
منشور حیات

القرآن: یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ وَ ذَرُوا الْبَیْعَؕ ذٰلِكُمْ خَیْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۹ فَاِذَا قُضِیَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِی الْاَرْضِ وَ ابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَ اذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِیْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۱۰

ترجمہ: اے لوگو! جو ایمان لائے ہو جب پکارا جائے نماز کے لئے جمعہ کے دن تو اللہ کے ذکر کی طرف دوڑو اور خرید وفروخت چھوڑ دو۔ یہ تمہارے لئے زیادہ بہتر ہے اگر تم جانو۔ پھر جب نماز پوری ہوجائے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو اور اللہ کو کثرت سے یاد کرتے رہو۔ شاید کہ تمہیں فلاح نصیب ہوجائے۔ (سورۂ جمعہ، آیات: ۹ اور ۱۰)

الحدیث: عبید بن السباق تابعی سے مرسلاً روایت ہے کہ ایک جمعہ خطاب کرتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”مسلمانو! اللہ تعالیٰ نے جمعہ کو عید کا دن بنایا ہے، لہٰذا اس دن غسل کیا کرو اور جس کے پاس خوشبو ہو اس کے لئے کوئی حرج نہیں ہے کہ وہ خوشبو لگائے اور مسواک اس دن ضرور کیا کرو۔“ (موطا: امام مالک، سنن ابن ماجہ)

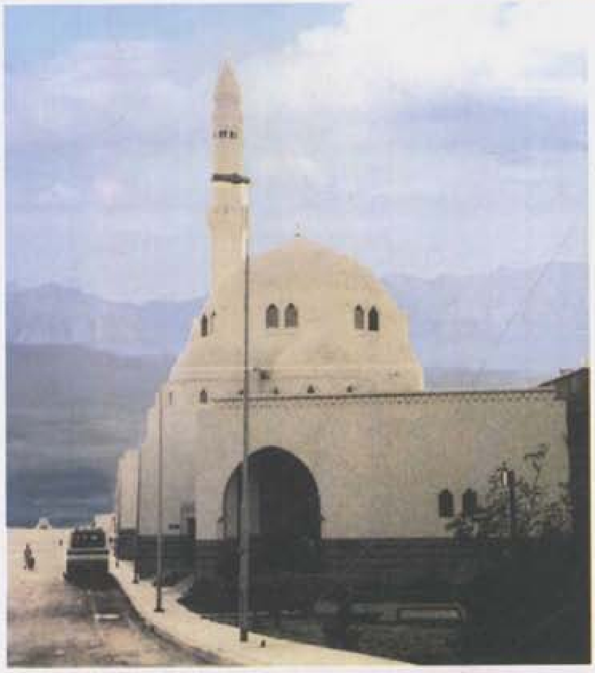
پہلی صلوٰۃ جمعہ

قباء میں جمعہ کا دن آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو جمع ہونے کا حکم دیا اور کوچ کا ارادہ ظاہر فرمایا۔(۱) اوس کے سرداروں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم)! کیا ہم سے کوئی خطا ہوئی ہے؟ فرمایا نہیں بلکہ مجھے ایسی بستی میں جانے کا حکم ہے جو سب بستیوں پر غالب رہے گی۔(۲) اپنی اونٹنی قصواء کو طلب فرمایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے داہنے، بائیں، آگے اور پیچھے مہاجروں اور انصار کا جہوم تھا۔ ارشاد ہوا: ”اونٹنی اللہ کی جانب سے مامور ہے۔“(۳)

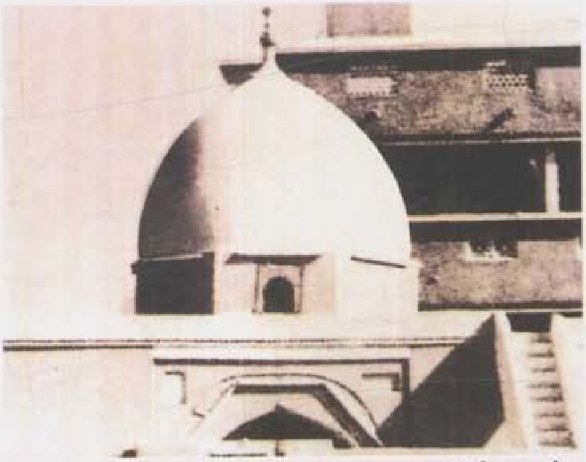
ماخذ اور حوالے

(۱) تاریخ طبری (اردو) سیرت النبیؐ حصہ اول ص ۱۴۴
(۲) وفاء الوفاء (اردو) ترجمہ بنام ”تذکرۂ دیارِ حبیب“ ص ۲۴ اکالۃ البلدان کا لفظی ترجمہ ”بستیوں کی کھاجانے والی ہے“ یعنی شہروں کو فتح کرکے وہاں کے اموالِ غنیمت کھائے۔
(۳) ایضاً ص ۲۸۸ وفاء الوفاء: نورالدین سمہودی اردو ترجمہ تذکرۂ دیارِ حبیب مترجم محمد زاہد حسینی
(۴) مواہب لدنیہ: عبدالملک بن احمد قسطلانی اردو ترجمہ بنام ”سیرت محمدیہ“ جلد اوّل ص ۱۹۹
(۵) اخبار النبیؐ (طبقات) جلد اوّل، ص ۳۰۲: ابن سعد
(۶) پیغمبرِ اعظم و آخرؐ: نصیر احمد ناصر ص ۳۷۹
(۷) سورۂ ق: آیت ۲۹

حکمراں ہے اک وہی باقی بتانِ آذری
اقبال


موجودہ مسجد جمعہ — کنارے کا باب داخلہ۔

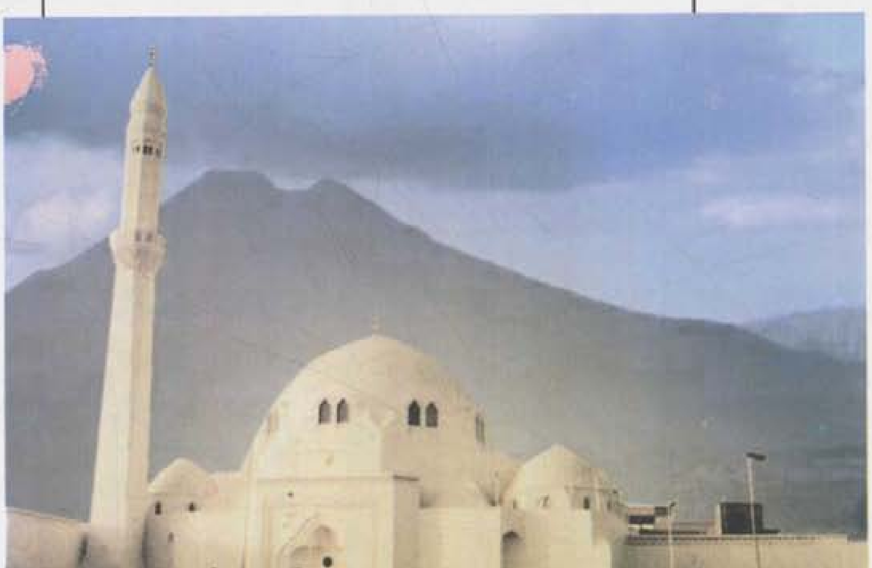
جب یہ قافلہ بنی سالم میں عوف کے محلے میں پہنچا تو نماز جمعہ کا وقت ہوچکا تھا، قافلہ رک گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو وادیٔ رانونا کے بطن میں وادیٔ ذی صلب میں جمع ہونے کا حکم دیا۔ یہاں پہلے سے ہی ایک چھوٹی سی مسجد نصف قد آدم تک پتھروں سے بنی موجود تھی۔ اس کا نام مسجد غبیب تھا۔(۴) شرکاء کی تعداد سو تھی۔(۵) اس موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعہ


پرانی مسجد جمعہ کا گنبد قریب سے۔

کا پہلا خطبہ ارشاد فرمایا جسے منشور حیات کہنا چاہئے۔ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی امامت میں پہلی نماز جمعہ کے بعد یہ مسجد ''مسجد جمعہ'' کے نام سے مشہور ہوگئی۔ خطبہ جمعہ میں ارشاد فرمایا:(٦)

''حمد وستائش اللہ کے لیے ہے میں اس کی حمد کرتا ہوں۔ مدد و بخشش اور ہدایت اسی سے طلب کرتا ہوں۔ میرا ایمان اسی پر ہے۔ اس کی نافرمانی نہیں کرتا جو کرے اس کا دشمن ہوں۔ میں شہادت دیتا ہوں کہ کوئی اللہ کے سوا عبادت کے لائق نہیں۔ وہ یکتا ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔ محمد اس کا بندہ اور رسول ہے۔ اسی نے محمد کو ہدایت دی، نور ونصیحت کے ساتھ بھیجا ہے جبکہ مدتوں سے کوئی رسول دنیا میں نہیں آیا۔ علم کم ہوگیا تھا اور لوگ گمراہ ہوگئے تھے۔ اسے آخری زمانے میں قیامت کے نزدیک زندگی کے اختتام کے قریب بھیجا گیا جو کوئی بھی اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتا ہے وہی ہدایت پاتا ہے۔ جس نے اس کا حکم نہ مانا وہ بھٹک گیا۔ مقام (انسانیت) سے گرگیا۔ ضلالت اور گمراہی میں پھنس گیا۔

مسلمانو! میں تمہیں اللہ سے تقویٰ کی وصیت کرتا ہوں۔ بہترین وصیت جو مسلمان، مسلمان کو کرسکتا ہے۔ وہ یہ ہے کہ اسے آخرت کے لئے آمادہ کرے اور تقویٰ کی کے لئے کہے۔ اللہ نے جن باتوں سے تمہیں دور رہنے کو کہا ہے ان سے بچتے رہو۔ اس سے بڑھ کر نہ کوئی نصیحت ہے نہ ذکر۔ یاد رکھو! جو شخص خشیت الٰہی کے ساتھ عمل کرتا ہے اس کا تقویٰ امور آخرت میں بہترین مددگار ثابت ہوگا۔ نیز جو شخص اپنے اور اللہ کے درمیان کا معاملہ خفیہ اور ظاہر میں درست کرتا ہے تو اس کے لئے دنیا میں ذکر باقی


سعودی تعمیر — مسجد جمعہ کا مکمل خوبصورت منظر۔

اشک بن کر مری آنکھوں سے ٹپک جائے اثر
اقبال

رہے گا اور آخرت میں نیکیوں کا ذخیرہ بن جائے گا لیکن اگر کوئی ایسا نہیں کرتا تو اس کا ذکر اس طرح آیا ہے:

''اور جو اس نے برائی کی انسان پسند کرے گا کہ اس کے اعمال اس سے دور ہی رکھے جائیں۔ اللہ تم کو اپنی ذات سے ڈراتا ہے اور اللہ تو اپنے بندوں پر نہایت مہربان ہے۔''

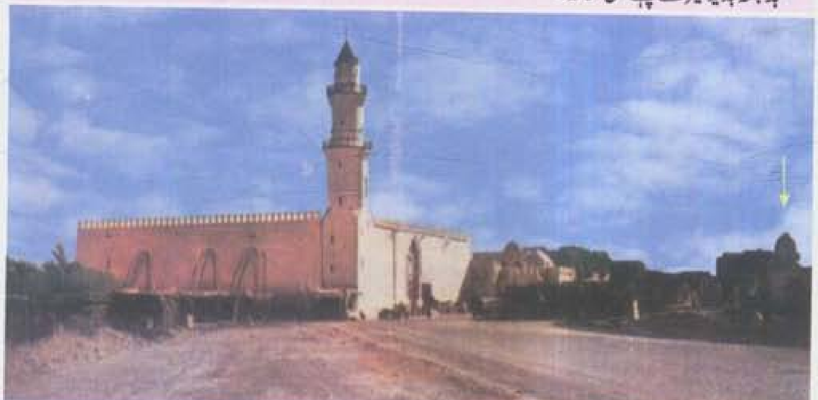
جس نے اللہ کے حکم کو سچ جانا اور اس کے وعدوں کو پورا کیا تو اس کی بابت اللہ تعالیٰ کا ارشاد موجود ہے:

ترجمہ: ''ہمارے ہاں بات نہیں بدلتی اور ہم اپنے بندوں پر ظلم نہیں کرتے۔'' (۷)

مسلمانو! اپنے موجودہ اور آئندہ، ظاہری اور باطنی امور میں اللہ سے ڈرتے رہو جو کوئی اللہ سے ڈرتا ہے وہ اس کی برائیوں کو دور اور اس کے اجر کو بہت زیادہ کر دیتا ہے جو شخص اللہ سے ڈرا اسے یقیناً عظیم کامیابی نصیب ہوئی۔ تقویٰ اللہ کے



مسجد جمعہ جدید تعمیر سے پہلے مکمل احاطہ۔



ایک صدی پہلے مسجد قبا



مسجد نبوی کے بعد سب سے اول جمعہ کی نماز قبیلہ عبدالقیس کی مسجد جواثی میں ہوئی۔ جو اپنے اصلی آثار کے ساتھ بحرین جانے والے راستے پر اب بھی موجود ہے۔ مولف کو یہاں دوگانہ ادا کرنے کا شرف حاصل ہوا۔

وہ بجلی کا کڑکا تھا یا صوتِ ہادی (الطاف حسین حالی) عرب کی زمیں جس نے ساری ہلادی

غضب، عذاب اور غصہ سے بچاتا ہے۔ تقویٰ چہرے کو روشن (سرخرو) اور پروردگار کو خوش اور (انسان کے) درجات کو بلند کرتا ہے۔

لوگو! "اپنا حصہ لو لیکن حقوق الٰہی میں کمی بیشی نہ کرو۔ اللہ نے تمہیں کتاب مبین سکھادی اور اپنی راہ دکھادی ہے تا کہ سچوں اور جھوٹوں میں تمیز ہو۔ جس طرح اللہ نے تمہارے ساتھ احسان کیا ہے تم بھی دوسروں کے ساتھ احسان کرو نیز اس کے دشمنوں سے دشمنی کرو اس کی راہ میں ایسی کوشش کرو جو کوشش کرنے کا حق ہے۔ اس نے تم کو برگزیدہ کیا اور تمہارا نام مسلمان رکھا۔ وہ ہلاک ہوا جو بیّنہ یعنی قرآن مجید کے مطابق ہلاکت میں پڑا اور وہ زندہ ہوا جس نے قرآن کے مطابق زندگی بسر کی۔ کسی کو نیکی کی طاقت اس کی مدد کے بغیر نہیں ہے۔ اللہ کا ذکر کثرت سے کرو اور کل (آخرت) کے لئے عمل صالح کرو۔ جو شخص اپنے اور اللہ کے درمیان معاملہ درست کر لیتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے اور لوگوں کے درمیان معاملے کو درست کر دینے کا کفیل بن جاتا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ لوگوں کا حاکم ہے اور اس کا کوئی حاکم نہیں۔ اللہ لوگوں کا مالک ہے اور اس کا کوئی مالک نہیں۔ اللہ ہی بڑا ہے عظیم و برتر ہے۔ اللہ کی توفیق کے بغیر کسی کو نیکی کرنے کی طاقت نہیں۔"

ہیں جذب باہمی سے قائم نظام سارے

اقبال



موجودہ مسجد قبا کا محل وقوع ..... دل خوش کن، خوش نما، خوش منظر



باب عنبریہ..... ایک صدی پہلے ترکوں کا بنایا ہوا باب الداخلہ۔ درمیان سے مسجد نبوی کے مینار نظر آرہے ہیں۔ "تصویر مراۃ الحرمین"



ایک صدی پرانی تصویر جو زمزم کے کنویں کی دو منزلہ عمارت کی ہے۔ ایک صدی پہلے زمزم کا کنواں دو منزلہ عمارت کے اندر تھا۔ اس کے آگے "اللہ" جس پر لکھا ہے وہ دیواری اشتہار برائے خاص و عام ہے کہ والی نجد نے حجاز کا مکمل اختیار سنبھال لیا ہے۔

قرآن کے اوراق پہ تحریر وہی ہے (قصری کانپوری) اُمّی ہے مگر علم کی تفسیر وہی ہے

قافلہ ہو گیا آسودۂ منزل تیرا
اقبالؔ

قباء اور یثرب

القرآن: وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا ۚ وَكُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا ۭ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿١٠٣﴾

ترجمہ: اور اللہ کی اس مہربانی کو یاد کرو جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے اس نے تمہارے دلوں میں الفت ڈال دی اور تم اس کی مہربانی سے بھائی بھائی بن گئے۔ اور تم آگ کے گڑھے کے کنارے تک پہنچ چکے تھے تو اللہ نے تم کو اس سے بچالیا۔ اس طرح اللہ تم کو اپنی آیتیں کھول کھول کر سناتا ہے تاکہ تم ہدایت پاؤ۔ (سورۂ آل عمران: آیت ۱۰۳)

الحدیث: اُمّ المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ وہ فرماتی ہیں کہ بعاث کے دن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کے فائدہ کے لئے پہلے سے متعین فرمادیا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ تشریف لائے تو ان کی جماعتوں میں پھوٹ پڑ چکی تھی، ان کے سردار مارے گئے تھے اور کچھ زخمی ہوگئے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اس دن کو اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نفع کے لئے پہلے سے مقرر فرمادیا تھا کہ وہ اسلام میں داخل ہوں گے۔ (صحیح بخاری، جلد ۲، حدیث ۱۰۲۷، باب جاہلیت میں قسامت)

اللہ تعالیٰ نے اس پیارے شہر کا نام "طابہ" رکھا ہے۔ (صحیح مسلم حدیث ۱۳۸۵)

قباء قبیلۂ اوس کی بستی تھی جسے عالیہ کے نام سے بھی پکارا جاتا تھا۔ یہ یثرب (مدینہ) سے تین میل پر پہاڑوں کے درمیان ایک وسیع مستطیل میدان میں آباد تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہجرت کے سفر میں پہلا قیام یہیں ہوا۔ یہ شرف اوس کی شاخ عمرو بن عوف کے معمر سردار حضرت کلثوم رضی اللہ عنہ بن ہدم کو حاصل ہوا۔ قریب میں حضرت سعد بن خیثمہ رضی اللہ عنہ کا گھر "منزل العزاب" (کنواروں کا گھر) تھا

ماخذ اور حوالے

(۱) طبقات ابن سعد حصہ اوّل (اخبار النبیؐ) ص ۳۰۰
(۲) سیر الانصار: حصہ اوّل ص ۲۹-۳۰ سعید انصاری
(۳) وفاء الوفاء ترجمہ تذکرۂ دیارِ حبیب ص ۸۹-۱۹۷ سمہودی
(۴) نبیٔ رحمت ص ۲۰۱، سید ابوالحسن ندوی
(۵) سیرت النبیؐ کامل جلد اوّل ص ۵۱۵ ابن ہشام مترجمہ عبدالجلیل صدیقی
(۶) سورۂ توبہ : آیت ۱۰۰

پڑی جن پر نگاہِ مہر ان کی (فدا خالدی دہلوی) منور ہوگئے ہیں ان کے سینے

قبائل ہوں ملّت کی وحدت میں گم
اقبال



مدینہ منورہ کا مرکز مسجد نبوی ہے۔ اس نقشے میں مسجد کے اطراف مدینے کی آبادیوں کی نشاندہی کی گئی ہے



ثنیات الوداع کا قدیم منظر پرانی مسجد کے آثار دکھائی دے رہے ہیں۔

چونکہ وہ غیرشادی شدہ تھے اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں سے عام ملاقات کے لئے وہاں تشریف لے جاتے۔(١) اکثر مہاجرین بھی ان کے مہمان ہوتے۔ دوسری بستی ''سنح'' (س ن ح) بنوحارث بن خزرج کے فرد حضرت خبیبؓ بن اساف کی تھی یہاں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور دوسرے مہاجرین ان کے ساتھ ٹھہرے۔

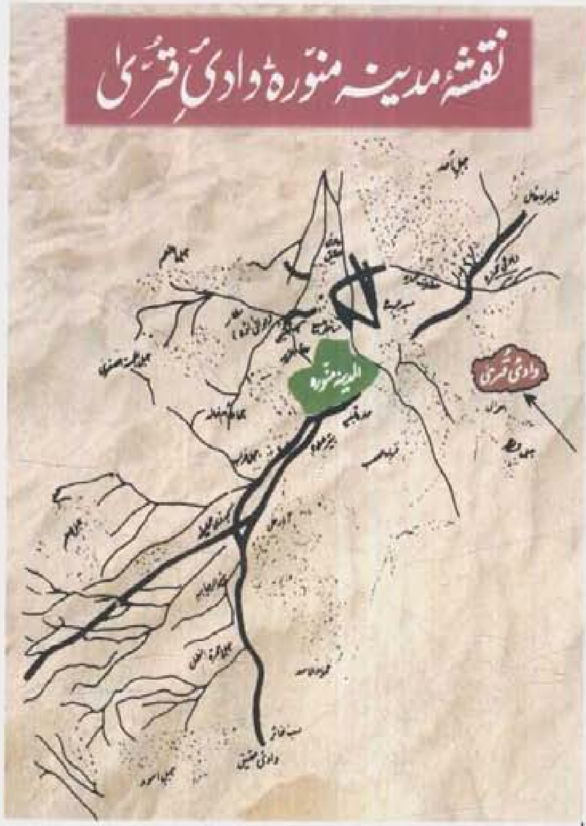
انصار کے تمام خاندان اوس اور خزرج نامی دو شخصوں پر جا کر ملتے ہیں۔ ان دونوں کی ماں کا نام قیلہ (قیلہ بنت عمرو بن جفنہ) اور باپ کا ثعلبہ تھا۔ ایک اور بھائی عدی تھا۔ اوس اپنے زمانہ کا مشہور شاعر اور خطیب تھا۔ ان تینوں کے اہل وعیال قباء اور یثرب میں خوب پھلے پھولے۔ اوس کے اکلوتے بیٹے کا نام مالک تھا جس کے پانچ بیٹے مختلف شاخوں کے بانی ہوئے۔(٢)

خزرج کے پانچ بیٹے تھے اور ان کی اولاد تعداد میں بہت زیادہ تھی۔ اوس وخزرج جب قباء اور یثرب میں آباد ہوئے تو اس وقت زمینوں، باغوں اور قلعوں پر یہودیوں کا قبضہ تھا۔ یہ دیکھ کر اوس وخزرج نے ان سے بیرونی حملہ کی صورت میں مل کر مقابلہ کرنے کا معاہدہ کرلیا۔ برسوں بعد جب یہ قبائل مالدار ہوگئے اور ان کی طاقت بڑھنے لگی تو یہودیوں میں بنی قریظہ اور بنی نضیر نے معاہدہ توڑ دیا۔ اوس وخزرج خوفزدہ تھے کہ کہیں انہیں جلاوطن نہ کردیا جائے۔ اتحاد کی خاطر انہوں نے مالک بن عجلان کو سردار بنالیا۔ ایک بدکردار یہودی سردار فطیون کے قتل کے بعد اوس وخزرج سرزمین یثرب کے مالک بن بیٹھے۔(٣)



وہ مکان جس کی چھت پر مدینہ کی لڑکیوں نے دف بجا کر گیت گا کر آپ ؐ کا استقبال کیا۔

صفائے
پاکیٔ
طینت
سے
ہے
گُہر
کا
وُضو
اقبال



ایک عرصہ تک دونوں قبیلے متحد رہے۔ پھر خانہ جنگی کا سلسلہ سمیر کی لڑائی سے شروع ہوا اور کوئی ۱۲۰ سال تک جاری رہا۔ اختتام بعاث کی لڑائی پر ہوا، اس وقت نبوت کا آٹھواں سال چل رہا تھا۔ ہولناک لڑائیوں کے بعد اوس وخزرج نے صلح کر لی۔ خزرج کی شاخ بنی عوف کا سردار عبداللہ ابن ابی سلول اس خانہ جنگی میں غیر جانبدار رہا چنانچہ اس کو یثرب کا بادشاہ بنانے پر دونوں قبائل راضی ہوگئے۔ اس کے لئے تاج شاہی بھی تیار ہوگیا۔ جشن تاج پوشی کی تیاریاں ہورہی تھیں کہ مشیت الٰہی نے ان دونوں قبائل کے چند سربراہوں کو بیعت عقبہ میں اپنے رسول کے دامن سے وابستہ کردیا۔ (۴)

ابتدا میں اوس وخزرج ایک ہی جگہ آباد تھے۔ یہودیوں کا زور ٹوٹنے پر علیحدہ علیحدہ بستیاں قائم کرلیں۔ قباء کی آبادی زیادہ تر ان خاندانوں پر مشتمل تھی جو عوف بن مالک بن اوس کی اولاد تھے۔ ان کی قلعہ نما بہت سے گڑھیاں تھیں۔

قبیلۂ خزرج کے افراد وادیٔ بطحان اور یثرب میں پھیلے ہوئے تھے۔ ان کے پاس بھی قلعہ نما گڑھیوں کی کمی نہ تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت سے قبل مہاجرین کو خوشخبری دی۔

"اللہ نے تمہارے لئے ایسے بھائی اور ایسے گھر فراہم کردیئے ہیں کہ وہاں بے خوف رہ سکو۔"

اللہ تعالیٰ کا یہ احسانِ عظیم ہے کہ اس نے انصار کے دلوں میں الفت ڈال دی۔ (۵) انہیں خلوص ایمانی عطا فرمایا حالانکہ انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میسر آئی اور نہ مہاجروں کی طرح برسوں تربیت پائی۔ طبیعتیں ایسی سلیم تھیں کہ حق کی پہلی دعوت پر لبیک کہا۔ اللہ کے رسول اور اصحاب کو اپنے شہر آنے کی دعوت دی۔ ان کے جان ومال کی حفاظت کی خاطر سارے عرب وعجم سے لڑائی کا خطرہ مول لیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا حاکم تسلیم کرکے خود ان کے فرمانبردار اور جاں نثار بن گئے۔ اپنی زمینوں، گھروں اور جائیدادوں میں حصہ اور برابر کے حقوق دیے جس کے نتیجہ میں اسلامی معاشرہ تشکیل پایا، حکومت الٰہیہ وجود میں آئی۔ اس کا انعام اللہ تعالیٰ نے یوں عطا فرمایا کہ دس سال بعد اسلام قبول کرنے والوں کو بھی "سابقون الاوّلون" کی قرآنی سند عطا فرمائی (۶)

وہ اپنی خوبیٔ قسمت پہ کیوں نہ ناز کرے



قباء سے مدینہ منورہ اور راستے میں آباد قبائل کی بستیاں۔

عجب نہیں کہ یہ چار سُو بدل جائیں
اقبال



مسجد سبق جہاں سے عہدِ نبوی میں گھڑ دوڑ کے مقابلوں کی ابتدا ہوتی تھی



بنونجار کے محلے میں مسجد بنات کی ایک بہت قدیم تصویر جس سے ابتدائی عہد کی مسجدوں کا اندازہ ہوسکتا ہے



اس نقشے میں ہجرت نبوی کے زمانے میں مدینہ منورہ اور اس میں آباد قبائل کی بستیوں کی نشان دہی کی گئی ہے۔

خوشا وہ وقت کہ یثرب مقام تھا اس کا

اقبال

مدینۃ النبیؐ

القرآن: وَقُلْ رَّبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِیْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّیْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِیْرًا ﴿۸۰﴾

ترجمہ: اور دعا کرو کہ پروردگار! مجھ کو جہاں بھی تو لے جا سچائی کے ساتھ لے جا اور جہاں سے بھی نکال سچائی کے ساتھ نکال اور اپنی طرف سے ایک اقتدار کو میرا مددگار بنا دے۔ (سورۂ بنی اسرائیل، آیت ۸۰)

الحدیث: صحیحین میں حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے خواب میں دیکھا کہ میں مکہ مکرمہ چھوڑ کر ایسے علاقے کی طرف ہجرت کر رہا ہوں جس میں کھجوروں کے درخت بہت زیادہ ہیں۔ میں نے سمجھا شاید یہ ''یمامہ'' یا ''ہجر'' ہو لیکن معلوم ہوا کہ یہ مدینہ یعنی یثرب ہے۔ (صحیح بخاری، حدیث ۳۶۲۲، صحیح مسلم حدیث ۲۲۷۲)

زمانۂ قدیم میں آبادیوں کی تقسیم تین طرح ہوا کرتی تھی۔ مصر، مدینہ اور قریہ۔ بہت بڑی آبادی کو مصر، درمیانی کو مدینہ اور چھوٹی بستی کو قریہ کہتے تھے۔

مدینۃ النبی کا قدیم نام اثرب تھا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اثرب سارے مدینے کا نام تھا۔ وادیٔ قناۃ سے جرف کے کنارے اور برنی سے لے کر زبالہ تک اس کی حدود تھیں۔ ان بستیوں کا صدر مقام یثرب تھا۔ یہ بھی لکھا ہے کہ یثرب مشتق ہے ثرب سے جس کے معنی ہیں ''شر و فساد'' یا تثریب سے جس کے معنی گناہ پر مواخذہ اور گرفت کرنا ہے۔ (۱)

دورِ جاہلیت میں ایک وبائی بخار سے بہت سے لوگ ہلاک ہوئے تو اسے ''یثرب'' کہا جانے لگا۔ مدینہ، مدن (قیام کرنا، ٹھہرنا) یا دان (اطاعت و فرمانبرداری) سے مشتق ہے۔ مدینہ اس بستی کو کہتے ہیں جو بہت سے گھروں پر مشتمل ہو۔ مستقل باشندے مدنی اور عارضی مدنی کہلاتے ہیں۔ (۲)

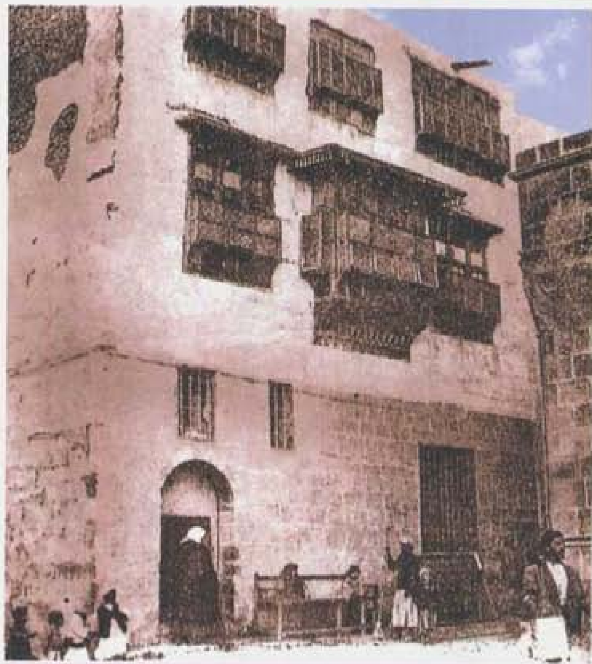
رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کے بعد نام طیبہ، طابہ اور مدینۃ الرسول ہو گیا۔ اس کے علاوہ مبارکہ (برکت والا)

ماخذ اور حوالے

(۱) وفاء الوفاء: نور الدین علی بن احمد سمہودی اردو ترجمہ ''تذکرہ دیارِ حبیب'' ص ۴۲ مترجمہ محمد زاہد حسینی
(۲) معجم القرآن: غلام جیلانی برق ص ۳۸۴
(۳) راحت القلوب (تاریخ مدینہ) اردو ص ۷، بحوالہ تاریخ امام بخاری
(۴) جزیرۃ العرب: محمد رابع ندوی ص ۲۳۹
(۵) نبی رحمت: سید ابوالحسن علی ندوی ص ۱۰۰
(۶) صحیح بخاری جلد دوم حدیث ۱۵۵، حدیث ۱۵۱ باب ۱۱۵، ۱۱۸
(۷) صحیح بخاری جلد دوم ص ۵۵۱ حدیث ۱۲۵۳
(۸) طبقات حصہ دوم اخبار النبیؐ ص ۳۱
(۹) سیرت المصطفیٰؐ حصہ اول ص ۳۶۲ بحوالہ سنن ابی داؤد محمد ادریس کاندھلوی
(۱۰) اصح السیر ص ۲۶۲ عبدالرؤف دانا پوری
(۱۱) رسول اکرمؐ کی سیاسی زندگی

جس کے غنچے تھے چمن ساماں وہ گلشن ہے یہی

اقبال



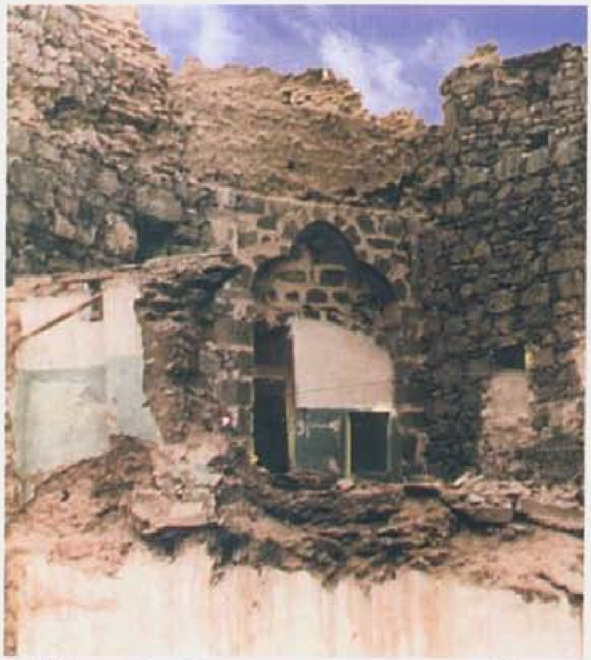
مدینہ میں وہ جگہ جہاں میزبان رسولؐ حضرت ابو ایوب انصاریؓ کا دو منزلہ مکان واقع تھا۔

محرمہ (عزت والا) مختارہ (چنا ہوا) عاصمہ، شافیہ، قدسیہ، قاصمہ، ناجیہ، جبارہ اور حبیبہ بھی اس کے نام ہیں۔ قرآن مجید میں یثرب اور مدینہ دونوں نام آئے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اب اسے "یثرب" کہنے سے منع فرمادیا۔ (۳) ابن حجر عسقلانی نے ایک ہزار اور دیگر علماء نے ایک سو نام مدینۂ منورہ کے لکھے ہیں۔

مدینہ منورہ کا طول البلد ۳۹ درجے، ۵۰ دقیقے مشرقی اور عرض البلد ۲۴ درجے اور ۳۲ دقیقے شمالی ہے۔ خط استوا اس کے شمال سے گزرتا ہے۔ مغربی جانب سمندر ۱۳۰ میل پر ہے۔ ینبوع اس علاقے کی مشہور بندرگاہ ہے۔ اس کے جنوب میں ۴۵۵ کلومیٹر یا ۳۰۰

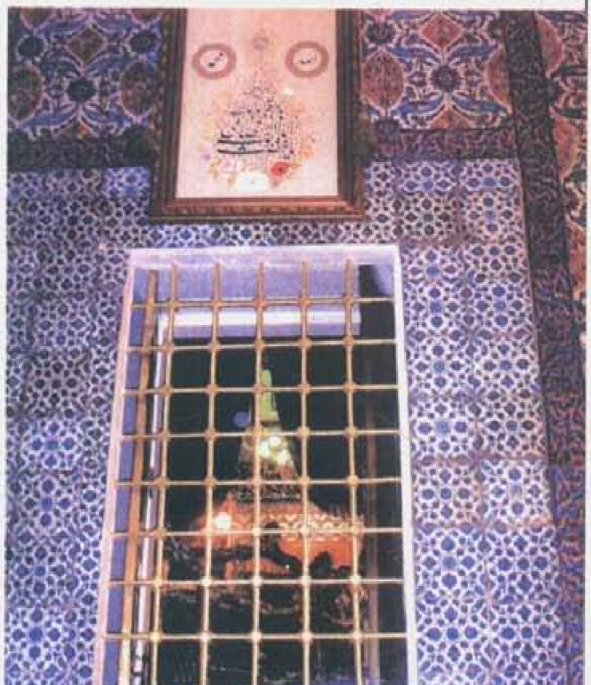


ہجرت کے بعد مسلمانوں کو میٹھے پانی کی بڑی تکلیف تھی۔ رسول اکرم ﷺ نے کنواں خریدنے کی ترغیب دلائی اور اس کے خریدار کو جنت کی بشارت دی۔ حضرت عثمانؓ بن عفان نے بئر رومہ یہودی مالک سے ۳۵ ہزار درہم منہ مانگی قیمت پر خرید کر مسلمانوں کے لیے وقف کردیا۔ یہ تاریخ اسلام کا پہلا وقف تھا۔ یہ کنواں وادئ عقیق میں واقع تھا اور اس کا پانی لطیف اور بہت شیریں تھا۔



مسجد نبوی کی پہلی توسیع تک حضرت ابو ایوبؓ کا یہ مکان موجود تھا۔ اس کو منہدم کرنے سے پہلے کی تصویر

میل پر مکہ معظمہ واقع ہے۔ مکہ کی طرح مدینہ منورہ بھی پہاڑوں سے گھرا ہوا ہے۔ اس کے مشرق میں "حرۃ الواقم" مغرب میں جبل سلع وحرۃ الوبرہ، شمال میں کوہِ احد اور جنوب میں جبل عیر ہے۔ کوہِ احد اور جبلِ عیر دونوں شہر سے چار کلومیٹر کے فاصلے پر ہیں۔ دو حروں سے گھرا رہنے سے قلعہ بند شہر بن گیا ہے۔ عربی میں حرہ یا لابہ جلے



حضرت ابو ایوب انصاریؓ کے حجرۂ کی کھڑکی پر لوح مزار۔

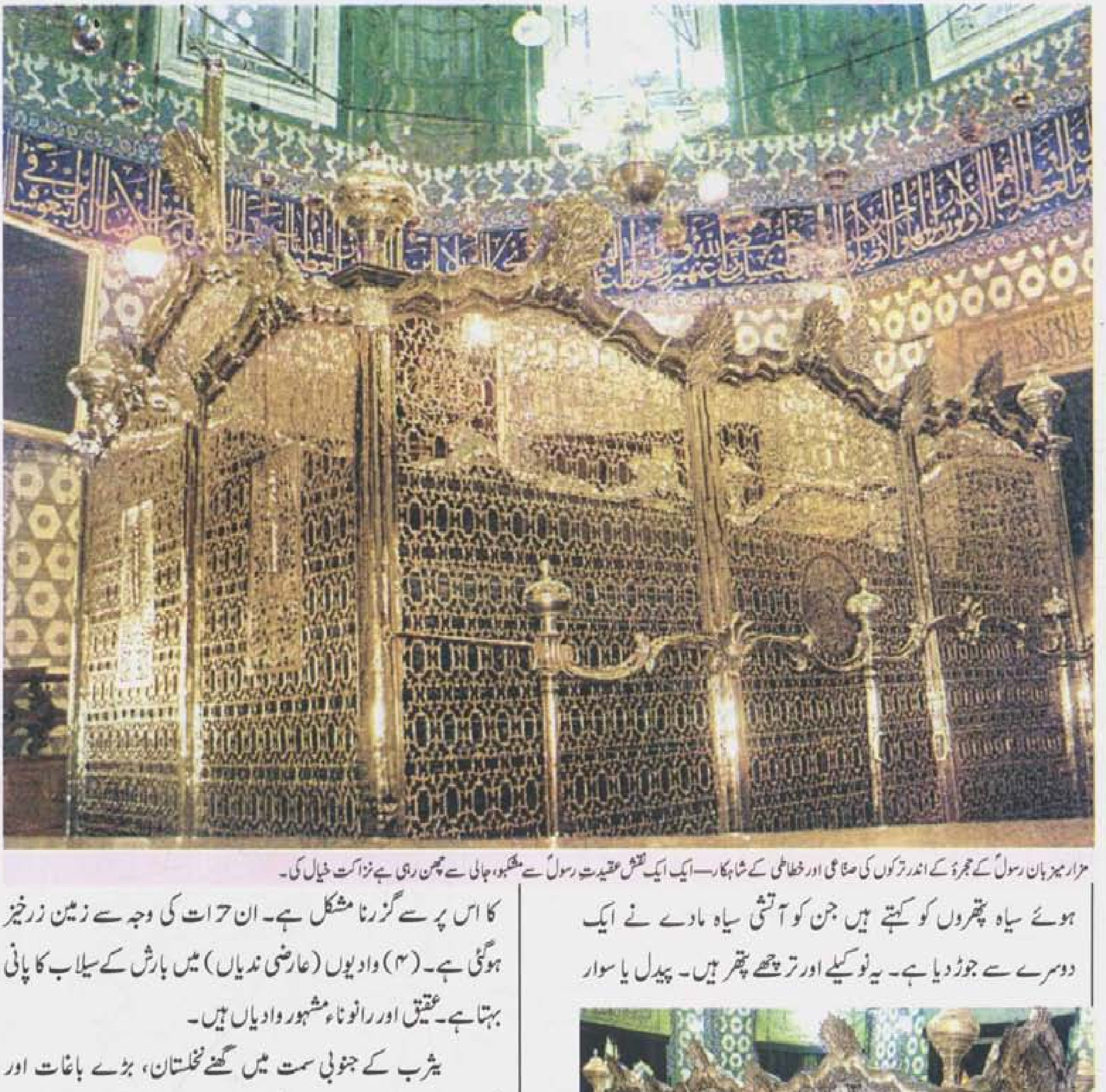
ص ۲۷ ڈاکٹر محمد حمید اللہ

(۱۲) اردو دائرہ معارف اسلامیہ جلد ۱۹ ص ۱۵۵ بحوالہ وثائق سیاسیہ

(۱۳) عہد نبوی میں نظام حکمرانی ص ۲۶۹ ڈاکٹر محمد حمید اللہ

جس سے بنائے عشقِ و محبّت ہے استوار

اقبال



مزار میزبان رسولؐ کے حجرۂ کے اندر ترکوں کی صناعی اور خطاطی کے شاہکار — ایک ایک نقش عقیدت رسولؐ سے مشکبو، جالی سے چھن رہی ہے نزاکت خیال کی۔

ہوئے سیاہ پتھروں کو کہتے ہیں جن کو آتشی سیاہ مادے نے ایک دوسرے سے جوڑ دیا ہے۔ یہ نوکیلے اور ترچھے پتھر ہیں۔ پیدل یا سوار کا اس پر سے گزرنا مشکل ہے۔ ان حرات کی وجہ سے زمین زرخیز ہوگئی ہے۔ (۴) وادیوں (عارضی ندیاں) میں بارش کے سیلاب کا پانی بہتا ہے۔ عقیق اور رانونا مشہور وادیاں ہیں۔

یثرب کے جنوبی سمت میں گھنے نخلستان، بڑے باغات اور گنجان آبادی ہے۔ شمالی رخ کھلا ہوا ہے۔ اہل یثرب کاشتکاری اور

آپؓ کا نام خالد اور ابو ایوب کنیت تھی۔ خاندان خزرج کی شاخ ہونجار سے تعلق تھا۔ رسول اقدس ﷺ نے ہجرت کے بعد چھ سات مہینے ان کے گھر پر قیام فرمایا۔ تمام غزوات میں شریک ہوئے۔ ۸۰ سال کی عمر میں ۵۲ ہجری (۶۷۲ء) میں جہاد قسطنطنیہ میں حصہ لیا۔ دوران جہاد وبا پھوٹ پڑی جس کی لپیٹ میں آگئے۔ امیر لشکر کو وصیت کی کہ میرا جنازہ دشمن کی سرزمین میں جہاں تک جاسکو لے جا کر دفن کرنا۔ چنانچہ شہر کی فصیل کے قریب دفن کیے گئے۔ ظہور اسلام سے کوئی ۷۰۰ برس پہلے شاہ یمن تبع اسد بن کرب تسخیر ممالک کے لیے نکلا تو یثرب سے گزرا۔ اس کے ساتھ چار سو تورات کے عالم بھی تھے۔ ایک غلط فہمی کی بنا پر شہر کو تباہ کرنے کی قسم کھائی۔ علماء نے بتایا کہ تورات میں اس بستی کا نام طیبہ ہے اور یہ آخری نبی کی ہجرت گاہ بنے گا۔ یہ شہر حفاظت الٰہی میں ہے۔ علماء نے یہاں مستقل قیام کی اجازت چاہی۔ تبع نے انہیں آباد کیا اور ایک سربمہر خط بڑے عالم کو اس تاکید کے ساتھ دیا کہ اس کی نسل سے جو کوئی ان نبی کا زمانہ پائے یہ خط انہیں پیش کرے۔ یمن لوٹتے ہوئے اس نے کعبہ پر غلاف چڑھایا۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ تبع کو برا نہ کہو وہ ایمان لاچکا ہے۔ حضرت ابوایوبؓ اس عالم کی اولاد میں سے تھے اور یہ خط انہوں نے رسول اقدسؐ کی خدمت میں پیش کیا۔ علامہ سمہودی نے لکھا ہے کہ بظاہر یہ عجیب بات معلوم ہوتی ہے لیکن تمام قدیم مورخ اس پر متفق ہیں (وفا الوفا ترجمہ بنام تذکرہ دیار حبیب ص ۲۱۰)



مزار مبارک کے اطراف سنہری جالیوں کی چوکھنڈی (یہ تصاویر جنوری ۲۰۰۲ء میں انجینئر شاہ عماد الدین جاوید نے اپنے کیمرہ سے لیں)۔



مدینہ منورہ کے شمال میں جبل احد سے آگے کچھ فاصلے پر جبل ثور (مدینہ کا پہاڑ) واقع ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ مدینہ ہمارا حرم ہے۔ جبل عیر (جنوب میں) سے جبل ثور کے مابین۔ (صحیح مسلم۔ کتاب الحج باب فضل المدینہ) یہ حرم مدینہ کی شمالی حد جبل ثور کی تصویر ہے۔ ان کے درمیان وادیٔ بطحان، وادیٔ مذینب، وادیٔ مہزور اور وادیٔ عقیق حرم میں شامل ہیں۔

باغبانی پر گزر کرتے تھے۔ کھجوریں بہترین اور کئی اقسام کی ہوتی ہیں۔ صنعتیں یہودیوں کے ہاتھ میں تھیں۔ وہ سودی کاروبار کرتے تھے۔ بنی قینقاع سونے چاندی کے زیورات بناتے تھے۔

آب و ہوا موسم گرما میں شدید گرم، موسم بہار اور خزاں میں معتدل اور موسم سرما میں بہت سرد ہوتی ہے۔ لوگ خوش مزاج تھے، رہنے کے لئے دو منزلہ عمارت بناتے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کے وقت یثرب مختلف حصوں میں بٹا ہوا تھا۔ اس میں یہودی اور عرب قبائل آباد تھے۔ یہودیوں کے ۲۰ سے زیادہ قبائل تھے۔ ان کے قلعوں کی تعداد ۵۹ تھی۔ عربوں کے پاس ۱۴ قلعے تھے۔ ان گڑھیوں کے دروازوں پر بازار لگا کرتے تھے۔ حملہ کے وقت دروازے بند کر لیتے اور قلعہ بند ہو جاتے۔ قبائل اوس جن علاقوں میں آباد تھے وہ مدینہ کے جنوب مشرق میں تھا اور عوالی کہلاتا تھا۔ خزرج کے قبائل وسطی اور شمالی علاقے میں بس گئے جو مدینہ کا نشیبی اور زیادہ سرسبز حصہ نہ تھا ان کے پڑوس میں یہودیوں کا قبیلہ بنی قینقاع آباد تھا۔ ان کے دوسرے دو بڑے قبیلے بنی نضیر اور بنی قریظہ اوس و خزرج سے جدا جدا معاہدے رکھتے تھے۔ اس زمانہ میں عربی قبائل



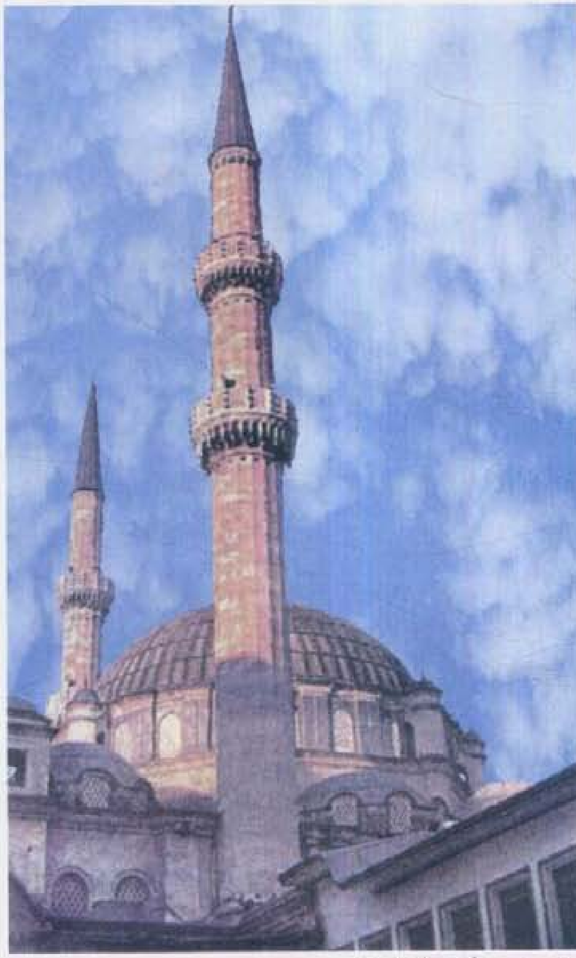
حرم مدینہ کی جنوبی حد جبل عیر ہے۔ اس کی شکل تلوار کی طرح سیدھی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے "احد پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم بھی اس سے محبت کرتے ہیں۔ یہ جنت کے ابواب میں سے ایک دروازہ ہے اور یہ عیر پہاڑ ہم سے بغض رکھتا ہے اور ہم بھی اس سے نفرت کرتے ہیں اور یہ ابواب نار میں سے ایک دروازہ ہے (سنن ابن ماجہ۔ کتاب المناسک۔ باب فضل المدینہ)۔

صحرا و دشت و در میں کہسار میں وہی ہے

اقبال

یہ تو چلتا ہے پتا شہر مدینہ جا کر (صبیح رحمانی) کیسے انسان کوئی تا بہ فلک جاتا ہے

جس سے جگر لالہ میں ٹھنڈک ہو وہ شبنم
اقبال



روضہ میزبان رسولؐ کا بیرونی منظر اور مسجد۔

کو یہودیوں پر بالادستی حاصل تھی۔ مذہبی معاملات میں وہ قریش کے تابع تھے۔ منات ان کا محبوب بت تھا۔(۵)

حرمِ مدینہ:

غزوۂ خیبر سے لوٹتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کی طرف نظر کی اور فرمایا..... ''اے اللہ! میں اس کے دونوں سنگستانوں کے درمیانی مقام کو حرم بناتا ہوں جس طرح ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کو حرم بنایا۔ اے اللہ! ہمارے صاع اور مد (ناپنے کے پیمانے) میں برکت عنایت فرما۔(۶)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو غزوۂ تبوک سے واپس تشریف لاتے ہوئے جب جبل احد نظر آیا تو آپ نے ارشاد فرمایا ''احد ایک پہاڑ ہے جو ہمیں دوست رکھتا ہے اور ہم اس کو دوست رکھتے ہیں۔ اے اللہ! ابراہیم نے مکہ کو حرم بنایا اور میں مدینے کو دو پتھریلے علاقوں کے



مدینہ منورہ کی وہ گلی جہاں کبھی میزبان رسولؐ کا مکان تھا۔ سرمئی گنبد جو حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ سے منسوب تھا وہ بھی دکھائی دے رہا ہے۔

درمیان حرم بناتا ہوں۔'' (۷)

حرم مدینہ میں شرقاً وغرباً حرہ شرقیہ اور حرہ غربیہ کا درمیانی حصہ ہے اور شمالاً جنوباً مدینہ کے دو پہاڑوں عیر اور ثور (مدینہ میں بھی ایک پہاڑ کا نام ثور ہے) کا درمیانی حصہ شامل ہے۔ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کی روایت کے مطابق احد اور عیر کا درمیانی حصہ ملا کر مدینہ منورہ کے



حضرت ابوایوب انصاریؓ نے یثرب میں جس کی قسمت میں مدینۃ النبیؐ بننا تھا، رسول اللہ ﷺ کی میزبانی کا حق ادا کیا۔ سلطنت عثمانیہ (ترکی) نے میزبان رسولؐ کے جسم اطہر کو محفوظ کر کے برکتوں کا منبع بنا دیا۔ ترک سلاطین اور خلفا اپنی رسم تخت نشینی برکت کی خاطر مزار میں منعقد کیا کرتے تھے۔ ع
ترے قیام کے طفیل ہم بھی تو باشرف ہوئے

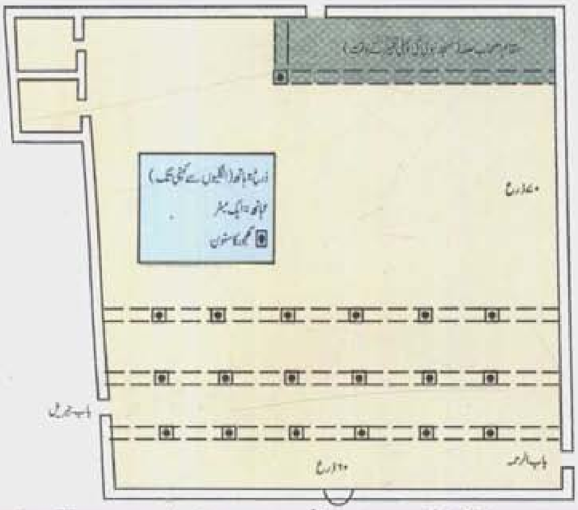
طیبہ کا ہر اک کوچہ کیوں کر نہ معطر ہو
پھیلی ہوئی نکہت ہے سرکارِ دو عالم کی
(حمید صدیقی لکھنوی)

چاروں اطراف ۱۲ میل کا رقبہ حدودِ حرم میں داخل ہے۔

درسگاہ صُفّہ:

مسجد نبوی کے صحن میں شمالی سرے پر ایک چبوترہ تعمیر کیا گیا عربی میں چبوترے کو صفہ کہتے ہیں جہاں دین کی تعلیم ہوتی تھی۔(۸) یہ معلّم کتاب وحکمت کا فریضہ تھا۔ مسجد، نمازوں میں کتاب اللہ کی تلاوت کے لئے، درس گاہِ صفہ کتاب کی تعلیم، حفظ، قرأت، تجوید، تفسیر اور ارشاداتِ نبوی یعنی حکمت کی ترویج کے لئے۔ عہد نبوی میں اس درس گاہ سے فارغ التحصیل صحابہ کا شمار ۴۰۰ سے ۹۰۰ تک گیا ہے۔ یہاں دوطرح کی تعلیم ہوتی تھی ایک عارضی اور دوسری مستقل۔ مدینہ سے باہر کے لوگ جو دین کی تعلیم کے لئے آتے انہیں چند ہفتوں میں بقدر ضرورت نمازوں میں پڑھنے کے لئے سورتیں حفظ کروادی جاتیں، ضروری فقہی مسائل سمجھادیے جاتے، ایمان اور عقیدے کی باتیں سکھلائی جاتیں۔ یہ لوگ اپنے قبائل میں جاکر دین کی یہی بنیادی تعلیم دیتے۔

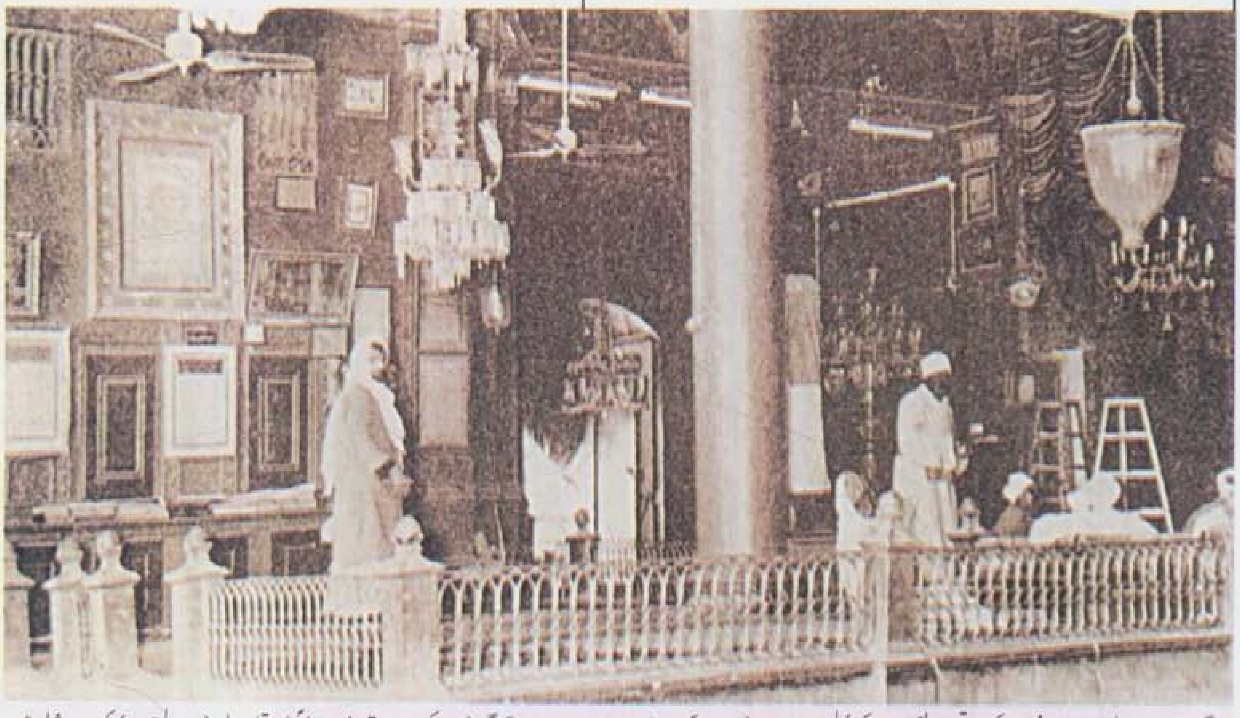
طویل مدتی نصاب مدینہ کے مستقل باشندوں کے لئے ہوتا۔ یہاں دن میں تعلیم ہوتی رات میں بے ٹھکانہ لوگوں کی شب بسری کا مقام



پہلی بار جب مسجد نبوی کی تعمیر کی گئی تو رسول اللہ ﷺ نے اصحاب صُفّہ کے لیے مسجد میں یہ حصہ مخصوص فرمایا

ہوتا۔ آج کی اصطلاح میں Residential University تھی۔ نصاب، اللہ کی کتاب تھا جو حفظ کروائی جاتی۔ تجوید سے پڑھائی جاتی، لکھائی اور سمجھائی جاتی۔ حضرت عبادہؓ بن صامت اس کے صدر مدرس اور معلم کتاب وحکمت نگران تھے۔(۹) اصحاب صفہ میں نوجوان بھی تھے، عمر رسیدہ بھی۔ اسے تعلیم بالغاں کے پہلے مدرسے کی حیثیت بھی حاصل تھی۔

نوجوانوں کی تربیت پر خصوصی توجہ دی جاتی۔ ان میں سے اکثر کنوارے اور معاش کی ضرورت سے بے نیاز، علم کی تحصیل میں ہمہ وقت



یہ جگہ عام طور پر اہل صفہ سے منسوب کی جاتی ہے یعنی مدینہ کی پہلی اسلامی درس گاہ۔ حالانکہ صفہ کا چبوترہ اس سے بہت آگے مغرب کی جانب تھا۔ مسجد نبویؐ میں قبلۂ اول (بیت المقدس) کی دیوار شمال میں تھی۔ تحویل قبلہ کے حکم پر سمت کعبہ (جنوب) ہوگئی تو شمالی دیوار کے قریب سائبان والا چبوترہ بنادیا گیا۔ یہ صفہ تھا۔ ۷ھ تک مسجد نبوی کی شمال مغربی حد اصحاب صفہ کا چبوترہ تھا۔ آج کل اس کا کوئی نشان نہیں ملتا۔ موجودہ چبوترہ شام کے نامور فرمانروا سلطان نورالدین زنگی نے (۵۵۷ھ) ۱۱۶۲ء میں اغوات (خدام اور محافظین) کے بیٹھنے کے لیے بنوایا تھا۔

فرشِ صفہ پر رکھی تھی جس کی بنیاد آپؐ نے وہ دبستاں جابجا، وہ مدرسہ گھر گھر کھلا (عاصی کرنالی)

صورتِ خاکِ حرم یہ سرزمیں بھی پاک ہے
اقبال





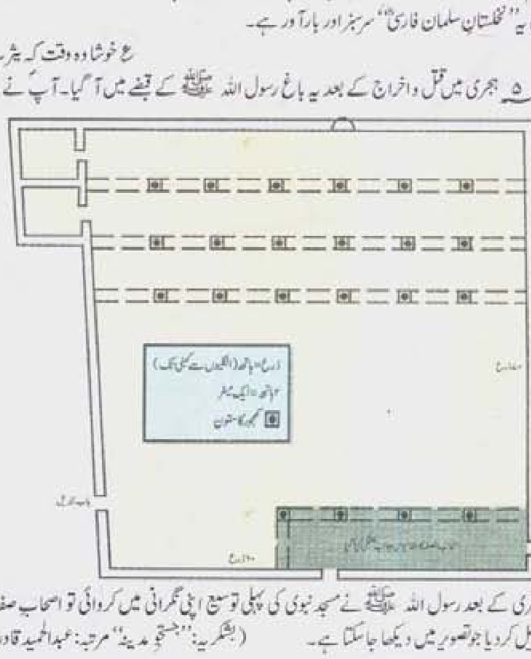
ایک مجوسی متلاشیٔ دینِ حق حضرت سلمان فارسیؓ کی مدینہ منورہ میں سرسبز و شاداب یادگار۔

حضرت سلمان فارسیؓ کا مجوسی نام مابہ تھا۔ ایران کے ایک گاؤں جےّ (رام ہرمز) کے رہنے والے تھے۔ آتش پرستی سے بیزار ہو کر نصرانیت اختیار کرنے شام کا سفر کیا۔ موصل، نصیبین اور عموریہ کے راہبوں کی صحبت اختیار کی۔ عموریہ کے راہب نے مرتے دم انہیں بتایا کہ آخری نبیؐ کے ظہور کا وقت قریب ہے صحرائے عرب میں کھجوروں کے جھنڈ والی جگہ اس کی ہجرت گاہ ہوگی۔ یہ سن کر بنی کلب کے شام سے وسط عرب جانے والے قافلے کے ساتھ ہوگئے۔ وادیٔ القریٰ میں پہنچے تو سردار قافلہ نے انہیں زبردستی بنی قریظہ کے ایک یہودی کے ہاتھ بیچ دیا۔ وہ یثرب لے آیا۔ ہر طرف کھجوروں کے جھنڈ دیکھ کر دل نے گواہی دی کہ یہی منزلِ مقصود ہے۔ بڑے انتظار کے بعد یہیں بخت نے یاوری کی اور ایمان کی دولت سے مالا مال ہوئے۔

رسول اللہ ﷺ نے غلامی سے چھٹکارے کے لیے یہودی مالک سے مکاتبت کا مشورہ دیا۔ مکاتبت میں غلام آقا سے طے کرتا ہے کہ اس قدر معاوضہ کما کر دوں تو آزاد ہو جاؤں گا۔ اس نے کڑی شرطیں رکھیں۔ پہلی یہ کہ مقامِ فقیر پر تین سو کھجور کے بار آور درخت اور چالیس اوقیہ (وزن کا پیمانہ) چاندی۔ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام سے ارشاد فرمایا کہ اپنے بھائی کی مدد کرو۔ انصار نے اپنے نخلستانوں سے درخت کے بیج عطا کیے۔ فرمایا اس مقام پر گڑھے کھودو، پودے میں اپنے ہاتھ سے لگاؤں گا۔ گڑھے تیار ہوگئے تو رسول اللہ ﷺ نے اپنے دستِ مبارک سے بیج لگائے۔ حضرت سلمان فارسیؓ کہتے ہیں اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے ان میں سے کوئی پودا نہیں مرا اور سب کے سب اسی سال بار آور ہوگئے۔ درختوں کا ایک سال ہی میں پھل دینا معجزات میں سے ہے۔ اسی کی برکت ہے کہ آج بھی یہ "نخلستانِ سلمان فارسیؓ" سرسبز اور بار آور ہے۔

ع خوشا وہ وقت کہ یثرب مقام تھا ان کا

بنی قریظہ کے ۵ ہجری میں قتل و اخراج کے بعد یہ باغ رسول اللہ ﷺ کے قبضے میں آگیا۔ آپؐ نے اسے مسلمانوں کے لیے وقف فرما دیا۔



غزوۂ خیبر ۷ ہجری کے بعد رسول اللہ ﷺ نے مسجد نبوی کی پہلی توسیع اپنی نگرانی میں کروائی تو اصحابِ صفہ کا چبوترہ اس مقام پر تبدیل کر دیا جو تصویر میں دیکھا جا سکتا ہے۔ (بشکریہ: "جستجوئے مدینہ" مرتبہ: عبدالحمید قادری)

مشغول رہتے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان نادار طلباء کی خوراک کا بندوبست فرماتے۔ اصحاب صفہ کے سینے علم کے گنجینے تھے چونکہ ان کی گھریلو ذمہ داریاں نہیں تھیں اس لئے فوری فوجی مہم کے لئے بھی تیار ہوجاتے۔ بئر معونہ کا واقعہ اصحاب صفہ ہی سے متعلق ہے۔(۱۰)

مواخات:

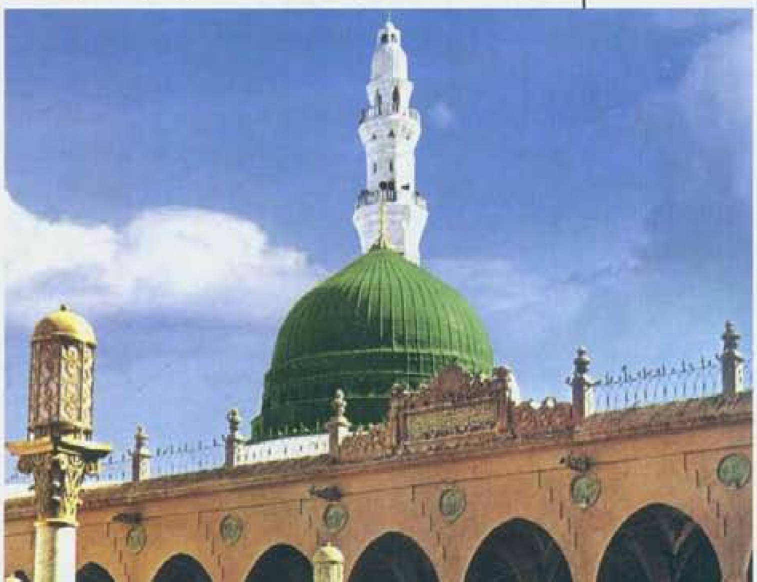
بے آسرا مہاجرین کے معاشی مسئلے کا حل یہ نکالا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کو ان کا بھائی بنادیا۔ یہ مواخات خونی رشتے سے زیادہ پائیدار ثابت ہوئی۔ ارشاد ہوا کہ ہر

جس معنیٔ پیچیدہ کی تصدیق کرے دل
اقبال

انصار خاندان ایک ایک مہاجر خاندان کو لے لے اور اپنے گھر بار، کاروبار میں شریک کرلے۔(۱۱) مہاجر تجارت پیشہ اور انصار زراعت پیشہ تھے۔ مدینہ کے یہودی تمام تجارت پر قابض نیز اوس اور خزرج کے لوگوں کو سودی لین دین کے شکنجے میں کسے ہوئے تھے۔ اب ان سے نجات ملی۔ مہاجر تجارت کے گُر جانتے تھے، انصار زراعت کے ماہر تھے۔ دونوں کی صلاحیتوں نے مدنی معاشرے میں خوشحالی پیدا کردی۔ باہم محبت و الفت کے رشتے معاشی برکت کا باعث ہوئے۔ اللہ اور رسول کی رضا کی خاطر بھائی چارہ برکتوں والا معاشی نظام ثابت ہوا۔

میثاقِ مدینہ: دنیا کا پہلا تحریری دستور

مدینہ (یثرب) میں اوس وخزرج کے علاوہ تین یہودی قبیلے بنو قینقاع، بنونضیر اور بنوقریظہ بھی آباد تھے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے والد مالک کے گھر میں سارے مسلم اور غیر مسلم قبائل کے نمائندوں کا ایک اجتماع ہوا۔(۱۲) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تجویز دی کہ



یہ ترکی تعمیر عہد نبوی کی مسجد کے جملہ رقبے کو گھیرے ہوئے ہے۔

بیرونی حملوں سے دفاع اور مدینہ میں بسنے والے قبائل کے جھگڑوں کے تصفیے کیلئے ایک تنظیم قائم کی جائے اور ایک فرد کو حاکم اعلیٰ بنا کر حقوق و فرائض لکھ لئے جائیں۔ یہ دستاویز مرتب کی گئی۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہ کی تحقیق ہے کہ یہ ''شہری مملکتِ مدینہ'' کا دستور تھا جو دنیا کا سب سے پہلا ''تحریری دستور'' بھی ہے۔ یہ دستاویز لفظ بہ لفظ محفوظ ہے۔ حیرت انگیز بات یہ ہے کہ ایک اُمی (ناخواندہ) نے دنیا کو ایک ایسا دستور عطا فرمایا جس کی کوئی نظیر نہیں۔ (۱۳)

سوال یہ ہے کہ ایسا مثالی، تاریخ ساز، انقلاب آفریں اور جاوداں دستور یا عہد نامہ کس طرح وجود میں آیا؟ غور کیجئے تو یہ محمد بن عبداللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی نبوت اور رسالت کا ناقابل تردید اور منہ بولتا ثبوت ہے۔ یہ بصیرت کسی بشر کے لئے ممکن نہیں، یہ خیر البشرؐ کا خاصہ ہے جو الہامی بصیرت کا حامل ہوتا ہے۔

اس معاہدے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیثیت حکمران اور حَکَم کی سی ہے۔ یہ بات آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود جیسی شاطر، عیار اور سیاست کی صدیوں سے ماہر قوم سے منوائی جو کہ ایک بہت بڑی سیاسی فتح ہے۔ اس کے قطع نظر مختلف عقائد، مذاہب، قبائل اور جماعتی وابستگی رکھنے والوں کو اعلیٰ انسانی مقاصد کی خاطر ایک نظام میں متحد کردینے والی یہ دستاویز اپنی مثال آپ ہے۔

تاریخ الخمیس کے حوالے سے ڈاکٹر محمد حمید اللہ نے لکھا ہے کہ یہ معاہدہ ہجرت کے پانچ ماہ بعد ہوا۔ اس میں کل ۴۷ دفعات ہیں۔ اس معاہدے کے دو حصے ہیں۔ ایک خالصتاً یہود سے متعلق ہے۔ جبکہ دوسرے حصے میں مدینہ کے دیگر غیر مسلموں سے متعلق امور ہیں۔ اس دستور میں تحریر شدہ اہم باتوں کو اختصاراً اس طرح بیان کیا گیا ہے:

(۱) خون بہا، فدیہ اور دیت کا طریقہ جو عہد جاہلیت میں رائج تھا اب بھی برقرار رہے گا۔

(۲) قوم یہود کو مذہبی آزادی حاصل رہے گی اور وہ مسلمانوں سے دوستانہ تعلقات رکھیں گے۔

(۳) جنگ کی صورت میں فریقین ایک دوسرے کے معاون و مددگار ہوں گے۔ بیرونی طاقت اگر مدینہ پر حملہ آور ہوگی تو مسلمان اور یہود شانہ بشانہ مل کر اس حملہ کو روکنے کے لئے مدافعت کریں گے۔

ترا جلال و جمال مردِ خدا کی دلیل
اقبال

مسجد نبوی

القرآن: اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ وَلَمْ يَخْشَ اِلَّا اللّٰهَ فَعَسٰٓى اُولٰٓئِكَ اَنْ يَّكُوْنُوْا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ ⑱

ترجمہ: اللہ کی مسجدوں کو تو وہ لوگ آباد کرتے ہیں جو اللہ اور روز قیامت پر ایمان لاتے ہیں اور نماز پڑھتے اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے یہی لوگ امید ہے کہ ہدایت یافتہ لوگوں میں (داخل) ہوں۔(سورۂ توبہ، آیت ۱۸)

الحدیث: (۱) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری اس مسجد میں ایک نماز کا (ثواب) مسجد حرام کے سوا دیگر مساجد میں ایک ہزار نمازوں (کے ثواب) کے برابر ہے۔(جامع ترمذی۔ باب ۲۳۸)

الحدیث: (۲) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین مساجد، مسجد حرام، مسجد نبوی اور مسجد اقصیٰ کے سوا کسی (مسجد) کی طرف (کثرت ثواب کی نیت سے) قصد سفر نہ کیا جائے۔(جامع ترمذی۔ باب ۲۳۸)

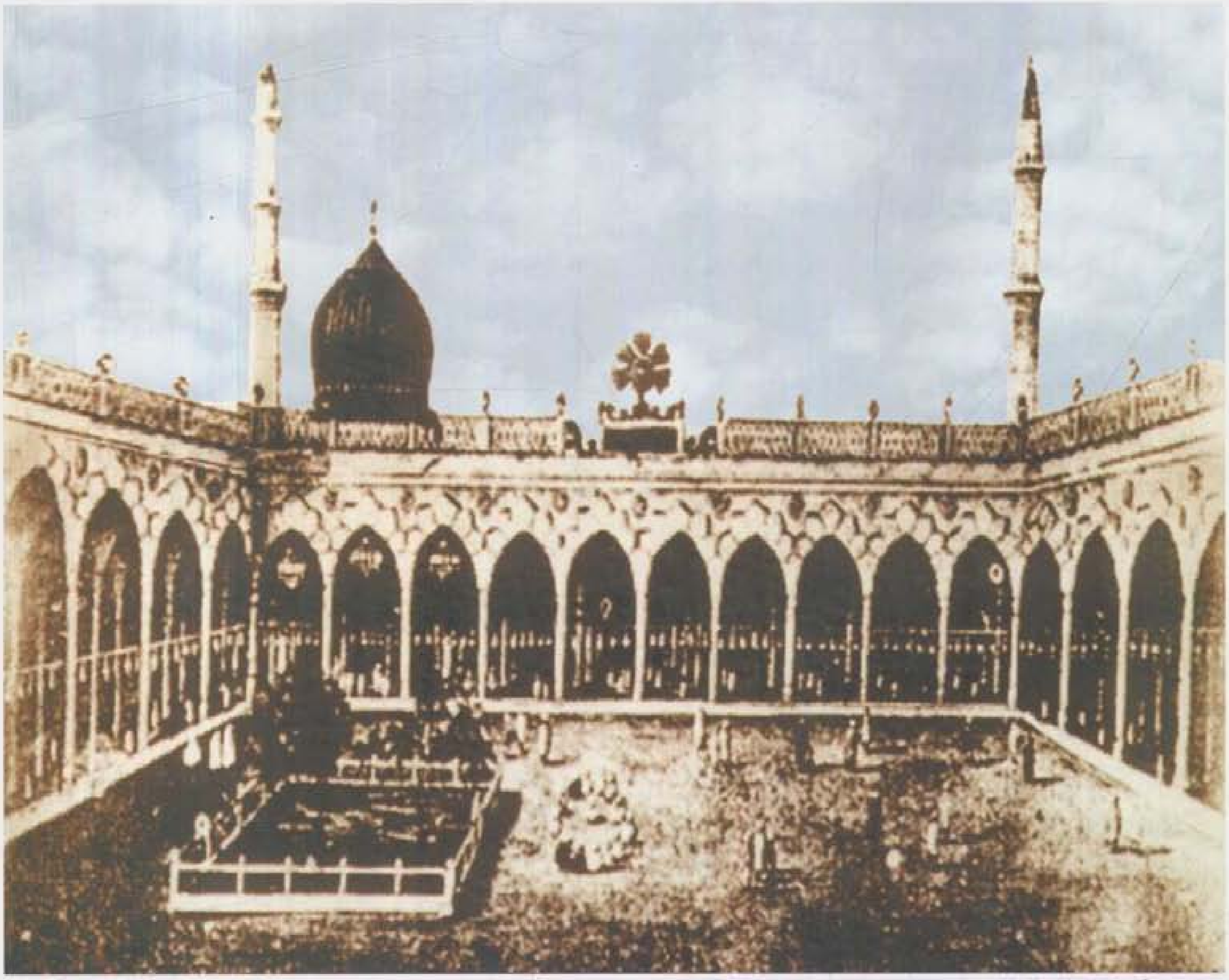
مدینہ منورہ میں حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے پاس فروکش ہونے کے بعد جب نماز کا وقت آتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جہاں موجود ہوتے وہیں نماز ادا فرمالیتے۔ اس زمانے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحنوں یا کھلے مقامات پر نمازیں ادا فرمائیں۔ چند روز بعد ایک مسجد تعمیر کرانے کا خیال پیدا ہوا۔(۱)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مربد کے بارے میں دریافت فرمایا جہاں اونٹنی قصویٰ بیٹھی تھی (مربد اس مقام کو کہتے ہیں جہاں خرما خشک کر کے تمر بنائے جاتے ہیں۔) حضرت معاذ بن عفراء رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ یہ زمین بنی نجار کے دو یتیم بچوں سہل اور سہیل کی ہے جو رافع بن عمرو کی اولاد ہیں اور میری کفالت میں ہیں۔(۲) صحیح بخاری کی روایت کے مطابق یہ دونوں لڑکے حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ کے زیر کفالت تھے۔(۳)

یہ زمین انصار کے چھوارے پھیلانے کے لئے استعمال کی جاتی تھی جس میں کچھ کھجور کے درخت بھی تھے۔ اس میں ایک جانب

ماخذ اور حوالے

(۱) سنن ابی داؤد، جلد اوّل، ص ۳۶۵، حدیث ۴۵۳، مترجمہ منظور احمد
(۲) سیرت رسول اکرمؐ، جلد دوم، ص ۱۷۲، کامل بن اثیر مترجمہ دائرہ معین المعارف
(۳) الوفاء باحوال مصطفیٰؐ: ابن جوزی ص ۳۰۵، بحوالہ بخاری مترجمہ محمد اشرف سیالوی
(۴) وفاء الوفاء: سمہودی تذکرۂ دیار حبیب، صفحہ ۳۸۰، مترجمہ محمد زاہد حسینی
(۵) سنن ابی داؤد: حدیث ۴۵۳، جلد اوّل، مترجمہ منظور احمد، صدیق اکبرؓ: سعید احمد اکبرآبادی، ص ۵۳
(۶) وفاء الوفاء: سمہودی تذکرۂ دیار حبیب، صفحہ ۳۷۹ بحوالہ واقدی
(۷) سیر الانصار: سعید انصاری، حصہ اوّل، ص ۲۵۲ بحوالہ زرقانی
(۸) تیس پروانے رسالت کے: طالب ہاشمی، ص ۲۶۳ بحوالہ فتح الباری
(۹) مدینۃ الرسول: منظور احمد



مسجد نبوی اور گنبد خضریٰ کا ایک قدیم نمونہ۔

خونِ جگر سے صدا سوز و سُرور و سُرود

اقبال

چند مشرکوں کی قبریں بھی تھیں۔ کہیں ٹیلے اور مٹی کے ڈھیر تھے۔ بعض مقامات پر اس میں گڑھے بھی تھے۔

اس سلسلے میں ایک روایت یہ بھی ہے کہ حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ نے ایمان لانے کے بعد اس زمین پر نماز با جماعت ادا کرنے کا انتظام کیا تھا۔ اسی لئے جب مسجد کی تعمیر کا خیال پیدا ہوا تو اسی زمین کو منتخب کیا گیا۔(۴)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں بچوں کو بلایا اور مسجد کی تعمیر کی غرض سے یہ زمین قیمتاً لینے کی بات



مسجد نبوی کی ایک نادر تصویر جو ترکی تعمیر کے خستہ ہوجانے کے بعد پہلی سعودی تعمیر (۱۹۰۳ء) سے پہلے کی حالت کو ظاہر کر رہی ہے۔

شاہ، ص ۱۴۷

(۱۰) وفاء الوفاء: سمہودی تذکرۂ دیار حبیب، صفحہ ۳۸۳

(۱۱) ایضاً ص ۳۹۱ مترجمہ محمد زاہد حسینی

(۱۲) جذب القلوب الی دیار حبیب: شیخ عبدالحق دہلوی، ص ۹۹ مترجمہ عرفان علی

(۱۳) رحمۃ للعالمین: محمد سلیمان سلمان: منصور پوری جلد اوّل ص ۱۹۴

(۱۴) زاد المعاد جلد دوم، ص ۱۴۴: حافظ ابن قیم مترجمہ۔ رئیس احمد جعفری

(۱۵) صحیح بخاری جلد اوّل، ص ۲۲۰

(۱۶) سنن ابی داؤد: جلد اوّل ص ۳۶۸، حدیث ۴۵۸، مترجمہ منظور احمد

(۱۷) صحیح بخاری جلد اوّل ص ۲۲۱ مترجمہ محمد عادل خان

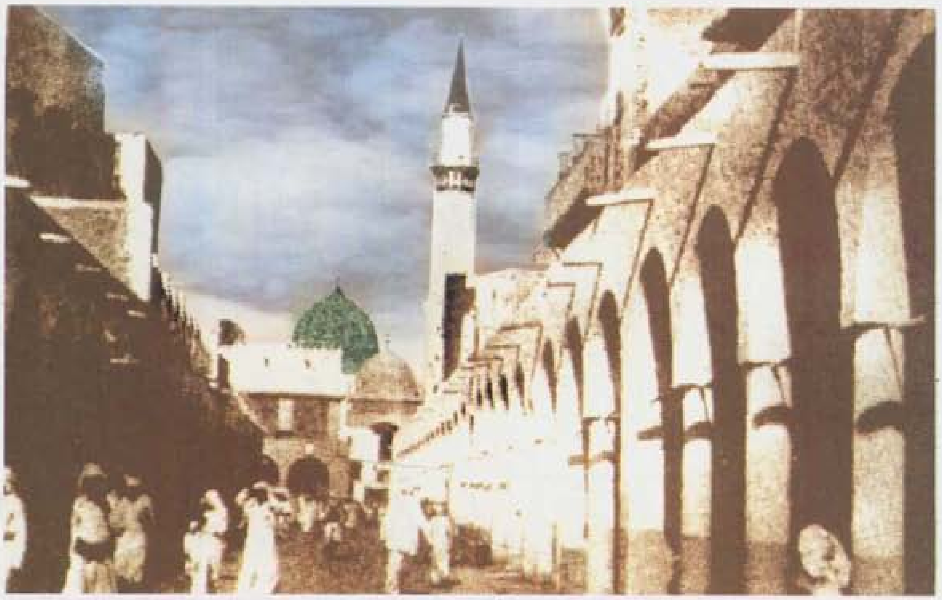
(۱۸) الوفاء باحوال مصطفٰے ص ۳۰۵ ابن جوزی

(۱۹) وفاء الوفاء: سمہودی، تذکرۂ دیار حبیب ص ۳۹۱

(۲۰) ایضاً ص ۳۹۰ مترجمہ محمد زاہد حسینی

(۲۱) اردو دائرہ معارف اسلامیہ جلد ۲۰، ص ۵۹۷، دانش گاہ

صفائے
دل
کو
کیا
آرائش
رنگ
تعلق
سے؟
اقبال



مسجد نبوی کے باب السلام کے سامنے کا پُر رونق بازار...... ایک صدی پرانی تصویر۔

کی۔ وہ اور ان کے قبیلے والوں نے عرض کیا: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی قیمت دنیا میں نہیں بلکہ آخرت میں اجروثواب کی صورت میں وصول کرینگے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیمت پراصرار فرمایا توبالآخر دس دینار طے ہوئی۔(۵) قیمت کس نے ادا کی؟ امام زہری رحمہ اللہ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا نام لکھا ہے۔(۶) ایک روایت یہ بھی ہے کہ حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ نے اس زمین کے معاوضہ کے طور پر ان بچوں کو بنو بیاضہ میں ایک باغ دیا۔(۷) فتح الباری میں ہے کہ اس کی قیمت حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے ادا کی۔(۸)

تعمیر مسجد کا کام ربیع الاول سنہ ایک ہجری مطابق اکتوبر ۶۲۲ء شروع ہوا۔(۹) اپنے جدامجد سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی سنت ادا کرتے ہوئے دین حنیف کو مکمل کرنے والے نبی آخر الزّماں صلی اللہ علیہ وسلم نے حرم مدینہ کی بنیاد رکھنا چاہی تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا: ”اے حبیب اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! حکم الٰہی ہے کہ اس کا عریش موسیٰ کلیم اللہ کے عریش کے مطابق بنایا جائے۔ بلندی سات ذراع سے زیادہ نہ ہو۔ تزئین و آرائش میں تکلف سے کام نہ لیا جائے۔“(۱۰)

حرم مدینہ کے معمار نے حکم دیا کہ قبریں کھود کر ہڈیاں نکال دی جائیں، گڑھے بھر دیئے جائیں، ٹیلے زمین کے برابر کردیئے جائیں۔ جب زمین ہموار ہوگئی تو کھجور کے درخت کٹوا کر قبلہ کی طرف باڑھ لگائی گئی جس سے ایک دیوار سی بن گئی۔ یہ وہ مبارک جگہ تھی جہاں ہجرت نبوی سے پہلے ہی حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھا کرتے تھے وہاں ایک لمبی دیوار اسی غرض سے بنی ہوئی تھی۔ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے خود مسجد نبوی کا ایک خاکہ سوچا پھر اللہ کے نام سے اس کی ابتداء کی۔ یہ مستطیل خاکہ تھا۔ اس کی لمبائی ستر ہاتھ اور چوڑائی ساٹھ ہاتھ رکھی گئی۔(۱۱)

پنجاب، لاہور

(۲۲) وفاء الوفاء: سمہودی، ص ۱۵

(۲۳) سیرت المصطفےٰ: محمد ادریس کاندھلوی، ص ۳۵۱، حصہ اوّل

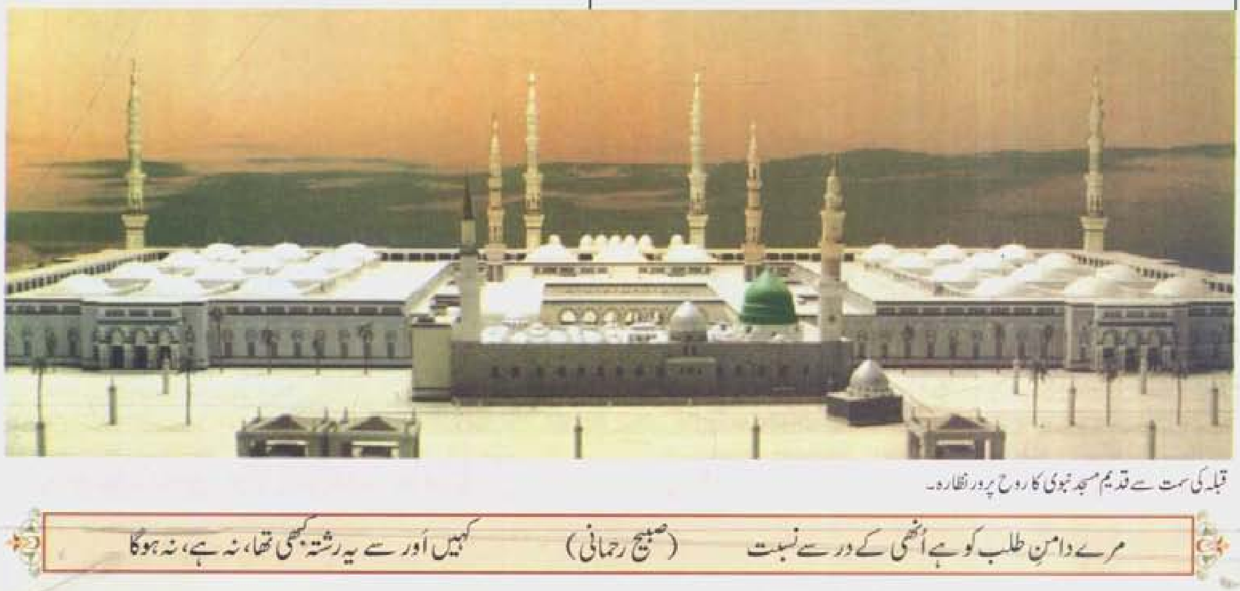
(۲۴) ایضاً ص ۳۳۰

(۲۵) صحیح بخاری جلد اوّل حصہ اوّل، ص ۳۳۰، حدیث ۸۲۸، ص ۴۶۲

(۲۵) ایضاً حدیث ۱۱۶ باب ۷۵۵ ص ۴۶۲

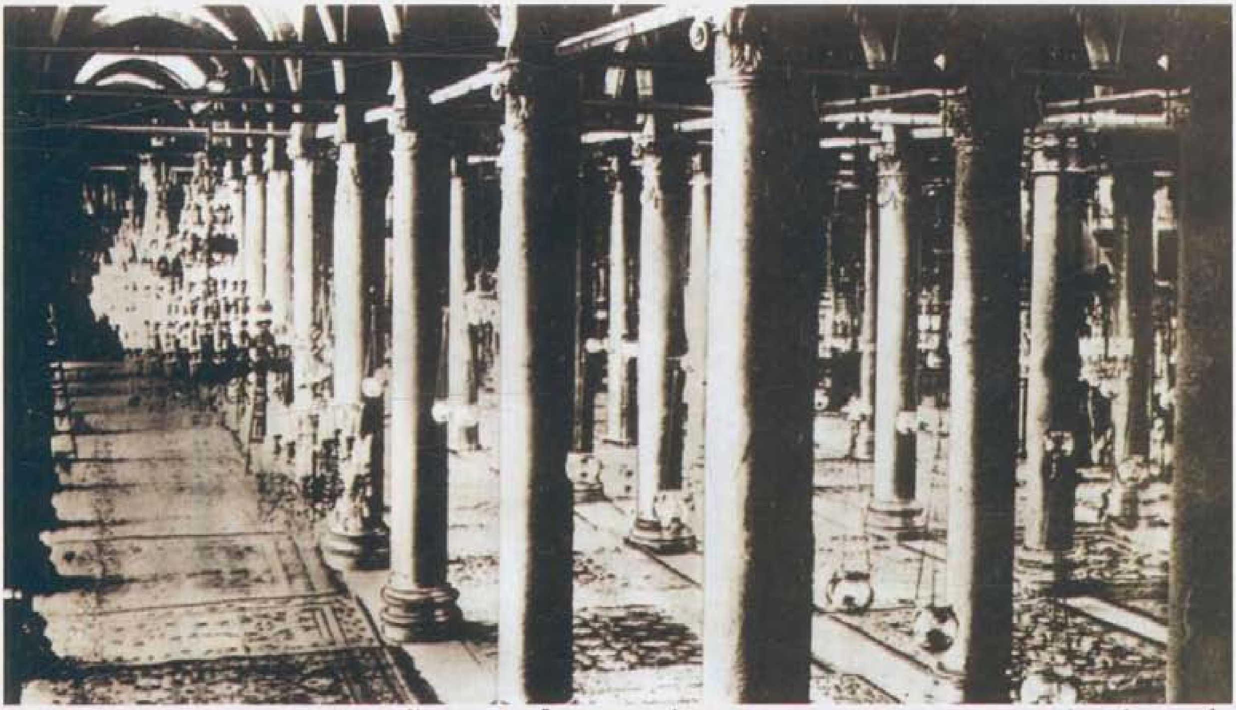
(۲۶) سیرت المصطفےٰ: محمد ادریس کاندھلوی، ص ۳۳۰، جلد اوّل

(۲۷) خصائص الکبریٰ حصہ اوّل ص ۳۷۳، جلال الدین سیوطی مترجمہ غلام معین الدین نعیمی



قبلہ کی سمت سے قدیم مسجد نبوی کا روح پرور نظارہ۔

مرے دامنِ طلب کو ہے اُنھی کے در سے نسبت (صبیح رحمانی) کہیں اور سے یہ رشتہ کبھی تھا، نہ ہے، نہ ہوگا



''نقش قدم سے رہگزر دامن گل فروش ہے'' مسجد نبوی کے پُر انوار دالان کا صدیوں پہلے کا منظر۔ روشنی پہلے نیچے (ہانڈی) تھی اب اوپر (بلب) چلی گئی۔

صورتِ دل ہے یہ ہر چیز کے باطن میں مکیں

اقبال

اس وقت مسجد کی اونچائی تین گز رکھی تھی ''جذب القلوب'' میں علامہ سمہودی کی ''وفاء الوفا'' کے حوالے سے طول، قبلہ سے حد شمال تک ۵۴ گز اور مشرق سے مغرب تک ۶۳ گز لکھا ہے۔ (۱۲) مسجد کا پایہ تین ہاتھ چوڑا اور پتھر کا رکھا گیا۔ مسجد کی دیواریں کچی اینٹوں سے بنائی گئی تھیں اور ان کی بلندی ۳ گز تھی۔ (۱۳) قبلہ کی دیوار بیت المقدس کی سمت اینٹ سے بنائی گئی۔

کھجور کے درخت کے تنوں سے مسجد کے ستون بنائے گئے۔ جب مسجد کی تعمیر ایک خاص حد تک ہوگئی تو صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا: ''یارسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) اب چھت ڈال لیں تو اچھا رہے گا۔'' فرمایا: ''نہیں موسیٰ (علیہ السلام) جیسا عریش ہی خوب ہے۔'' (۱۴) البتہ سائبان کے طور پر کھجور کے درخت



۱۹۵۶ء میں ترکی اور عربی فن تعمیر روضۂ رسولؐ کے زاویہ پر گلے مل رہے ہیں۔ ایک طرف خلوص فن کی شفق رنگ سرخی ہے اور دوسری جانب نمودِ سحر کی سفیدی۔ ؏
سلسلۂ روز و شب نقش گرِ ممکنات



روضۂ رسولؐ کا یہ تعمیری زاویہ عہدِ نبوی کی مسجد کے حدود کی نمائندگی کرتا ہے۔ اس کا چپہ چپہ مقدس ترین ہستیوں کے سجدوں کا امین ہے۔

طیبہ کی زمیں وہ ہے کہ صدیوں سے جہاں پر   مامور چراغوں کی حفاظت پہ ہوا ہے   (محشر بدایونی)

نقش ہیں سب ناتمام خونِ جگر کے بغیر

اقبال



صحن اور دالان، سعودی تعمیر کی کمانیں۔ طائرانِ حرم جوق در جوق...... یہاں مادی رزق بھی ہے اور روحانی بھی ؏ نغمے ہیں ترے مسجد نبوی کی فضا میں

کی شاخیں مع پتّے شہتیر کی جگہ ڈالے گئے۔ چھت ایسی تھی کہ بارش ہوتی تو اوپر سے لوگوں کے سروں پر پانی ٹپکتا اس سے بچنے کے لئے اسے اوپر سے گارے سے لیپ دیا گیا پھر بھی پانی گرتا جس سے زمین گیلی ہوجاتی اور نماز ادا کرنے میں دقت پیش آتی۔ ایک رمضان میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین مسجد میں اعتکاف کررہے تھے کہ بارش ہوگئی یہاں تک کہ کھجور کی ٹہنیوں والی چھت سے پانی ٹپکنے سے زمین بہت گیلی ہوگئی۔ صحیح بخاری میں ہے کہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم پانی اور گارے میں سجدہ فرمارہے تھے جس کے نشانات پیشانی مبارک پرنمایاں تھے۔(۱۵) یہ دیکھ کر انصار نے باہم مشورہ کیا اور کچھ درہم و دینار جمع کر کے خدمت اقدس صلی اللہ علیہ وسلم میں چھت بنانے کے لئے پیش کئے۔ ارشاد ہوا: ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا۔ میں موسیٰ (علیہ السلام) کے طریقے سے ہٹ نہیں سکتا، یہ عریش ان کی جھونپڑی کی مانند ہوگا۔ ایسی صورت میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اپنی مدد آپ کے اصول پر کنکریاں لاکر انہیں اپنی اپنی جگہ بچھالیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بہت پسند فرمایا۔ اس طرح مسجد میں سنگریزوں کا فرش بن گیا۔(۱۶)

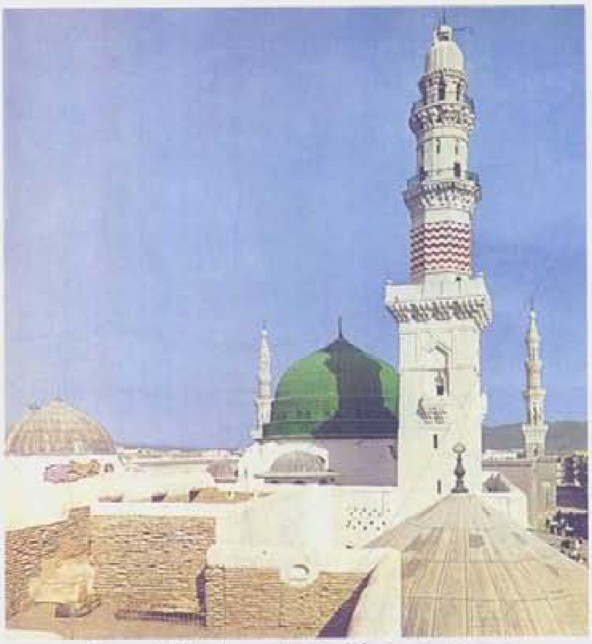
دھوپ تیز ہوتی تو زمین گرم ہوجایا کرتی۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سجدے کے مقام پر قمیص کا دامن بچھالیا کرتے یا عمامہ پر سجدہ کرلیا کرتے۔(۱۷) دروازہ کے دونوں جانب پتھر کے ستون کھڑے کئے گئے تھے۔(۱۸)

حضرت طلق بن علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مسجد کی تعمیر کے لئے گارا بن رہا تھا اس کی تیاری سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم مطمئن نہ تھے۔ میں نے بڑھ کر پھاوڑا لیا اور گارے کو اچھی طرح تیار کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو میرا کام پسند آیا۔ فرمایا: ”یہ کام اس کے حوالے کردو۔“ میں نے عرض کیا: ”کیا میں اینٹیں بھی اٹھا کر لاؤں؟“ فرمایا: ”نہیں تم گارا گھولو، کیونکہ اس کام سے تم خوب واقف ہو۔“ یہ ارشاد ایک طرح ان کے فن کی قدردانی تھی۔(۱۹)

بئر ایوب (کنواں) کے قریب واقع خنجبہ کے بیلہ سے مٹی لے کر اینٹیں تیار کی گئیں، کچی اینٹوں کو دھوپ میں سوکھا کر عمارت کا

طلب جس کی صدیوں سے تھی زندگی کو

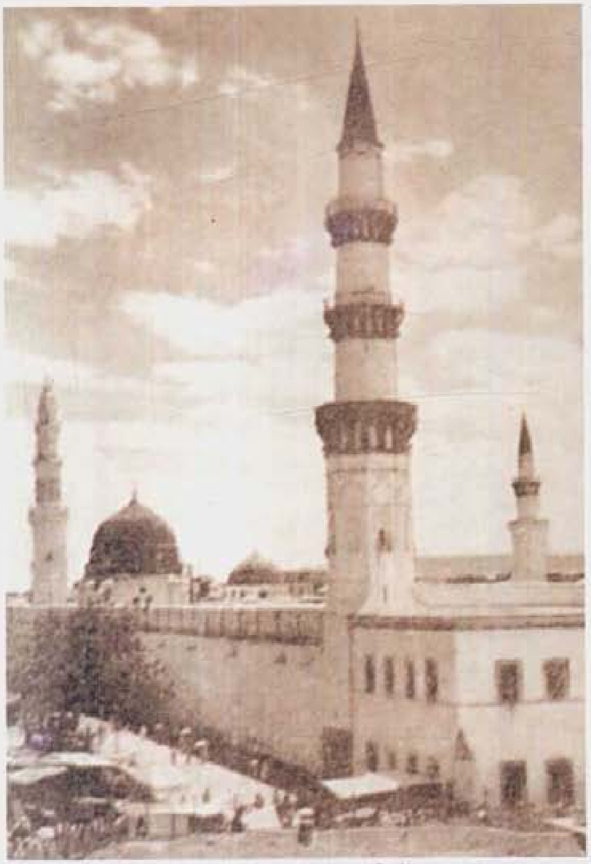
اقبال



۱۲۷۷ھ (۱۸۶۰ء) میں روضۂ اقدسؐ پر گنبد خضریٰ خلیفہ عبدالمجید عثمانی کے عہد میں تعمیر ہوا۔



جدید توسیع کے بعد صحن مسجد کی خودکار چھتریاں۔



ترک سلطان عبدالمجید عثمانی کی عظیم تعمیر سے پہلے مسجدِ نبوی کا منظر۔



ایک صدی پرانی گنبد خضریٰ کی تصویر جو مراۃ الحرمین میں دی گئی ہے۔ مؤلفہ کرنل رفعت پاشا مصری

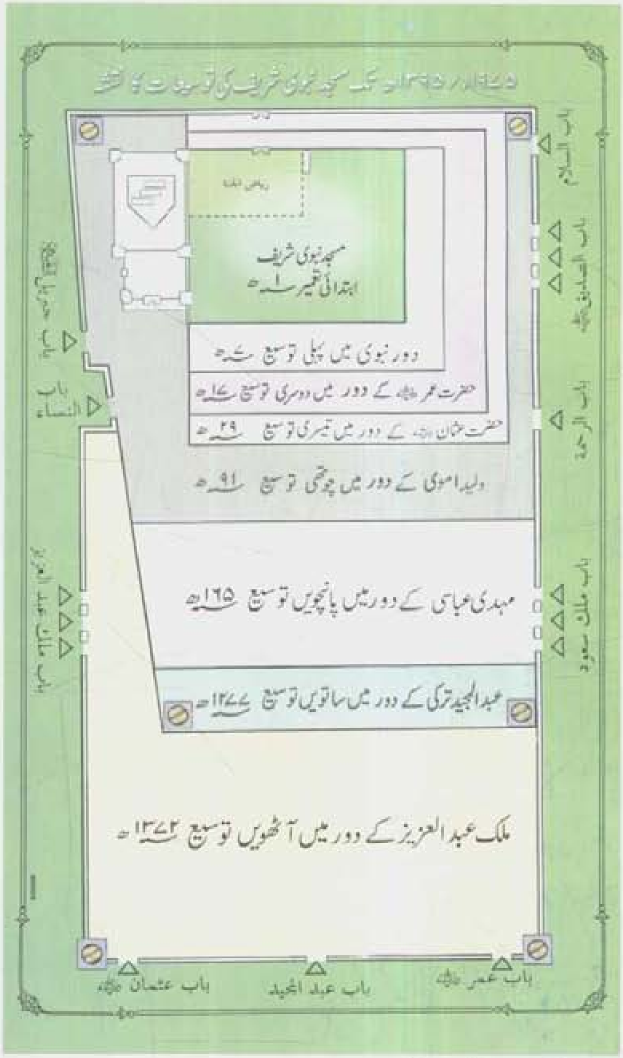
نہ چھلک سکے جواب تک، کہیں اور ہی پلک سے (غالب عرفان) کبھی بہہ گئے وہ آنسو، مرے شہر ماورا میں

صحبتِ اہلِ صَفا، نور و حضور و سُرور
اقبالؔ

مسالہ تیار کیا جاتا۔(۲۰) ایک روایت یہ بھی ہے کہ ان اینٹوں کو چاہ فاطمہ پر پکالیا جاتا تھا۔(۲۱) علامہ سمہودی نے لکھا ہے کہ ان اینٹوں کا طول ایک گز سے زیادہ، عرض ادھا گز اور اونچائی سوا گز ہوتی تھی۔(یہ گز چھ انچ کا ہوتا تھا)۔(۲۲) صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اینٹیں اور پتھر اٹھا کر لاتے تھے۔ اس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کے ساتھ اس کام میں برابر کے شریک تھے۔

ماہ ربیع الاوّل سے صفر تک مسجد نبوی کی تعمیر ہوتی رہی۔(۲۳) رب کائنات کی عبادت کے لئے ایک سادہ سی عمارت تعمیر ہوگئی جس میں نہ کوئی محراب، منبر اور مینار تھا، نہ کوئی فرش اور سامانِ آرائش تھا۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ان چیزوں کی کیا ضرورت! ان کے لئے تسلیم کی محراب، رضا کا منبر، اخلاص کا مینار، تواضع کا فرش اور صدق و یقین کی تزئین، سامان آخرت تھا۔

جب تک بیت المقدس قبلہ رہا مصلیٰ نبوی کا مقام اس طرح معلوم کیا جاسکتا ہے کہ اسطوانہ عائشہ (رضی اللہ عنہا) کو پشت کر کے شمال کی جانب چلیں تو باب جبرئیل کے مقابل اس طرح کھڑے ہوجائیں گے کہ باب عثمانؓ آپ کے دائیں کندھے پر ہو۔ یہی مقام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مصلیٰ کا تھا۔ تحویلِ قبلہ کے حکم کے بعد حضرت جبرئیل علیہ السلام نے مدینہ اور بیت اللہ کے درمیانی پردے (مکان، درخت، دشت، پہاڑ وغیرہ) ہٹا دیئے۔ اس طرح قبلہ کی



مسجد نبوی کی عہد بہ عہد توسیعات کا نقشہ۔


شاہ فہد کی تعمیر سے پہلے۔ مسجد نبوی کا پُرانوار بالائی حصہ۔

کبھی نزدیک جا کر آستانے پر ملوں آنکھیں   کبھی گر دور بیٹھوں، میں کروں نظارہ گنبد کا
(کرامت علی شہیدی)

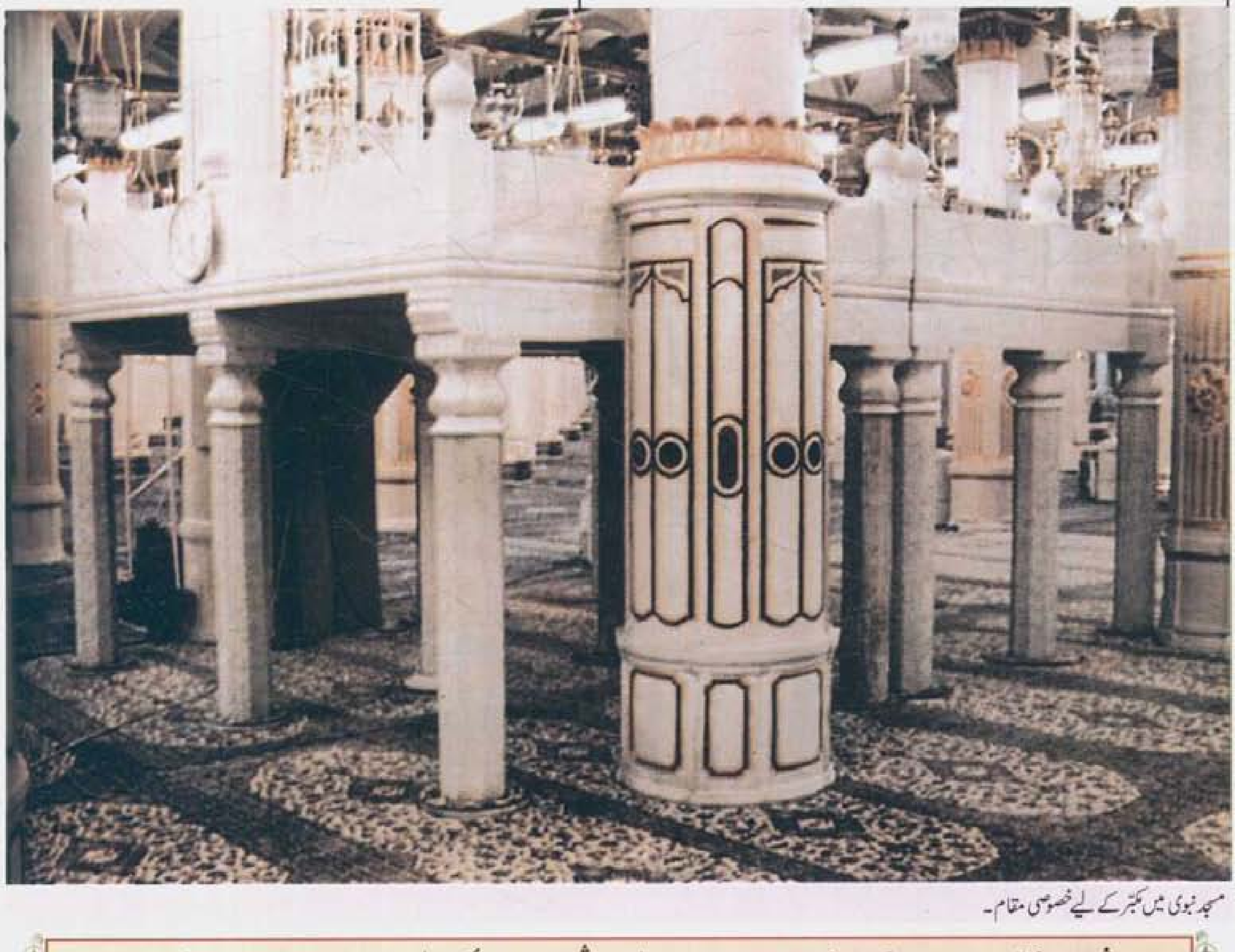


مسجد نبوی خلیفہ عبدالمجید (۱۸۴۶ء) کی تعمیر اور درمیان میں باب مجیدی۔

دیں ہو تو مقاصد میں بھی پیدا ہو بلندی

اقبال

سمت درست کی گئی۔ چودہ پندرہ دن تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کا مقام موجودہ اسطوانہ عائشہؓ کے سامنے تھا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم



مسجد نبوی میں مکبّر کے لیے خصوصی مقام۔

شعور لایا، کتاب لایا، وہ حشر تک کا نصاب لایا
دیا بھی کامل نظام اس نے اور آپ ہی انقلاب لایا
(مظفر وارثی)

نکہتِ گل کی طرح پاکیزہ ہے اس کی ہوا

اقبال

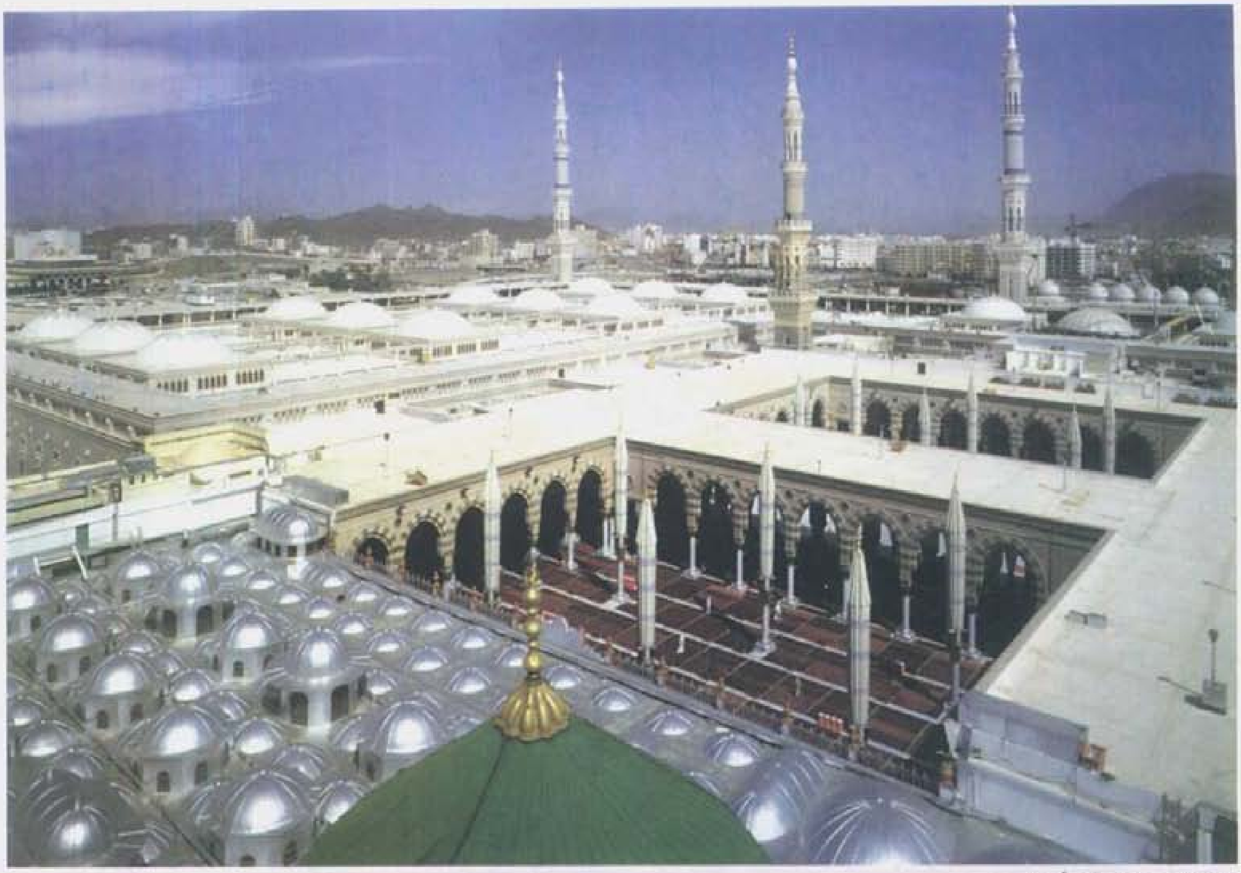


روضۂ رسولؐ کے زاویہ سے فضائی منظر۔



شاہ فہد کی تعمیر کے بعد باب جبرئیل باب بقیع والا رخ — ہر زاویہ سے اس حرم دلکشا کی خیر۔

یہ روشنی گنبد خضریٰ کی، یہ جگمگ راہیں طیبہ کی ‏ (امید فاضلی) ‏ امید مہ و خورشید یہاں دامانِ طلب پھیلاتے ہیں



سعودی توسیع کے بعد کا فضائی منظر۔

غنچہ ہے اگر گُل ہو گُل ہو تو ہے گُلستاں ہو

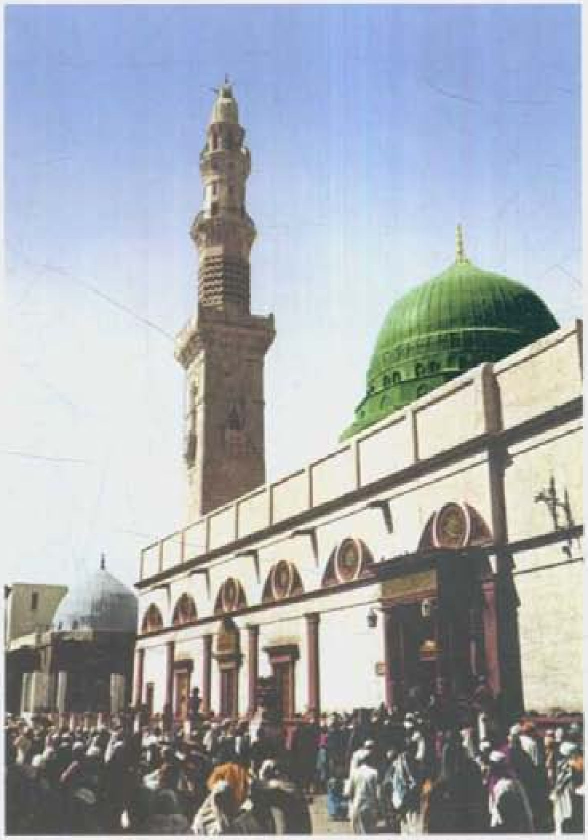
اقبال



ستونوں اور کمانوں کی پُرشکوہ تعمیر ع شام کے صحرا میں ہو جیسے ہجوم نخیل۔

نام کے نقش سے روشن یہ نگینہ ہو جائے (ریاض خیر آبادی) کعبۂ دل، مرے اللہ مدینہ ہو جائے

غواصِ محبت کا اللہ نگہباں ہو
اقبال

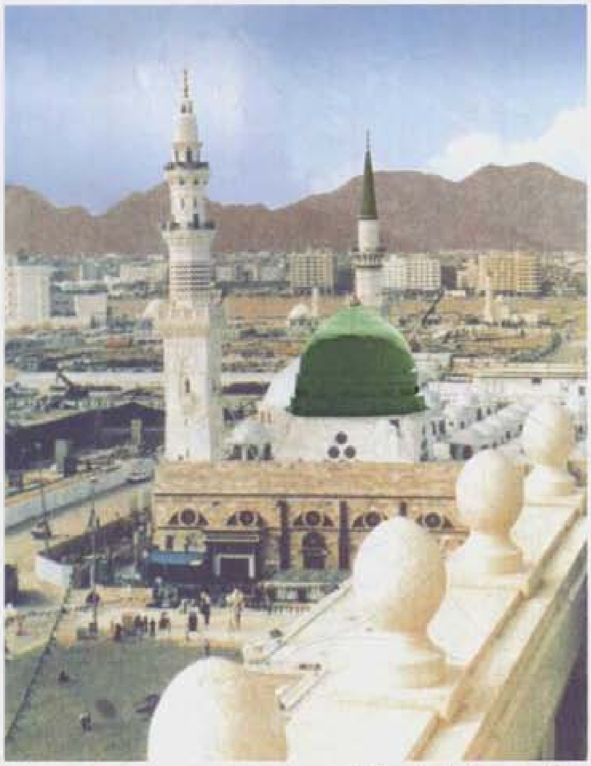


زاویہ روضہ رسولؐ کا منظر جبکہ سری گنبد موجود تھا جو حضرات حسنینؓ سے منسوب تھا۔

اسطوانہ حنانہ والی جگہ کھڑے ہوکر نماز پڑھانے لگے۔ اس زمانے میں مصلی کے لئے محراب جیسی کوئی علامت نہیں ہوتی تھی۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مصلیٰ (جائے نماز) میں قدموں کی جگہ چھوڑ کر جو ان کی سجدہ گاہ بنی ایک دیوار بنادی تا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سجدہ گاہ محفوظ رہے۔ مسجد نبوی میں یہ جگہ ریاض الجنہ میں سجدہ گاہ خاص و عام ہے۔ خلیفہ ولید بن عبدالملک کے حکم سے امیر مدینہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے وہاں پہلی بار محراب بنوائی۔ ترکوں نے اپنے دور میں اس محراب کو بہت خوبصورت بنادیا۔ اب جو محراب نظر آتی ہے وہ سنگ مرمر کے نوفٹ کے ایک ہی ٹکڑے سے بنائی گئی ہے جس میں آب زر کی میناکاری نمایاں ہے۔

عہد نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) میں مسجد کی تعمیر ثانی

۷ ہجری میں غزوۂ خیبر کے بعد امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے مصلّیوں کی کثرت کی وجہ سے توسیع فرمائی۔ اس بار مسجد کا حدود اربعہ بجائے مستطیل کے مربع فرمادیا۔ طول سو ہاتھ اور عرض بھی اتنا ہی کردیا گیا۔ اس بار بھی تعمیر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عملی طور



سری گنبد کے مسمار کرنے کے بعد توسیع۔

پر حصہ لیا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پیٹ سے لے کر سینے تک اینٹیں اٹھائے ہوئے تھے۔ عرض کیا: ”یہ مجھے دے دیجئے۔“ فرمایا: ”اینٹیں تو بہت ہیں تم بھی اٹھالو۔“

مسجد کو وسیع کرنے کے لئے مسجد سے متصل زمین کی ضرورت پیش آئی۔ یہ زمین ایک غریب انصاری کی ملکیت تھی۔ حضور اکرم صلی

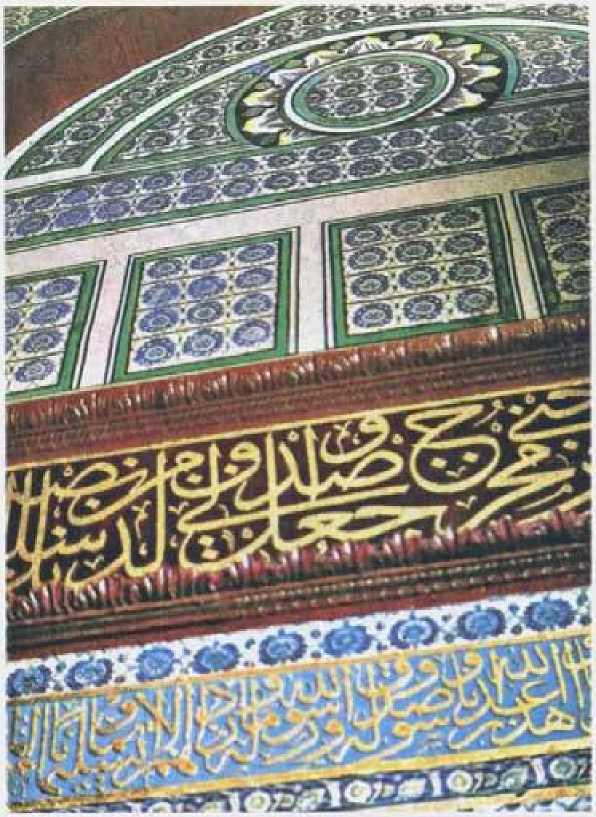


جمال ہی جمال — کمال ہی کمال — فردوسِ نظر جنتِ نگاہ
ریاض الجنہ میں مصلی رسولؐ۔ روح پرور اور وجد آفریں لمحات۔ ع تسکین کو ہم نہ روئیں جو ذوقِ نظر ملے

یہ معجزہ درِ اقدسؐ پہ اپنے ساتھ ہوا   پلک جھپکتے ہی ہم قد میں آسمان ہوئے   (اختر لکھنوی)

غیر یک بانگِ درا کچھ نہیں ساماں تیرا

اقبال



مسجد نبوی کی قبلہ کی جانب والی دیوار۔ خطاطی، فنکاری اور ہنرمندی کا شاہکار

اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”جنت کے ایک محل کے عوض یہ زمین دے دو۔“ وہ عُسرت اور کثیر العیالی کے باعث ایسا نہ کرسکے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے دس ہزار درہم ادا کرکے یہ زمین مسجد کے لئے خرید لی اور مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ اُسی شرط پر یہ قطعۂ زمین نذر کرتا ہوں۔ اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے اس زمین پر پہلی اینٹ رکھی پھر حضرت ابوبکر



روشنی کے لیے جدید ترین خوبصورت نور بکھیرتے شلنڈر — چشمۂ آفتاب سے نور کی ندیاں رواں



مسجد نبوی کی دیواروں پر قرآن مجید کی آیات — خطاط کی فنی مہارت کے بولتے طغرے۔

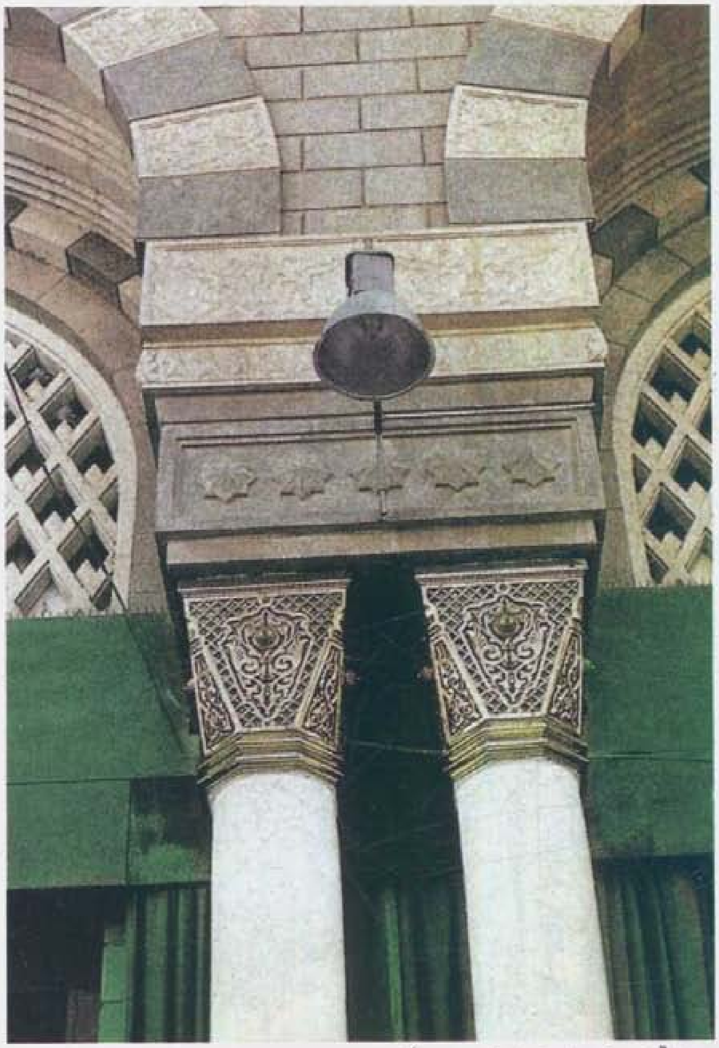
رضی اللہ عنہ، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ، پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اینٹیں رکھیں۔ اپنی جگہ یہ ترتیب بڑی معنی خیز ہے۔ (۲۴)

مسجدِ نبوی میں آٹھ اسطوانے یعنی ستون تعمیر کئے گئے۔ پہلا محراب کے متصل مصلیٰ کے داہنی جانب اسطوانۂ حنّانہ، دوسرا اسطوانۂ عائشہؓ جو حجرے کی جانب سے تیسرا تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تحویل قبلہ تک اسی ستون کی جانب نماز ادا فرمایا کرتے تھے۔ چوتھا اسطوانۂ سریر، وہ ہے جو شرقی جالی سے ملا ہوا ہے۔ اعتکاف کے دوران حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے یہاں ایک چٹائی (سریر) رات کو بچھائی جاتی تھی۔ پانچواں اسطوانۂ محرس ہے۔ اس جگہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نماز پڑھا کرتے تھے۔ یہ ستون اس دروازے کے مقابل ہے جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حجرۂ عائشہؓ سے مسجد میں تشریف لاتے تھے۔ چھٹا اسطوانہ الوفود کہلاتا تھا۔ اسی جگہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم وفود، جماعتوں اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے ملاقات فرماتے۔ ساتواں مربعتہ القبر ہے۔ اس کو مقام جبرئیل بھی کہتے ہیں۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام اکثر یہیں وحی لے کر حاضر

وہ علم کی اور عمل کی حد بھی، ازل بھی اس کا اور ابد بھی
وہ ہر زمانے کا راہبر ہے، مرا پیمبر عظیم تر ہے
(مظفر وارثی)

عناصر اس کے ہیں روح القدس کا ذوقِ جمال
اقبال

پانچواں سال تھا کہ ایک بار پھر مسجد نبوی چھوٹی پڑگئی۔ پچھلی تعمیر کو بارہ سال گزر چکے تھے۔ چنانچہ ربیع الاول ۲۹ھ مطابق ۶۹۵ء میں یہ کام شروع ہوا۔ سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے خود کام کیا۔ یہ کام دس ماہ میں مکمل ہوا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تعمیر میں جنوب اور شمال مغرب میں اضافہ کیا۔ مسجد میں ایک برآمدہ بھی بنایا گیا۔



سعودی تعمیری دالانوں میں ستون کا خوبصورت بالائی حصہ۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جب مسجد کی توسیع کی تو اپنے مصلّٰی کی جگہ دو فٹ اونچا چبوترہ تعمیر کیا تاکہ امام لوگوں کو نظر آئے اس پر ساگوان کی لکڑی کی چھت بنوائی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی مسجد میں المناک شہادت کے بعد یہ ایک طرح کی احتیاطی تدبیر تھی۔ ولید بن عبدالملک نے اسے منقش پتھروں سے تعمیر کیا۔ آج کل یہ سنگ مرمر کی ہے جس پر سنگ موسیٰ سے مینا کاری کی گئی ہے۔

آٹھ یا نو ہجری میں منبر کے بنائے جانے تک آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم مصلّٰی کے قریب مغربی جانب کھڑے ہوکر خطبہ ارشاد فرمایا کرتے۔ دوران خطبہ ایک خشک تنے سے جو وہاں پر نصب تھا ٹیک لگالیا کرتے تھے اسے اسطوانہ حنانہ کہا جاتا ہے۔ (۲۵) ایک انصاری صحابیہ کے نجّار (بڑھئی) غلام نے اجازت لے کر ایک منبر بنایا۔ اسکے تین زینے تھے۔ دو کھڑا رہنے کیلئے



قبلہ کی دیوار — اسمائے حسنیٰ — اسمائے رسول ﷺ اور آیات قرآنی سے مزین۔ یہ جنت نہیں ہے تو پھر اور کیا ہے؟ اس دالان کے آخر میں "مواجہہ شریف" ہے

خدمت ہوتے۔ آٹھواں اسطوانہ تہجد تھا۔ یہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز تہجد پڑھا کرتے تھے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آثار رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اصل حال پر رکھا لیکن جب عہد فاروقی آیا اور مدینہ کی آبادی میں بہت زیادہ اضافہ ہوگیا تو مسجد نبوی کی جگہ ناکافی محسوس ہونے لگی، چنانچہ ۱۷ ہجری مطابق ۶۳۸ء میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو مسجد کی توسیع کا خیال آیا۔ اس موقع پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صاف الفاظ میں کہا کہ اگر میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے نہ سنتا کہ اس مسجد میں توسیع کرنا ہے تو اس کو وسعت دینے کا خیال تک دل میں نہ لاتا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اکابر صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے باہمی مشورے سے مسجد کے تین اطراف میں اضافہ کیا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو سریر آرائے خلافت ہوئے

ترے حضور بصد شرم لے کے آیا ہوں
کچھ آنسوؤں کا تلاطم، کچھ آستیں کی تری
(احسان دانش)

میرا دل مری رزم گاہِ حیات

اقبال



مسجد نبوی کے مینار کی صراحی نما گردن پر جگمگاتا سنہری ہلالی کلس۔ سونے پر سہاگا۔

اور تیسرا درجہ بیٹھنے کا تھا۔ اس کا مقام آج تک وہی ہے جہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رکھوایا تھا۔

نیا منبر ایک گز لمبا تھا اور اس کے ہر زینے کی چوڑائی نصف گز تھی۔ پائے ایک بالشت تین انگشت تھے۔ ہاتھ کو ٹیک دینے والے بازو بھی اتنے ہی بلند تھے۔ اسی منبر کے بارے میں ارشاد تھا کہ یہ میرا منبر میرے حوض کوثر پر ہے اور جنت کے زینوں میں سے ایک زینہ ہے۔ یہ بھی فرمایا کہ جو جگہ میرے گھر اور میرے منبر کے درمیان ہے وہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے یعنی ریاض



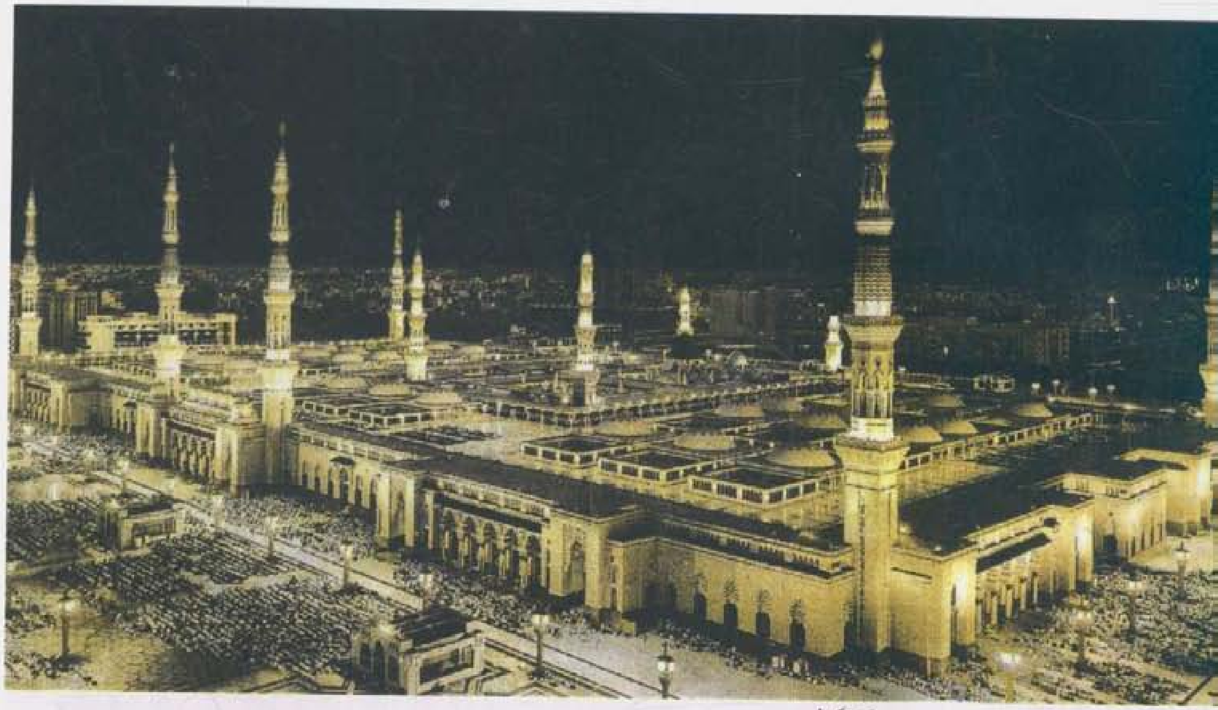
سنہری ہلالی چمکتا کلس۔

الجنۃ۔(۲۶)

یہ منبر صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے زمانے تک محفوظ رہا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانے میں اسے پہلی بار مصری کپڑے سے لپیٹا گیا۔ اس منبر پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک درجہ نیچے بیٹھتے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس سے ایک درجہ نیچے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جب خلیفہ ہوئے تو چھ سال تک وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اپنائے ہوئے زینے پر بیٹھا کرتے۔ اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نشست پر بیٹھنے لگے جس دن اس درجہ پر بیٹھے فرمایا ان دو زینوں پر بیٹھنے میں شیخین سے برابری کا خیال پیدا ہوسکتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے برابری کا تصور تک نہیں آسکتا۔

خلیفہ ولید بن عبدالملک کا توسیع کا کام ۸۸ ہجری ۷۰۶ء سے

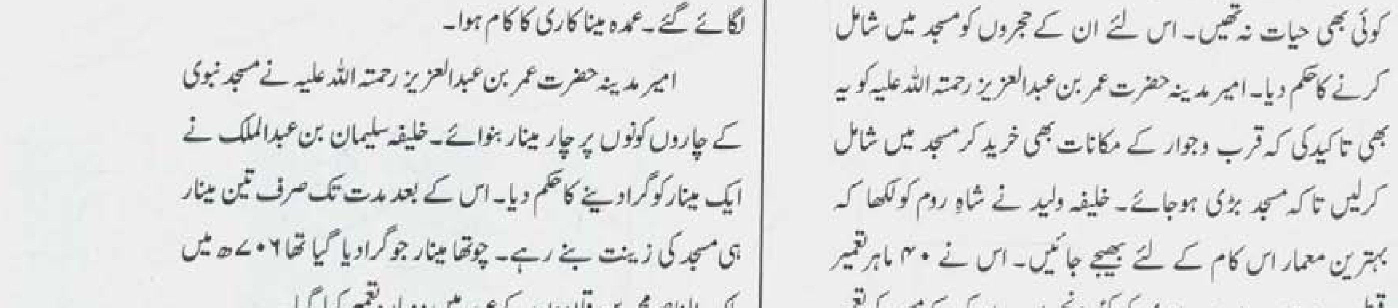
مدینہ
تیری
نگاہوں
کا
نور
تھا
گویا
اقبال



مسجدِ نبوی مختلف زاویوں سے۔ ع ہر زاویہ سے اس حرم دلکشا کی خیر

۹۱ ہجری ۷۰۹ء تک جاری رہا۔ اس وقت امہات المومنین میں سے کوئی بھی حیات نہ تھیں۔ اس لئے ان کے حجروں کو مسجد میں شامل کرنے کا حکم دیا۔ امیر مدینہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ کو یہ بھی تاکید کی کہ قرب وجوار کے مکانات بھی خرید کر مسجد میں شامل کرلیں تاکہ مسجد بڑی ہوجائے۔ خلیفہ ولید نے شاہِ روم کو لکھا کہ بہترین معمار اس کام کے لئے بھیجے جائیں۔ اس نے ۴۰ ماہر تعمیر قبطی، ۸۰ ہزار دینار اور چاندی کی کئی زنجیریں روانہ کرکے مسجد کی تعمیر میں تعاون کیا۔ یہ تعمیر منقش پتھروں سے کی گئی۔ سنگ مرمر کے ستون لگائے گئے۔ عمدہ میناکاری کا کام ہوا۔

امیر مدینہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ نے مسجد نبوی کے چاروں کونوں پر چار مینار بنوائے۔ خلیفہ سلیمان بن عبدالملک نے ایک مینار کو گرادینے کا حکم دیا۔ اس کے بعد مدت تک صرف تین مینار ہی مسجد کی زینت بنے رہے۔ چوتھا مینار جو گرادیا گیا تھا ۷۰۶ھ میں ملک الناصر محمد بن قلادون کے عہد میں دوبارہ تعمیر کیا گیا۔



شاہ فہد کی تعمیر— مکمل مسجد نبوی۔

کوئی ان کی بزمِ جمال سے کب اٹھا خوشی سے، کہاں اٹھا
جو کبھی اٹھا بھی اٹھائے سے، تو اُسی طرف نگراں اٹھا

قدرت تری ہم نفس ہے اے دِل

اقبال



مسجد نبوی مختلف زاویوں سے۔ ع حیراں ہوں کہ دو آنکھوں سے کیا کیا دیکھوں

ناصرالدین نے ۵۷۶ ہجری ۱۱۸۰ء میں ایک گنبد تعمیر کیا تھا جس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تبرکات اونی چادر، تہبند، جبہ، طیالسہ، غلاف کعبہ کے ٹکڑے، مصلی، جھنڈے اور ہتھیاروں کے دستے نیز مصحف عثمانی کو محفوظ کیا گیا۔



مسجد نبوی مختلف زاویوں سے۔ ع ہر زاویہ سے اس حرم دلکشا کی خیر

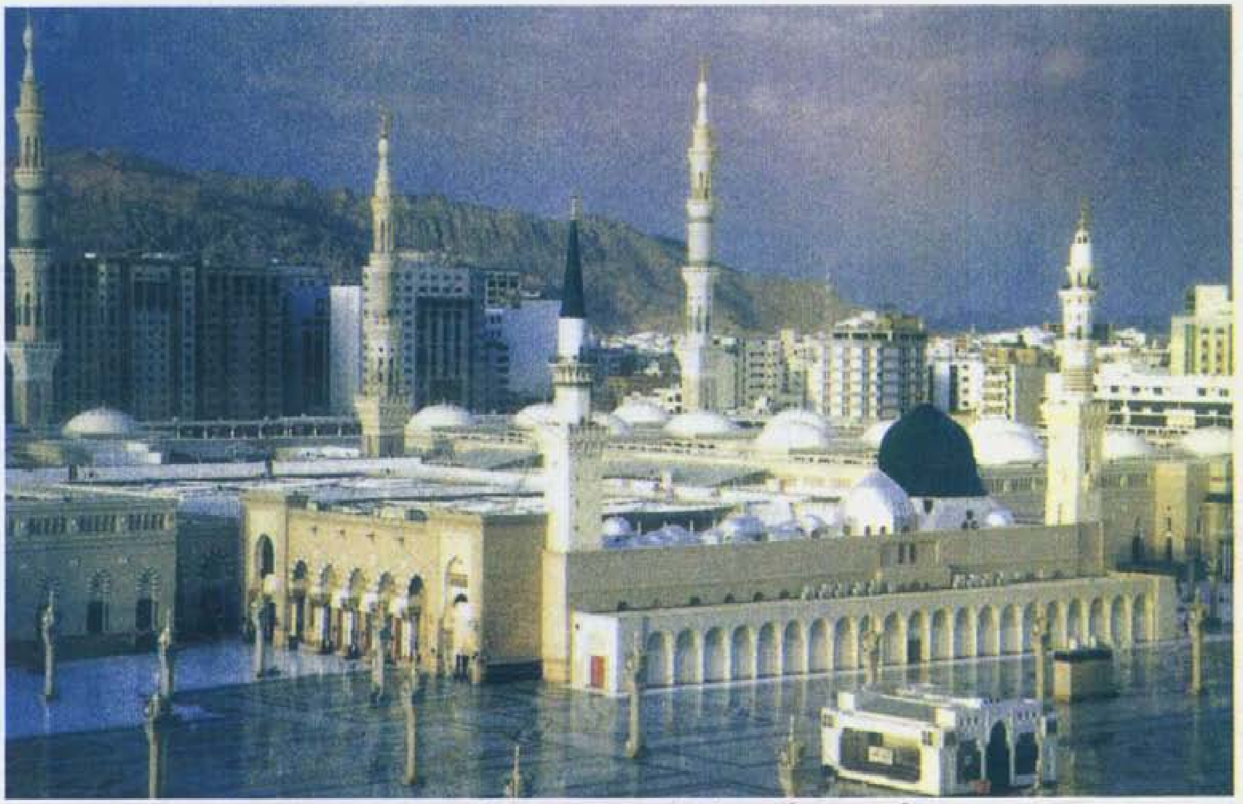
ملک ناصر محمد بن قلادون (مصری) نے ۷۰۵ ہجری ۱۳۰۵ء میں مسجد کی چھت درست کروائی۔ ۷۲۹ ہجری ۱۳۲۹ء میں دو برآمدوں کا اضافہ کیا۔ ۸۳۱ ہجری ۱۴۲۸ء میں ملک اشرف برسائی نے مسجد کی تعمیر اور توسیع کے لئے کام کیا۔ ۸۵۳ ہجری ۱۴۴۹ء میں اس خلیفہ کے زمانے میں مسجد نبوی کی چھت میں تعمیری کام کروایا گیا۔

۸۷۹ ہجری ۱۴۷۴ء میں ملک اشرف نے محراب عثمانی کو وسیع کیا اور ساتھ ہی باب جبرئیل کی دیوار بھی تعمیر کروائی۔ موذن کے لئے جگہ سنگ مرمر سے بنوائی۔ حجرۂ مبارک کی دیوار پر گنبد تعمیر کروایا۔ مزید دو گنبد باب السلام کے سامنے اندرونی حصہ میں تعمیر کروائے۔ باب الرحمت کا مینار بھی تعمیر کیا گیا۔ سلطان

جان کی طرح تمنا ہے یہی دل میں ریاضؔ (ریاض خیرآبادی)
مروں کعبہ میں تو منہ سوئے مدینہ ہوجائے

قسمتِ عالم کا مسلم کوکبِ تابندہ ہے

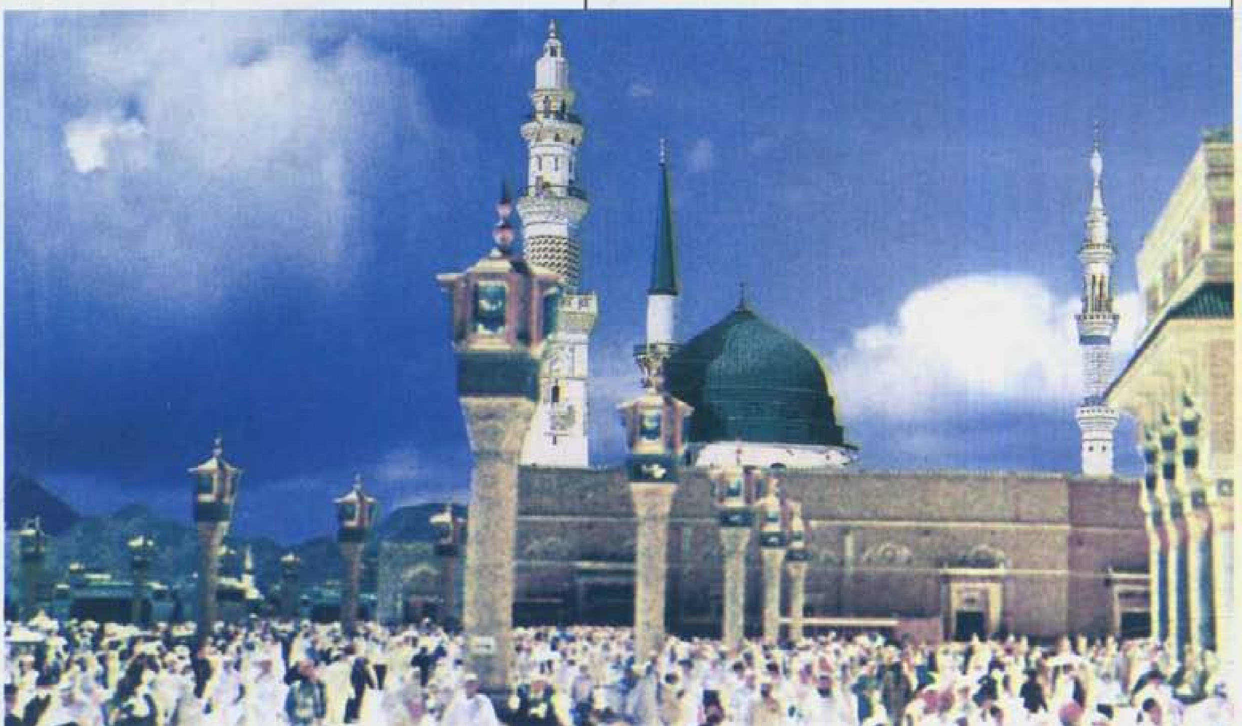
(اقبال)



مسجد نبوی مختلف زاویوں سے۔ ع حیراں ہوں کہ دو آنکھوں سے کیا کیا دیکھوں (انیس)
حرف پردہ پوش تھے، اظہارِ دل کے باب میں (منیر نیازی)

سلمان (آلِ عثمان) نے ۹۷۴ ہجری ۱۵۶۶ء میں تزئین مسجد کی خاطر دیواریں منقش کروائیں جس سے مسجد کی خوبصورتی میں گوناگوں اضافہ ہوا۔

سلطان سلیم ثانی کے زمانے میں ۹۸۰ ہجری ۱۵۷۲ء میں حجرے پر خوبصورت گنبد بنوایا گیا اس گنبد میں طلائی گل کاری کروائی گئی اور چھوٹے چھوٹے پتھر لگا کر اس کی خوبصورتی میں اضافہ کیا گیا۔



گنبد خضریٰ پل پل نور بکھیرے۔ ے میرا وجود جیسے گم ہو کے رہ گیا ہے خود سے بچھڑ گیا ہوں، دربار مصطفےٰ میں (اعجاز رحمانی)

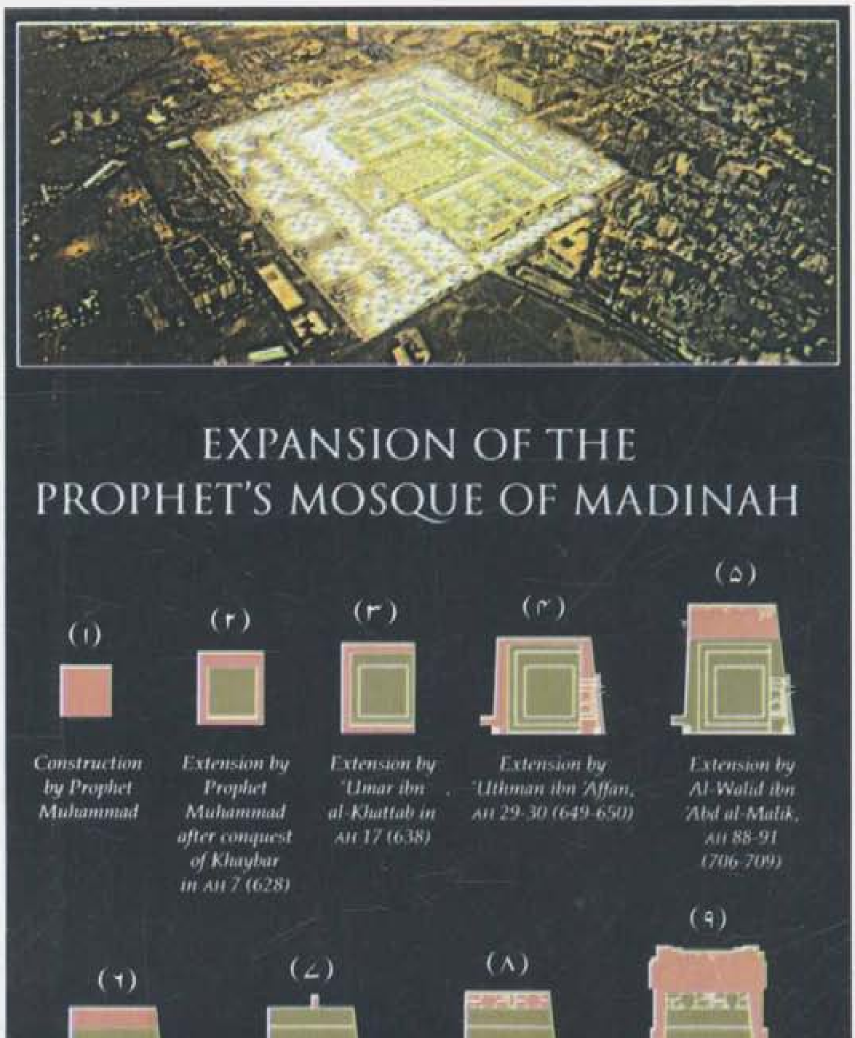
ترے کوچے میں ہم کل اس طرح سے جا بجا ٹھہرے (مصحفی) چلے چل کر تھمے، تھم کر بڑھے، بڑھ کر ذرا ٹھہرے

سلطان محمود نے گنبد کو ازسرنو مزار اقدسؐ پر تعمیر کروایا اور پہلی بار اس پر سبز رنگ کیا گیا جس کی وجہ سے یہ ''گنبد خضراء'' کہلانے لگا۔

۱۲۶۲ ہجری ۱۸۴۶ء میں مسجد کی خستہ حالی کی خبر جب سلطان ترکی عبدالمجید کو پہنچی تو انہوں نے فوراً مسجد کی تعمیر ومرمت کے لئے احکامات جاری کئے۔ وادیٔ عقیق سے سرخ رنگ کا پتھر نکلوایا اور مسجد کے سارے ستون اس پتھر سے تراشے گئے۔

مسجد نبوی میں باب مجیدی ان ہی کے نام سے موسوم ہے۔ ان ہی کے زمانے میں ۲۹۶ ستونوں کے نچلے حصہ پر سونے کے پترے چڑھائے گئے۔ گنبدوں کے اندرونی حصوں میں قرآن مجید کی آیات خطاطی کے نادر انداز میں کندہ کروائی گئیں۔ تزئین و آرائش پر خصوصی توجہ دی گئی۔ مسجد کے قد آدم دروازوں کو اعلیٰ چوبی کام سے دیدہ زیب بنایا گیا۔ یہ خوبصورت ترین توسیعات مانی جاتی ہیں جس سے مسجد کے حسن وزیبائش میں دوچند اضافہ ہوا۔ یہ کام ۱۲۶۵ ہجری (۱۸۴۹ء) سے ۱۲۷۷ ہجری (۱۸۶۱ء) تک جاری رہا۔ مسجد میں توسیع کا کام شمالی جانب کیا گیا جس سے رقبہ میں تقریباً ۱۲ ہزار مربع فٹ کا اضافہ ہوا۔

فخری پاشا نے محراب نبوی پر کام کروایا مسجد کے صحن میں واقع کنویں کو بند کروایا کیوں کہ لوگ اس کے پانی کو آب کوثر کہنے لگے تھے۔ سعودی حکومت کے فرمانروا ملک عبدالعزیز نے اپنے زمانے میں کڑے چڑھائے۔



مسجد نبوی کی عہد بہ عہد توسیع کا وضاحتی نقشہ۔

باندھتے ہیں پھول بھی گلشن میں احرامِ حیات

اقبال

مسجد نبوی کی توسیعات

(۱) رسول اللہ ﷺ کی ۱ ہجری میں تعمیر کردہ مسجد کا رقبہ
(۲) فتح خیبر ۷ھ (۶۲۸ء) کے بعد رسول اللہ ﷺ کے حکم سے توسیع
(۳) حضرت عمرؓ بن خطاب کی توسیع ۱۷ھ (۶۳۸ء)
(۴) حضرت عثمانؓ بن عفان کی توسیع ۲۹ تا ۳۰ھ (۶۴۹ تا ۶۵۰ء)
(۵) خلیفہ ولید بن عبدالملک کی توسیع ۸۸ تا ۹۱ھ (۷۰۶ تا ۷۰۹ء)
(۶) خلیفہ مہدی عباسی کی توسیع ۱۶۱ تا ۱۶۵ھ (۷۷۷ تا ۷۸۱ء)
(۷) سلطان اشرف قائتبائی کی توسیع ۸۸۸ھ (۱۴۸۳ء)
(۸) سلطان عبدالمجید عثمانی (ترکی) کی توسیع ۱۲۶۵ تا ۱۲۷۷ھ (۱۸۴۸ تا ۱۸۶۰ء)
(۹) شاہ عبدالعزیز السعودی کی توسیع ۱۳۷۲ھ ہجری (۱۹۵۲ء)
(۱۰) خادم الحرمین الشریفین شاہ فہد بن عبدالعزیز کی توسیع ۱۴۰۹ تا ۱۴۱۶ھ (۱۹۸۸_۹۵ء)

۱۹۴۹ء مطابق ۱۳۶۸ ہجری میں مسجد نبوی کی توسیع اور تعمیر کا اعلان ہوا۔ ۹ جولائی ۱۹۵۱ء مطابق ۱۳۷۰ھ کو اس منصوبہ کے ابتدائی مرحلہ پر کام کا آغاز ہوا۔ سلطان عبدالمجید عثمانی کی تعمیر ایک صدی گزر جانے کے باوجود بھی اس درجہ معیاری، فنی اعتبار سے مضبوط، دلکش اور دیدہ زیب تھی کہ پہلے سعودی فرمانروا الملک عبدالعزیز نے اس کے بیشتر حصے کو جوں کا توں برقرار رکھا۔ مسجد نبوی کے اطراف و جوانب کی دیگر عمارتوں کو منہدم کیا گیا۔ بنیادوں کی کھدائی کا کام دو سال میں تکمیل پایا۔ ۱۹۵۴ء مطابق ۱۳۷۴ھ میں اسلامی ممالک کے نمائندوں کی موجودگی میں اس مقدس تعمیر کا سنگ بنیاد رکھا گیا۔ اس توسیعی منصوبے میں مسجد کے شمال، مشرق اور مغرب کی سمت توجہ دی گئی۔ اس توسیعی منصوبے کا کل رقبہ ۲۶۶ ، ۶۳ ،۱ مربع میٹر تھا۔ مسجد کی چہاردیواری کو مخروطی شکل سے مستطیل شکل میں تبدیل کیا گیا۔ یہ مسجد نبوی کی تاریخ کا اب تک کا سب سے بڑا منصوبہ تھا۔ یہ عظیم منصوبہ ان کے بیٹے اور جانشین شاہ سعود کے دور میں مکمل ہوا۔

شاہ فیصل کے دور میں مسجد کے مغربی سمت میں مزید توسیع کی گئی۔ نمازیوں کے لئے مسجد کے ساتھ سایہ دار عمارت کی تعمیر پر توجہ دی گئی۔ شاہ خالد کے عہد حکومت میں ۴۳ ہزار مربع میٹر رقبہ پر مزید گنجائش کے لئے سایہ دار مربع شکل کے شیڈ بنائے گئے۔

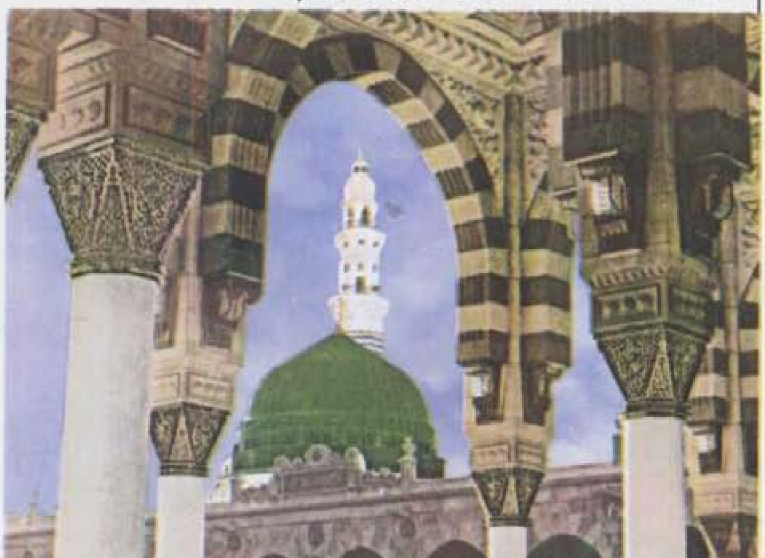
زائرین کی کثرت نے اس گنجائش کو بھی ناکافی قرار دیا۔ دوبارہ توسیعی منصوبہ بندی انتہائی غور وخوض سے کی گئی۔ صفر ۱۴۰۶ ہجری ۱۹۸۵ء میں اس پر عمل درآمد شروع ہوا۔ یہ آل سعود کے توسیعی منصوبے کا پانچواں اور سب سے عظیم منصوبہ ہے۔ اس کی تکمیل کے بعد مسجد نبوی کے موجودہ رقبہ میں مزید نو گنا اضافہ ہوجائے گا۔ اس غرض سے مسجد کے شمال، مشرق اور مغرب میں واقع عمارتوں کو منہدم کر کے ۹۸۵۰۰ مربع میٹر رقبہ حاصل کیا گیا ہے اور اس میں ۸۲ ہزار مربع میٹر زمین مسجد میں شامل کی گئی ہے۔ اس منصوبے کی تکمیل کے بعد موجودہ ۲۸ ہزار نمازیوں کی گنجائش بڑھ کر ۲۵۷۰۰۰ ہوجائے گی۔ مسجد کا موجودہ رقبہ بڑھ کر ۱۶۵۰۰۰ مربع میٹر ہوجائے گا۔

شاہ خالد نے مسجد نبوی کی توسیع، تعمیر آرائش، ائرکینڈیشنگ وغیرہ پر بے حساب دولت صرف کی۔ اب اس کی ایک حد "جنت البقیع" تک جا پہنچی ہے۔ مسجد کے اطراف وسیع پختہ سڑکیں، باتھ روم اور وضو خانے بنائے گئے ہیں۔ خوب صورت مینار اور عمارت پر سبز روح افزا روشنی اس کے حسن کو دوبالا کر دیتی ہے۔

۱۹۹۴ء میں شاہ فہد کے تعمیری منصوبے کی تکمیل ہوئی۔ آٹو میٹک چھتیں بنائی گئیں جو صرف ایک بٹن دبانے سے سرک جاتی ہیں۔ اس کے علاوہ بہت سی تعمیری اور تزئینی تبدیلیاں کی گئی ہیں۔

سعودی حکومت نے مسجد نبوی کی توسیع وتعمیر، آرائش وزیبائش پر کروڑوں ریال صرف کئے ہیں۔ مسجد کے اطراف کھلی اور پختہ سڑکیں تعمیر ہوگئی ہیں۔ مسجد کا حسن و جمال، دلکشی وزیبائش الفاظ میں بیان نہیں ہوسکتی۔ القصہ تصویروں میں بخوبی دیکھی اور محسوس کی جاسکتی ہے۔ اپنی آنکھوں سے دیکھنا تو' جنت نظر سے کم نہیں بلکہ "فردوس بر روئے زمین است" کی تفسیر ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اگر یہ مسجد مقام صنعاء (یمن) تک بھی پھیلتی چلی گئی تو میری ہی مسجد ہے۔ (۲۷)



سعودی اضافی تعمیر کے ستون اور کمانوں کی شان وشکوہ کچھ اور ہی ہے۔ سعودی تعمیر کے ستونوں کے درمیان سے روضہ رسولؐ کا دل خوش کن نظارہ۔ محسوس ہو رہا ہے صدیاں گزر گئی ہیں کچھ دیر تک رہا ہوں دربار مصطفیٰؐ میں (اعجاز رحمانی)

گر نا ترے حضور میں اس کی نماز ہے
اقبال

کبھی تک کے در کو کھڑے رہے، کبھی آہ بھر کے چلے گئے (غلام ہمدانی مصحفی) ترے کوچے میں ہم آئے ہیں تو ٹھہر ٹھہر کے چلے گئے

گوہر کو مُشتِ خاک میں رہنا پسند ہے
اقبال

مسجد نبوی کی بابت اہم معلومات

ترکی تعمیر کا موجودہ حصہ......۴۰۵۶م ۲/ (م=۲مربع میٹر)

پہلی سعودی عمارت کا تعمیر شدہ حصہ......۱۲۲۷۰م ۲/اس میں ۲۸۰۰۰نمازیوں کی گنجائش ہے۔

دوسری سعودی توسیع کا زمینی حصہ......۸۲۰۰۰م ۲/اس میں ۱۶۷۰۰۰نمازیوں کی گنجائش ہے۔

دوسری سعودی توسیع کی چھت ۶۷۰۰۰م ۲/اس پر ۹۰۰۰۰نمازیوں کی گنجائش ہے۔

مسجد کے اردگرد صحن......۲۳۵۰۰۰م ۲

نماز کے لیے صحن کا مخصوص حصہ......۱۳۵۰۰۰م ۲/اس میں ۲۵۰۰۰۰نمازیوں کی گنجائش ہے۔

صحن کے اردگرد دیوار کی لمبائی......۲۲۷۰م

کل رقبہ برائے نماز......۳۰۰،۳۲۶م ۲جس پر ۵۳۵۰۰۰ نمازیں کی گنجائش ہے۔

تہ خانہ کا رقبہ......۳۵۰۰م ۲/اس میں مسجد سے متعلقہ دفاتر ہیں۔

زمینی حصہ میں کل ستون......۲۱۷۵/ایک ستون کا قطر ۶۴ سنٹی میٹر ہے۔

چھت کے ستون......۵۵۰

میناروں کی کل تعداد......۱۰

گنبد خضراء سے متصل مینار کی بلندی......۵۳،۴۴م

باب السلام والے مینار کی بلندی......۳۸،۸۵م

پہلی سعودی توسیع کے دو میناروں کی بلندی......۷۲م

دوسری سعودی توسیع کے چھ میناروں کی بلندی......۱۰۴م

دروازوں کی کل تعداد......۸۵/ہر دروازہ کی چوڑائی ۳ میٹر اور بلندی ۶ میٹر ہے۔

چھت کے لئے عام سیڑھیوں کی تعداد......۱۸

الیکٹرک سیڑھیوں کی تعداد......۶/ہر یونٹ ۴ سڑھیوں پر مشتمل ہے۔

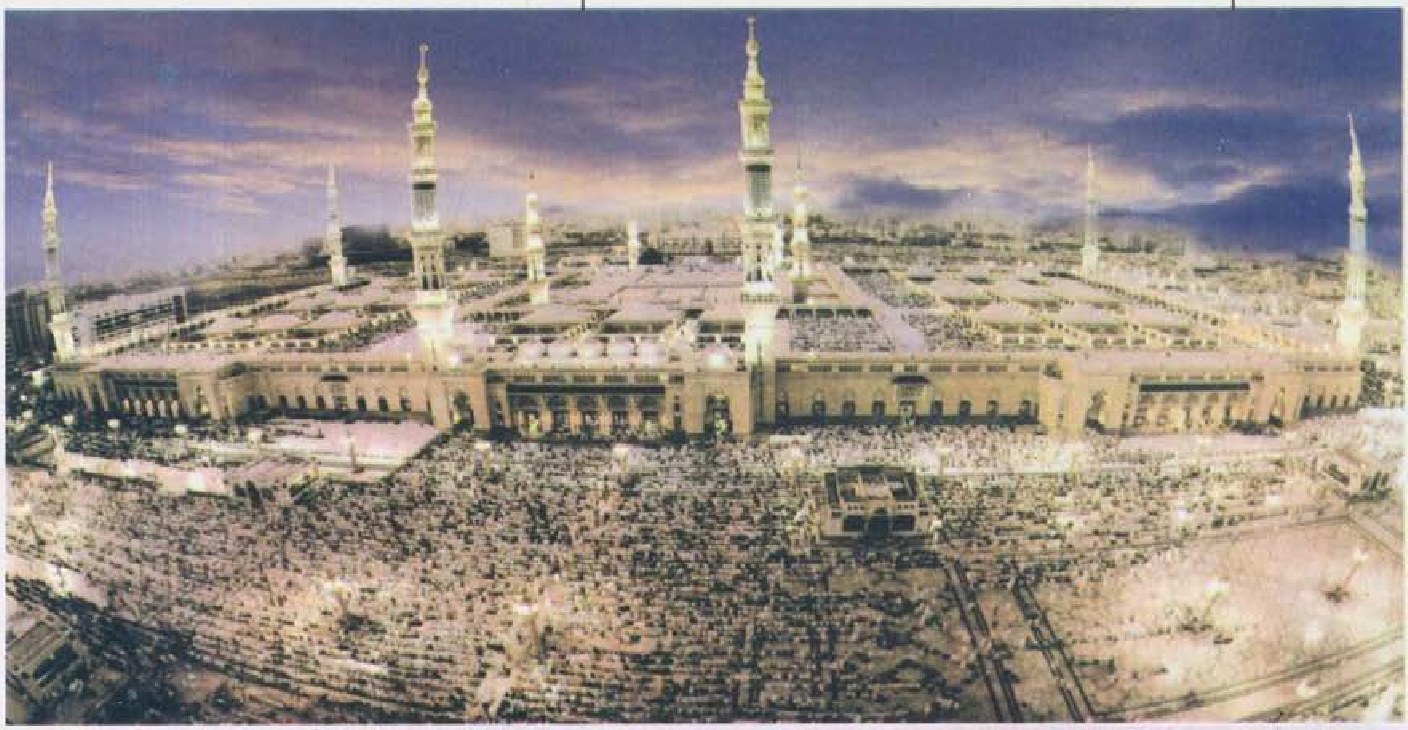
متحرک گنبدوں کی تعداد......۲۷/ہر گنبد ۱۸×۱۸م ۳۲۴=م ۲ ہے۔

نگران کیمروں کی تعداد......۵۴۳

ایمپلی فائر......۲۰۶/ہر ایک کی طاقت ۶۰۰ واٹ ہے۔

ہارن......۳۵۰۰

کار پارکنگ کا رقبہ......۲۹۰۰۰۰م ۲/ اس کی ۲ منزلیں ہیں اور ۴۴۴۴ گاڑیاں کھڑی کرنے کی گنجائش ہے۔



حرم مدنی ــــ وہ بھی جلیل وجمیل تو بھی جلیل وجمیل۔

بے بہا موتی ہیں جس کے چشمِ گوہر بار کے

اقبال

اسطواناتِ رحمت

القرآن: فِيْ بُيُوْتٍ اَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ وَ يُذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ ۙ يُسَبِّحُ لَهٗ فِيْهَا بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ ﴿۳۶﴾ ۙ رِجَالٌ ۙ لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّ لَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَ اِقَامِ الصَّلٰوةِ وَ اِيْتَآءِ الزَّكٰوةِ ۙ يَخَافُوْنَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيْهِ الْقُلُوْبُ وَ الْاَبْصَارُ ﴿۳۷﴾ ۙ

ترجمہ: ان گھروں میں جن کی نسبت اللہ تعالی نے حکم دیا کہ ان کی تعمیر کی جائے اور ان میں اللہ کا نام لیا جائے۔ ان مسجدوں میں صبح و شام ایسے لوگ اللہ کی پاکی بیان کرتے ہیں جن کو اللہ کی یاد سے اور (بالخصوص) نماز پڑھنے اور زکوۃ دینے سے نہ خرید غفلت میں ڈالتی ہے اور نہ فروخت۔ وہ اس دن سے جب دل الٹ جائیں گے اور آنکھیں (اوپر چڑھ جائیں گی) ڈرتے ہیں۔(سورۂ نور، آیات ۳۶ تا ۳۷)

الحدیث: حضرت عائشہ صدیقہؓ کے حوالے سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری مسجد میں اس ستون کے آگے ایک ایسا ٹکڑا ہے کہ اگر لوگ اس کی فضیلت سے واقف ہو جائیں تو قرعہ ڈالے بغیر کسی کو اس ٹکڑے میں نماز پڑھنی میسر نہ ہو۔ طبرانی (راحت القلوب)

ریاض الجنہ میں واقع آٹھ اسطوانات (ستون) بڑی فضیلتوں کے حامل ہیں۔ انہیں ستون رحمت بھی کہا جاتا ہے۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک کی مسجد کی نشاندہی کرتے ہیں۔ یہاں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کثرت سے نوافل ادا کرتے تھے۔ ترکوں نے ان ستونوں پر سنگ مرمر چڑھا کر طلائی کام کیا ہے۔ بالائی حصہ پر اسطوانہ کا نام بھی کندہ ہے۔

ماخذ اور حوالے

(۱) صحیح بخاری جلد دوم ص ۳۵۵ حدیث ۷۹۶

(۲) راحت القلوب/ جذب القلوب دیار المحبوب (تاریخ مدینہ) صفحات ۱۰۲ تا ۱۰۷، شیخ عبدالحق محدث دہلوی

(۳) اردو دائرۂ معارف اسلامیہ دانش گاہ پنجاب۔ لاہور

بے تاب ہے ذوق آگہی کا
اقبال

۱: اسطوانۂ حنّانہ:

پہلے یہاں کھجور کے درخت کا وہ تنا تھا جس کا سہارا لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ ارشاد فرمایا کرتے تھے۔ سنہ ۹ ہجری میں ایک انصاری صحابیہ کے نجّار غلام نے تین زینوں والا ایک منبر تیار کیا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس منبر پر بیٹھ کر خطبہ دینے لگے تو خشک تنا جس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ٹیک لگایا کرتے تھے۔ فراق میں رونے لگا۔ وہاں پر موجود صحابہ نے اس کی آہ وبکا سنی جو گابھن اونٹنی کی آواز جیسی تھی۔ اسی لئے اس کا نام حنّانہ یعنی رونے والی اونٹنی پڑ گیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تنے کی آہ وزاری سن کر منبر سے اترے اور اسے سینے سے لگایا وہ بچے کی طرح سسکیاں لے رہا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تو چاہے تو تجھے سابقہ حالت میں کردوں، چاہے تو تجھے جنت کی نہروں سے سیراب ہونے کے لئے بٹھادوں۔ یہ سن کر اس نے رونا بند کردیا۔ کچھ دیر بعد ارشاد فرمایا کہ اس نے دارالخلد کو پسند کرلیا۔ جس مقام پر تنا تھا وہیں اسے دفن کردیا گیا۔ (۱)

اس کا دوسرا نام اسطوانۂ مخلقہ بھی ہے۔ مخلقہ، خلوق سے نکلا ہے۔ خلوق ایک خوشبو کا نام ہے۔ جو اس ستون پر لگائی جاتی تھی۔ اسطوانۂ حنّانہ محراب نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے متصل امام کے دائیں جانب واقع ہے۔



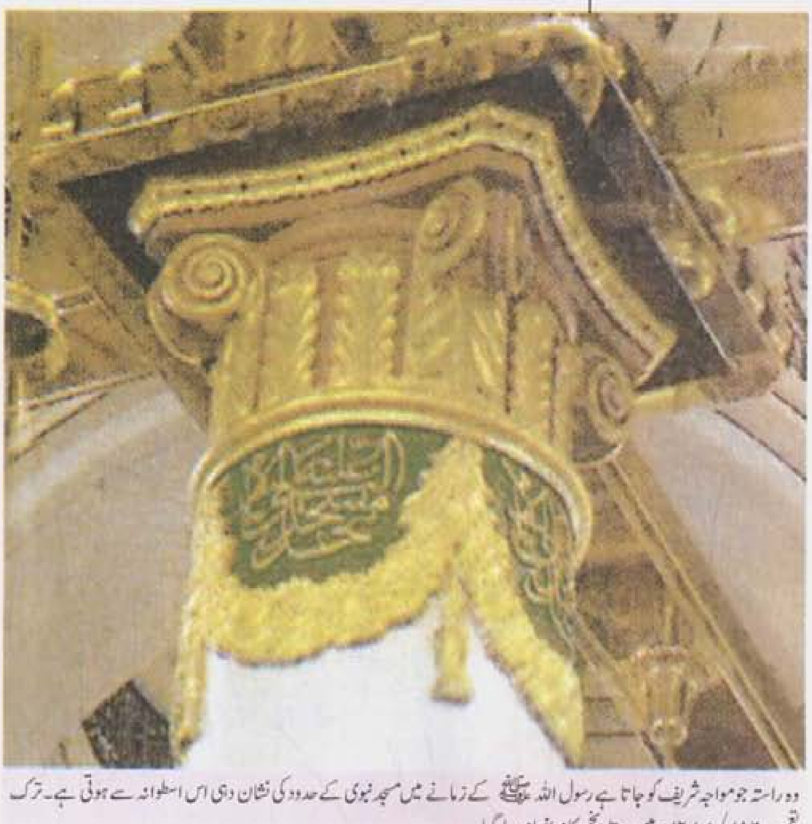
اس جگہ کبھی اسطوانۂ حنّانہ (مخلقہ) تھا۔

۲: اسطوانۂ عائشہ رضی اللہ عنہا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ مسجد میں ایک ایسی جگہ ہے کہ اگر لوگوں کو اس کی فضیلت کا علم ہوجائے تو یہاں نماز پڑھنے کے لئے ہجوم کی وجہ سے قرعہ ڈالنا پڑے۔

صحابہ کرام نے اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے اس جگہ کے بارے میں پوچھا، آپؓ نے بتانے سے انکار کردیا۔ اپنے بھانجے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے شدید اصرار پر ان کو اس جگہ کی نشاندہی کردی۔ لہٰذا اس کا نام اسطوانۂ عائشہ پڑ گیا۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ اس جگہ دعا خاص طور پر قبول ہوتی ہے۔

یہ اسطوانہ منبر نبوی اور حجرۂ مطہرہ دونوں کی طرف سے تیسرا ہے۔ نیز قبلہ کی سمت سے بھی تیسرا ہے اور شمال کی جانب سے بھی تیسرا ہے۔ گویا کہ عین درمیان میں واقع ہے۔ تحویل قبلہ کے بعد محراب کی جگہ کا تعین ہونے تک امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا مصلّیٰ اسی جگہ تھا۔ اسے اسطوانہ القرع بھی کہا جاتا ہے کیوں کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قرعہ ڈالنے والے اسی مقام کی فضیلت کا ذکر فرمایا تھا۔ اکثر اکابر مہاجر صحابہ کی سجدہ گاہ اور



وہ راستہ جو مواجہ شریف کو جاتا ہے رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں مسجد نبوی کے حدود کی نشان دہی اس اسطوانہ سے ہوتی ہے۔ ترک تعمیر ۱۸۶۰ء/۱۲۷۷ھ میں یہ تاریخی کام انجام دیا گیا۔



محراب نبوی کا منظر مخالف سمت (پیچھے) ہے۔ جگ میں آ کر اِدھر اُدھر دیکھا تو ہی آیا نظر جدھر دیکھا (خواجہ میر درد)

نشست اسی مقام پر ہوا کرتی تھی تو اسے اسطوانۂ مہاجرین بھی کہا جانے لگا۔

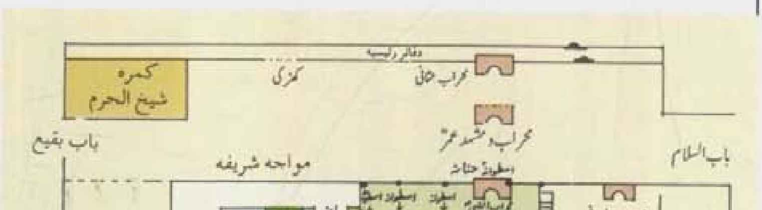
۳: اسطوانۂ سریر:

یہ ستون حجرۂ نبوی کی جالی سے ملا ہوا ہے اور اسطوانۂ ابی لبابہؓ کے متصل مشرق کی سمت ہے۔ منبر شریف سے مشرق کو چوتھا ہے جو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرۂ کے بالکل قریب تھا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں اعتکاف فرماتے تو اس مقام پر آپ کی چارپائی (سریر کے معنی تخت کے ہیں) بچھادی جاتی تھی۔ یہ مقام حجرۂ سے اس قدر نزدیک تھا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہاتھ بڑھا کر سر اقدس کو دھوتیں اور کنگھا کرتیں۔

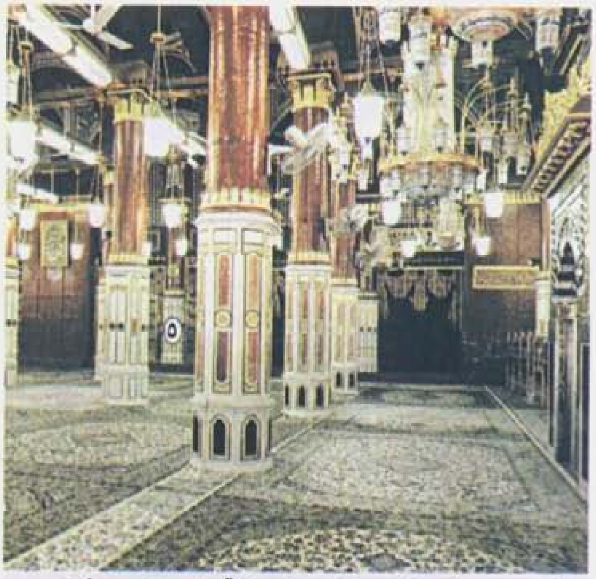
آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی چارپائی اور چٹائی کبھی اسطوانۂ ابولبابہؓ کے پاس ہوتی اور کبھی اسطوانۂ سریر کے پاس۔ چارپائی کھجور کے درخت کی لکڑی کی تھی جو اعتکاف کی جگہ بچھادی جاتی تھی۔ رات کے وقت چٹائی، چارپائی پر بچھادی جاتی اور دن کے وقت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاؤں کے نیچے رکھ دی جاتی تھی۔

۴: اسطوانۂ ابولبابہ رضی اللہ عنہ:

اس کا دوسرا نام اسطوانۂ توبہ بھی ہے۔ یہ اسطوانۂ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ مشرق کی سمت میں ہے۔ حجرۂ نبوی سے دوسرا اور منبر شریف سے چوتھے نمبر پر ہے۔ اس اسطوانۂ اور قبر اطہر و اقدسؐ کے درمیان تقریباً ۲۰ گز کا فاصلہ ہے۔



عہد نبوی میں مسجد کا نقشہ، دروازوں، اسطوانوں، حجرۂ عائشہ صدیقہؓ اور بیت فاطمہ زہراؓ کی تفصیل۔ بشکریہ: ''ارض الحج''



مصلیٰ (محراب) نبویؐ اور دیگر اسطوانوں (ستونوں) کی تفصیل ۔ ا۔محراب نبویؐ کے سامنے اسطوانہ حنانہ یعنی کھجور کے درخت کا تنا تھا جس کا سہارا لے کر خطبہ ارشاد ہوتا۔ یہ بختاور تنا اسی مقام پر دفن ہے۔ اس کا دوسرا نام اسطوانہ مخلقہ تھا کیوں کہ اس پر خلوق کی خوشبو لگائی جاتی تھی۔ ملی کیا شان حنانہ کو سرکار دو عالم سے رہے گا تا قیامت گنبدِ خضریٰ کے سائے میں۔ ۲۔اسطوانہ حضرت عائشہ صدیقہؓ۔ ۳۔اسطوانہ توبہ یا ابی لبابہؓ۔ ۴۔اسطوانہ سریر۔ ۵۔اسطوانہ وفود

حضرت ابولبابہ رفاعہ بن عبدالمنذر رضی اللہ عنہ قبیلۂ اوس کے نقیبوں میں سے ایک تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہجرت فرمانے



ریاض الجنہ میں منبر شریف سے متبرک اسطوانوں کی ترتیب ۔ ا۔منبر نبوی ۔ ۲۔اسطوانہ حضرت عائشہ صدیقہؓ۔ ۳۔اسطوانہ توبہ ابی لبابہؓ۔ ۴۔اسطوانہ سریر۔ ۵۔مقصورہ شریف (حجرۂ عائشہ جہاں قبر مبارک اور صاحبین کی مقدس قبور ہیں) کی مغربی دیوار کی سبز جالیاں

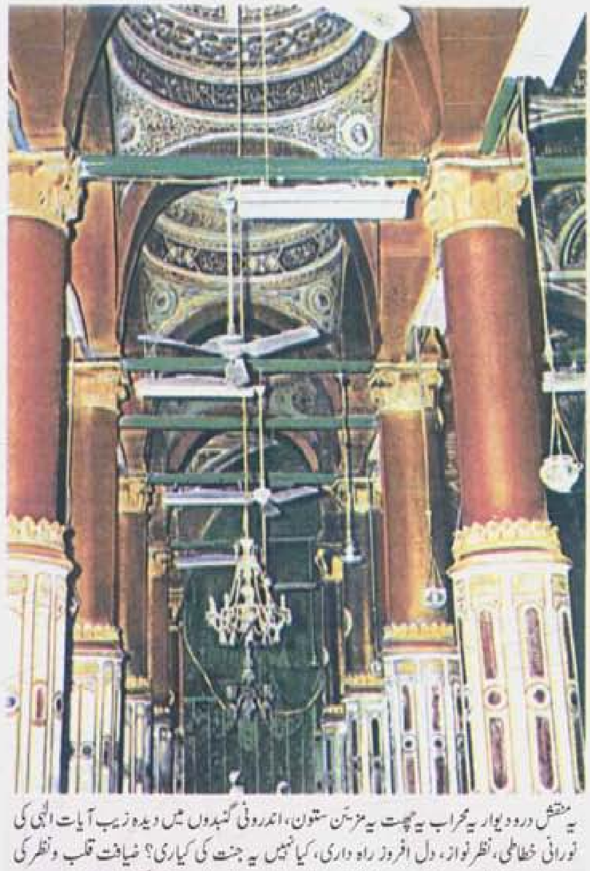
سے پہلے ان کے یہودی قبیلہ بنی قریظہ سے گہرے تعلقات تھے۔ سنہ ۵ ہجری میں غزوۂ بنی قریظہ ہوا تو اس قبیلہ کے یہودیوں نے ہتھیار ڈالنے سے پہلے ایک شرط رکھی کہ حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ کو مشورے کے لیے بھیجیے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے وہ ان کے قلعہ کے اندر گئے۔ انہیں دیکھتے ہی تمام عورتیں اور بچے رونے لگے۔ حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ کا دل بھی بھر آیا۔ یہودی سرداروں نے پوچھا کیا ہم قلعہ سے نکل کر ہتھیار ڈال دیں؟ حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہاں۔ اس کے ساتھ ہی اپنا ہاتھ گلے پر اس انداز سے پھیرا جس کا مطلب تھا کہ باہر آؤ گے تو ذبح کر دیئے جاؤ گے۔ کرنے کو تو وہ یہ اشارہ کر گئے لیکن فوراً ہی احساس ہوا کہ میں نے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خیانت کی۔



مقصورہ شریف (حجرۂ عائشہ صدیقہؓ) کی مغربی دیوار (جو ریاض الجنہ کی سمت ہے) میں اسطوانہ سریر اور اسطوانہ حرس یا محرس ہیں۔ آدھا ستون حجرۂ مبارک کے اندر ہے۔



اسطوانہ حرس اور اسطوانہ وفود کے درمیان حجرۂ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کا دروازہ ہے اسی سے رسول اللہ ﷺ مسجد میں آمد و رفت رکھتے تھے۔ اس کا دوسرا نام ''باب الحجرات'' بھی ہے۔



یہ منقش در و دیوار یہ محراب یہ چھت یہ مزین ستون، اندرونی گنبدوں میں دیدہ زیب آیاتِ الٰہی کی نورانی خطاطی، نظر نواز، دل افروز راہ داری، کیا نہیں یہ جنت کی کیاری؟ ضیافتِ قلب و نظر کی پاسداری کے لیے۔ ۱۔ اسطوانہ عائشہؓ۔ ۲۔ اسطوانہ توبہ۔ ۳۔ روضۂ اقدس کی غربی دیوار۔

پھر ایسی جگہ ایک لمحہ ٹھہرنا پسند نہ ہوا۔ روتے ہوئے پلٹے کہ اب میں اللہ کے رسول کو منہ دکھانے کے قابل نہیں۔ مسجد نبوی کے ایک ستون سے اپنے آپ کو زنجیر سے باندھ لیا اور قسم کھائی جب تک اللہ تعالیٰ میری توبہ قبول نہیں فرماتا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دستِ مبارک سے آزاد نہیں فرماتے میں اسی طرح بندھا رہوں گا۔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو تفصیل معلوم ہوئی تو فرمایا کہ اگر وہ سیدھے میرے پاس آتے تو میں ان کے لئے دعائے مغفرت کرتا لیکن انہوں نے اپنا معاملہ اللہ کے سپرد کردیا تو جب تک ان کی توبہ قبول نہیں ہوتی میں انہیں کھول نہیں سکتا۔ نماز اور ضرورت کے وقت کھول دیا جاتا۔ بیٹی آکر بھوک میں روٹی کھلاتی۔ پندرہ دن تک اسی طرح زنجیر سے بندھے رہے۔ ۱۶ ویں دن جب کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں تھے تو صبح مسکراتے ہوئے بیدار ہوئے۔ فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے ابولبابہ کی توبہ قبول فرمالی ہے۔''

اُمّ المومنین حضرت سلمہ رضی اللہ عنہا نے اپنے حجرے سے ابولبابہ رضی اللہ عنہ کو خوش خبری سنائی۔ لوگ زنجیر کھولنے کو دوڑے۔ کہا

اشکِ پیہم سے نگاہیں گل بہ دامن ہو گئیں
اقبال



ریاض الجنۃ میں آویزاں حدیث مبارک جو چھوٹے راستے کے اوپر لگی ہے۔ ترجمہ ''میرے منبر اور روضہ کے درمیان جنت کی ایک کیاری ہے۔''



روضۂ اقدس کی شمالی دیوار اس کے اندر اسطوانۂ تہجد ہے۔ اسے "اصحاب صفہ" کا چبوترہ سمجھا جاتا ہے۔ یہ خدام کا چبوترہ ہے۔

میں اللہ کے رسولؐ کے ہاتھوں آزاد ہونا چاہتا ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز فجر کے لئے تشریف لائے تو انہیں مبارکباد دی اور آزاد کیا۔ اس ستون کا نام اسطوانۂ توبہ بھی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر یہاں تشریف فرما ہوتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں اعتکاف بھی فرمایا ہے۔ اسی لئے اس جگہ نماز ادا کرنے کی بڑی فضیلت ہے۔

۵: اسطوانۂ محرّس:

لفظ حرس کے معنی پاسبانی کے ہیں۔ جب رسول اللہ صلی اللہ



ریاض الجنۃ میں منبر شریف کا متبرک ستون۔

علیہ وسلم رات میں اپنے حجرے میں ہوتے تو کوئی نہ کوئی صحابی پاسبانی کے فرائض انجام دیتا۔ یہ سعادت اکثر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حصہ میں آتی۔ اسی لئے اسے اسطوانۂ علی رضی اللہ عنہ بھی کہا جاتا ہے۔ یہ ستون اسطوانۂ سریر کی شمالی جانب حجرۂ نبوی کی جالیوں کے ساتھ ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس نمازیں ادا فرماتے۔ حجرۂ مطہرہ میں آمدورفت بھی اسی راستے سے ہوتی تھی۔

۶: اسطوانۂ وفود:

یہ ستون اسطوانۂ محرس کے ساتھ شمال میں ہے۔ مختلف قبائل کے وفود مدینہ آتے تو اسی جگہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں شرف باریابی عطا فرماتے۔ اس موقع پر جلیل القدر صحابہ کرام بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہوتے۔ سنہ ۹ اور ۱۰ ہجری میں اطراف عرب سے آنے والے بیسیوں وفود نے اسی مقام پر اسلام قبول کیا۔

۷: اسطوانۂ تہجد:

باب جبرئیل سے مسجد نبوی میں داخل ہوں تو یہ جگہ عین سامنے پڑتی ہے۔ اس کے دائیں جانب شمال کو اصحاب صُفّہ کا چبوترا تھا۔ اس مقام پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز تہجد ادا فرماتے تھے۔

۸: اسطوانۂ جبرئیل علیہ السلام:

اب یہ اسطوانہ روضۂ مبارک کی جالی کے اندر آ گیا ہے۔ یہ مقام حضرت جبرئیل علیہ السلام کے نازل ہونے کی خاص جگہ تھی۔ اکثر وہ حضرت دحیہ بن خلیفہ کلبی رضی اللہ عنہ کی صورت میں ظاہر ہوتے۔

یہ جگہ خاتون جنت بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر سے متصل تھی۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب حجرۂ عائشہ سے آتے تو اس مقام پر ٹھہر کر صاحب زادی سے گفتگو فرماتے۔ اس اسطوانہ کا دوسرا نام مربعۃ البعیر بھی ہے۔ یہ ستون اس دروازے کے مقابل ہے جس سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حجرۂ عائشہ رضی اللہ عنہ سے مسجد میں تشریف لاتے تھے۔

بستی زمیں کی کیسی ہنگامہ آفریں ہے

اقبال

محراب (مصلّٰی)



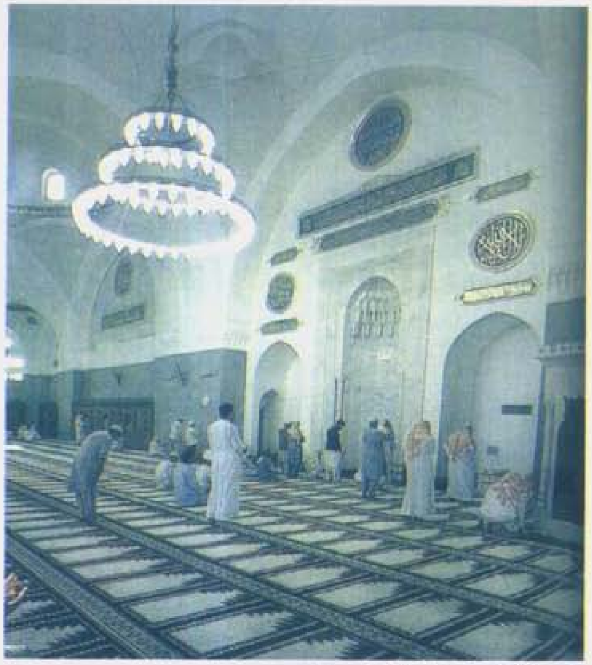
ریاض الجنۃ میں محراب نبوی اور محراب عثمانی — ۲۹ھ میں امیر المومنین حضرت عثمانؓ بن عفان نے قبلہ رخ مسجد نبوی میں توسیع کی تو امام کے لیے محراب بھی بنوائی جو انہیں سے منسوب ہے۔

ہر مسجد کا محراب اور منبر سے روز اول کا تعلق ہوتا ہے۔ محراب تو دن میں پانچ بار استعمال ہوتی ہے کیونکہ امام کا مصلّٰی اسی جگہ ہوتا ہے۔ عہد نبوی میں مسجد کی عمارت بہت سادہ ہوتی تھی اس میں نہ کوئی محراب، منبر اور مینار تھا، نہ فرش یا سامان آرائش۔

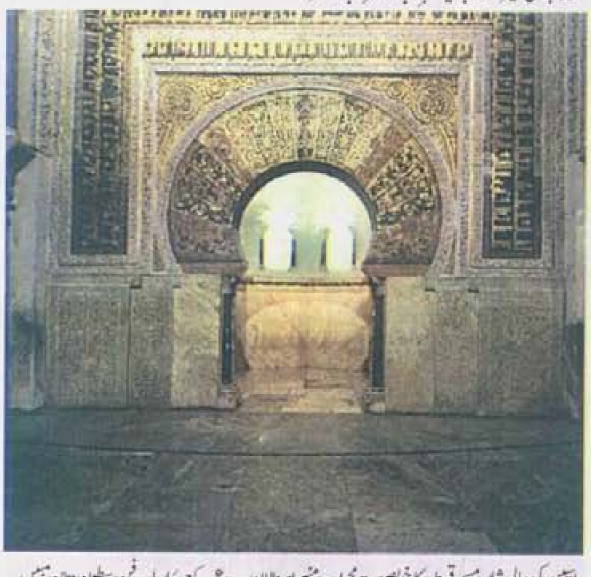
بیت المقدس جب تک قبلہ رہا مصلّٰئ نبوی باب جبرئیل کے مقابل رہا۔ اسطوانۂ حنانہ والی جگہ کھڑے ہو کر امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نمازیں پڑھانے لگے۔ عہد نبوی میں مصلے کے لیے محراب جیسی کوئی علامت نہیں ہوتی تھی۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ خلیفۃ الرسول ہوئے تو رسول اللہ ﷺ کی جائے نماز (مصلّٰی) میں قدموں کی جگہ چھوڑ کر جو ان کی سجدہ گاہ بنی ایک دیوار بنادی تا کہ حضورؐ کی سجدہ گاہ محفوظ رہے۔ گورنر مدینہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے پہلی بار وہاں محراب بنوائی۔ ترکوں نے ۱۸۶۰ء میں اس محراب کو خوبصورت بنوایا۔

بزم کو مثلِ شمعِ بزم، حاصلِ سوز و ساز دے

اقبال



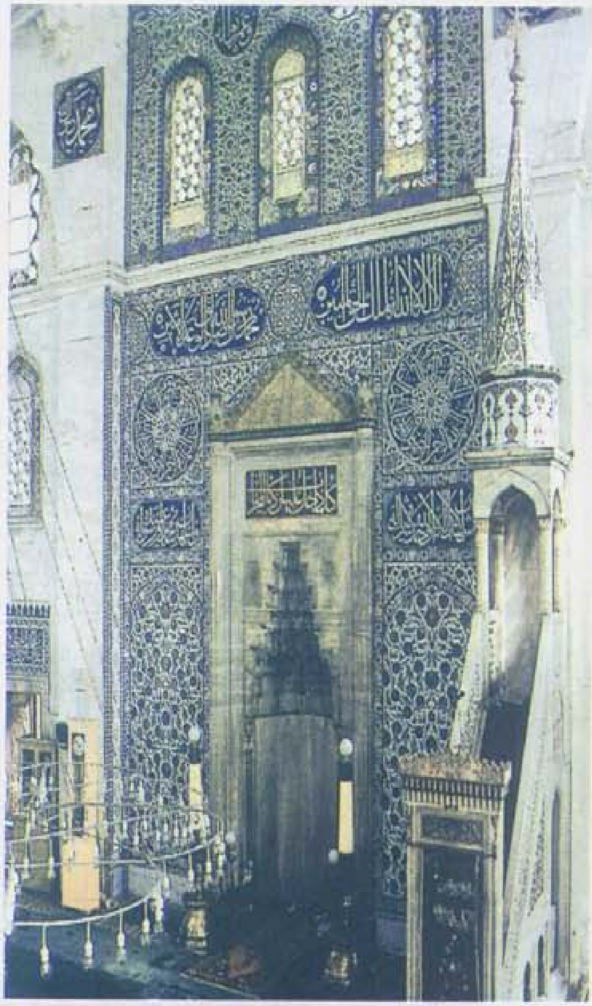
شاہ فہد کی تعمیر کردہ جدید مسجد قباء کا محراب و منبر



اسپین کی عالی شان مسجد قرطبہ کا خوبصورت محراب، منبر اور دالان ...... ع کعبۂ اربابِ فن، سطوتِ دینِ مبیں



بیجنگ (چین) مسجد کا محراب و منبر



استنبول (ترکی) کی ایک مسجد کا خوبصورت محراب و منبر



مسجد نبوی کی محراب سلیمانی ترکی سلطان سلیمان اعظم کے نام سے منسوب ہے جو ۱۵۲۰ء میں بنائی گئی۔ یہ اعزاز مسجد نبوی کی تعمیر، حجرۂ عائشہؓ کی مرمت پر خصوصی توجہ کا اعتراف ہے۔

گئی کبھی نہ ترے در پہ سر جھکائے بغیر (احسان دانش) سجودِ شوق کی الجھن، جبیں کی دربدری

خونِ دل و جگر سے ہے میری نوا کی پرورش
اقبال



مسجد قرطبہ

دمشق میں ۱۳۳ھ (۷۵۰ء) میں بنی اُمیہ سے حکومت بنی عباس میں منتقل ہوگئی۔ قتل عام سے بچ کر ایک نوجوان شہزادہ عبدالرحمٰن الداخل اندلس (اسپین) پہنچ گیا اور قرطبہ میں ۷۵۶ء میں ریاست قائم کی جو تقریباً (۷۵۰) سال تک باقی رہی۔ اس نے ۷۸۴ء میں مسجد قرطبہ کی بنیاد رکھی۔ ۴ سال میں اس کے جانشین بیٹے ہشام کے عہد حکومت میں ۷۹۳ء میں مکمل ہوئی۔ اس کا شمار عظیم الشان اور نادر روزگار عبادت گاہوں میں ہوتا ہے۔

مسجد کا عرض (۴۴۰) اور طول (۶۲۰) فٹ۔ (۱۴۱۷) مجلی ستون اور ۲۱ پیتل منڈھے خوبصورت ملمع کاری کے دروازے تھے۔ اذاں کا چوکور مینار (۱۲۰) فٹ بلند تھا جس کی چوٹی پر سونے چاندی کے سیب نما گولے نصب تھے۔ سورج کی شعاعوں سے میلوں دور تک چمکتے تھے۔ منبر ہاتھی دانت، آبنوس اور صندل کے ۳۶ ہزار ٹکڑوں سے سونے کی کیلوں سے جوڑا گیا تھا۔ روشنی کے لیے (۲۸۰) بلوریں فانوس تھے جن میں کئی سو موم بتیاں جلتی تھیں۔ ان کے علاوہ (۷۴۲۵) دیواری پیالوں میں تیل بتی روشن رہتی تھی۔ اگربتیاں عود اور عنبر کی انگھٹیاں بخورات کی خوشبو بکھیرتیں۔ مسجد کے صحن میں چار وسیع اور خوبصورت حوض ہر وقت پانی سے لبریز رہتے۔ ۱۲۳۶ء (۶۳۳ ہجری) میں کنگ فرڈیننڈ (سوئم) نے قرطبہ فتح کرلینے کے بعد مسجد کو کیتھیڈرل (عیسائی کلیسا) میں تبدیل کردیا۔ ۲ ربیع الاول ۸۹۷ھ (۳ جنوری ۱۴۹۲ء) کو سقوط غرناطہ کے بعد یہ عظیم الشان مسجد چرچ میں تبدیل کردی گئی ہے۔ ع آہ کہ صدیوں سے ہے تری فضا بے اذاں۔ ۱۵۲۳ء (۹۲۹ ہجری) میں مرکزی منبر گرا دیا گیا اور وہاں سے چرچ کا راستہ نکالا گیا۔ اس عمارت کا اہم ترین حصّہ جنوب مشرقی دیوار میں بنی محراب ہے جو قبلے کی نشان دہی کرتی ہے۔ یہ محراب اب چہار دیواری کے اندر واقع کیتھیڈرل کے باہر آ گئی ہے جس سے یہ ممکن ہوگیا ہے کہ نمازی چرچ کے اندر ہونے والی رسومات میں خلل ڈالے بغیر اپنی عبادت کرسکیں گے۔ ہسپانوی اور اسلامی ''مزکیتا'' کہلائی جانے والی مسجد بے شمار ستونوں اور دوہری محرابوں کا عجوبہ روزگار اور بے مثال نمونہ ہسپانیہ میں اموی دور حکمرانی کی یادگار ہے۔

قرطبہ آنے والے مسلمان سیاح اس تاریخی اور یورپ کی عظیم جامع مسجد میں دو رکعت نفل پڑھنا موجب سعادت سمجھتے ہیں۔ شاعر مشرق علامہ اقبال نے اپنے سفر یورپ میں یہاں اذاں دے کر نماز ادا کی تھی اس جذباتی اور وجدانی کیفیت نے اردو ہی نہیں عالمی ادب کو ''مسجد قرطبہ'' جیسا ادبی شہ پارہ عطا کیا۔

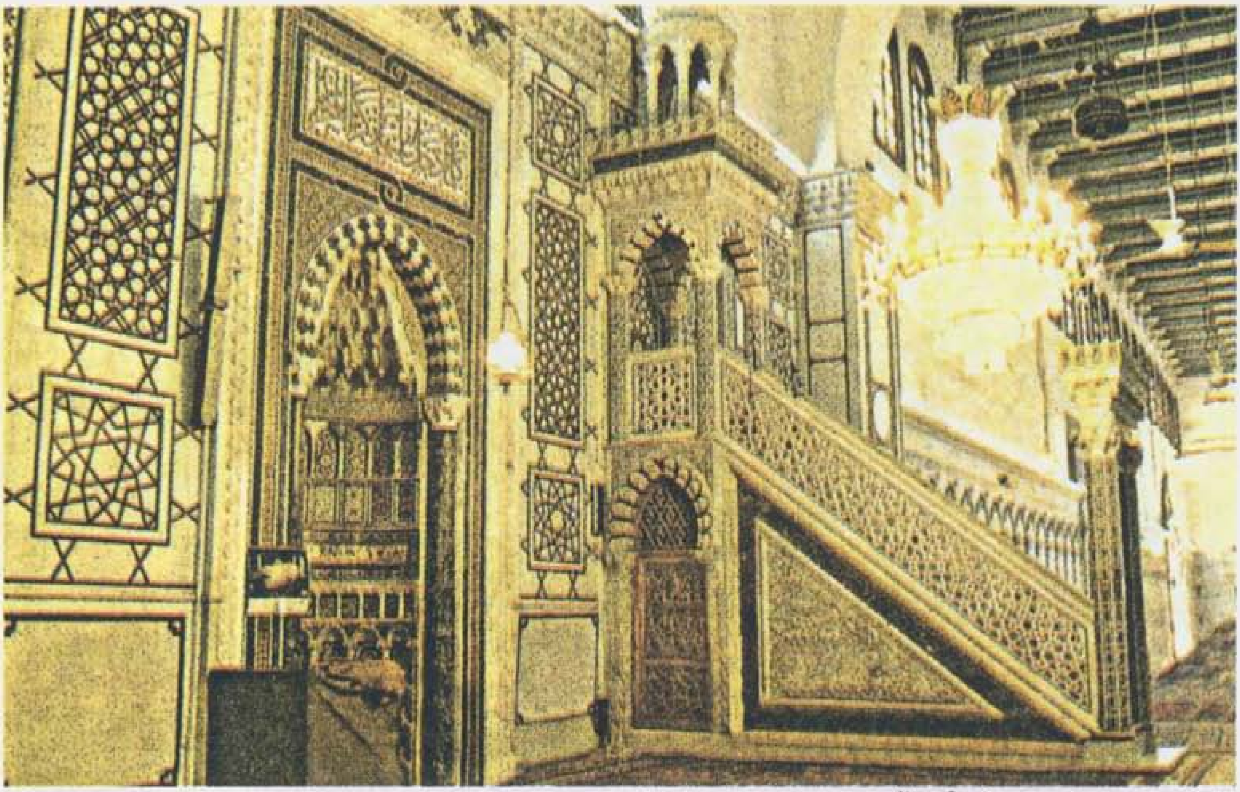


مسجد قرطبہ (اسپین) خوبصورت محراب جو فنکاری کا بے مثال نمونہ ہے ع تجھ سے حرم مرتبت، اندلسیوں کی زمیں

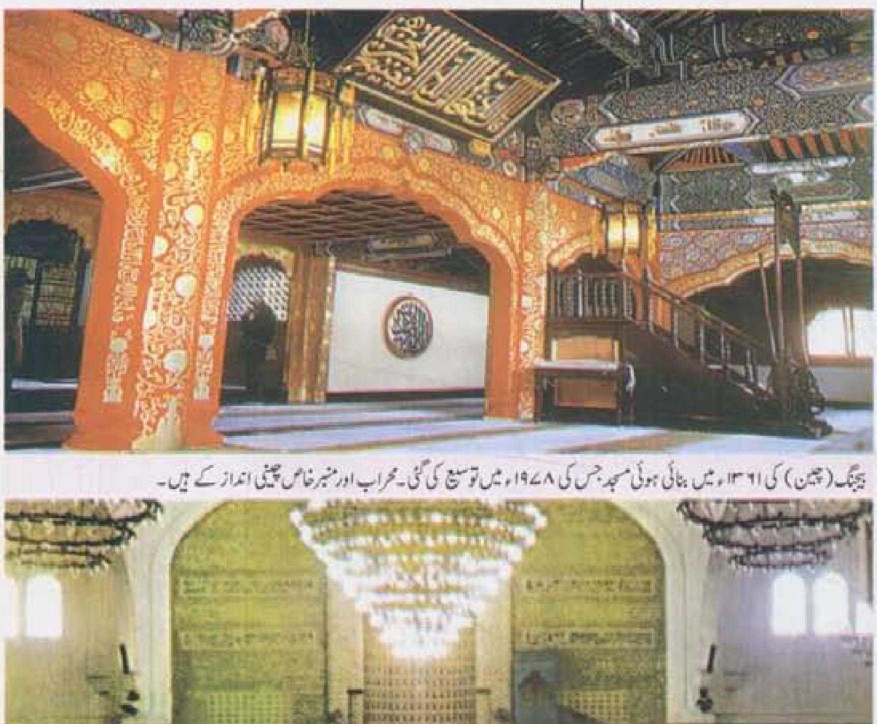
اے حرم قرطبہ! عشق سے تیرا وجود (اقبال) عشق سراپا دوام، جس میں نہیں رفت وجود

ناگاہ فضا بانگِ اذاں سے ہوئی لبریز

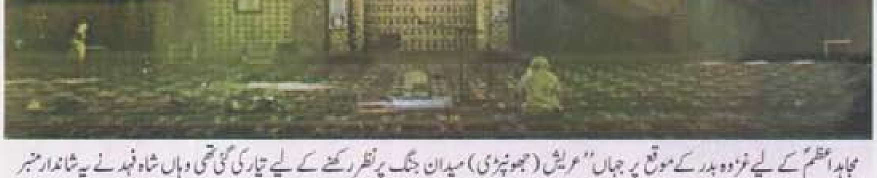
اقبالؒ



دمشق کی اموی جامع مسجد جس کا شمار دنیا کی چند گنی چنی عظیم اور خوبصورت مساجد میں ہوتا ہے۔ قبلہ کی دیوار میں منبر و محراب۔



بیجنگ (چین) کی ۱۳۶۱ء میں بنائی ہوئی مسجد جس کی ۱۹۷۸ء میں توسیع کی گئی۔ محراب اور منبر خاص چینی انداز کے ہیں۔



مجاہد اعظمؐ کے لیے غزوہ بدر کے موقع پر جہاں "عریش (جھونپڑی) میدان جنگ پر نظر رکھنے کے لیے تیار کی گئی تھی وہاں شاہ فہد نے یہ شاندار منبر و محراب کی مسجد تعمیر کی ہے۔

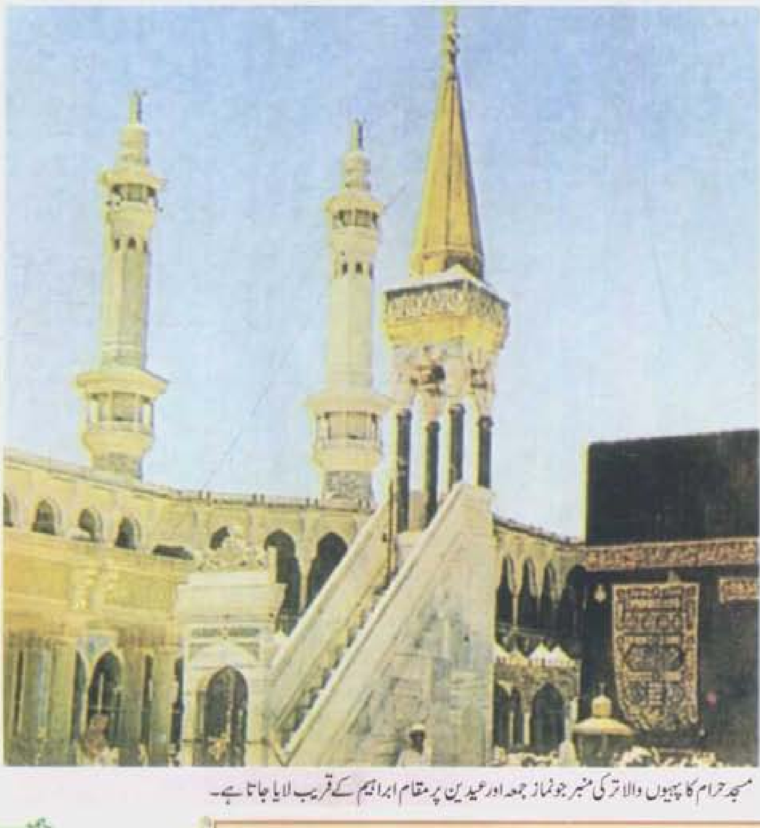


الجیریا کی ایک مسجد کا بہت خوب صورت محراب جو نئے انداز سے بنایا گیا ہے۔

منبر

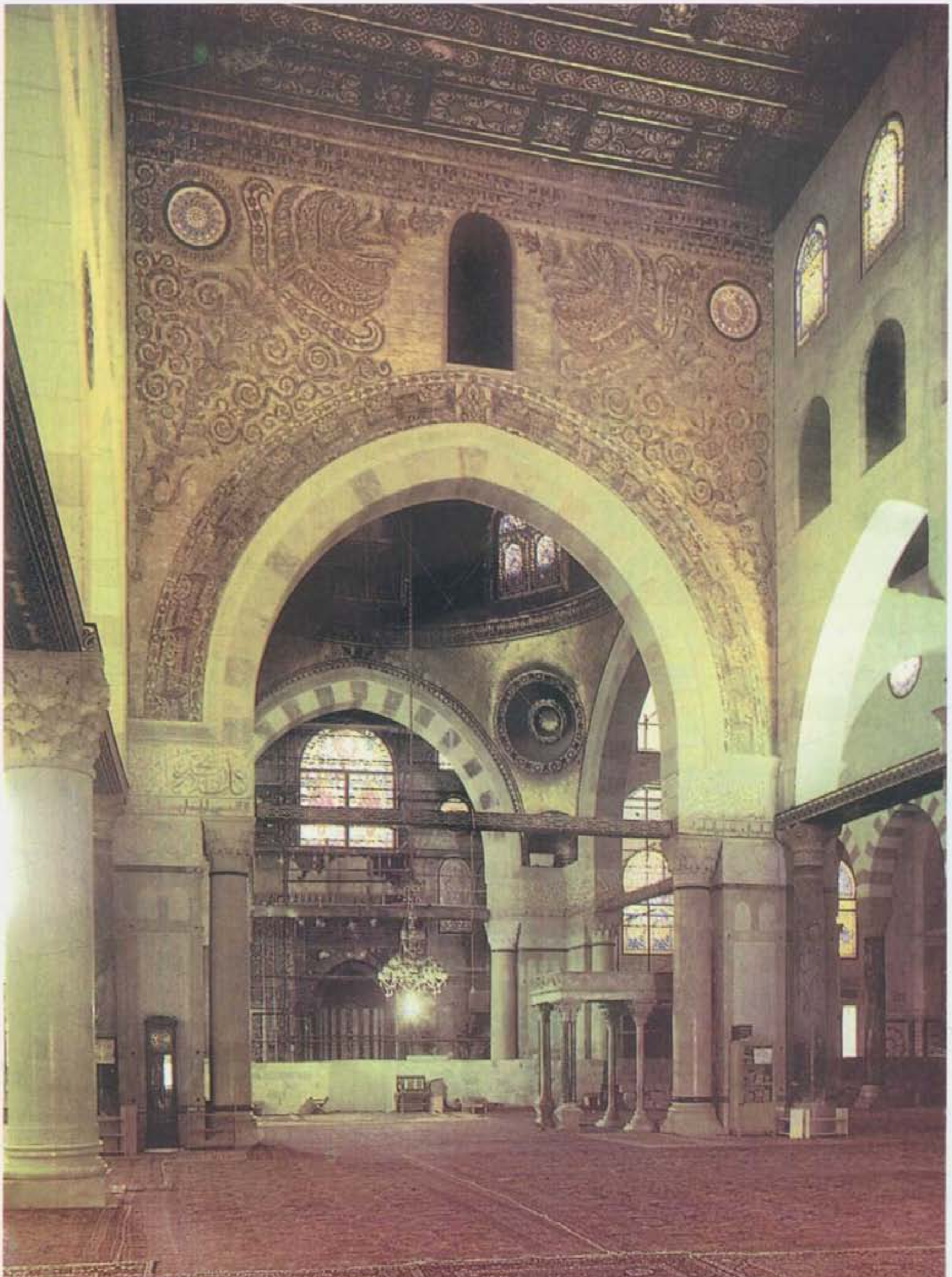


یہ رسول اللہ ﷺ کا منبر شریف آج بھی اسی مقام پر رکھا ہے جہاں عہد نبوی کا بنایا ہوا منبر تھا۔



مسجد حرام کا پہیوں والا اتر کی منبر جو نماز جمعہ اور عیدین پر مقام ابراہیم کے قریب لایا جاتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سنہ آٹھ ہجری تک مصلے کی مغربی سمت کھجور کے درخت کے ایک خشک تنے (اسطوانہ حنانہ) سے ٹیک لگا کر خطبہ ارشاد فرمایا کرتے۔ ایک انصاری صحابیہ نے اپنے غلام بڑھئی سے ایک تین زینوں والا منبر بنوادیا۔ (مزید تفصیلات ص ۱۹۱ پر ملاحظہ



دلیلِ مہر و وفا اِس سے بڑھ کے کیا ہو گی

اقبال

مملوک ماہر تعمیرات ایک الشرف نے ۴۵/۱۳۵۰ء (۷۴۶ھ) میں مسجد اقصیٰ کے مشرقی سمت میں توسیع کی۔ نیز جنوبی سمت میں ایک بڑا گنبد تعمیر کیا۔ اس گنبد کے نیچے ایک خوبصورت محراب اور منبر بنوایا۔

دعا جو مانگتے ہیں آپؐ کے وسیلے سے ہتھیلیوں پہ چمکتا ہے گنبدِ خضریٰ (ریاض مجید)

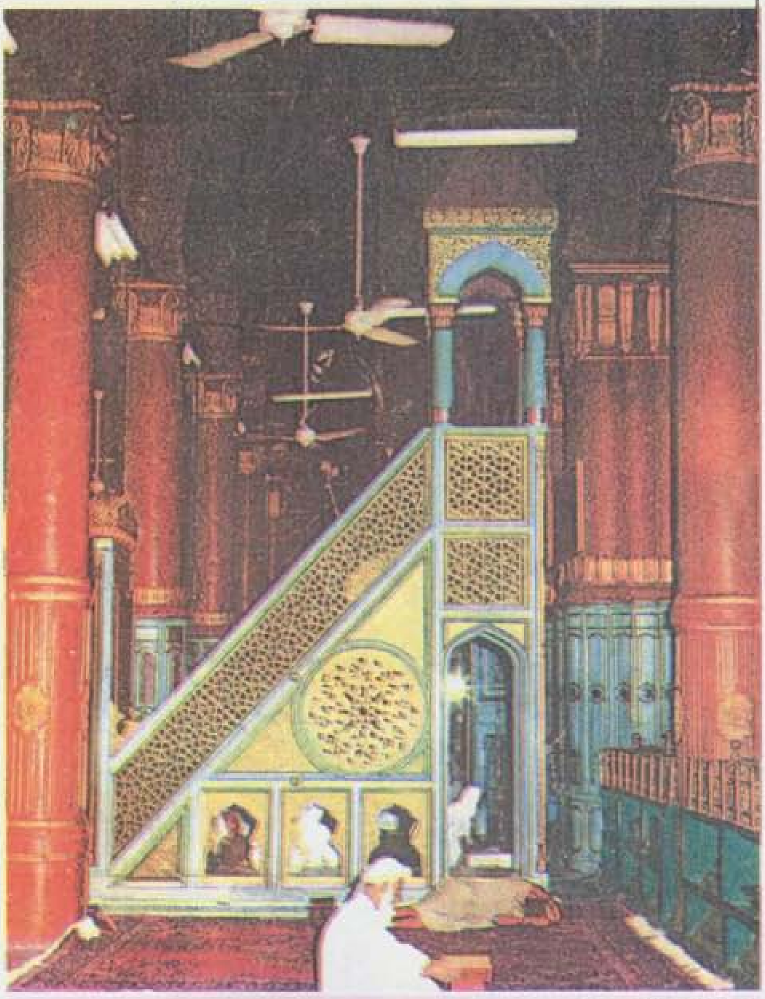


مسجد عریش (بدر) کا منبر اور ہال



مسجد قباء کا قدیم منبر

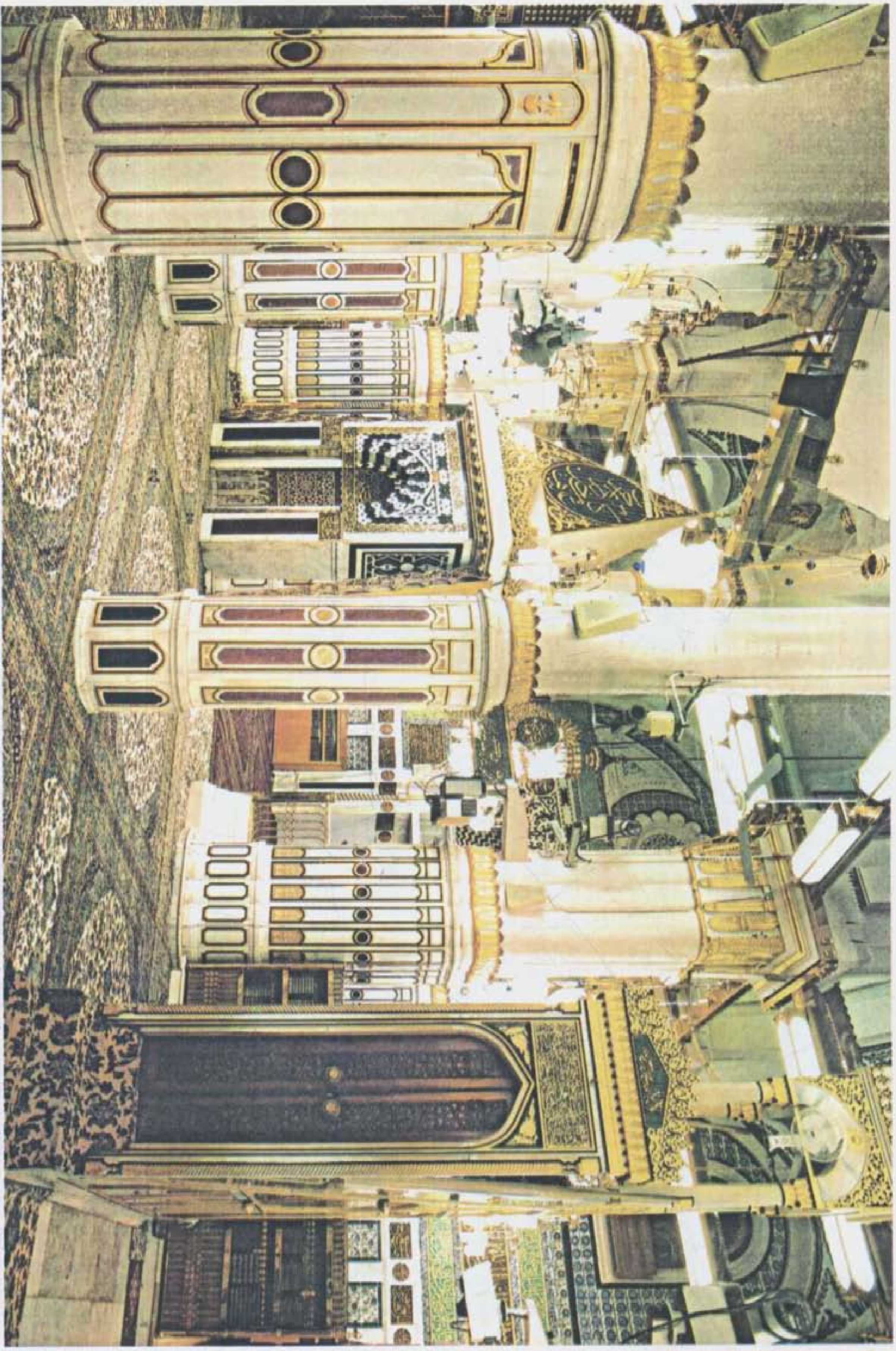
کریں) امیرالمومنین حضرت عثمانؓ بن عفان نے اپنے عہد خلافت میں منبر رسول کے اکرام کی خاطر ایک چوکی بنا کر اس پر منبر کو جمادیا۔ حضرت عثمانؓ نے سب سے پہلے منبر رسول کو باریک مصری کپڑے کا خوبصورت غلاف پہنایا۔ صحابہ کرام اس منبر کا بڑا احترام کرتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ تو منبر شریف کو چھوکر برکت حاصل کرتے چہرے پر ہاتھ پھیر لیا کرتے تھے۔



مسجد نبوی کا منبر (بازو سے)۔



مسجد اقصیٰ کا منبر جسے ۱۹۶۹ء یہودی ناپاک سازش نے خاکستر کردیا۔ یہ منبر صناعی کا شاہکار تھا۔



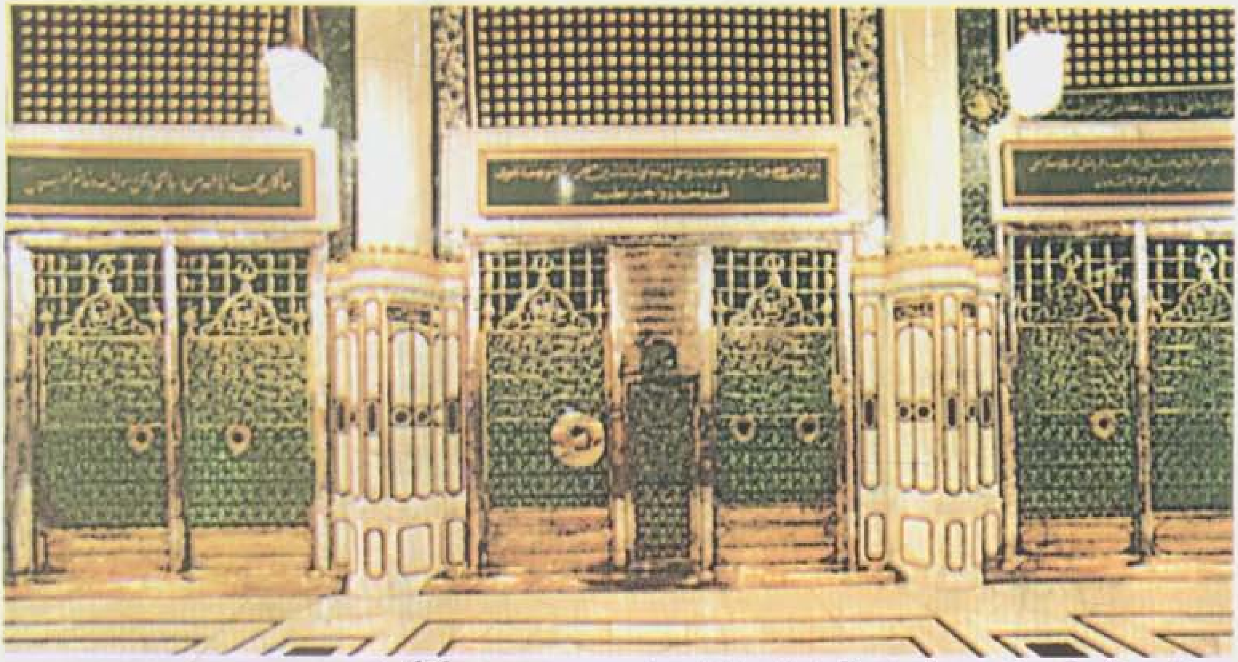
ہر شئے کو نصیب ہے حضوری

اقبال

سنگ بھی مہکے ہیں کیسی نکہت انفاس سے (حفیظ تائب) دیر تک محراب و منبر دیکھنا اور سوچنا

لذتِ شوق بھی ہے نعمتِ دیدار بھی ہے
اقبال

مقصورۂ شریفہ



مواجہ شریف— مقصورہ شریف (حجرۂ امانت دار قبر رسول و صاحبین) جنوبی سمت (قبلہ)۔ ع سلام اے شہ زماں سبھی کی یہ پکار ہے

نہ بہارِ خلد کی آرزو نہ ہوس کہ باغِ ارم ملے
کوئی کس طرح سے سمجھ سکے، شہ انبیاء کے مقام کو
مرے مصطفےٰؐ نے عطا کیا وہ کمالِ ذوق جہان کو

میں اسی عطا پہ ہوں مطمئن جو مجھے دیارِ حرم ملے
کہ جہاں گزر نہ خرد کا ہو وہاں ان کے نقشِ قدم ملے
کہ یہ انجم و مہ و کہکشاں بھی بشر کے زیرِ قدم ملے

فیاض ٹانڈوی

حجرۂ مبارکہ کے اندر پانچ کونی دیوار کے اطراف لوہے اور پیتل کی جالی کی حد بندی کو مقصورہ شریف کہا جاتا ہے۔ سب سے پہلے سلطان رکن الدین بیبرس نے ۶۶۹ھ/ ۱۲۷۰ء میں بہترین لکڑی سے یہ جالی بنوائی تھی۔ ۶۹۴ھ/ ۱۲۹۵ء میں شاہ زین الدین کتبغا نے اسے چھت تک اونچا کروادیا۔ ۸۸۶ھ/ ۱۴۸۱ء کی مسجد نبوی میں دوسری آتش زدگی کے بعد سلطان قایتبائی ۸۸۸ھ/ ۱۴۸۳ء میں لوہے اور پیتل کی جالیاں بنوا کر بھجوائیں۔ کہتے ہیں ان کا وزن تقریباً ۱۷٫۸۷۰ کلوگرام تھا اور ستر اونٹ اسے اٹھا کر مدینہ منورہ لائے۔ جانب قبلہ (جنوب) میں پیتل کی جالیاں لگائی گئیں جس کا نام مواجہ شریف ہوگیا جہاں زائرین صلوٰۃ و سلام پیش کرتے ہیں۔ اس میں مرقد اقدسؐ کے سامنے

بڑا دائرہ اور پھر حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت عمرؓ بن خطاب کے دو نسبتاً چھوٹے دائرے ہیں۔ بقیہ تین سمتوں میں فولادی جالیاں جن پر گہرا سبز رنگ چڑھا ہوا ہے۔ ہر جالی پر پیتل کی باریک جالی نظروں کو چکا چوند کرتی ہے۔ ایک فولادی جالی مقصورہ شریف کے اندر حضرت عائشہ صدیقہؓ اور حضرت فاطمہ الزہراؓ کے حجروں کی حد فاصل ہے۔ پانچ کونی کمرے کے مثلث کے دائیں اور بائیں دو دروازے بھی بنائے گئے۔ یہ جالیاں ۵۴۰ سال سے برابر سلطان قایتبائی کی بنیادوں پر استوار ہیں۔

عوام الناس مقصورہ شریف ہی کو حجرۂ مبارکہ اور اس کے دروازوں کو حضرت عائشہ صدیقہؓ کے حجرے مبارکہ کے دروازے سمجھنے لگے ہیں۔ ترکی کے سلطان سلیمان خان عثمانی نے دوبارہ ۹۲۶ھ/ ۱۵۲۰ء اور ۹۴۸ھ/ ۱۵۴۱ء میں حجرۂ مبارکہ کی مرمت کرتے



ریاض الجنۃ کی جانب مغربی دیوار کا ابتدائی حصہ اور اسطوانہ سریر۔

ہوئے سنگ مرمر استعمال کیا۔

مقصورہ شریف کے چار دروازوں میں ایک باب التوبہ قبلہ کی دیوار میں ہے جو سلطان احمد اول عثمانی نے ۱۰۲۶ھ/ ۱۶۱۷ء میں بطور ہدیہ پیش کیا۔ دوسرا دروازہ ''باب الوفود'' مغرب میں اسطوانہ وفود سے ملا ہوا ہے۔ مشرق میں باب فاطمہؓ تیسرا دروازہ بی بی فاطمہ زہرہؓ کے گھر کے قریب ہے۔ تینوں قدیم دروازے ۶۶۸ھ/ ۱۲۷۰ء میں لگائے ہوئے ہیں۔ شمال میں باب التہجد چوتھا دروازہ حضورؐ کے مصلیٰ تہجد کے قریب ہے جو ۷۲۹ھ/ ۱۳۲۹ء میں بنایا گیا ہے۔ اس جانب دو دالانوں کا اضافہ کیا گیا ہے۔ صرف مشرقی دروازہ زیر استعمال ہے۔ خصوصی مہمان/ وفود کی حاضری کے وقت یہی کھولا جاتا ہے۔ وہ مقصورہ شریف میں داخل ہوتے ہیں لیکن حجرۂ عائشہ صدیقہؓ کے اطراف پانچ کونی دیوار کے باعث اندر نہیں جاسکتے۔ کیونکہ اس دیوار میں کوئی در ہی نہیں۔ اس دیوار پر ہر طرف سے پردہ لٹکا ہوا ہے بس

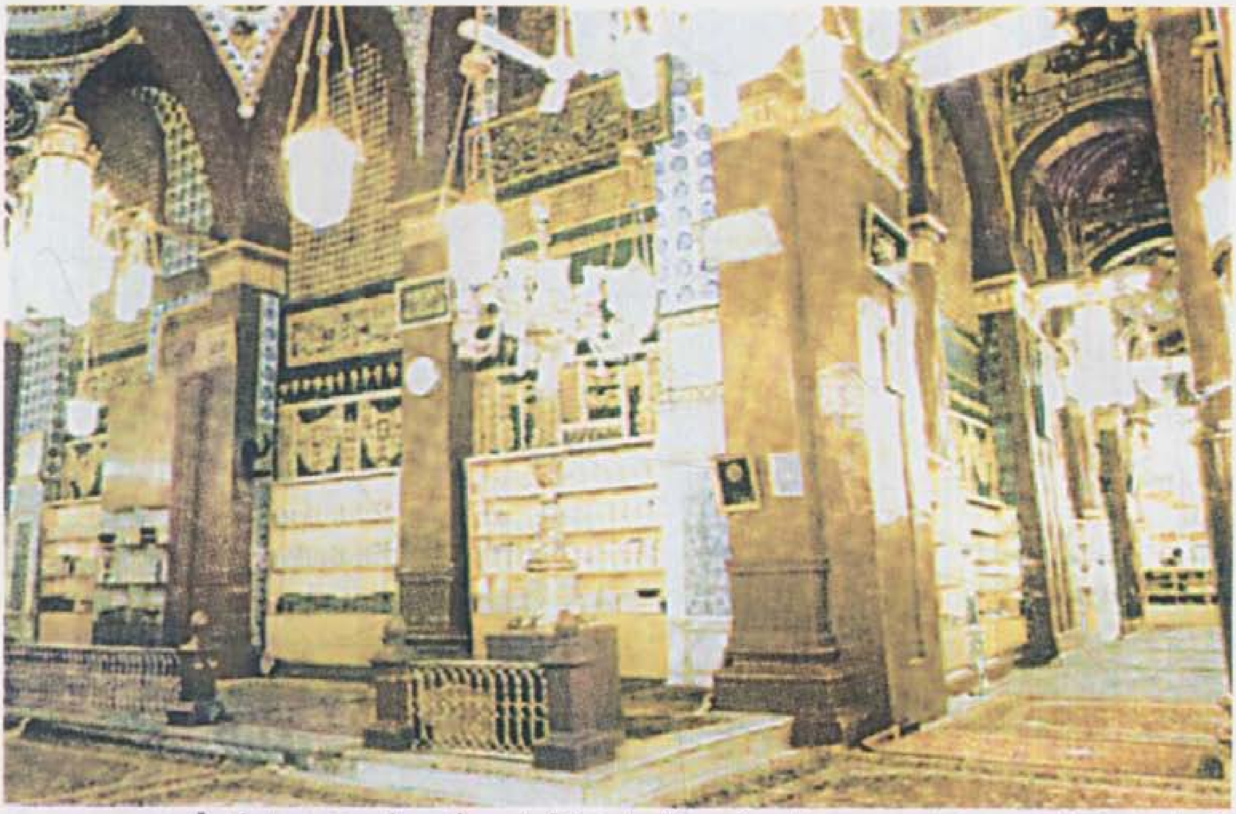


ریاض الجنۃ کی اس تصویر میں ۔۱۔ اسطوانہ عائشہ صدیقہؓ اور ۔۲۔ مقصورہ شریف (روضۂ اقدسؐ) کی مغربی دیوار ہے جس میں تین اسطوانے آدھے باہر اور آدھے اندر واقع ہیں۔ پہلا اسطوانہ سریر، دوسرا اسطوانہ حرس (محرس) باب حجرۂ عائشہ صدیقہؓ اور اس کے بعد اسطوانہ وفود ہے۔

خبر میں نظر میں اذانِ سحر میں

اقبال

لباسِ نور میں مستور ہوں میں
اقبال

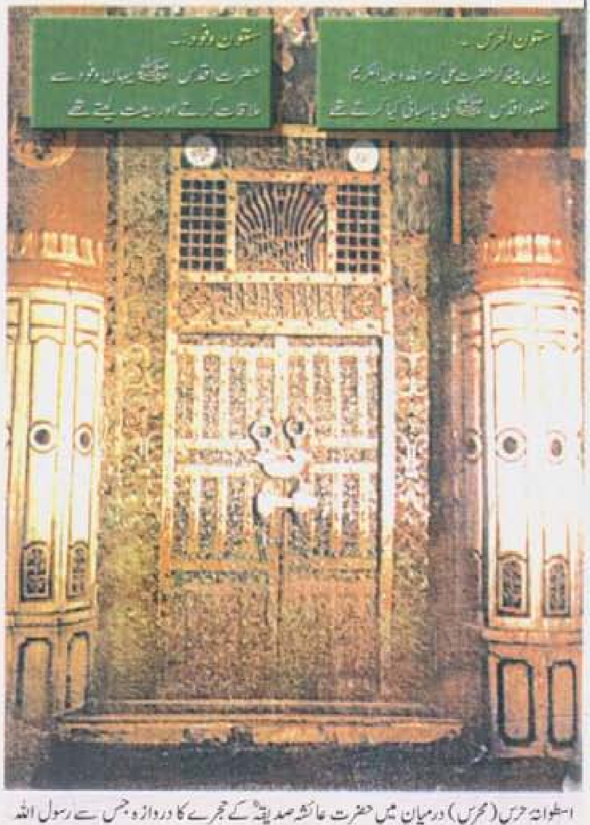


مقصورہ شریفہ کا جنوبی رخ جس میں ۔۱۔ اسطوانہ تہجد ۔ ۲۔ دیوار روضۂ اقدس وصاحبین ۔ ۳۔ مقصورہ شریفہ کا مشرقی رخ، باب جبریل سے داخل ہوتے ہی اس منظر پر نظر پڑتی ہے۔

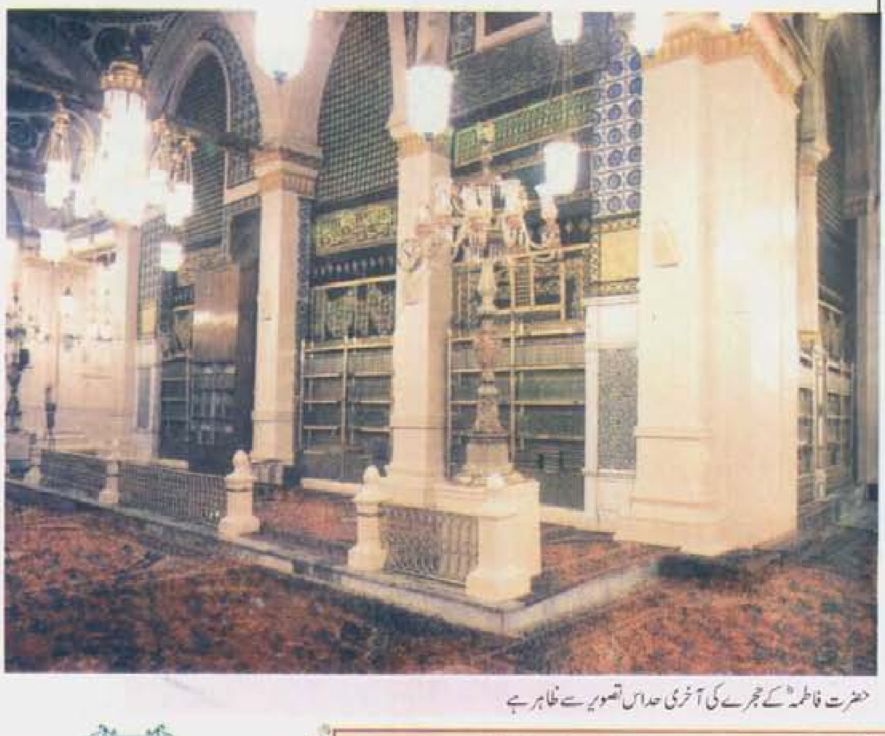
ایک سوراخ ہے جو حجرۂ مبارکہ کے دونوں گنبدوں میں اوپر بنا ہے۔

شاید فرشتے اطراف عالم سے صلوٰۃ و سلام کا تحفہ لے کر یہیں سے حاضر ہوتے ہوں۔ خدام خاص جنہیں اغوات کہتے ہیں ان کی رسائی بھی پانچ کونی دیوار تک ہے۔

سلطان اشرف قایتبائی نے حجرۂ مبارکہ کی لکڑی کی چھت کی



اسطوانہ حرس (محرس) درمیان میں حضرت عائشہ صدیقہؓ کے حجرے کا دروازہ جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں آمد ورفت تھی۔



حضرت فاطمہؓ کے حجرے کی آخری حد اس تصویر سے ظاہر ہے

وہ شہرِ علم فصیلِ یقیں میں ہے آباد
حصارِ بازوے صدیق ہے کہ شہر پناہ
(سرشار صدیقی)

لالۂ افسردہ کو آتش قبا کرتی ہے یہ
اقبال



مغربی دیوار میں اسطوانہ وفود اور اس کے بعد کا حصہ۔



یہ باب السلام کی جدید تصویر ہے۔

جگہ ایک چھوٹا سا خوبصورت قبہ بنانے کا حکم دیا۔ چنانچہ چوبی چھت ہٹا کر حجرۂ مبارکہ کے گرد ڈاٹیں تعمیر کردیں اور گنبد بنادیا گیا جس میں منقش پتھر اور سنگ مرمر استعمال کیا گیا۔ اوپر پیتل کا ہلال لگادیا یہ گنبد چھت سے تقریباً ۹ میٹر بلند ہے۔

چھت کے نیچے والے گنبد میں ایک سوراخ اس انداز سے بنایا گیا کہ قبر مبارک اور آسمان کے درمیان کچھ حائل نہ ہو۔ اس پر باریک جالی لگادی گئی ہے اس کے عین سیدھ میں گنبد خضرا (چھت کے اوپر) پر بھی سوراخ رکھا گیا۔ سورج اوپر آتا ہے تو چند لمحے اس کی کرنیں مرقد اقدس کا بوسہ لیتی ہیں۔ کبھی کبھی بارش کا کوئی قطرہ اشک شوئی کی عزت حاصل کرلیتا ہے۔

ماخوذ ''مسجد نبوی شریف'' ڈاکٹر محمد الیاس عبدالغنی



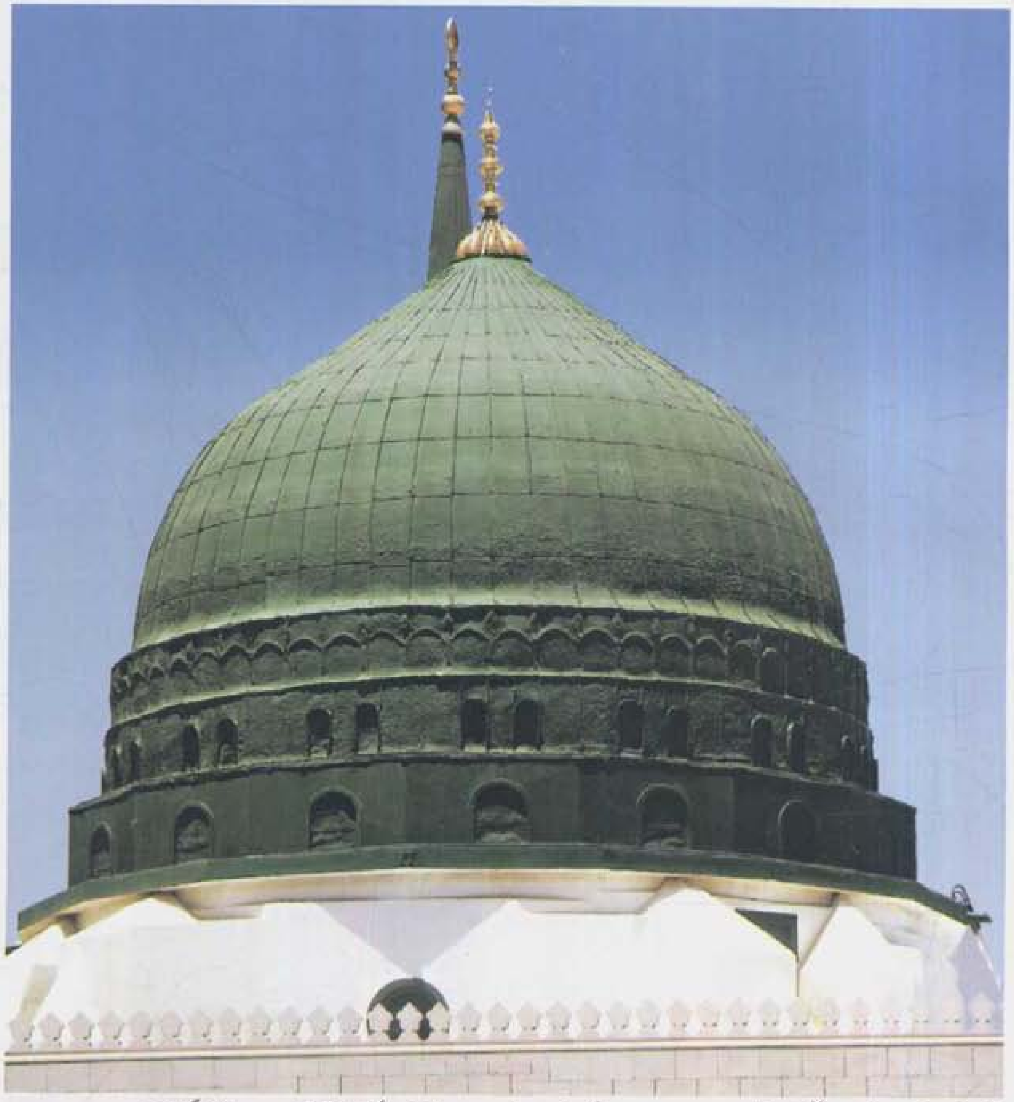
روضۂ رسولؐ کا عقبی حصہ



مقصورہ شریف کی مشرقی دیوار اور بیت فاطمہؓ کا دروازہ

سلام پڑھتے ہوئے ہم نہ دیکھ پائیں مگر
جواب دیتے ہوئے وہ تو ہم کو دیکھتے ہیں
(ریاض مجید)

حجرۂ مبارکہ کا گنبد شریف



گنبد شریف کے بالائی حصے اور کلس کا منظر۔ سبز گنبد نگاہوں کے ہے سامنے آج بینائی کا اعتبار آ گیا۔ (منور لکھنوی)

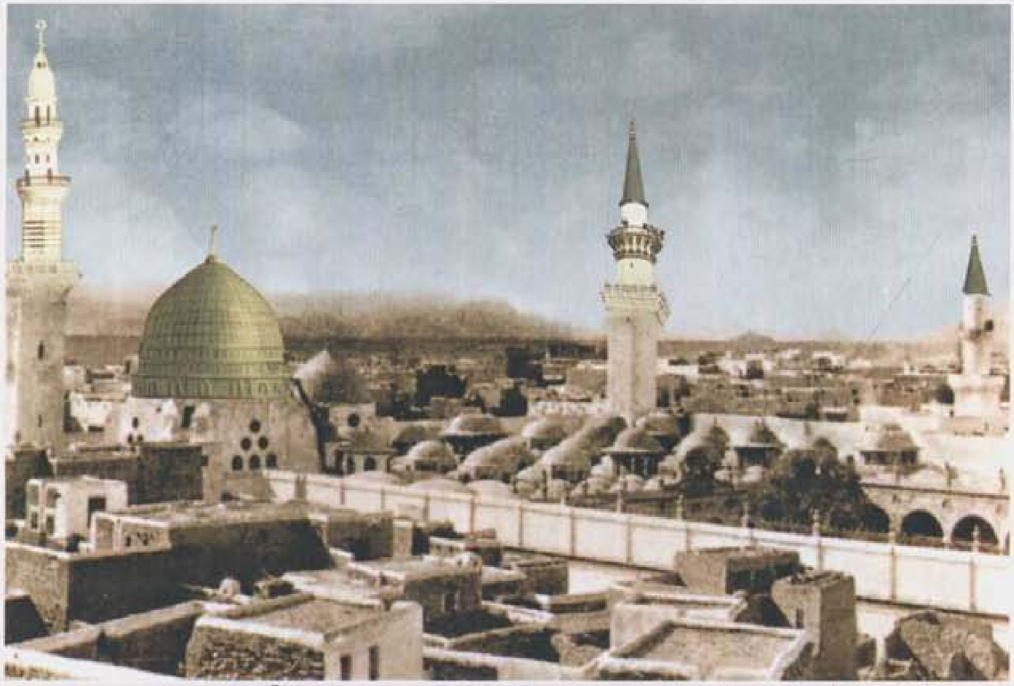
خلیفہ ولید بن عبدالملک نے امیر مدینہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کو ۸۷ھ/۷۰۶ء حکم بھیجا کہ تمام ازواج مطہرات رحلت فرما چکی ہیں اس لیے ان کے حجرات کو شامل کر کے مسجد نبوی کو وسیع کر دیا جائے۔ چنانچہ انہوں نے حجرۂ عائشہؓ (جو پہلے ہی مسجد کا حصہ تھا) کے علاوہ تمام حجرے مسجد میں شامل کر دیے۔ ایک رات شدید بارش کی وجہ سے حجرۂ شریفہ کی ایک دیوار منہدم ہوگئی تو امیر مدینہ نے ایک پانچ کونی دیوار مربع کمرہ کے اطراف بنوائی۔ جس کی دیواریں ساڑھے چھ میٹر اونچی ہیں اس میں کوئی دروازہ نہیں تا کہ کوئی بھی اندر نہ جا سکے۔ اس پر غلاف چڑھا ہوا ہے اسی کو حجرۂ شریفہ کہا جاتا ہے۔ دیوار کے چار پہلو اس لیے نہیں بنائے کہ بیت اللہ سے مشابہت نہ ہو جائے۔ حجرہ کے شمالی رخ کو مثلث شکل کا کر دیا تا کہ نماز میں قبلہ رو ہوتے ہوئے کوئی جوشِ عقیدت میں قبرِ اقدس ﷺ کی جہت اختیار نہ کر لے۔ ع

بنانا نہ تربت کو میری صنم تم

نیز چھت کا وہ حصہ جو حجرۂ مبارکہ کے اوپر تھا اس پر امتیاز کی خاطر اینٹوں سے اونچا کر کے نشان دہی کر دی تا کہ کوئی اس پر سے نہ گزرے۔ حجرۂ مبارکہ کی پانچ کونی دیوار اور چھت کی حالت تقریباً چھ صدیوں تک یہی رہی۔ ۶۷۸ھ/۱۲۷۹ء میں سلطان منصور قلاوون نے ان ستونوں پر جو حجرۂ مبارکہ کے گرد تھے لکڑی کا ایک گنبد بنوایا۔

لذتِ قربِ حقیقی پر مِٹا جاتا ہوں میں
اقبال

جب دور سے گنبد خضرا نظر آیا (حسرت موہانی) بہتا ہوا اک نور کا دریا نظر آیا



ایک صدی پہلے سبز گنبد اور اطراف کے چھوٹے چھوٹے گنبدوں کا روح افروز منظر۔ آبادی مسجد کی دیوار سے شروع ہوجاتی تھی۔

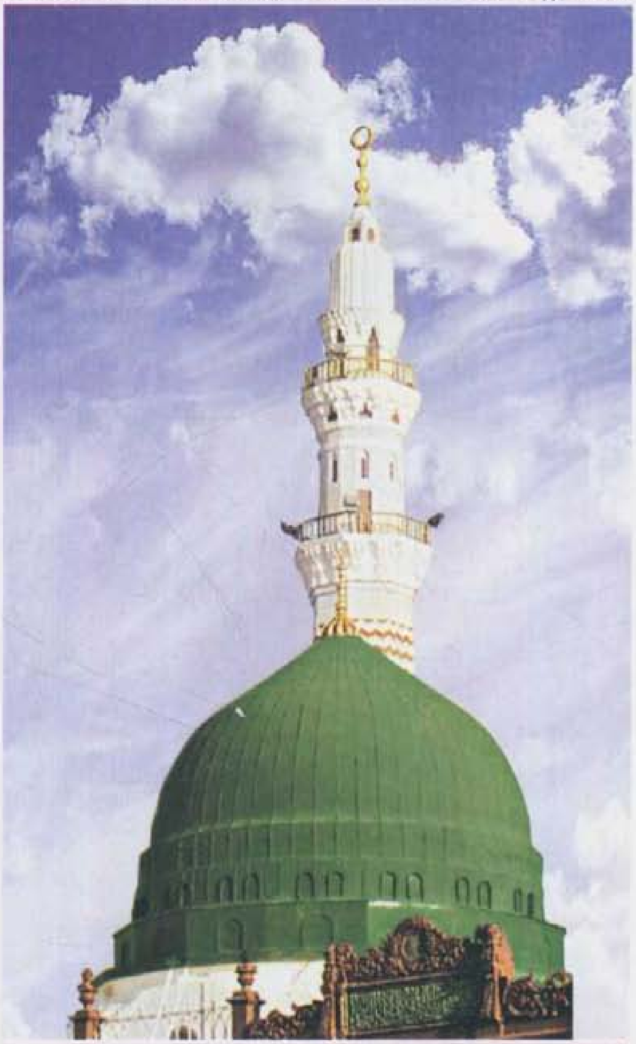
نور سے معمور ہو جاتا ہے دامانِ نظر
اقبالؔ

یہ نیچے مربع شکل کا اور اوپر مثمن (ہشت آٹھ) پہلو والا تھا۔ بارش سے حفاظت کی خاطر لکڑی کے گنبد پر سیسہ کی چادروں کو لگادیا گیا جن کا رنگ سلیٹی تھا۔ یہ رنگ ۱۲۷۹ء سے ۱۸۳۷ء کوئی ۵۵۸ سال تک قائم رہا۔ ۷۶۵ھ/۱۳۶۴ء میں سلطان ناصرالدین قلاوون صالحی نے سیسہ کی چادروں کو بدلا۔ ۸۸۶ھ/۱۴۸۱ء میں مسجد میں آتش زدگی کے باعث قبہ بھی جل گیا۔ سلطان اشرف قایتبائی نے گنبد کو لکڑی کی بجائے اینٹوں سے بلند کر کے از سرِ نو تعمیر کیا۔ یہ کام ۸۹۲ھ/۱۴۸۷ء میں اختتام کو پہنچا۔ مزید دو گنبد باب السلام کے سامنے اندرونی حصے میں تعمیر کروائے سلطان سلیم ثانی نے ۹۸۰ھ/۱۵۷۳ء میں حجرۂ مبارکہ کے گنبد کو مزید خوبصورت بنوایا۔ گنبد کے اندرونی حصہ میں طلائی، گل کاری اور چھوٹے دیدہ زیب پتھر لگا کر اس کی خوبصورتی میں مزید اضافہ کیا گیا۔

۱۲۵۳ھ/۱۸۳۷ء میں یعنی کوئی ۳۵۶ سال بعد گنبد میں دراڑیں پڑگئیں۔ اب سلطان محمود بن سلطان عبدالحمید عثمانی نے حجرۂ مبارکہ کے گنبد کی از سرِ نو مضبوط تعمیر کروائی اور پہلی بار اس پر سلیٹی (سیسہ) رنگ کی بجائے سبز رنگ چڑھایا گیا۔ جب ہی سے قبۃ الخضراء، یا گنبدِ خضریٰ کہلانے لگا اور آج تک یہی رنگ وقفہ وقفہ سے لگایا جاتا ہے۔

حجرۂ مبارکہ پر بڑا سبز گنبد چھت پر سب سے نمایاں ہے اس کے علاوہ نویں صدی ہجری میں سلطان قایتبائی نے ایک چھوٹا گنبد چھت کے نیچے حجرۂ مبارکہ کی لکڑی کی چھت کی بجائے تعمیر کروایا۔

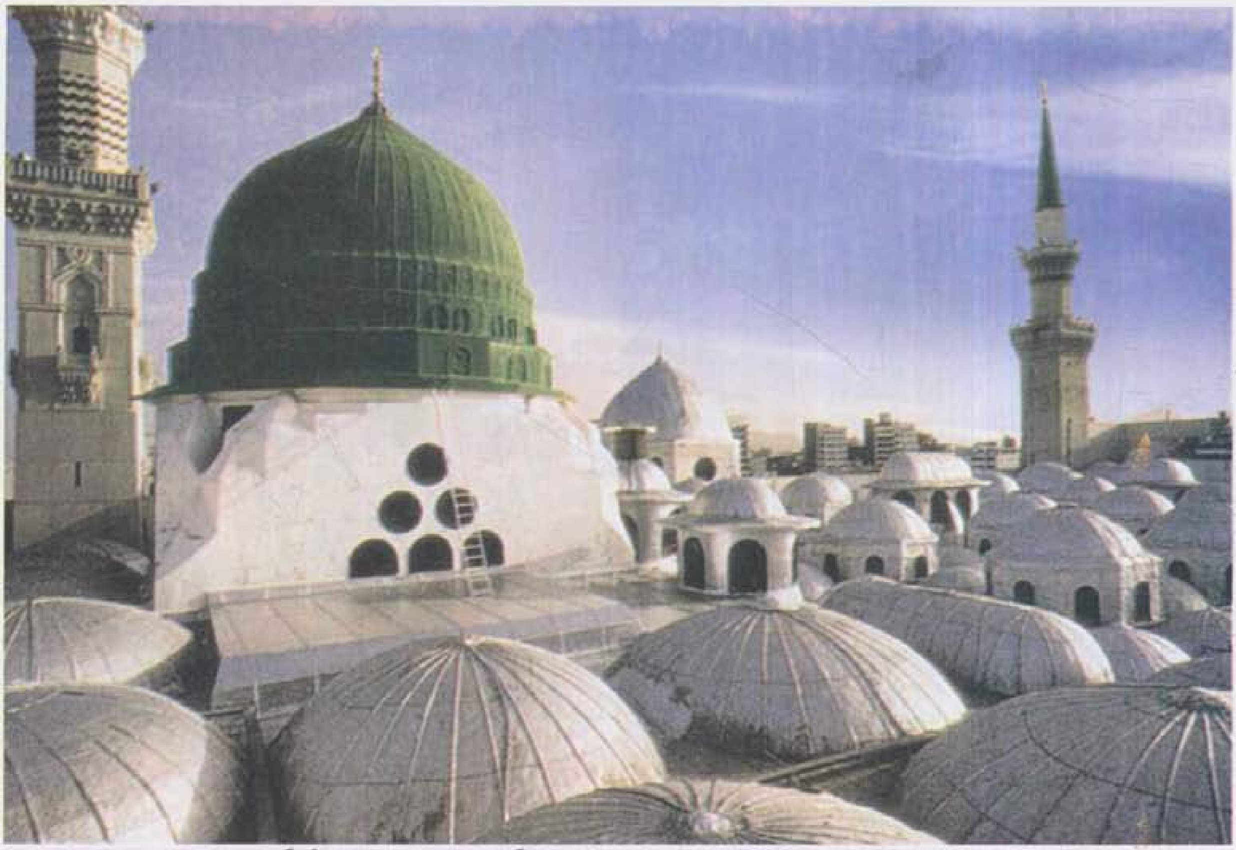
۱۲۶۵ھ/۱۸۴۹ء میں ترکوں نے مسجد کی تعمیر کے وقت حجرۂ مبارکہ کے ستونوں اور گنبد میں کوئی تبدیلی نہیں کی بلکہ مضبوطی کی خاطر چند ستون مزید لگا دیے۔



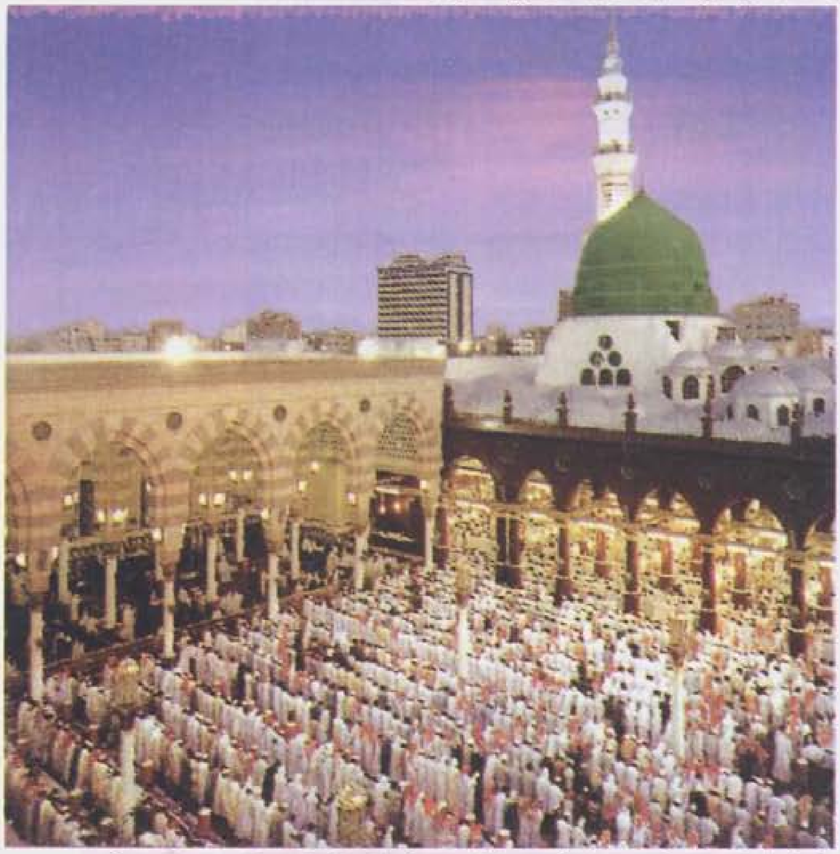
گنبد خضریٰ مینار کے سایہ میں۔

فروغ
دیدۂ
افلاک
ھے
تو

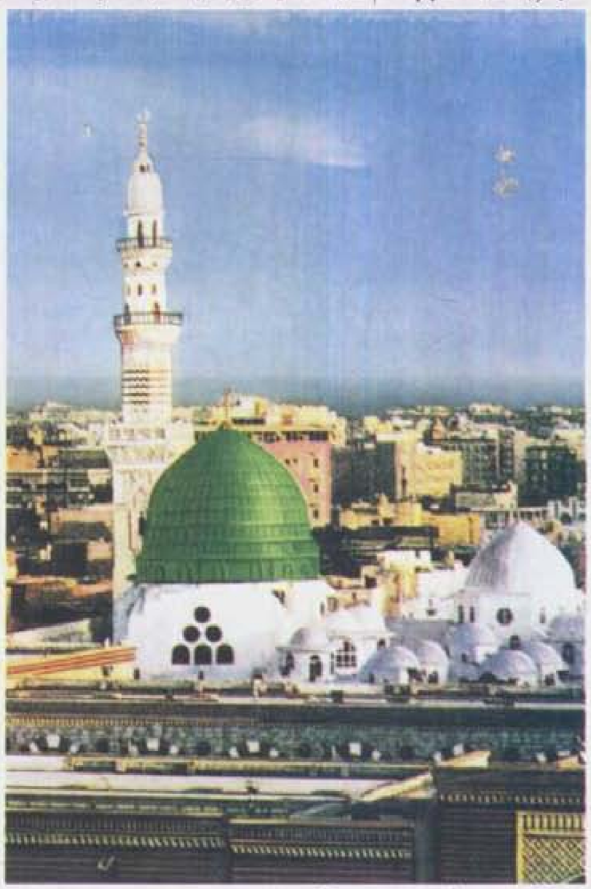
اقبالؔ



گنبد شریف کے مینار سے باب السلام کے مینار تک ترکی طرزِ تعمیر کے چھوٹے چھوٹے گنبد۔ فرازِ عرشِ معلی سے جو ملی دیکھی ...... نبی کے شہر میں ایسی بھی اک گلی دیکھی (فیاض تانڈوی)



گنبد خضریٰ کے زیرِ سایہ، ایک ہی صف میں کھڑے ہوگئے محمود و ایاز، رکوع و سجود کے ساتھ انداز عجز و نیاز۔ حیراں ہوں کہ دو آنکھوں سے کیا کیا دیکھوں۔ وہ زاویہ جہاں ترکی اور سعودی تعمیر ایک جاں اور دو قالب بن گئے ہیں۔



گنبد خضریٰ چھت کی سطح تک۔ گنبدوں کا طرزِ تعمیر اوپر والی بڑی تصویر سے مختلف ہے۔

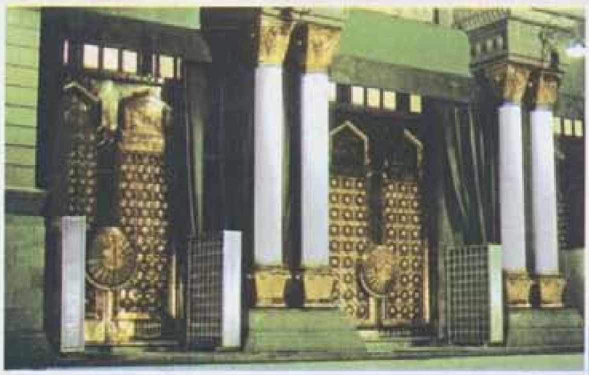
زندگی بخش دی آپؐ کے نام نے، دل منور کیا شمعِ اکرام نے (منور لکھنوی) سبز گنبد نگاہوں کے ہے سامنے، آج بینائی کا اعتبار آ گیا

گنبد آبگینہ رنگ ترے محیط میں حباب

اقبال

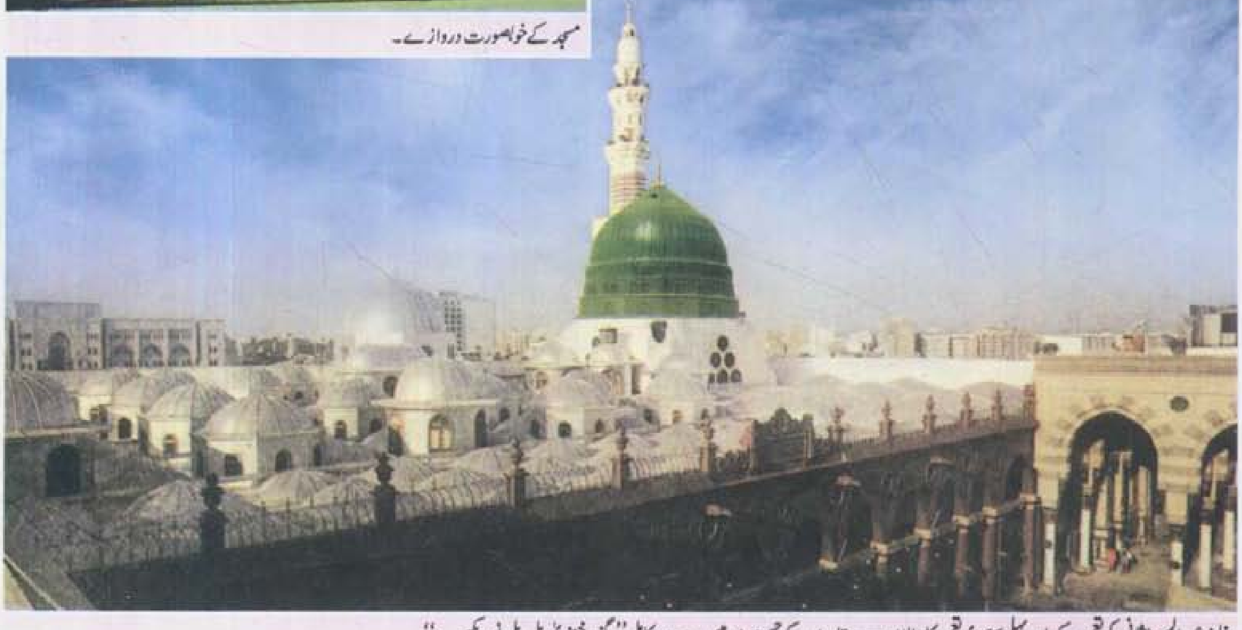


نور بکھیرتا سبز گنبد، مسجد کا حسن تناسب، قطار اندر قطار کمانیں، درونِ مسجد روشن روشن راہ داریاں یہ جنت نہیں ہے تو پھر اور کیا ہے؟ سعودی تعمیر سونے پر سہاگا قدیم و جدید طرزِ تعمیر بغل گیر و ہم رنگ۔
ع جوہری کے لیے نظر ہے شرط (آتش)



مسجد کے خوبصورت دروازے۔

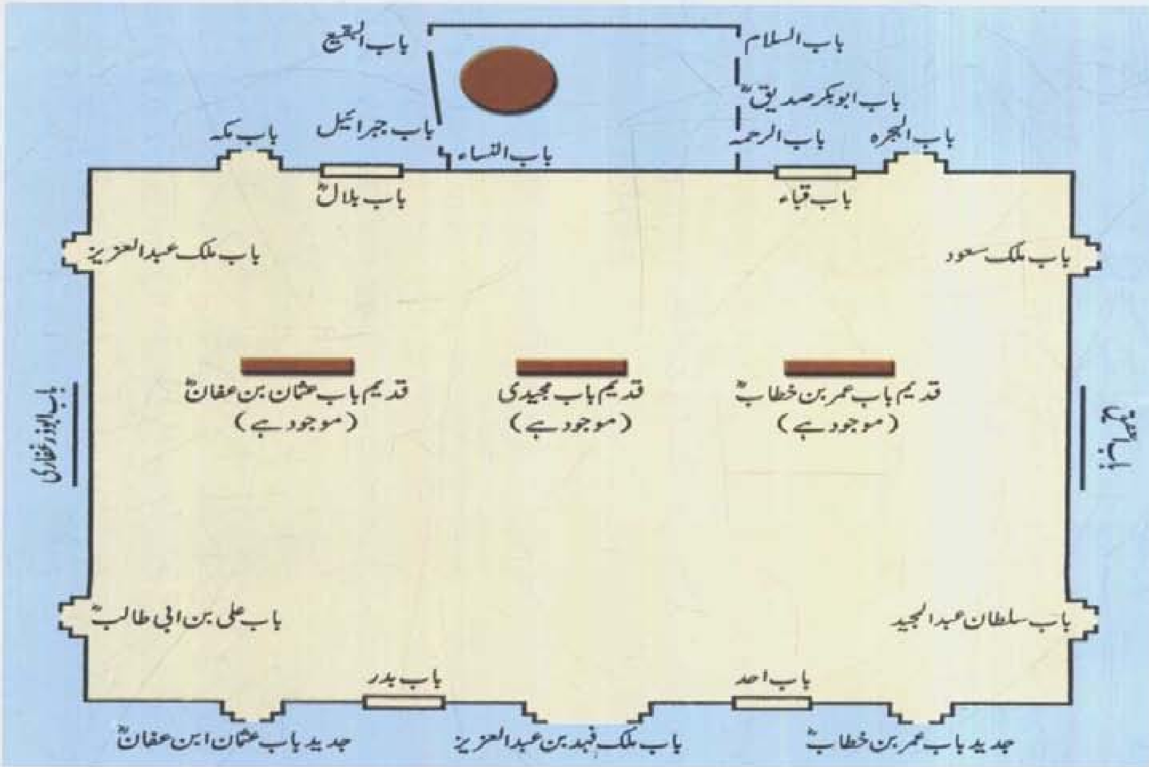
شعبان ۱۲۹۶ھ/۱۸۷۹ء میں شدید آندھی سے گنبد کی ایک کھڑکی اندر گر گئی۔ اس موقع پر مورخ علامہ برزنجی نے حجرۂ مبارکہ کو چھت پر سے دیکھا۔ گنبد خضریٰ کافی اونچا تھا۔ اس کی کھڑکیوں اور روشن دانوں کی تعداد ۷۶ تھی۔ سلطان عبدالحمید خان کے حکم پر ایک سال کی مدت میں گنبد مضبوطی سے مرمت کر دیا گیا۔



خلیفہ عبدالمجید عثمانی کی تعمیر کے بعد پہلی سعودی تعمیر کا دالان...... ستاروں کے جھرمٹ میں ہے بدرِ کامل "گنبد خضریٰ پل پل نور بکھیرے"

تصورِ گنبدِ خضرا کا جب بھی کر لیا اختر (اختر لکھنوی) اجالوں کو اترتے ہم نے ان لمحات میں دیکھا

ابوابِ مسجدِ نبویؐ



مسجد نبوی ۲۰۰۵ء کے مطابق دروازوں کی تفصیل

ابوابِ مسجد نبوی کی تاریخ

بیت المقدس جب تک قبلہ رہا مسجد نبوی کے صرف تین دروازے تھے۔ مغربی سمت پر ''باب رحمت'' جو اب بھی وہیں ہے لیکن توسیع میں آگے بڑھا دیا گیا ہے۔

دوسرا دروازہ مشرقی سمت میں باب جبرئیل جس سے رسول اللہ ﷺ مسجد میں تشریف لے آتے تھے یہ بھی اسی سیدھ میں آگے کر دیا گیا ہے۔

تیسرا دروازہ جنوب میں تھا جو تبدیل قبلہ کے بعد بند کر دیا گیا اور نیا دروازہ بیت المقدس کی سمت کھول دیا گیا۔ عہد فاروقی ۱۷ھ/۶۳۸ء میں مسجد کی توسیع کی گئی تو دروازوں کی تعداد میں مزید تین کا اضافہ کیا گیا۔ باب رحمت کی دیوار میں قبلہ کی دیوار کے کونے سے پہلے مغربی دیوار میں باب السلام۔ باب جبرئیل (مشرقی دیوار) کے نیچے عورتوں کا داخلہ کے لیے الگ دروازہ ''باب النساء'' کھولا گیا۔

باغ ترے دم سے گویا طبلۂ عطار ہے
اقبال

حضرت عثمانؓ کے عہد کی توسیع میں یہی چھ دروازے برقرار رہے۔

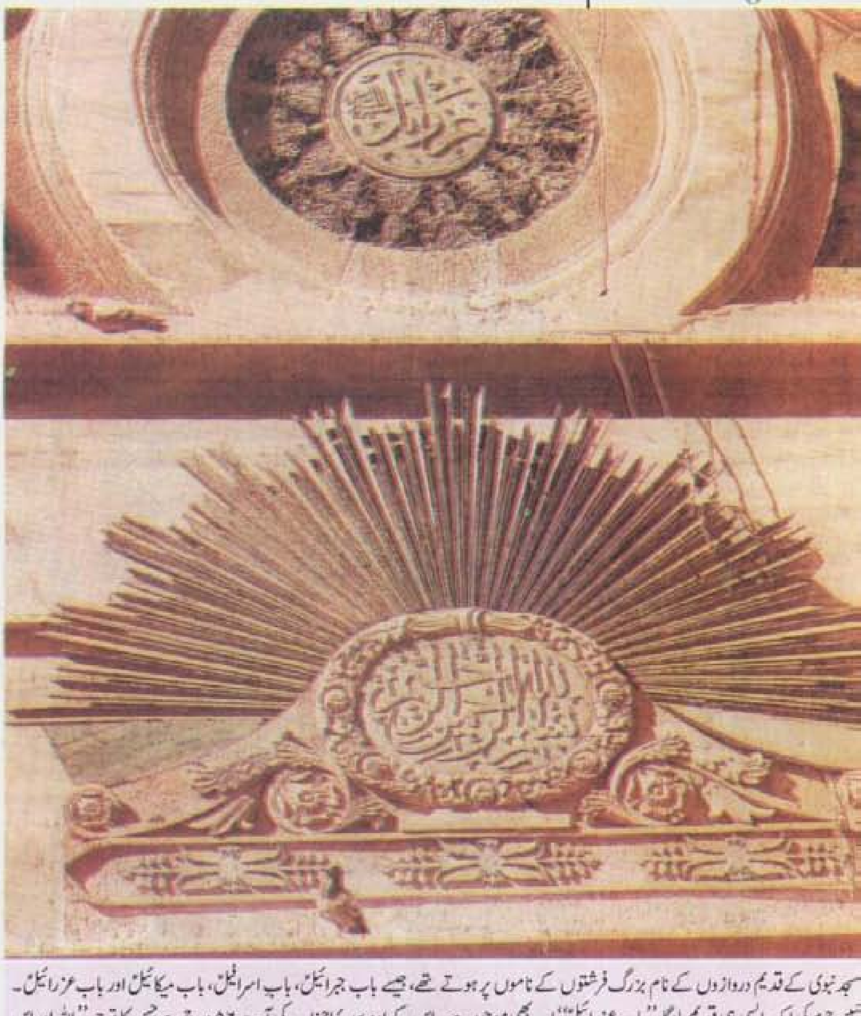
حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے جب خلیفہ ولید بن عبدالملک کے حکم پر مسجد نبوی کی توسیع کی تو مشرقی دیوار میں آٹھ، مغربی دیوار میں آٹھ اور شمالی دیوار میں چار جملہ دروازوں کی تعداد بیس ہوگئی۔

خلیفہ مہدی عباسی کی توسیع میں ۲۰ عمومی دروازوں کے علاوہ چار خصوصی دروازے قبلہ کی دیوار میں بنائے گئے۔ رفتہ رفتہ سوائے چار یعنی باب السلام، باب رحمت (مغربی دیوار میں)، باب جبرئیل اور باب النساء مشرقی دیوار میں زیر استعمال رہے۔ باقی بند پڑے رہے۔ ترکی تعمیر میں پانچواں دروازہ باب مجیدی بنایا گیا۔ پہلی سعودی تعمیر ۱۳۷۵ھ/۱۹۵۶ء میں دروازوں کی تعداد دس ہوگئی۔ مغربی دیوار میں باب (خوخۂ) صدیق اور باب سعود اور مشرقی دیوار میں باب عبدالعزیز بنایا گیا۔ شمالی دیوار میں باب عمرؓ اور باب عثمانؓ کا اضافہ کیا گیا۔



قدیم باب جبرئیل کی تصویر۔

۱۴۰۸ھ/ ۱۹۸۸ء میں مشرقی دیوار میں باب جبرئیل کے آگے باب السلام کے بالکل مقابل میں باب بقیع بنایا گیا۔ دوسری سعودی توسیع کے بعد آج کل دروازوں کی تعداد ۴۱ ہوگئی ہے۔



سجد نبوی کے قدیم دروازوں کے نام بزرگ فرشتوں کے ناموں پر ہوتے تھے، جیسے باب جبرائیلؑ، باب اسرافیلؑ، باب میکائیلؑ اور باب عزرائیلؑ۔ تین حرم کی ایک ایسی ہی قدیم یادگار "باب عزرائیلؑ" اب بھی موجود ہے۔ اس کے اوپر سورۂ احزاب کی آیت ۵۶ درج ہے جس کا ترجمہ "اللہ اور اس کے فرشتے نبیؐ پر درود بھیجتے ہیں۔ مومنوں تم بھی پیغمبر پر درود اور سلام بھیجا کرو۔"



شاہ فہد کی جدید تعمیر میں باب جبرئیل اور باب بقیع۔

باعث ہے تو وُجود و عَدم کی نمود کا

اقبال

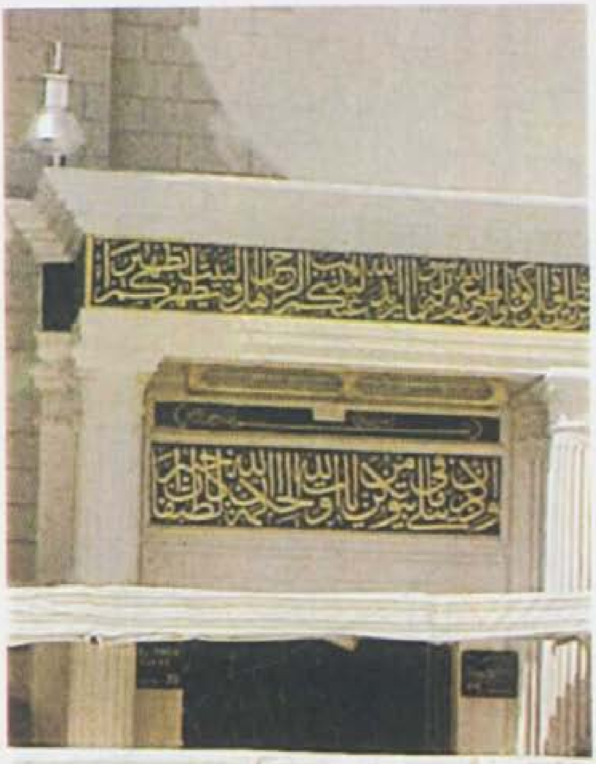


بابِ بقیع — اس دروازہ کی سیدھ میں جنت البقیع کا قبرستان ہے۔

باب جبرائیل

مسجد نبوی کی مشرقی دیوار میں ہے۔ اسے باب جبرئیل اس لیے کہتے ہیں کہ اس کے اندر والے ستون کے قریب حضرت جبرئیل علیہ السلام وحی کے ساتھ نازل ہوتے تھے۔ اس کو باب النبی ؐ بھی کہتے ہیں کیونکہ رسول اللہؐ اسی دروازے سے مسجد میں تشریف لے آتے۔ اس کا ایک نام باب عثمانؓ بھی ہے کیونکہ یہ آپ کی صاحبزادیوں رقیہؓ اور امّ کلثومؓ کے شوہر محترم عثمانؓ کی رہائش گاہ کے سامنے واقع تھا۔

امّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ غزوۂ احزاب



باب النساء (خواتین کے لیے مخصوص دروازہ)۔

(خندق) کے بعد رسول اللہؐ گھر واپس ہوئے ہتھیار اتار کر غسل فرمایا، اتنے میں کسی کی آواز پر باہر نکلے۔ میں نے دیکھا کہ حضرت دحیہ کلبیؓ



جدید تعمیر میں "باب النساء" درمیان میں جبرئیل اور باب بقیع۔

بابِ جبرئیل کے پھر ذہن میں اُبھرے ہیں نقوش   (راغب مرادآبادی)   ہے وہیں روضۂ سرکارِ مدینہ، چلیے



باب النساء جدید تعمیر میں۔

دستورِ حیات کی طلب ہے؟
اقبال

جنازے پڑھنے کی جگہ موجود ہیں اور آپؐ ان کے گرد آلود سر کو صاف کر رہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ آپ نے ہتھیار اتار دیے حالانکہ فرشتے ابھی تک ہتھیار بند ہیں۔ کہا ابھی بنی قریظہ کی طرف چلیے۔ حضرت عائشہؓ نے پوچھا دحیہ کلبی یہ کیا کہہ رہے تھے؟ فرمایا یہ ان کی شکل میں جبرائیلؑ تھے اور بنی قریظہ پر حملہ کرنے کا حکم لائے تھے۔



باب السلام، مغربی دیوار میں، اس کے بالمقابل مشرقی دیوار میں ''باب بقیع'' ہے۔

امیر مدینہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے جب ازواج مطہرات کے رحلت کر جانے کے بعد ان کے گھروں کو شامل مسجد کیا تو حجرہ کے بالمقابل اس جگہ ایک دروازہ بنا دیا۔ بعد میں اسے بند کر دیا گیا۔ اب یہاں ایک جالی دار کھڑکی ہے جس کے اوپر والے پتھر پر سورۂ احزاب کی آیت ۵۶ کندہ ہے۔ یہ اس مقام پر ہے جہاں حضرت جبرائیلؑ غبار آلود حالت میں کھڑے تھے۔

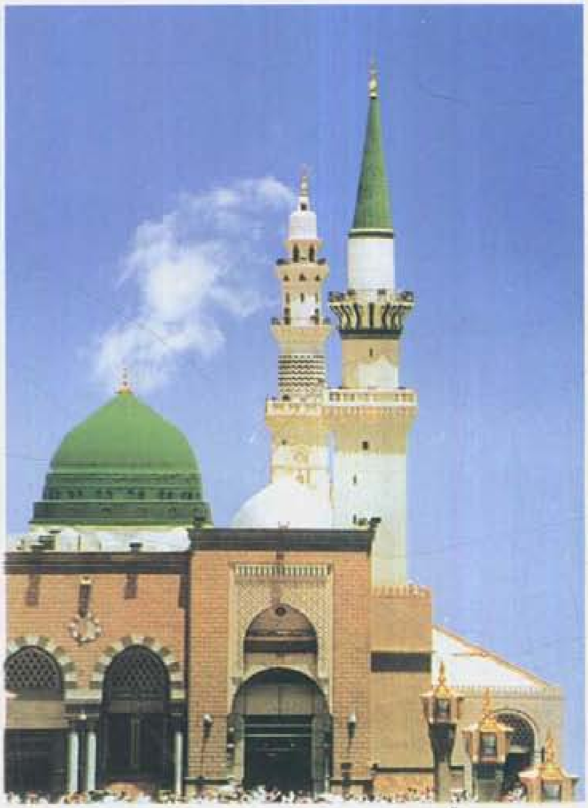
باب النساء

حضرت عمرؓ کی توسیع ۱۷ھ میں مشرقی دیوار (جدھر امہات المومنین کے مکانات تھے) کے آخری حصہ میں بطور خاص خواتین کی آمد و رفت کے لیے ایک دروازہ ''باب نساء'' بنوایا تا کہ خواتین پچھلی صفوں میں الگ تھلگ نمازیں ادا کر سکیں۔ یہ باب جبرائیلؑ کے نیچے کونے پر ہے۔ بعد میں جب بھی توسیع ہوئی تو یہ دروازہ اس کے محاذات میں ہی رہا۔ ترکی تعمیر ۱۸۶۰ء کے وقت دروازہ اعلیٰ درجے کی لکڑی سے بنایا گیا۔ اب بھی اس پر ترکی سلطان عبدالمجید کا نام لکھا ہوا موجود ہے۔

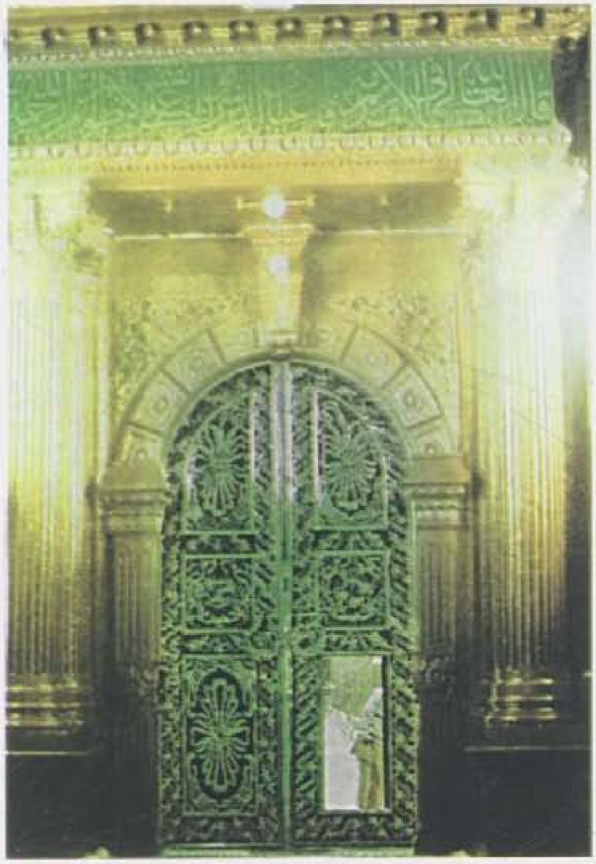
باب السلام

اس کا نام ''باب السلام'' اس لیے رکھا گیا کہ اس گیلری کا اختتام بالمقابل

گلشن ہے جن کے دم سے باغِ جناں ہمارا
اقبال



باب السلام— جدید تعمیر۔

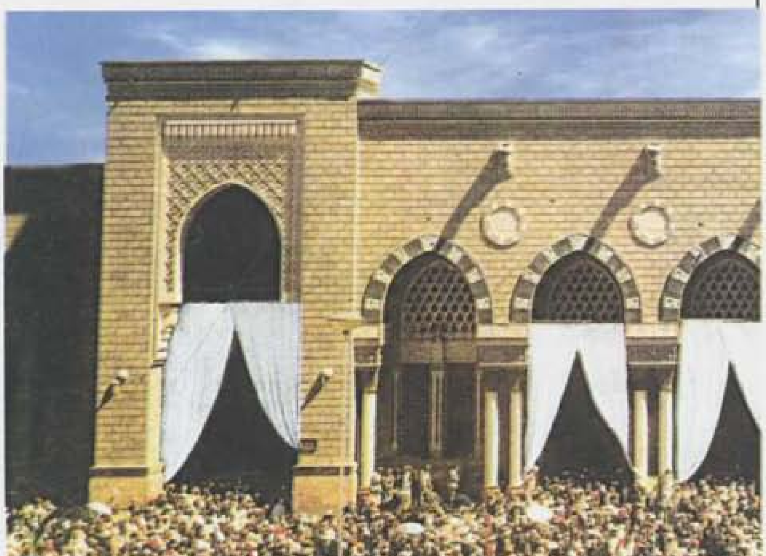


باب رحمت— قدیم دروازہ۔

دروازے ''باب بقیع'' پر ہوتا ہے جہاں مواجہہ شریف ہے۔ حضرت عمرؓ نے ۱۷ھ/۶۳۸ء میں توسیع کے وقت مغربی دیوار میں یہ نیا دروازہ کھولا تھا۔ بعد میں جب بھی اس کے آگے نئی تعمیر ہوئی تو نیا دروازہ اسی سیدھ میں بنایا گیا۔ ترکی تعمیر ۱۸۶۰ء کے وقت تجدید کے ساتھ اس پر پہلی بار ایک خوبصورت گنبد بھی تعمیر کیا گیا جو کاری گری کا ایک شاہکار ہے۔ اس کے ساتھ جو مینار تعمیر کیا گیا وہ بھی تمام میناروں میں منفرد اور ترکی طرز



باب رحمت کا قدیم دروازہ اس کے تاج میں بزرگ فرشتے کا نام ہے۔



باب رحمت— پردہ پڑے دو چھوٹے دروازے خوخہ ابوبکر صدیقؓ ہیں۔



باب السلام، خوخہ ابوبکر صدیقؓ اور باب رحمت مغربی دیوار میں بیرونی منظر۔ ساتھ والی نئی تعمیر ''باب قباء'' کہلاتی ہے۔

کتنے بے تاب ہیں جوہر مرے آئینے میں

اقبال

تعمیر کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ خصوصاً اس کا بالائی حصہ۔

اس کے دیگر نام باب الخشیہ اور باب الخشوع بھی ہیں لیکن باب السلام کو قبول عام حاصل ہوا۔

باب رحمت

عہد نبوی کے تین دروازوں میں سے ایک ہے جو مغربی دیوار میں کھولا گیا تھا۔ ہر توسیع میں باب رحمت اسی سیدھ میں آگے بڑھتا گیا۔ حضرت انس بن مالکؓ کی روایت میں وجہ تسمیہ یہ بتائی جاتی ہے کہ



بہت قدیم ''باب رحمت'' جبکہ اطراف گھر بنے ہوئے تھے۔



شاہ فہد کی توسیع میں باب مجیدی مسجد کے اندر آ گیا ہے۔



اندرونی منظر (۱) بابِ صدیقؓ (۲) خوخہ ابوبکرؓ (۳) خلیفہ ولید بن عبدالملک کے توسیعی ستون۔

ایک جمعہ حضورؐ منبر پر خطبہ دے رہے تھے کہ ایک بدّو اس دروازے سے داخل ہوا اور آپؐ کے سامنے پہنچ کر کہا کہ اے اللہ کے رسول ہم تباہ و برباد ہوگئے۔ بارش کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کیجیے۔ ہاتھ بلند کر کے دعا فرمائی اے اللہ بارش عطا فرما۔ مطلع صاف تھا کہ جبل سلع کی طرف سے چھوٹی سی بدلی گھٹا بن کر چھا گئی اور چھ روز تک برستی رہی۔ جمعہ آیا تو پھر وہ دیہاتی آیا اور آپؐ کے سامنے کھڑے ہو کر کہنے لگا مال تباہ اور مویشی ہلاک ہوگئے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجیے کہ بارش رک جائے۔ آپؐ نے دستِ دعا بلند کیا اور کہا — اے اللہ ہم پر نہیں ہمارے اردگرد برسے۔ حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ بادل ایک دم پھٹ گیا اور دھوپ نکل آئی۔ باران رحمت کے اس معجزے کے بعد دروازہ اسی نام سے یاد کیا جانے لگا۔

بچشم شوقم بکن تماشا، بصد ادب می خرام ہر جا
بباب رحمت گہے گزر کن، بباب جبرئیل گہِ جبیں سا
سلام ربیّ علیٰ حبیبی، گہے بباب السلام بر خواں



خوخہ صدیق نام اس لیے دیا گیا کہ اس کے قریب حضرت ابوبکر صدیقؓ کا گھر تھا۔ پہلے اکثر صحابہ کے گھروں کے دروازے مسجد میں کھلتے تھے۔ مرض الموت میں ارشادِ نبویؐ ہوا کہ تمام دروازے جو مسجد میں کھلتے ہیں بند کردیے جائیں بجز ابوبکرؓ کے۔ یہ جانشینی کا اشارہ تھا۔



خوخہ ابوبکر کے ساتھ دو اور دروازے "بابِ الصدیق" سے موسوم ہوئے۔

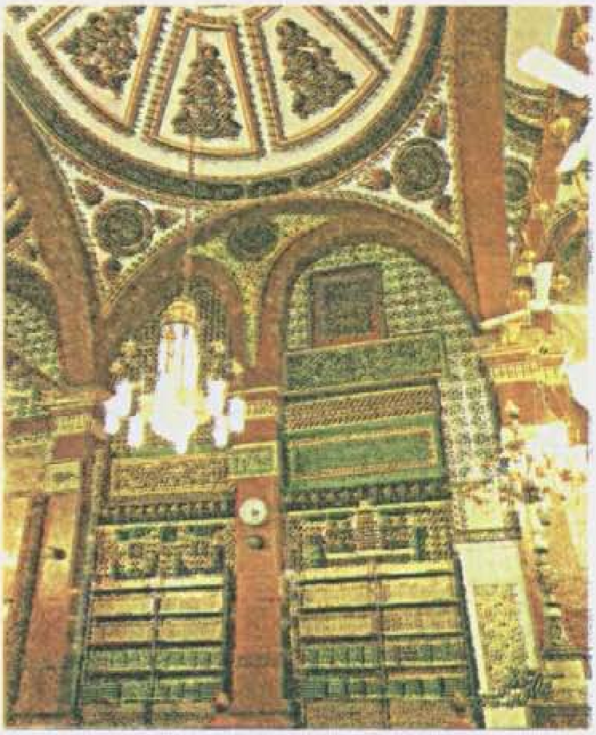
بابِ (خوخہ) صدیقؓ

صحابہ کرام کے مکانات مسجد نبوی کے چاروں طرف پھیلے ہوئے تھے بلکہ ان کے دروازے مسجد میں کھلتے تھے۔ یہ دیکھ کر فرمایا کہ سب اپنے دروازے بند کردیں بجز حضرت علیؓ کے کیونکہ ان کا ایک ہی دروازہ تھا۔ اس کے بعد بجائے دروازے کے خوخے بن گئے۔ خوخہ دریچہ کو کہتے ہیں جس کے کبھی پٹ ہوتے ہیں اور کبھی نہیں۔ مغربی دیوار میں حضرت ابوبکرؓ کا خوخہ منبر کے قریب تھا۔ مرض الموت میں رسول اللہؐ



مسجد نبوی کا باب جنائز۔ جنازے اس دروازے سے لائے جاتے تھے۔

مضطرب رکھتا ہے میرا دل بے تاب مجھے
اقبال



مسجد نبوی کی چھت اور دیواروں کی خوبصورت تزئین

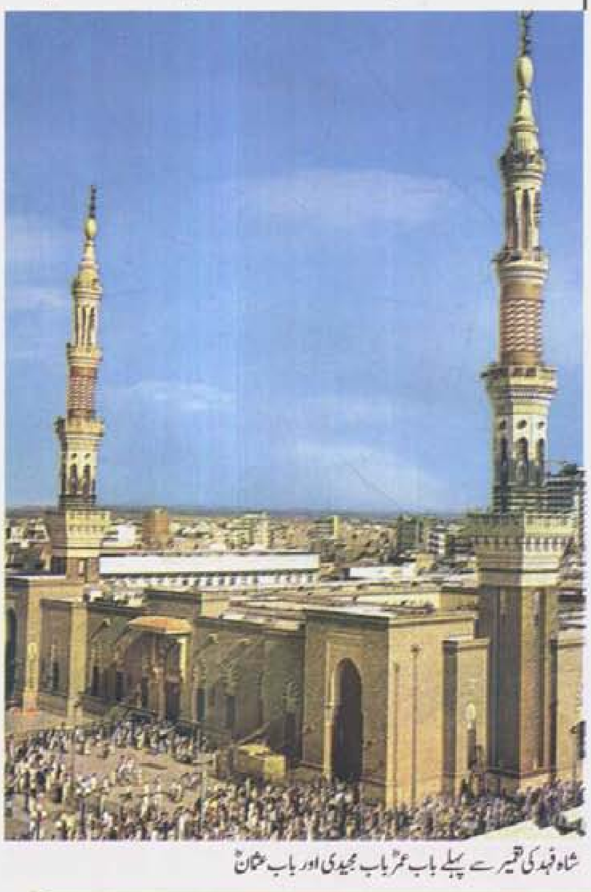
نے برسرِ منبر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک بندے کو اختیار دیا ہے کہ چاہے دنیا میں رہے چاہے اس چیز کو پسند کرے جو اللہ کے پاس ہے۔ اس بندے نے آخرت کی نعمتوں کو اختیار کرلیا۔ یہ سن کر حضرت ابوبکر رونے لگے۔ فرمایا — اے ابوبکر مت رو۔ پھر ارشاد ہوا — مسجد میں جتنے خوخے کھلے ہوئے ہیں ان سب کو بند کردیا جائے۔ صرف ابوبکر کا راستہ کھلا رہے۔ جان، مال، صحت، رفاقت کے اعتبار سے مجھ پر سب سے زیادہ احسان ابوبکر کا ہے۔ میں نے ہر ایک کے احسان کا بدلہ چکا دیا بجز ابوبکر کے۔ ان کا صلہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ادا کرے گا۔ اگر میں کسی کو خلیل (دوست) بناتا تو ابوبکر کو بناتا لیکن اسلامی اخوت کافی ہے۔ راستہ کو کھلا رکھنے کا حکم جانشینی کا اشارہ ہے۔



بابِ عمرؓ بن خطاب جو شاہ فہد کی تعمیر میں مسجد کے اندر آ گیا ہے۔



اندرون مسجد سے باب النساء کا راستہ۔ سیدھی جانب "دکتہ الاغوات" یعنی خدام کا چبوترہ ہے جسے غلطی سے لوگ "اصحاب صفہ" کا مقام سمجھتے ہیں۔



شاہ فہد کی تعمیر سے پہلے باب عمرؓ باب مجیدی اور باب عثمانؓ

کھول آنکھ زمیں دیکھ فلک دیکھ فضا دیکھ
اقبال

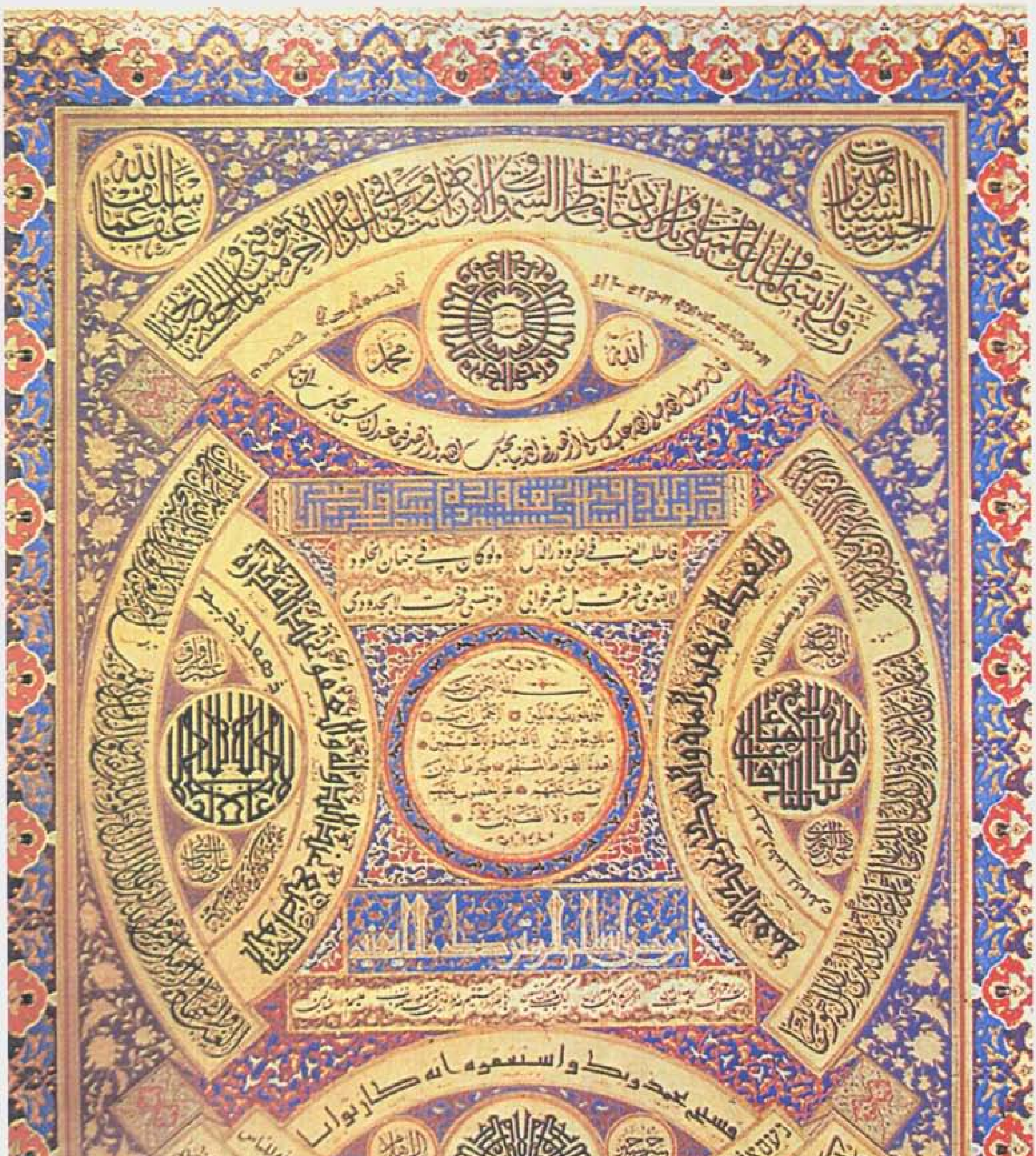


جدید تعمیر میں باب علیؓ، باب ابوذرؓ غفاری اور باب ملک عبدالعزیز



پہلی ترکی تعمیر میں مسجد نبویؐ کا وہ دالان جو مواجہ شریف (جہاں لوگ جمع ہیں) کے بعد باب بقیع پر ختم ہوتا ہے۔

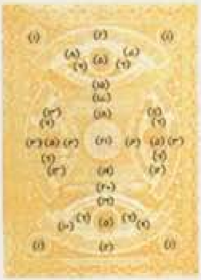
ہوں مقابل مواجہ، مرا دل دھڑک رہا ہے (غالب عرفان) ہو زقندِ آہو جیسے، مرے شہر ماورا میں



لوح بھی تو قلم بھی تو تیرا وجود الکتاب

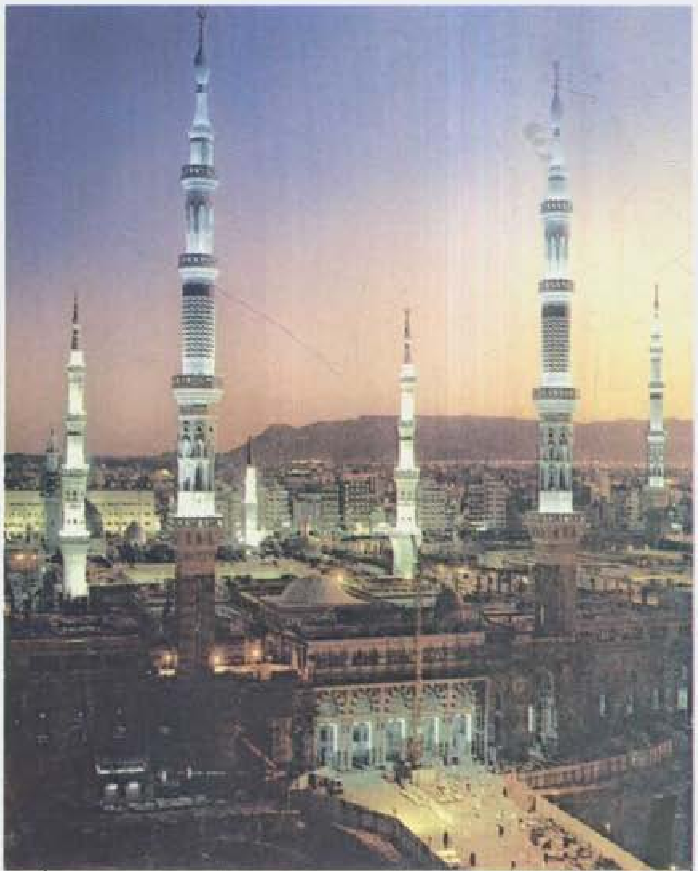
اقبال

□ ہاشم محمد کے کمالِ فن کا نادر لوحہ جس میں درج ذیل خطوط استعمال کیے ہیں:
(۱) جلی ثلث (۲) جلی ثلث (۳) جلی دیوانی (۴) کوفی (۵) کوفی (۶) ثلث (۷) ثلثی (۸) قدیم مصری تصویری خط (۹) عبرانی (۱۰) رقعہ (۱۱) مغربی (۱۲) سیاقت (۱۳) اجازہ (۱۴) سریانی (۱۵) یونانی (۱۶) کوفی (۱۷) کوفی (۱۸) نستعلیق (۱۹) کوفی (۲۰) شکستہ (۲۱) نسخ۔



یہ نادر اور بے نظیر لوحہ استاد ہاشم محمد (بغدادی) کی خطاطی کی فنکارانہ مہارت کا شاہکار ہے۔ یہ لوحہ ''تذکرۂ خطاطین'' مرتبہ: محمد راشد شیخ کے شکریہ کے ساتھ شامل کیا جا رہا ہے۔

ترا چہرہ، مصحف کا زرکار ورقہ (عبدالعزیز خالد) تو قرآنِ ناطق نہیں ہے تو کیا ہے؟



حضرت عمرؓ نے توسیع میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کے گھر کو مسجد میں شامل کرلیا۔ ارشاد نبویؐ کے پیش نظر مغربی دیوار میں اس کے بالمقابل خوخہ بنادیا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے توسیع کے وقت (۲۰) دروازوں میں اسے ایک دروازہ بنادیا۔ ۱۹۵۶ء پہلی سعودی تعمیر میں ''باب الصدیق'' نام رکھا گیا۔ شاہ فہد کی تعمیر میں یہ تین متصل دروازوں کی شکل اختیار کر گیا۔ تیسرے جنوبی دروازے پر ''ھذہ خوخۃ سیدنا ابی بکر الصدیق'' کی تحریر نشان دہی کو موجود ہے۔

باب ملک عبدالعزیز

یہ دروازہ مشرقی دیوار میں پہلی سعودی توسیع کے موقع پر بنایا گیا جو متصل تین دروازوں پر مشتمل تھا۔ دوسری توسیع میں یہ مسجد کے اندر شامل ہوگیا۔ اس کی سیدھ میں بنائے جانے والے دروازے کا نام بھی ''باب ملک عبدالعزیز'' ہے۔

باب الملک سعود

پہلی سعودی توسیع کا سنگ بنیاد شاہ سعود نے ۱۲ ربیع الاول ۱۳۷۲ھ/ ۱۹۵۳ء کو رکھا۔ مغربی دیوار میں باب عبدالعزیز کے بالمقابل تین متصل دروازے باب الملک سعود کے نام سے بنائے گئے۔

باب عمرؓ بن خطاب

پہلی سعودی توسیعی تعمیر کے وقت مغربی کونے میں یہ دروازہ تھا۔ حضرت عمرؓ کا مکان اسی سمت میں باب رحمت کے پاس تھا۔ یہی اس نام کی وجہ تسمیہ ہے۔ دوسری سعودی توسیع ۱۴۱۴ھ/ ۱۹۹۴ء میں یہ دروازہ مسجد کے اندر ہوگیا۔

باب عثمانؓ بن عفان

مشرقی سمت میں باب جبرائیل کے مقابل حضرت عثمانؓ کا گھر تھا۔ اسی مناسبت سے پہلی سعودی توسیع میں شمال مشرقی کونے پر دروازہ ان کے نام سے منسوب ہوا۔ دوسری توسیع میں شاملِ توسیع ہوکر اندر چلا گیا۔

باب مجیدی

شاہان مصر کے بعد ترکی عثمانی خلفاء نے حرمین شریفین کی تعمیر میں مخلصانہ اور فراخ دلانہ حصہ لیا۔ سلطان قایتبائی کی تعمیرات پر ۳۷۰ سال گزر چکے تھے۔ امتداد زمانہ سے بوسیدگی کے آثار پیدا ہوچکے تھے۔ اس کی اطلاع خلیفہ عبدالمجید عثمانی کو دی گئی۔ ماہر انجینئر ز رمزی آفندی اور عثمان آفندی نے ۱۸۴۸ء میں مکمل جائزہ رپورٹ پیش کی۔ حلیم آفندی ماہرِ تعمیرات کوتجدید پر معمور کیا گیا۔

۱۲۶۵ھ/ ۱۸۴۸ء تا ۱۲۷۷ھ/ ۱۸۶۰ء (۱۲) سال میں کام مکمل ہوا۔ وادیٔ عقیق میں آبیارعلی میں عقیق جیسے سرخ رنگ کے پتھر کی کان سے تعمیری ضروریات کے لیے پتھر نکالا گیا۔ اس عظیم الشان تعمیر کی یادگار شمالی رخ پر باب مجیدی تعمیر کیا گیا۔ جب ۱۳۷۵ھ/ ۱۹۵۵ء میں سعودی حکومت نے پہلی توسیع کی تو اس دروازے کو اسی سیدھ میں آگے بڑھادیا۔ شاہ فہد کی ۱۴۱۴ھ/ ۱۹۹۴ء کی دوسری توسیع میں یہ دروازہ مسجد کے اندر شامل ہوگیا۔ اس کے محاذات میں نیا شاندار دروازہ ''باب ملک فہد'' بن گیا۔



مدینہ منورہ ترکوں کے عہد حکمرانی میں۔ مسجد نبوی کے مینار مخروطی ٹوپی میں ہیں۔

مضطرب باغ کے ہر غنچے میں ہے بوئے نیاز

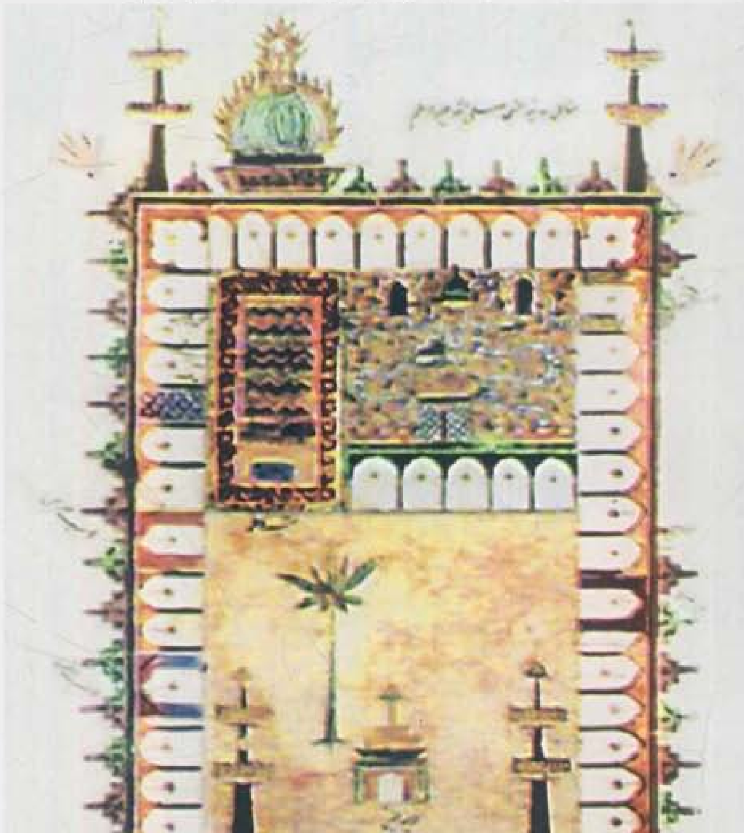
اقبال



ایک صدی پہلے کا شہر مدینہ مضبوط فصیلوں کے درمیان۔



نصف صدی پہلے گنبد خضرا اور اس کا بالائی حصہ ایک مینار کی ٹوپی اس تبدیلی کا ثبوت۔



۱۰۰ ہجری کی مسجد نبوی کی ایک نادر و نایاب تصویر جس میں حدود مسجد دیکھے جاسکتے ہیں۔ یہ تصویر ''مکتبہ المسجد نبوی'' کی لائبریری میں آویزاں ہے۔

تصاویر بشکریہ: شفیق سعید خواجہ (لاہور)

بلند جب سے ہے طیبہ میں گنبد خضریٰ (افسر ماہ پوری) زمیں پہ جھکنا عبادت ہے آسماں کے لیے

مینار



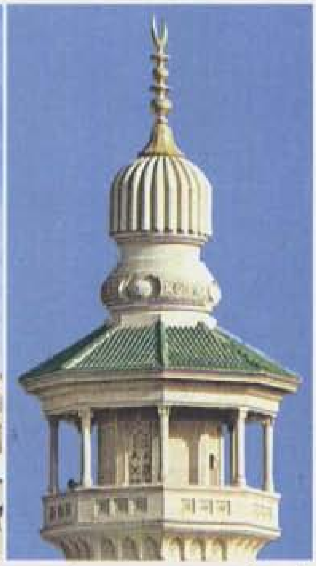
مسجد نبوی کے سراپا جمال مینار۔

۹۱ھ/۷۱۰ء تک مسجد نبوی کے کوئی مینار نہیں تھے۔ عہد نبوی میں موذن حضرت بلالؓ مسجد نبوی سے متصل ایک بلند مکان پر چڑھ کر فجر کی اذان دیا کرتے تھے۔ حضرت بلالؓ کا یہ معمول تھا کہ سحر کے وقت آتے اور مشرق کی جانب پو پھٹنے کا انتظار کرتے رہتے پھر اذان دیتے۔ یہ بھی روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے گھر میں قبلہ کی جانب ایک ستون تھا موذن اس پر کھڑا ہو کر اذان دیتا تھا۔

پہلی بار اموی خلیفہ ولید بن عبدالملک کے حکم پر امیر مدینہ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے توسیع مسجد کے وقت اس کے چاروں کونوں پر مینار بھی بنائے۔ موذن اس پر چڑھ کر اذان دیتا۔ باب السلام کے کونے پر جو مینار تھا وہ سلیمان بن عبدالملک کے حکم سے گرا دیا گیا۔ عرصہ تک صرف تین مینار ہی مسجد نبوی کی زینت بنے رہے۔ ۷۰۶ھ/۱۳۰۶ء میں سلطان ناصر محمد قلادون نے دوبارہ گرا ہوا مینار بنوادیا۔ مسجد نبوی کے جنوب (قبلہ رخ) مشرقی کونے کا مینار ''منارۂ رئیسیہ یا صدر مینار'' کہلاتا تھا چونکہ رئیس المؤذنین یہاں اذان دیتا تھا۔ ۸۸۲ھ/۱۴۷۷ء میں اس پر بجلی گری اور تیسرا حصہ منہدم ہوگیا۔ اسے پورا گرادیا گیا۔ ۸۹۲ھ/۱۴۸۷ء میں سلطان اشرف قایتبائی نے اسے نئے سرے سے تعمیر کروایا اور اونچائی بھی بڑھادی گئی۔ سلطان عبدالمجید عثمانی کی تعمیر (۱۸۴۸ء تا ۱۸۶۰ء) میں اسے برقرار رکھا گیا۔ البتہ دروازے پر سرخ پتھر سے گل کاری کی گئی۔ یہ دروازہ مسجد کے اندر مواجہہ شریف کے سامنے موجود ہے۔

بابِ حرم بھی طائرِ بامِ حرم بھی تو

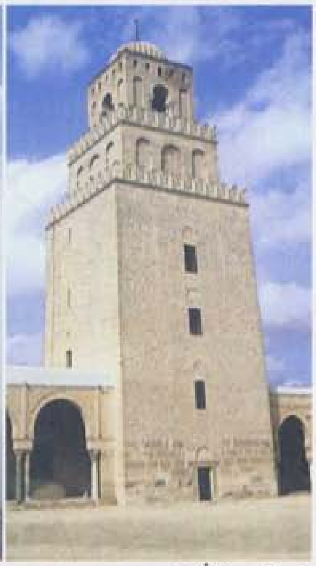
اقبال


مسجد حرام کا مینار۔

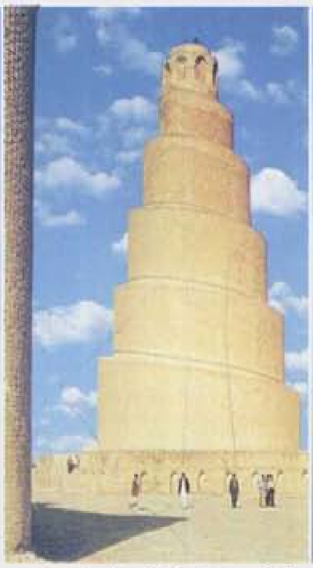

مسجد اقصیٰ کا مینار۔

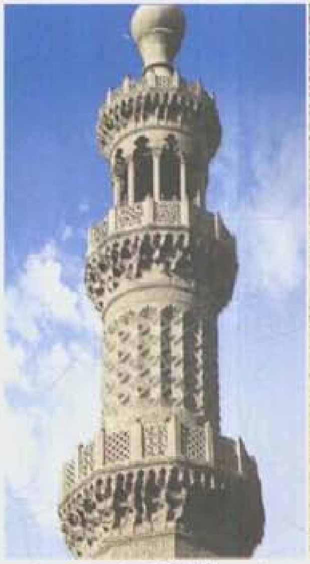

مسجد ابراہیمی "الخلیل" کا مینار۔


دمشق کی اموی مسجد کا مینار


مسجد قیروان (تیونس) کا مینار


مصر میں مسجد ابن طولان کا مینار (۹-۸۷۶ھ)

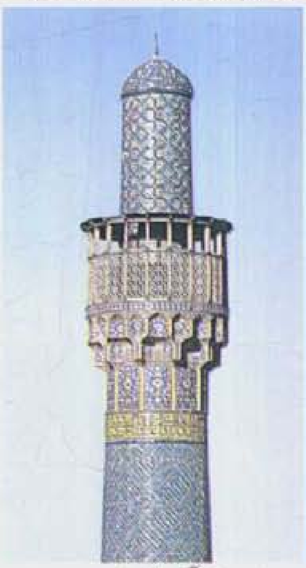

جامع مسجد سامرا (عراق) کا مینار (۸۴۷ھ)


قاہرہ میں امیر قرقوص کی مسجد کا مینار (۱۵۰۶ء)


قطبیہ مسجد (مراکش) کا مینار (۱۲ھ)


ٹمبکٹو (مالی) کی ۱۴ صدی کی مسجد کا مینار


دیار بکر (ترکی) کی آیائی مینار والی مسجد (۱۴۸۹ء)


برسا (ایران) کی رنگین ٹائلز والی مسجد (۱۵ صدی)

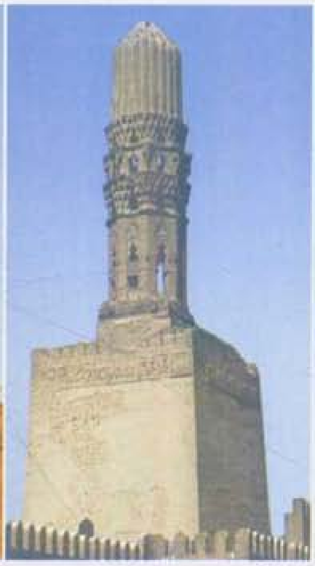
عقل قدِ کوتاہ سے اپنے رکھتی ہے معیار بلند   (رحمان کیانی)   منبر سے محراب کو اونچا مسجد سے مینار بلند

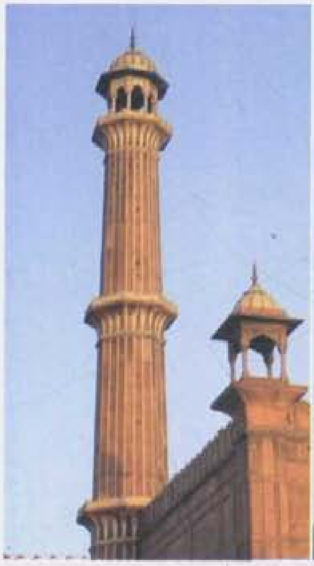
جرأت ہو نمو کی تو فضا تنگ نہیں ہے

اقبال

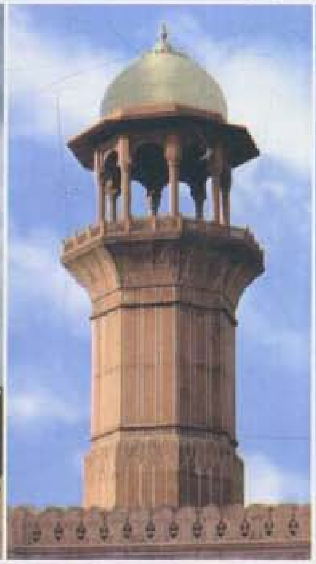

کلیان جمعہ مسجد بخارا (ازبکستان) کا مینار (۱۵۱۴ء)


البکریا مسجد، صنعاء (یمن) کا مینار (۱۵۹۸ء)


مسجد الحکیم (قاہرہ) کا مینار (۹۹۰ھ)


جامع مسجد دہلی کا مینار

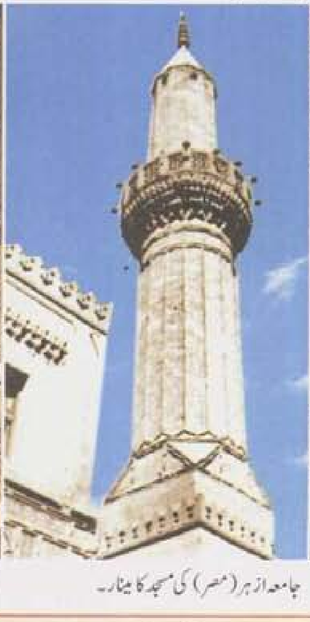

مسجد وزیر خان (لاہور) کا مینار (۱۶۳۴ء)


بادشاہی مسجد لاہور (۱۶۷۳ء)


ترفان (مغربی چین) مسجد امین کا مینار (۱۷۷۸ء)


مصر کی مسجد جو مربع سے شروع گولائی لے کر گنبد نما چوٹی

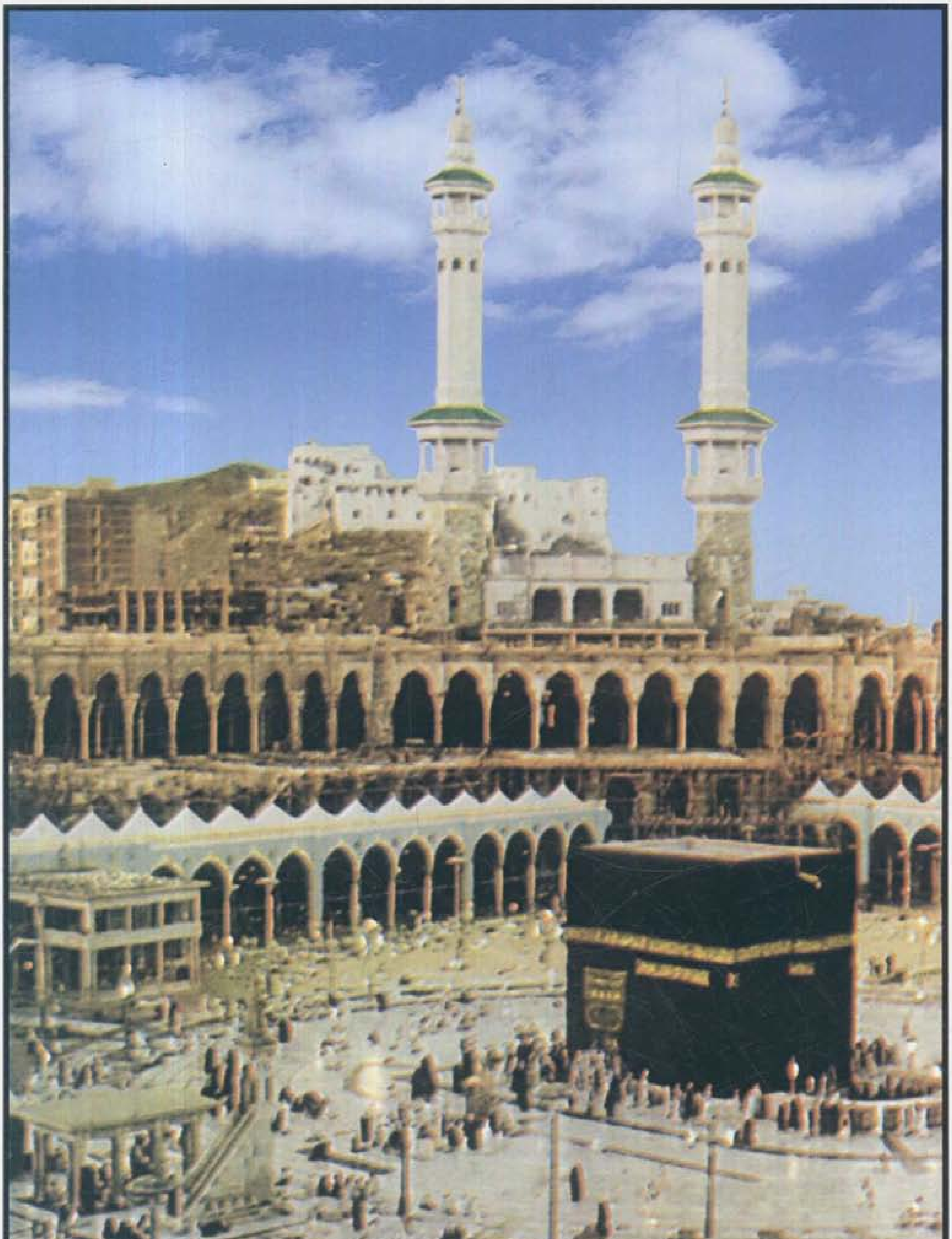

نتانز (ایران) کی مسجد کا مینار۔


جامعہ ازہر (مصر) کی مسجد کا مینار۔


الجیریا کے ایک گاؤں کی مسجد کا مینار۔


بیجنگ (چین) کی ایک مسجد کا مینار (۱۳۶۲ء)

مدّتیں گزریں کہ طے راہِ وفا ہم کر چلے
سامنے نظروں کے لیکن حسنِ منظر آج ہے



جذبِ حرم سے ہے فروغ انجمنِ حجاز کا

اقبال

مکے کے جلوہ زار میں عالم فضا کا ہے (ثاقب کانپوری) ہے پاسباں جلال کہ یہ گھر خدا کا ہے

تحویل قبلہ

پھر جبیں خاکِ حرم سے آشنا ہو جائے گی

اقبال

القرآن: قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ ۚ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰهَا ۠ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ؕ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ ؕ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ؕ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴۴﴾

ترجمہ: یہ تمہارے منہ کا بار بار آسمان کی طرف اٹھنا ہم دیکھ رہے ہیں۔ لو ہم اسی قبلہ کی طرف تمہیں پھیر دیتے ہیں جسے تم پسند کرتے ہو۔ مسجد حرام کی طرف رخ پھیر دو۔ اب جہاں کہیں تم ہو نماز کے وقت اسی طرف اپنا رخ کر کے نماز ادا کرو اور جن لوگوں کو کتاب دی گئی ہے خوب جانتے ہیں کہ (نیا قبلہ) ان کے پروردگار کی طرف حق ہے اور جو کام یہ کرتے ہیں اللہ ان سے بے خبر نہیں۔

(سورۃ البقرہ۔ آیت: ۱۴۴)

الحدیث: حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (مدینہ تشریف لانے کے بعد) سولہ سترہ ماہ تک بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز ادا کی لیکن آپؐ دل سے چاہتے تھے کہ نماز میں اپنا رخ خانۂ کعبہ کی طرف رکھیں چنانچہ سورۂ بقرہ کی آیت (مندرجہ بالا) نازل ہوئی تو اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خانۂ کعبہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنا شروع کر دی۔ بیوقوف لوگوں (یعنی یہودیوں) نے کہا ”انہیں کیا ہوا کہ پہلے یہ جس قبلے کی طرف نماز پڑھتے تھے اس سے یکایک پھر گئے؟“ اے نبی ان سے کہو! ”مشرق اور مغرب سب اللہ کے ہیں، اللہ جسے چاہتا ہے سیدھی راہ دکھاتا ہے (بقرہ۔ آیت ۱۴۲) چنانچہ جب یہ حکم ہوا تو اپنا رخ خانۂ کعبہ کی جانب موڑ لیا۔ (صحیح بخاری۔ کتاب المساجد)

ماخذ اور حوالے

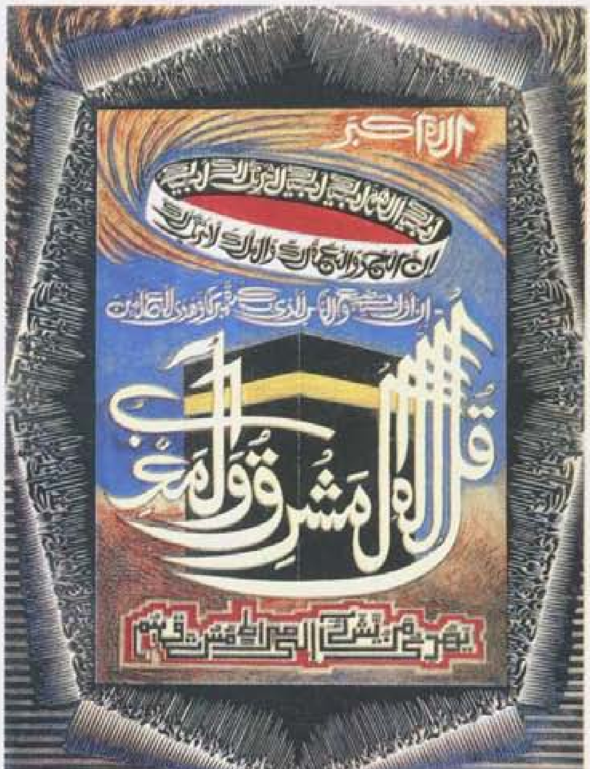
(۱) سیرت المصطفیٰ: محمد ادریس کاندھلوی ص ۳۵۸
(۲) مدارج النبوت: شیخ عبدالحق دہلوی ص ۱۰۵
(۳) تاریخ طبری جلد اوّل ص ۱۵۸
(۴) خصائص الکبریٰ حصہ اوّل ص ۳۷۴ مترجمہ غلام معین الدین نعیمی
(۵) الوفاء باحوال مصطفیٰؐ: ابن جوزی ص ۳۱۱
(۶) خصائص الکبریٰ حصہ اوّل ص ۳۷۴
(۷) تاریخ الاسلام والمسلمین: مسعود احمد ص ۱۹۴ بحوالہ بخاری مسجد نبوی میں پہلی نماز عصر کی تھی
(۸) سورۂ بقرہ آیات ۱۴۳، ۱۴۷

مسلماں کے لہو میں ہے سلیقہ دلنوازی کا
اقبال



مسجد قبلتین کا فضائی منظر (سعودی تعمیر)۔

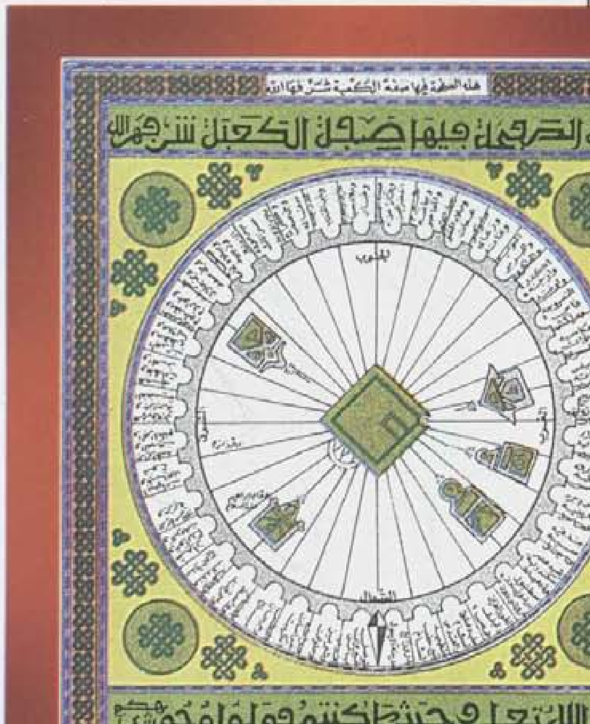
رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب تک مکہ میں مقیم رہے مسجد حرام میں اس طرح نماز ادا فرماتے کہ دائیں طرف رکن اسود اور بائیں جانب رکن یمانی ہوتا اس طرح ہر دو قبلے آپؐ کے روبرو ہوتے۔(۱) ہجرت کے بعد یہ صورت ممکن نہ ہوسکی کہ دونوں قبلوں کو جمع کرسکیں۔ بیت المقدس کی طرف رخ کرتے ہیں تو کعبۃ اللہ کی طرف پشت ہوجاتی ہے۔



تحویل قبلہ کی آیت پر صادقین مرحوم کا خوبصورت طغریٰ

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ طریقہ تھا کہ جن باتوں میں وحی نہ آتی اس میں بنی اسرائیل کے انبیاء کی موافقت فرماتے۔ اللہ تعالیٰ نے بھی یہودیوں کی تالیف قلوب کے لئے بیت المقدس ہی کو قبلہ رہنے دیا۔(۲) یہود سمجھنے لگے کہ مسلمان بہت سی باتیں ان جیسی کرتے ہیں، ہم انہیں آہستہ آہستہ جذب کرلیں گے، لیکن تحویل قبلہ سے ان کی تمام امیدیں خاک میں مل گئیں۔

بنی اسرائیل کے قبلہ کی طرف منہ کرکے نمازیں پڑھنے کی مدت حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کی روایت کے مطابق سولہ اور حضرت



تحویل قبلہ کے حکم کے بعد مختلف ممالک کے قبلہ رخ کا تعین



مسجد قبلتین جس کی دو محرابیں ہیں ان میں سے ایک کا رخ قبلہ بیت المقدس اور دوسرا مکہ ہے۔

تسلیم کی خوگر ہے جو چیز ہے دنیا میں
اقبال

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے بیان کے بموجب سترہ مہینے کی ہے۔ مورخ طبری نے اٹھارہ مہینے بعد لکھا ہے۔ (۳)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ محسوس فرمایا کہ یہودی کسی طرح بھی اسلام قبول کرنے پر آمادہ نہیں اور اب تو یہ بھی کہنے لگے ہیں کہ قبلہ کے معاملے میں تو ہماری موافقت اور دین میں مخالفت۔ یہ عجیب تضاد ہے۔ یہ باتیں سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دل بھی چاہتا تھا کہ کعبہ قبلہ ہو جائے۔ پھر تو یہ عالم تھا کہ رخ بیت المقدس کی جانب اور ملتجیانہ نگاہیں آسمان کی طرف، عرض مدعا زبان خموش سے

''اے اللہ! مسلمانوں کا قبلہ وہ مسجد بن جائے جو ابوالانبیاء ابراہیم (علیہ السلام) نے تعمیر فرمائی۔'' (۴)

تحویل قبلہ کی تاریخ اور مہینے کے بارے میں اختلاف ہے۔ ابن جوزی نے ''الوفا'' میں منگل ۱۵ شعبان سنہ ۲ ہجری لکھی ہے (۵) لیکن مورخین اور محدثین کا زیادہ رجحان ماہ رجب کی طرف ہے۔ اسی طرح نماز ظہر یا عصر، مسجد نبوی یا مسجد بنوسلمہ ہر دو کے بارے میں روایتیں ملتی ہیں۔



مسجد قبلتین کی سعودی تعمیر— قبلوں کے دو گنبد— ایک قبلہ اول (بیت المقدس— فلسطین) اور دوسرا ابدی قبلہ مسجد حرام (مکہ)۔

تحویل قبلہ کی خبر مسجد قباء میں نمازِ فجر کے وقت پہنچی۔ تحویل قبلہ کا حکم کسی سمت کا نہیں بلکہ ایک مخصوص عمارت کی طرف کا ہے۔ ''اپنا رخ پھیر لیا کرو مسجد حرام کی طرف'' خانۂ کعبہ والی مسجد ہی کا نام مسجد حرام ہے۔ بیت اللہ سطوتِ دینِ مبین کی علامت ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ساتھ حضرت بشر بن براء بن معرور رضی اللہ عنہما کے پاس دعوت میں تشریف لے گئے تھے۔ ظہر کا وقت آیا محلّہ بنوسلمہ کی مسجد میں نماز پڑھانے کھڑے ہوئے۔ یہ بنوسواد بن غنم بن کعب سلمہ کی مسجد تھی۔ دو رکعتیں پڑھا چکے تھے۔ ایک اور روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دوسری رکعت کے رکوع میں تھے کہ توجہ الی الکعبہ کا حکم آیا۔ (۶) حضرت جبرئیل علیہ السلام حاضر ہوئے اور مسجد نبوی اور مسجد حرام کے درمیان حجابات (پہاڑ، صحرا، درخت وغیرہ) اٹھا



قبلۂ اوّل مسجد اقصیٰ کے دلکش منبر و محراب۔ یہ خوبصورت پرشکوہ اور باوقار جگہ اللہ کے بے شمار انبیاء اور مقرب بندوں کی سجدہ گاہ رہی ہے۔

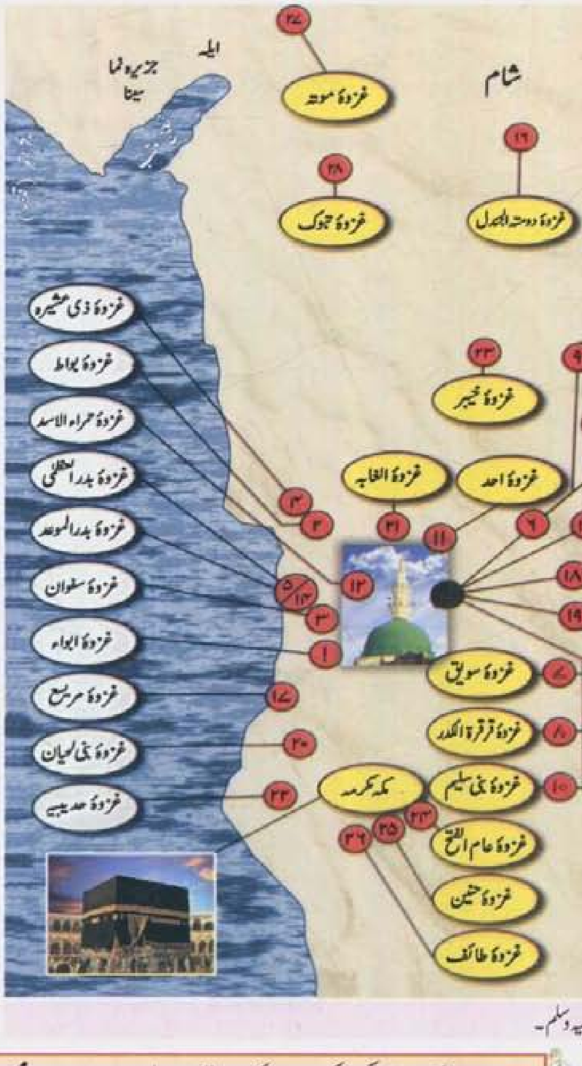
ہوئی ہے تربیت آغوشِ بیت اللہ میں تیری

اقبال



تعمیر جدید سے پہلے کی مسجد قبلتین

دیے تو میزاب رحمت مقابل تھا۔امام القبلتین صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے دوران فی الفور کعبہ رخ پھر گئے۔ جماعت میں موجود لوگ یعنی پیچھے کی صفیں بھی اتباعِ رسولؐ میں کعبہ رخ ہوگئیں۔ اس روز سے اس کا نام مسجد قبلتین ہوگیا۔ حافظ ابن حجر کا خیال ہے کہ اوّل نماز مسجد بنو سلمہ میں ظہر ہے اور مسجد نبوی میں عصر اور مسجد قباء میں دوسرے دن کی نماز فجر ہے۔(۷) قبلہ اوّل یعنی بیت المقدس کی طرف منہ کرنے کا حکم اللہ تعالی نے ہی دیا تھا لیکن یہ حکم قرآن مجید میں کہیں نہیں ہے لہٰذا ثابت ہوا کہ قرآن مجید کے علاوہ بھی وحی آتی تھی۔ عربوں کے خون میں کعبہ کی محبت اور تعظیم رچی بسی تھی۔ نیت کا حال جاننے والے نے ان کا امتحان لیا تو بیت المقدس کی سمت سجدے کروائے۔ اتباع رسول ایمان کی جانچ ہے جو لوگ اتباع رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے عقل اور مصلحت کو معیار بنائیں وہ ایمان بالرسول سے خارج ہیں۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو خیال ہوا کہ جو مسلمان تحویل قبلہ سے پہلے فوت ہوگئے ان کا کیا ہوگا۔سورۂ البقرہ کی آیت:۱۴۳ میں جواب ہے" اللہ ایسا نہیں کرے گا کہ تم لوگوں کے ایمان کو ضائع کردے اور اللہ تو لوگوں پر بڑا مہربان اور رحم کرنے والا ہے"۔تحویل قبلہ سے پہلے جو لوگ مرگئے وہ بھی مومن ہیں کیونکہ انہوں نے اپنی زندگی میں اتباع رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے انحراف نہیں کیا۔ آگے کی آیت:۱۴۷ میں فرمایا:" یہ تحویل قبلہ آپؐ کے رب کی طرف سے حق ہے پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہرگز شک کرنے والوں میں نہ ہوجانا۔"(۸)



نقشہ غزوات النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔



ساتویں صدی ہجری کا بنایا ہوا ایک قدیم ترین نقشہ جو مختلف ممالک کی قبلہ کی سمت (محراب) کا تعین کر رہا ہے۔

یا بندۂ خدا بن یا بندۂ زمانہ
اقبال

یہودی قبائل

القرآن: يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰٓى اَوْلِيَآءَ ۘ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۭ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿51﴾

ترجمہ: اے وہ لوگو! جو ایمان لائے ہو، یہودو نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ، ان میں بعض بعض کے دوست ہیں اور تم میں سے جو شخص ان سے دوستی رکھے گا وہ انہیں میں شمار ہوگا۔یقیناً اللہ تعالیٰ ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا۔ (سورۂ مائدہ، آیت ۵۱)

الحدیث: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین وصیتیں فرمائیں (۱) یہود کو عرب سے باہر نکال دو، (۲) وفود کی رہنمائی کرو اور انہیں زادِ راہ دو، (۳) قرآن کے متعلق۔ (صحیح بخاری، ۲، حدیث ۱۳۰ و ۱۵۵۷)

یثرب میں تین بڑے یہودی قبیلے آباد تھے:

(۱) بنی قینقاع (۲) بنی نضیر (۳) بنی قریظہ

ان کی ذیلی شاخیں بیس سے زیادہ اور جملہ تعداد پانچ ہزار سے اوپر تھی۔ ہر قبیلہ میں سات سو لڑنے والے افراد تھے، قبائل آپس میں لڑتے رہتے تھے۔ بنی قینقاع کو جب بنی نضیر اور بنی قریظہ نے نواحی بستیوں سے بھگا دیا تو شہر کے اندر خاص محلوں میں رہنے لگے۔ وہ عرب قبائلی سرداروں کی حمایت میں چین سے رہتے اور بدلے میں سالانہ خراج ادا کرتے۔

یہود آسمانی شریعت کے حامل تھے۔ تورات میں تحریف کرتے رہتے، ان کے اپنے مدارس تھے۔ عبرانی اور سریانی کے علاوہ عربی سے بھی واقف تھے۔ عبادت اور تعلیم میں عبرانی اور روزمرہ کے کام کے لئے عربی استعمال کرتے لیکن اس میں عبرانی زبان کی آمیزش کرتے۔ دینی احکام کو مانتے اور مخصوص قوانین پر عمل کرتے تھے۔ یوم عاشورہ پر روزہ رکھتے، اپنی عیدیں الگ مناتے۔ عہد جاہلیت میں کسی عرب عورت کے لڑکا زندہ نہ ہوتا تو وہ نذر مانگتی کہ بچہ زندہ رہا تو یہودی بنا دے گی۔ اس طرح بہت سے عرب یہودی بن گئے۔

یہودی قبائل مالی اعتبار سے مستحکم، سودی کاروبار میں مشاق اور دولت پر جان دیتے تھے۔ کسانوں کو فصل پر قرض دے کر زراعت

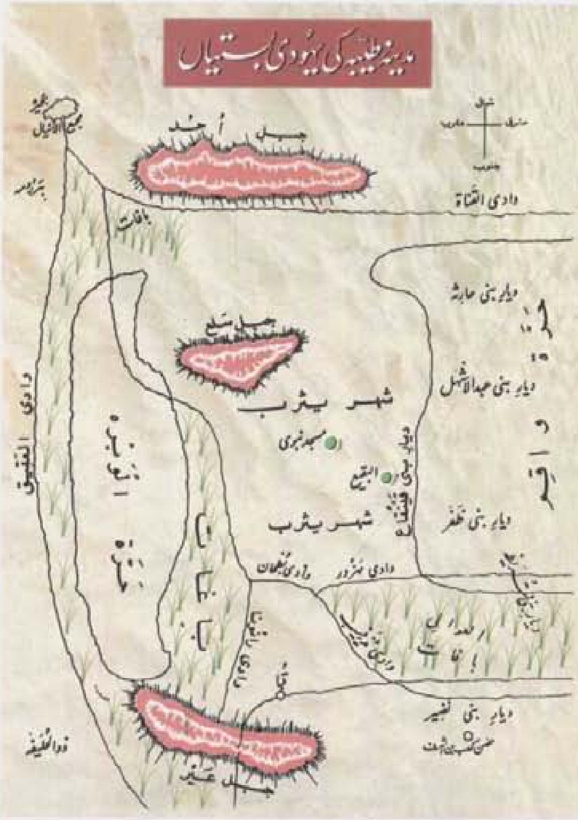
ماخذ اور حوالے

(۱) تاریخ طبری (سیرت النبیؐ) جلد اوّل ص ۲۰۷ محمد بن جریر طبری مترجمہ محمد ابراہیم
(۲) تاریخ ابن خلدون جلد اوّل ص ۹۵ (اردو)
(۳) اصح السیرہ ص ۱۱۶ عبدالرؤف داناپوری
(۴) تاریخ طبری (سیرت النبیؐ) جلد اوّل ص ۲۰۸ (اردو)
(۵) تاریخ اسلام : ص ۱۵۱ اکبر شاہ خان نجیب آبادی
(۶) صحیح بخاری جلد دوم باب ۳۸۱
(۷) تاریخ طبری (سیرت النبیؐ) جلد اوّل ص ۲۶۶ (اردو)
(۸) طبقات ابن سعد حصہ اوّل (اخبار النبیؐ) ص ۳۵۷
(۹) مغازی الرسولؐ ص ۲۸۰ محمد بن عمر واقدی مترجمہ بشارت علی
(۱۰) روضۃ الاحباب اردو ترجمہ رسالت مآب ص ۲۲۰ سیّد جمال حسینی
(۱۱) الرحیق المختوم ص ۳۶۶

میں خوب حصہ بٹورتے تھے۔ ان کی عورتوں اور بچوں کو بھی رہن رکھتے۔ منڈیوں میں خرید و فروخت میں من مانی کرتے۔ مصنوعی قلت پیدا کرنا، ذخیرہ اندوزی اور چور بازاری ان کی فطرت تھی۔ میٹھے پانی کے کنوؤں کا پانی ڈولوں کے حساب سے فروخت کرتے، اکثر اوس و خزرج کے قبائل کو عیاری سے آپس میں لڑا کر مالی منفعت حاصل کرتے۔ یثرب میں یہود کے علاوہ نصرانی (عیسائی) بھی رہتے تھے۔

بنی قینُقاع:

قینقاع کے لفظی معنی سنار کے ہیں یہی ان کا پیشہ تھا۔ ان کے محلے میں سونے چاندی کے زیورات کا سب سے بڑا بازار تھا۔ بڑے مالدار تھے اور سودی لین دین بھی کرتے تھے۔ مدینہ منورہ کی حفاظت اور اس میں بسنے والے قبائل کے حقوق و فرائض کے معاہدے ''میثاقِ مدینہ'' پر تینوں یہودی قبائل نے دستخط کئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکمران تسلیم کیا۔ غزوۂ بدر کے لئے ابھی مسلمان مدینے سے باہر تھے کہ بازار قینقاع میں ایک دودھ بیچنے والی مسلمان خاتون کی بے



مدینہ طیبہ میں یہودی بستیاں۔

یہ تہذیب حاضر کی سوداگری ہے

اقبال

صفی الرحمٰن مبارک پوری

(۱۲) مدارج النبوت: ص ۲۱۷ شیخ عبدالحق دہلوی مترجمہ شمس بریلوی

(۱۳) طبقات ابن سعد حصہ اوّل (اخبار النبیؐ) ص ۳۷۳

(۱۴) انوار محمدیہ ص ۱۱۴ تلخیص مواہب لدنیہ: قسطلانی/ یوسف بن اسمٰعیل مبہانی مترجمہ غلام ربانی عزیز

(۱۵) فتوح البلدان ص ۴۶ بلاذری مترجمہ ابوالخیر مودودی

(۱۶) مدارج النبوت: ص ۲۵۹ شیخ عبدالحق دہلوی مترجمہ شمس بریلوی

(۱۷) سیرت رسول کریمؐ جلد دوم ص ۳۰۱ کامل ابن اثیر

(۱۸) الوفاء: ص ۲۳۶ ابن جوزی

(۱۹) تنبیہ والاشراف ص ۷۹ علی بن حسین مسعودی مترجمہ عبداللہ عمادی



بنی قینقاع اور غزوہ کا نقشہ۔ یہودیوں کا سب سے دلیر، بہادر اور دولت مند قبیلہ تھا۔ اچھے دستکار اور اہل حرفت تھے۔

بشکریہ: قدیرالدین طیبی

یعنی اپنی مئے کو رُسوا صورتِ مینا نہ کر

اقبال



شہر مدینہ فصیلوں کے حصار میں۔ مسجد نبوی کے مینار مخروطی ٹوپی کے ہیں جو ترکوں کا طرز تعمیر ہے۔

عزتی کی گئی، اس پر فساد ہوا۔

مسلمان بدر سے واپس ہوئے، یہودیوں کی شرارت کا علم ہوا تو انہیں سوق (بازار) قینقاع میں جمع ہونے کا حکم دیا گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں سمجھایا کہ اگر مسلمانوں کی ایذا رسانی سے ہاتھ نہ روکا گیا اور صلح کے معاہدے پر عمل نہ کیا گیا تو پھر قریش کی طرح کہیں سزا کا نشانہ نہ بن جاؤ۔ یہ سن کر انہوں نے جواب دیا کہ ہمیں قریش کی طرح کمزور نہ سمجھا جائے۔ ہم سے پالا پڑے تو بتادیں کہ لڑائی کیا ہوتی ہے یہ کہہ کر معاہدے کا کاغذ واپس کردیا۔ (۱) یہ لوگ قریش سے ساز باز رکھتے تھے اور خفیہ اطلاعیں انہیں پہنچاتے تھے۔ اب عہد شکنی پر اتر آئے تو جنگ کے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابولبابہ بن منذر/ بشیر بن عبدالمنذر کو مدینہ میں اپنا نائب مقرر فرمایا۔ (۲) ۱۵ رشوال ۲ ہجری کو مسلمانوں نے ان کی گڑھیوں کا محاصرہ کرلیا جو ۱۵ دن تک جاری رہا، بالآخر ہتھیار ڈال دینے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے کو تسلیم کرنے پر راضی ہوگئے۔ ان کے سب مردوں کو باندھ دیا گیا۔ (۳) بنی قینقاع کے سرداروں کے عبداللہ بن ابی بن سلول (راس المنافقین) سے گہرے روابط تھے۔ نیز درس گاہِ صفہ کے صدر مدرس عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے بھی ان کے تعلقات تھے۔ ان کی سفارش پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فیصلہ کا اختیار دیا۔ انہوں نے حالات کا جائزہ لے کر فیصلہ دیا کہ تین دن میں مدینے سے نکل جائیں۔ گھریلو اشیاء ساتھ لے جاسکتے ہیں، اسلحہ نہیں لے جاسکتے۔ (۴) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چاہتے تو انہیں غدار اور جنگ کی دھمکی پر قتل بھی کرسکتے تھے۔ وہ اپنے گھریلو مال و اسباب کے ساتھ شام کے علاقے میں چلے گئے۔ مال غنیمت میں بہت سا اسلحہ اور زمینیں ملیں۔ اس موقع پر سورۂ مائدہ کی آیت ۵۱ نازل ہوئی جو عنوان میں درج ہے۔ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے فوری طور پر ان سے اپنی بیزاری کا اعلان کیا۔ مالِ غنیمت میں خمس نکال کر بقیہ چار حصے مجاہدین میں تقسیم کردیے گئے۔ غزوہ بدر کے بعد حاصل ہونے والا یہ پہلا خمس تھا۔ (۵)



بنی نضیر کی بستی کے کھنڈرات اور باغات۔



بنی قریظہ کی پہاڑی۔

بنی نضیر:

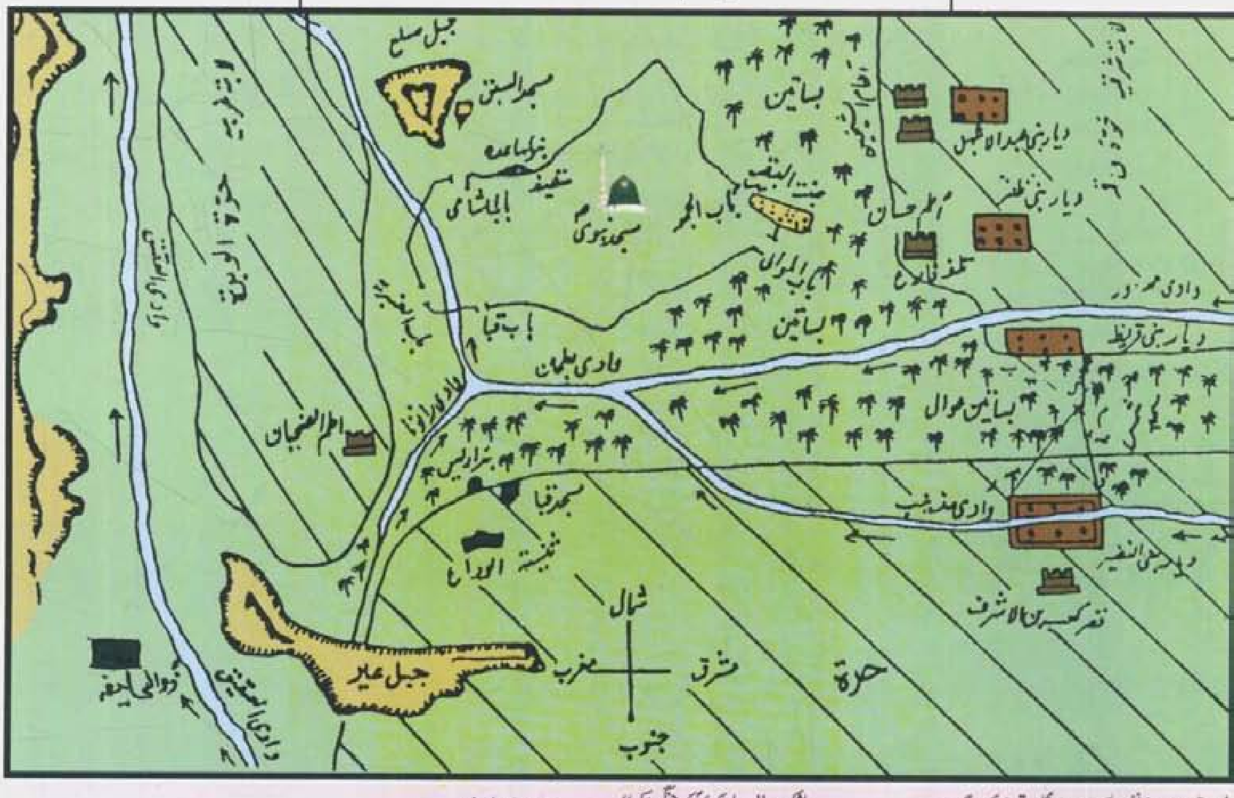
نضیر کے معنی شاداب پودا یا تروتازہ درخت کے ہیں۔ یہ قبیلہ زرعت پیشہ اور نخلستانوں کا مالک تھا۔ صفر ۴ ہجری میں بئر معونہ (علاقۂ نجد) میں ۷۰ معلّمین کو دھوکا دے کر شہید کر دیا گیا۔ مسلمانوں کے حلیف عمرو بن اُمیہ ضمری نے شبہ میں بنی عامر کے دو آدمیوں کو قتل کر دیا، یہ یہود کے حلیف تھے۔ از روئے معاہدہ ادائیگی دیت (خون بہا) میں یہود کا بھی حصہ بنتا تھا۔(۶) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکابر صحابہ کے ساتھ بات چیت کے لئے ان کے محلے میں گئے۔ ایک گڑھی کی دیوار کے سائے میں یہ گفتگو ہوئی انہوں نے اپنے حصے کی ادائیگی پر آمادگی ظاہر کی ساتھ ہی اصرار کیا کہ کچھ کھا پی کر جائیں۔ اسی دوران حی بن اخطب اور چند اشرار نے دیوار پر سے پتھر گرا کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو شہید کرنے کی سازش کی۔(۷) وحی کے ذریعے ان کی شرارتوں کا علم ہوا تو آپ صلی للہ علیہ وسلم حاضرین کو باتوں میں لگا کر اٹھے جیسے قضائے حاجت کے لئے جا رہے ہوں۔ بڑے انتظار کے بعد صحابہ واپس چلے آئے اب انہیں حقیقت کا علم ہوا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کو بنی نضیر



کعب بن اشرف کے محل کے کھنڈرات۔ اس کا تعلق بنی نضیر سے تھا۔ مالدار ہونے کے علاوہ اچھا شاعر بھی تھا۔ عیاری اور مکاری میں اپنی مثال آپ تھا۔ ہجوگوئی کا رخ رسول اللہ ﷺ کی طرف موڑ دیا تھا۔ قبیلۂ اوس کے جانباز صحابی حضرت محمد بن مسلمہ (بنی عبدالاشہل) نے ربیع الاول ۳ھ میں اسے جہنم رسید کیا۔ جبل سلع سے کچھ فاصلے پر اس کے قلعے کے آثار اب بھی موجود ہیں۔ دیواروں کا طول اور ارض ۴۲ گز ہے۔ دیواروں کی موٹائی ۲ فٹ سے زیادہ ہے۔

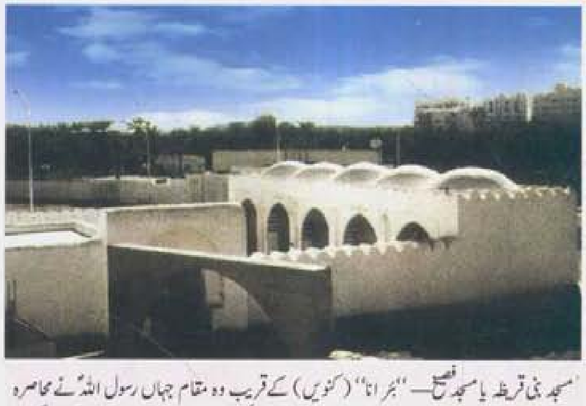
کے پاس ان کے فریب اور غداری کے جرم کی نشاندہی کے لئے بھیجا۔ نیز حکم دیا کہ دس دن کے بعد جو شخص بھی پایا جائے گا اس کی جان کی خیر نہیں۔(۸) یہ سن کر حی بن اخطب سناٹے میں آ گیا۔ کہا تم بنی اوس کے فرد (جو ہمارے قدیم حلیف ہو) یہ پیام لائے ہو۔ جواب دیا وہ دن گزر گئے جب حلیفی تھی۔

بنی نضیر اپنے سنگین جرم کی سزا بھگتنے کے لئے بستی چھوڑنے کی تیاری کرنے لگے۔ راس المنافقین عبداللہ بن ابی بن سلول نے خفیہ پیام بھیجا یہ غلطی کبھی نہ کرنا، میں اپنے دو ہزار آدمیوں کے ساتھ تمہاری مدد کروں گا۔(۹) بنی قریظہ اور بنی غطفان بھی ساتھ دیں گے۔ اس دوران یہود نے ایک عیارانہ اسکیم بنائی۔ پیام بھیجا کہ ہم اسلام قبول کرنے کو تیار ہیں بشرطیکہ ہمارے احبار (علماء) قائل ہوجائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور دو آدمی تنہائی میں ہمارے علماء سے گفتگو کریں گے۔ سازش یہ تھی کہ علماء کے کپڑوں میں خنجر چھپا دیے جائیں اور موقع پا کر کام تمام کر دیا



نقشہ جس میں بنی نضیر کے محاصرہ کا محل وقوع دکھایا گیا ہے۔ بشکریہ: "رسول کریم کی جنگی اسکیم" مرتبہ: عبدالباری

یہ سنگ و خشت نہیں جو تری نگاہ میں ہے
اقبال



مسجد بنی قریظہ یا مسجد فضیخ — "بئر انا" (کنویں) کے قریب وہ مقام جہاں رسول اللہؐ نے محاصرہ کے وقت قیام فرمایا۔ یہیں دوران محاصرہ نمازیں ادا فرمائیں۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ جب گورنر مدینہ ہوئے تو یہاں مسجد تعمیر فرمائی۔



بنی نضیر کی آبادیوں کے کھنڈرات جس کے آثار اب بھی باقی ہیں

جائے۔ ایک یہودی خاتون نے باتوں باتوں میں ایک انصاری سے ذکر کر ڈالا۔ حی بن اخطب نے جواب بھجوایا کہ ہم کسی صورت اپنے گھر نہیں چھوڑیں گے اور قلعہ بند ہوگئے۔

مہلت کی مدت ختم ہوئی تو مسلمانوں نے محاصرہ کرلیا، پندرہ دن گزر گئے نہ عبداللہ بن ابی بن سلول اور نہ ہی بنی قریظہ مدد کو آئے، آخر بیس دن بعد قتل نہ کرنے کی شرط پر صلح کی درخواست کی، شہر بدری اور اسلحہ نہ لے جانے کی شرط پر جان بخشی ہوئی۔ ۱۸۰۰/افراد چھ سو اونٹوں پر گھروں کا تمام سامان لے کر" جان بچی اور لاکھوں پائے" گاتے بجاتے مدینے سے خیبر میں جا بسے۔(۱۰) بنی نضیر کا چھوڑا ہوا مال اور زمین غنیمت کی تعریف میں نہیں آتے تھے جنگ اور قتال کے بغیر حاصل شدہ املاک کو" مالِ فئے" کہتے ہیں۔ یہ پورا کا پورا اللہ کے رسول کی مِلک ہوتا ہے، اس میں نہ خمس نکالا جاتا ہے اور نہ یہ مجاہدوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔(۱۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اختیار سے تمام املاک مہاجرین اور انصار میں تقسیم کرنا چاہی تاکہ وہ حسب سابق ایک دوسرے کے شریک رہیں۔ یہ بھی فرمایا کہ مہاجر تمہاری املاک تم کو واپس کردیں اور میں یہ ان میں تقسیم کردوں۔ انصار کے سرداروں نے عرض کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بخوشی یہ ان میں تقسیم فرمادیں اور حسب سابق وہ ہمارے ساتھ بھی شریک رہیں۔ یہ جواب پاکر فرطِ مسرت سے دعا فرمائی" اے اللہ! انصار سے ان کی اولاد سے اور ان کی اولاد کی اولاد سے راضی ہوجا۔" (۱۲) محتاجوں اور مساکین کے حصہ نکالا گیا حاصل شدہ اسلحہ جہاد کے لئے محفوظ کردیا گیا۔ یہ غزوہ کیم ربیع الاوّل ۴ ہجری (اگست ۶۲۵ء) میں پیش آیا۔

بنی قریظہ:

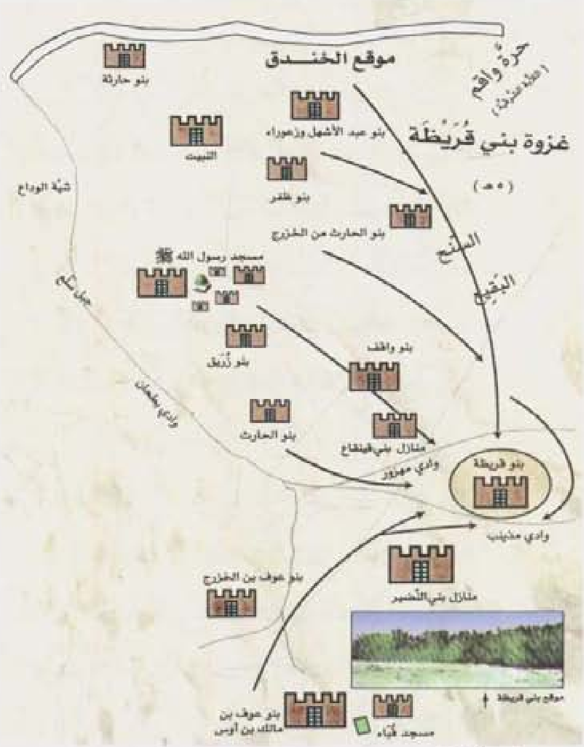
قریظہ کے معنی وہ درخت ہے جو دباغت کے کام آتا ہے۔ یہودی خود بنی قریظہ کے یہود کو اپنے سے کمتر درجے کا سمجھتے تھے۔ وہ پیشے کے اعتبار سے چمڑے کی صنعت اور جوتا سازی کے ماہر تھے۔



رنگ و خوشبو کے، حسن و خوبی کے — تم سے تھے جتنے استعارے تھے (فیض احمد فیض)

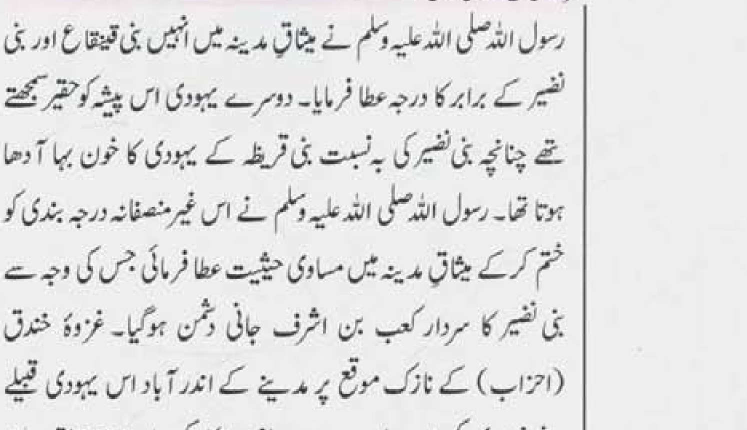
دنیا میں بھی میزان قیامت میں بھی میزان

اقبال



غزوۂ بنی قریظہ کا محل وقوع۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میثاقِ مدینہ میں انہیں بنی قینقاع اور بنی نضیر کے برابر کا درجہ عطا فرمایا۔ دوسرے یہودی اس پیشہ کو حقیر سمجھتے تھے چنانچہ بنی نضیر کی بہ نسبت بنی قریظہ کے یہودی کا خون بہا آدھا ہوتا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس غیر منصفانہ درجہ بندی کو ختم کر کے میثاقِ مدینہ میں مساوی حیثیت عطا فرمائی جس کی وجہ سے بنی نضیر کا سردار کعب بن اشرف جانی دشمن ہوگیا۔ غزوۂ خندق (احزاب) کے نازک موقع پر مدینے کے اندر آباد اس یہودی قبیلے نے غداری کی اور معاہدے سے صاف انکار کردیا۔ ۲۳ ذیقعدہ ۵



قدیم مسجد قریظہ کے آثار۔

ہجری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ خندق سے فراغت کے بعد محاذ سے گھر تشریف لائے۔ ظہر کی نماز کے بعد حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو منادی کا حکم ہوا ”اللہ کے بندو! تم میں سے جو بھی یہ آواز سنے اور جو سمع وطاعت پر قائم ہے وہ جہاد کی راہ میں نکل پڑے، نماز عصر ادا نہ کرے مگر بنو قریظہ میں۔“ (۱۳)

مدینے سے اس بستی کی مسافت دن بھر سے کچھ کم تھی۔ تین ہزار مجاہد اور ۳۶ گھڑ سوار جمع ہوگئے۔ (۱۴) انہیں دیکھ کر بنی قریظہ قلعہ بند ہوگئے۔ ان کا سردار کعب بن اسد تھا اور حیی بن اخطب خصوصی مشیر۔ مسلمانوں نے ڈٹ کر قلعوں کا ۲۵ دن محاصرہ کیا۔ (۱۵) تنگ آکر آخر انہوں نے پیام بھیجا کہ جن شرائط پر بنی نضیر کی بستی خالی کرنے کی اجازت دی گئی تھی وہی ہم بھی قبول کرتے ہیں۔ ان کے غزوۂ خندق میں گھناؤنے کردار کے پیش نظر بلاشرط ہتھیار ڈالنے پر اصرار کیا گیا ”نہ جائے رفتن نہ پائے ماندن“ مجبوراً اپنے حلیف بنی اوس سے مشورہ کی درخواست کی۔ حضرت ابولبابہ رفاء بن عبدالمنذر رضی اللہ عنہ کو بھیجا گیا۔ انہیں دیکھ کر عورتوں اور بچوں نے آہ و بکا سے حال برا کرلیا۔ یہ منظر دیکھ کر ان کا دل بھر آیا، مشورہ دیا کہ ہتھیار ڈال دو، ساتھ ہی اپنا ہاتھ گلے پر پھیر کر انہیں انجام سے باخبر کردیا۔ (۱۶) اس پر پشیماں ہوئے اور توبہ کے لئے مسجد نبوی کے ستون سے اپنے آپ کو باندھ لیا۔ بنی قریظہ نے بنی اوس پر زور ڈالا کہ بنی خزرج نے جس طرح بنی نضیر کو رعایت دلائی تھی آپ ہمیں بھی دلائیں۔ جذبۂ مسابقت میں انہوں نے سفارش کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”اے گروہ اوس! اپنے حلیفوں سے کہو کہ قبیلۂ اوس میں سے جس کو چاہیں اپنا حکم مقرر کرلیں۔“ سردار اوس حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ حکم بنائے گئے۔ (۱۷) انہوں نے دونوں فریقوں سے عہد لیا کہ میرا فیصلہ قبول کریں گے۔ دونوں مان گئے تو حکم دیا کہ بنی قریظہ کے تمام افراد قلعوں سے اتر آئیں اور اپنے ہتھیار ڈال دیں۔ مردوں کی مشکیں کسنے کا حکم دیا، اب فیصلہ سنایا کہ لڑنے والے مردوں کو قتل کیا جائے، عورتوں اور بچوں کو قیدی بنالیا جائے۔ اموال کو غنیمت کے طور پر مجاہدوں میں تقسیم کردیا جائے۔ (۱۸) یہ فیصلہ توراتِ مقدس کے احکام کے مطابق تھا۔ مردوں کی گردنیں اڑادی گئیں، ان کی تعداد چھ سے آٹھ سو تک بتائی جاتی ہے۔ (۱۹)

اپنے وعدے پہ نہ ٹھہرے کسی تدبیر سے وہ (قیصر الجعفری) منحرف ہوگئے لکھی ہوئی تحریر سے وہ

کھول مجھ پر نکتۂ حکمِ جہاد

اقبالؔ

سرایا اور غزوات

القرآن: اُذِنَ لِلَّذِیْنَ یُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْاؕ وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِیْرُۙ ﴿۳۹﴾
وَقَاتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْاؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ ﴿۱۹۰﴾

ترجمہ: ''اب لڑنے کی ان لوگوں کو اجازت دی جاتی ہے جن (کافروں) سے لڑائی کی جاتی ہے اس وجہ سے کہ ان پر ظلم کیا گیا اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ ان کو غالب کردینے پر پوری قدرت رکھتا ہے۔'' (سورۂ حج، آیت: ۳۹)

''اور جو لوگ تم سے لڑتے ہیں تم بھی اللہ کی راہ میں ان سے لڑو مگر زیادتی نہ کرنا کہ اللہ زیادتی کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔''

(سورۂ بقرہ، آیت ۱۹۰)

الحدیث: پس لڑائی کے وقت تمہارا ارادہ صرف اعلائے کلمۃ الحق ہی کا ہو۔ سختیوں اور مایوسیوں میں صبر و ثابت قدمی اختیار کرنے سے تمام رنج و غم دور ہوجائیں گے، مشکلیں آسان ہوجائیں گی اور آخرت میں نجات حاصل ہوگی۔''

(سیّد الکونین، ص ۲۶۰، بحوالہ سیرۃ حلبیہ)

''سریہ'' جس کی جمع ''سرایا'' ہے کے معنی قصد کے ہیں۔ اصطلاح میں وہ مہم جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود شرکت نہیں کی بلکہ کسی صحابی کو لشکر کا امیر مقرر فرمایا۔ سریہ میں ایک سے زیادہ افراد بھی بھیجے گئے۔ ان کی جملہ تعداد ۴۷ ہے۔(۱) اسے بعوث بھی کہا جاتا ہے۔(۲)

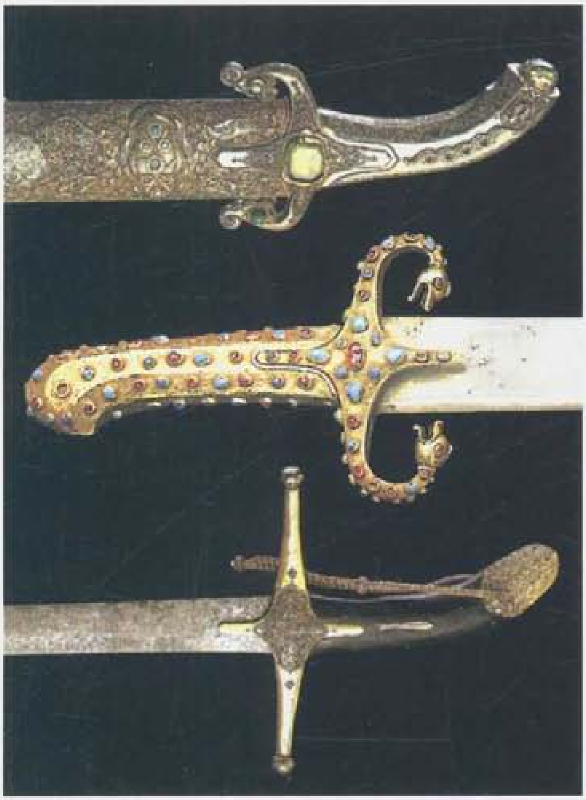
غزوہ جس کی جمع غزوات ہے اس کے معنی جہاد کے ہیں۔ یہ وہ باضابطہ قتال یا جنگیں ہیں جن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہ نفسِ نفیس شرکت فرمائی۔ انہیں مغازی بھی کہا جاتا ہے، ان کی جملہ تعداد ۲۷ ہے۔ نو غزوات بدر، احد، مریسیع، خندق، قریظہ، خیبر، فتح مکہ، حنین اور طائف ہیں جن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قتال کیا۔ باقی ۱۸ میں تلوار کا استعمال نہیں ہوا۔(۳) ان غزوات میں جملہ (۱۰۴۸) افراد کام آئے۔ مسلمان شہداء کی تعداد (۱۲۵) تھی اور (۹۲۳) کافر قتل ہوئے۔ یہ تقریباً آٹھ سالوں کا جانی نقصان ہے۔ آج کل کی جنگوں سے اس کا مقابلہ کرلیجئے تو اسلام میں احترامِ خونِ

ماخذ اور حوالے

(۱) مواہب لدنیہ (سیرت محمدیہ) ص ۳۱۸ قسطلانی
(۲) عہد نبوت کے ماہ و سال ص ۵۵ محمد ہاشم سندھی مترجمہ مولانا محمد یوسف لدھیانوی
(۳) مروج لذہب: و معانی الجواہر حصہ دوم ص ۲۱۲، ۲۱۴ حسین بن علی مسعودی
(۴) تنبیہ والاشراف، مسعودی ص ۴۴ (اردو)
(۵) وفاء الوفاء (اردو ترجمہ تذکرۂ دیار حبیب ص ۱۶) سمہودی
(۶) تنبیہ والاشراف ص ۴۴ حسین بن علی مسعودی (اردو)
(۷) تاریخ طبری (اردو) جلد اوّل (سیرت النبی) ص ۱۵۶

پھر چراغِ لالہ سے روشن ہوئے کوہ و دمن
اقبالؒ

انسانی کا تصور اجاگر ہوگا۔(۴) مکہ سے مسلمانوں کے صحیح وسلامت نکل آنے اور مدینے میں ٹھکانہ نصیب ہونے پر قریش بے حد غصے میں تھے۔ ان کے تجارتی کاروان اب غیر محفوظ ہوگئے تھے۔ انہوں نے قبیلہ خزرج کے سردار عبداللہ بن ابی بن سلول (جس کی بادشاہت مسلمانوں کی آمد کی وجہ سے کھٹائی میں پڑگئی) سے ساز باز شروع کی۔ انہیں مدینے سے نکال دینے پر اصرار کیا ورنہ حملے کی دھمکی دی۔ اس پس منظر میں میثاقِ مدینہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تدبر اور سیاست کا شاہکار بن جاتا ہے۔ حملے کی صورت میں مدینے کے یہودیوں اور مشرکوں کو دفاع کا پابند بنا کر اللہ کے رسول نے قریش مکہ کی دکھتی رگ اور ان کی معاشی خوشحالی کے اصل منبع یعنی تجارتی کاروانوں کی نگرانی شروع کردی۔ مدینے سے ۷۰ میل پر کاروانی شاہراہ کا اہم مقام اتصال بدر تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سریہ



انبیاء کا ورثہ علم اور ہتھیار ہیں۔
راہِ حق میں جہاد کرتے ہوئے رسول اکرمؐ اور صحابہ کرامؓ کے ہاتھوں سے بلند ہونے والی تلواروں کو مسلم حکمرانوں نے حسنِ عقیدت کے ساتھ جواہر اور قیمتی پتھروں سے مزین کردیا ہے۔
ع۔ نرخ بالا کن کہ ارزانی ہنوز

امیر حمزہ بجانب عیص (شاہراہ بنی جہینہ کا علاقہ) سریۂ عبیدہؓ بن حارث بجانب رابغ (شاہراہ پر جحفہ سے قریب) سریہ سعدؓ بن ابی وقاص خرار کی جانب تجارتی کاروان پر نظر رکھنے کے لئے روانہ فرمائے۔ ان سرایا کے امیروں کو پرچم بھی عطا فرمائے۔(۵) یہ اوّلین جہادی پرچم ہے، ان تینوں سرایا (گشتی مہمات) میں سب کے سب مہاجر تھے۔(۶) اس کے دو سبب تھے۔ پہلا یہ کہ انصار سے معاہدہ تھا کہ اگر مدینہ پر حملہ ہوتو لڑیں گے یہ مدینہ سے باہر کی مہم تھی۔ دوسرا سبب یہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چاہتے تھے مہاجر آس پاس کی جغرافیائی حالت سے واقف ہوجائیں۔ انصار تو اطراف کے چپہ چپہ سے واقف تھے۔۔ ملٹری سائنس میں اس کی اہمیت مجاہد اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں تھی۔

قتال کی اجازت:

۱۲ر صفر، ۲ر ہجری (۱۴ر اگست ۶۲۳ء) کو اللہ تعالیٰ نے سورۂ حج کی آیت ۳۹ نازل کرکے قتال کی اجازت عطا فرمائی۔ پھر سورۃ



چمن میں چھیڑتی ہے کس مزے سے غنچہ وگل کو (اصغر گونڈوی) مگر موجِ صبا کی پاک دامانی نہیں جاتی

میدان جنگ میں نہ طلب کر نوائے چنگ
اقبال



رسول اکرمؐ کی تلوار جن کے نیام مرصع ہیں۔ یہ توپ قاپی محل کے عجائب گھر (استنبول) کا منظر ہے۔

بقرہ آیت ۱۹۰ سے بھی اجازت ملتی ہے۔ اس اجازت کے بعد غزوۂ ابواء یا وڈان پہلا غزوہ ہے جو صفر ہی کے مہینے میں تجارتی شاہراہ کی طرف ہوا۔ ابواء وہ مقام ہے جہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ حضرت آمنہ مدفون ہیں۔ یہ ۶۰ مہاجر مجاہدین کا دستہ تھا، علاقہ میں آباد بنوضمرہ کے حکمران مخشی بن عمرو نے حلیفی کا مستقل معاہدہ کیا۔ یہ ایک خودمختار حکمران کا مملکت مدینہ کو تسلیم کرنا تھا۔ جسے آج ''قانون بین الممالک'' کا اہم جز سمجھا جاتا ہے۔



خود، تلواروں کے سائے میں۔

دوسرا غزوۂ بواط ہے۔ ربیع الاوّل ۳ ہجری میں دوسو مجاہدین، مکی کاروانِ تجارت کی مزاحمت کے لئے گئے۔ کاروان جو امیہ ابن خلف کی نگرانی میں آرہا تھا بچ کر نکل گیا۔

تیسرا غزوۂ ذی عُشیرہ جمادی الآخر ۲ ہجری میں ابوسفیان کی قیادت میں شام کو جانے والے تجارتی کاروان کو مرعوب کرنے کے لئے بنی مدلج کے علاقے میں روانہ کیا گیا۔ بنی مدلج کے سردار مالک بن سراقہ بن جعشم (جس نے سفرِ ہجرت میں تعاقب کیا تھا) حلیفی کا معاہدہ کیا۔ یوں تجارتی شاہراہ پر دو عاجز مملکتیں (Buffer States) بن گئیں جنہوں نے آج کی اصطلاح میں غیر جانبداری کا عہد کیا۔

ماہِ رجب سنہ ۲ ہجری میں ایک سریّہ حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں ۱۲ مجاہدوں پر مشتمل مقام نخلہ (جو مکہ اور طائف کے درمیان ہے) بھیجا گیا۔ انہیں صرف قریش کے تعلق سے جنگی لڑائی کی تیاری کی معلومات جمع کرنے کی تاکید تھی۔ نخلہ پہنچے تو قریش کا ایک تجارتی قافلہ طائف سے آیا اور یہاں ٹھہرا۔ یہ رجب کا آخری دن تھا۔ عہد



ایک مجاہد حکمراں کی خود جس پر آیات الٰہی لکھی ہوئی ہیں۔

جس نے قلبِ تیرگی سے نور پیدا کردیا (جوش ملیح آبادی) جس کی جاں بخشی نے مردوں کو مسیحا کردیا

تلاطم ہائے دریا ہی سے ہے گوہر کی سیرابی
(اقبال)

جاہلیت میں بھی ماہِ رجب میں قتال نہیں ہوتا تھا۔ مجاہدوں نے سوچا کہ دشمن کو مرعوب کرنے کا بہترین موقع ہاتھ آیا ہے۔ کسی نے کہا کہ شعبان کا مہینہ شروع ہوچکا ہے۔ ان حالات میں حضرت واقدؓ بن عبداللہ تمیمی نے اللہ کی راہ میں تیر چھوڑا جو عمرو بن حضرمی کے لگا اور وہ وہیں ڈھیر ہوگیا۔ کافر بھاگنے لگے، ان میں سے دو پکڑے گئے۔ مسلمانوں نے مال تجارت پر قبضہ کرلیا۔ مدینہ لوٹے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بغیر اجازت لڑائی میں پہل کرنے پر ناراضگی کا اظہار فرمایا۔ کفار اور یہود نے شور مچایا کہ مسلمان حرمت والے مہینے رجب میں بھی خون ریزی کرتے ہیں۔ سورۂ بقرہ کی آیت ۲۱۷ نازل ہوئی۔ ترجمہ: ''لوگ آپ سے حرمت کے مہینے میں لڑائی چھڑ جانے کے بارے میں پوچھتے ہیں تو کہہ دیجیے کہ اس میں لڑائی بڑا گناہ ہے۔ مگر اللہ کی راہ سے روکنا اس کا انکار کرنا مسجد حرام سے (روکنا) اور اہل حرم کو حرم سے نکالنا اللہ کے نزدیک یہ جرم سب جرموں سے زیادہ سخت اور بڑا ہے۔''

اب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی دور ہوگئی۔ مورخ طبری کا خیال ہے کہ جس چیز نے غزوۂ بدر کے واقعہ کو ابھارا اور مسلمانوں سے تمام لڑائیاں چھیڑیں اس کا سبب یہی عمرو بن حضرمی کا قتل ہے۔ (۷)



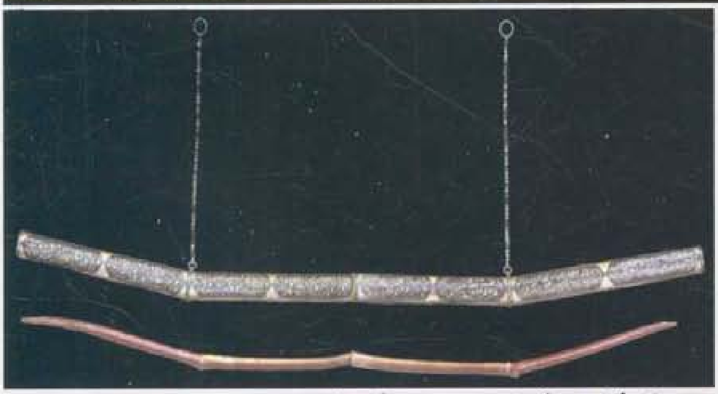
ایک مجاہد کا خود جو سر، گردن اور چہرے کی حفاظت کے لیے پہنا جاتا تھا۔

نقشہ غزوات النبی صلی اللہ علیہ وسلم

مرتب: حافظ ضیاء الرحمٰن جالندھری

نمبر شمار	نام غزوہ	تاریخ	لشکر اسلام کی تعداد مع امیر	علمبردار اور علم کا رنگ	مدینہ کا قائم مقام حاکم	لشکر دشمن کی تعداد مع سردار	مسلمانوں کا نقصان: اسیر	مسلمانوں کا نقصان: زخمی	مسلمانوں کا نقصان: شہید	دشمن کا نقصان: قیدی	دشمن کا نقصان: زخمی	دشمن کا نقصان: مقتول	نتیجہ
۱	غزوہ ابواء یا ودان	۱۲ صفر ۲ھ	حضرت محمد ﷺ ۷۰	سیدنا امیر حمزہؓ سفید	سعد بن عبادہؓ	بنو قریش							معاہدہ ہوا
۲	غزوہ بواط	ربیع الاول ۲ھ	حضرت محمد ﷺ ۲۰۰	سعد بن ابی وقاصؓ سفید	سعد بن معاذؓ	امیہ بن خلف ۱۰۰							لڑائی نہیں ہوئی
۳	غزوہ سفوان یا بدر اولیٰ	ربیع الاول ۲ھ	حضرت محمد ﷺ ۷۰	علی المرتضیٰؓ سفید	زید بن حارثہؓ	کرز بن جابر الفہری							لڑائی نہیں ہوئی
۴	غزوہ ذوالعشیرہ	جمادی الاولیٰ ۲ھ	حضرت محمد ﷺ ۲۰۰	سیدنا امیر حمزہؓ سفید	[illegible]	بنو مدلج، بنو ضمرہ							لڑائی نہیں ہوئی
۵	غزوہ بدر	۱۷ رمضان ۲ھ	حضرت محمد ﷺ ۳۱۳	مصعب بن عمیرؓ سفید	[illegible]	ابوجہل [illegible] ۱۰۰۰			۱۴	۷۰		۷۰	مسلمانوں کو فتح ہوئی
۶	غزوہ بنو سلیم یا قرقرۃ الکدر	شوال ۲ھ	حضرت محمد ﷺ ۲۰۰		عبداللہ یا ابن ام مکتومؓ	قبیلہ بنو غطفان و بنو سلیم				۱			لڑائی نہیں ہوئی
۷	غزوہ بنو قینقاع	۱۵ شوال ۲ھ	حضرت محمد ﷺ	سیدنا امیر حمزہؓ	[illegible]	قبیلہ بنو قینقاع ۳۰۰							لڑائی نہیں ہوئی [illegible]
۸	غزوہ السویق	ذوالحجہ ۲ھ	حضرت محمد ﷺ ۲۰۰		[illegible]	ابوسفیان بن حرب [illegible] ۲۰۰			۲				لڑائی نہیں ہوئی
۹	غزوہ ذی امر و غطفان یا انمار	ربیع الاول ۳ھ	حضرت محمد ﷺ ۴۵۰		عثمان بن عفانؓ	بنو ثعلبہ و محارب				۱			لڑائی نہیں ہوئی
۱۰	غزوہ احد	۷ شوال ۳ھ	حضرت محمد ﷺ ۷۰۰	مصعب بن عمیرؓ	عبداللہ یا ابن ام مکتومؓ	ابوسفیان بن حرب [illegible] ۳۰۰۰		۳۰	۷۰			۳۰	[illegible]
۱۱	غزوہ حمراء الاسد	۸ شوال ۳ھ	حضرت محمد ﷺ ۶۳۰			ابوسفیان بن حرب [illegible] ۲۹۷۰						۲	لڑائی نہیں ہوئی
۱۲	غزوہ بنو نضیر	ربیع الاول ۴ھ	حضرت محمد ﷺ	علی المرتضیٰؓ	عبداللہ یا ابن ام مکتومؓ	قبیلہ بنو نضیر							لڑائی نہیں ہوئی [illegible]
۱۳	غزوہ بدر الآخرۃ (الصغریٰ)	ذی قعدہ ۴ھ	حضرت محمد ﷺ ۱۵۰۰	علی المرتضیٰؓ	عبداللہ بن رواحہؓ	ابوسفیان بن حرب [illegible] ۲۰۰۰							لڑائی نہیں ہوئی
۱۴	غزوہ دومۃ الجندل	ربیع الاول ۵ھ	حضرت محمد ﷺ ۱۰۰۰		عبداللہ یا ابن ام مکتومؓ	[illegible]							لڑائی نہیں ہوئی
۱۵	غزوہ بنو مصطلق یا مریسیع	۲ شعبان ۵ھ	حضرت محمد ﷺ ۷۰۰	سیدنا ابوبکر صدیقؓ	زید بن حارثہؓ	حارث بن ابی ضرار، بنو مصطلق			۱	۷۰۰		۱۰	مسلمانوں کو فتح ہوئی
۱۶	غزوہ احزاب یا خندق	شوال ۵ھ	حضرت محمد ﷺ ۳۰۰۰	علی المرتضیٰؓ	عبداللہ یا ابن ام مکتومؓ	ابوسفیان بن حرب [illegible] ۱۰۰۰۰			۶			۱۰	مسلمانوں کو فتح ہوئی
۱۷	غزوہ بنو قریظہ	ذوالحجہ ۵ھ	حضرت محمد ﷺ ۳۰۰۰	علی المرتضیٰؓ	عبداللہ یا ابن ام مکتومؓ	بنو قریظہ			۲	۲۰۰		۷۵۰	[illegible]
۱۸	غزوہ بنی لحیان	ربیع الاول ۶ھ	حضرت محمد ﷺ ۲۰۰		عبداللہ یا ابن ام مکتومؓ	[illegible]			۱۰				لڑائی نہیں ہوئی
۱۹	غزوہ ذی قرد یا غابہ	ربیع الاول ۶ھ	حضرت محمد ﷺ ۵۰۰	مقداد بن عمروؓ	عبداللہ یا ابن ام مکتومؓ	[illegible]			۳			۲	لڑائی نہیں ہوئی
۲۰	غزوہ حدیبیہ	ذی قعدہ ۶ھ	حضرت محمد ﷺ ۱۴۰۰		عبداللہ یا ابن ام مکتومؓ	اہل مکہ سہیل بن عمرو قرشی							لڑائی نہیں ہوئی [illegible]
۲۱	غزوہ خیبر	محرم ۷ھ	حضرت محمد ﷺ ۱۶۰۰	علی المرتضیٰؓ	سباع بن عرفطہ غفاریؓ	[illegible] ۱۰۰۰۰		۵۰	۲۲	۲۳		۹۳	مسلمانوں کو فتح ہوئی
۲۲	غزوہ وادی القریٰ	محرم ۷ھ	حضرت محمد ﷺ ۱۳۸۲	سعد بن عبادہؓ		[illegible] وادی القریٰ			۱	۱		۱۱	مسلمانوں کو فتح ہوئی
۲۳	غزوہ ذات الرقاع	ربیع الاول ۷ھ	حضرت محمد ﷺ ۷۰۰		عثمان بن عفانؓ	[illegible]				[illegible]			لڑائی نہیں ہوئی
۲۴	غزوہ فتح مکہ	۲۰ رمضان ۸ھ	حضرت محمد ﷺ ۱۰۰۰۰		ابو رہم کلثوم بن حصین غفاریؓ	قریش مکہ			۲			۱۲	مسلمانوں کو فتح ہوئی
۲۵	غزوہ حنین و اوطاس یا ہوازن	شوال ۸ھ	حضرت محمد ﷺ ۱۲۰۰۰	علی المرتضیٰؓ	عتاب بن اسیدؓ [illegible]	ہوازن و ثقیف ۲۰۰۰۰ [illegible]			۷	۶۰۰۰		۷۱	مسلمانوں کو فتح ہوئی
۲۶	غزوہ طائف	شوال ۸ھ	حضرت محمد ﷺ ۱۲۰۰۰		عتاب بن اسیدؓ [illegible]	بنو ثقیف		[illegible]	۱۲		[illegible]		مسلمانوں کو فتح ہوئی
۲۷	غزوہ تبوک	رجب ۹ھ	حضرت محمد ﷺ ۳۰۰۰۰		محمد بن مسلمہؓ	قیصر ہرقل							لڑائی نہیں ہوئی

ماخذ: بخاری شریف (امام بخاری) [illegible] تاریخ مسعودی [illegible] عہد نبوت کے ماہ و سال [illegible] سیرۃ النبی ﷺ [illegible] رحمۃ للعالمین [illegible] الرحیق المختوم [illegible]



رسول اللہؐ کی بانس کی بنی ہوئی کمانیں جو توپ قاپی عجائب گھر (ترکی) میں محفوظ ہیں۔ اور زرنگار چاندی کا خول ہے۔

معرکۂ وجود میں بدر و حنین بھی ہے عشق

اقبال

غزوۂ بدر

القرآن: وَلَقَدۡ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدۡرٍ وَّ اَنۡتُمۡ اَذِلَّةٌ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمۡ تَشۡكُرُوۡنَ ﴿۱۲۳﴾

ترجمہ: (ا) آخراس سے پہلے غزوۂ بدر میں اللہ تمہاری مدد کر چکا تھا، حالانکہ اس وقت تم بہت کمزور تھے لہٰذا تم کو چاہئے کہ اللہ (سے ڈرو) کی ناشکری سے بچو۔ امید ہے کہ اب تم شکرگزار ہوگے۔ (سورۂ آل عمران۔ آیت: ۱۲۳)

الحدیث: حضرت رفاعہ بن رافع الزرقی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ”جبرائیل علیہ السلام آئے اور پوچھا آپ اہل بدر کو مسلمانوں میں کیسا سمجھتے ہیں؟“ فرمایا: ”سب سے افضل، جبرائیل علیہ السلام نے بتایا کہ بدر میں حاضر ہونے والے فرشتوں کا ملائکہ میں وہی درجہ ہے۔ (صحیح بخاری۔ باب ۴۷۸۔ حدیث نمبر ۱۱۶۹)

بدر مدینہ منورہ سے تقریباً ۸۰ میل پر وادیٔ یلیل میں ایک بیضوی شکل کا ساڑھے پانچ میل لمبا اور ساڑھے چار میل چوڑا وسیع میدان ہے جو پہاڑوں سے گھرا ہوا ہے۔ یمن تا شام کی تجارتی شاہراہ اسی میدان سے ہوکر گزرتی تھی۔ مکہ و مدینہ جانے کے راستے بھی بدر پر ملتے تھے۔ بحراحمر کا ساحل یہاں سے تقریباً دس میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ میدانِ بدر کے شمال اور جنوب میں دو سفیدی مائل پہاڑیاں ہیں جو ریت سے ڈھکی ہوئی ہیں۔ شمالی پہاڑی ”العدوۃ الدنیا“ اور جنوبی ”العدوۃ القصوئ“ کہلاتی ہے۔

اس جگہ کا نام بدر پڑنے کی کئی وجوہات ہیں۔ کہتے ہیں کہ اس کی نسبت بدر بن یخلد بن نضر بن کنانہ کی طرف ہے جس نے یہاں ایک کنواں کھدوایا تھا جس کا پانی اس قدر شفاف تھا کہ اس میں چاند کا عکس نظر آیا کرتا تھا۔ کنواں گول شکل کا تھا اس لئے نام بدر پڑ گیا۔ اس کنویں کے علاوہ بھی کچھ چشمے وادیٔ یلیل میں جاری ہیں جن کی وجہ سے یہ علاقہ سرسبز وشاداب ہے۔ عہد نبوی میں یہاں بنی ضمرہ آباد تھے جن کی ایک شاخ بنوغفار تھی۔

ہجرت کے بعد ہی سے قریش اور مسلمان حالتِ جنگ کی

ماخذ اور حوالے

(۱) تاریخ طبری بنام سیرت النبیؐ حصہ اول ص ۱۵۶
(۲) طبقات حصہ اول ص ۳۱۱ ابن سعد مترجمہ عبداللہ عمادی (اردو)
(۳) پیغمبر انسانیت: شاہ محمد جعفر پھلواری ص ۳۲۷ بحوالہ ابن اسحٰق
(۴) تنبیہ والاشراف: مسعودی ص ۵۰ مترجمہ عبداللہ عمادی
(۵) سیرۃ النبیؐ: شبلی نعمانی جلد اول ص ۱۸۸
(۶) صحیح مسلم مع شرح نووی جلد ۵، ص ۵۵ (اردو)
(۷) مدارج النبوت: شیخ عبدالحق دہلوی ص ۱۲۴
(۸) سیرۃ ابن اسحٰق میں تعداد ۳۱۴ (مہاجرین ۸۳) صحیح بخاری کتاب مغازی باب عدہ میں تعداد اصحاب طالوت کے برابر لکھی ہے۔
(۹) اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ: ابن اثیر جلد ۲، ص ۲۳۲ مترجمہ عبدالشکور فاروقی
(۱۰) مغازی رسول اللہؐ: عروہ بن زبیرؓ ص ۱۴۳ مترجمہ سعید الرحمٰن علوی
(۱۱) سیرت النبیؐ کامل جلد اول ص ۴۳۹ ابن ہشام مترجمہ



غزوۂ بدر کا نقشہ— میدان جنگ۔

لڑائی کا دن اور تاریخ	جمعہ ۱۷رمضان ۲ ہجری مطابق ۱۳ مارچ ۶۲۴ء
روانگی از مدینہ	۱۲رمضان ۳ہجری مطابق ۸ مارچ ۶۲۴ء
تعدادِ لشکر اِسلام	۳۱۳(عام روایت) میدان میں موجود ۳۰۵ مجاہد
سپہ سالار	حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم
نائب مدینہ	حضرت ابولبابہ بن عبدالمنذر رضی اللہ عنہ (قبیلۂ اوس)
علمبردار	حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ، حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ (مہاجرین کا علم)، حضرت حباب بن منذر رضی اللہ عنہ (انصار خزرج کا علم)، حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ (انصار اوس کا علم) اٹھائے ہوئے تھے۔
تعدادِ لشکر کفار	۱۰۰۰ /سپاہی
تاریخ روانگی از مکہ	۶ رمضان ۲ ہجری آمد مقام بدر ۱۶/رمضان ۲ ہجری مطابق ۱۲ مارچ ۶۲۴ء
سپہ سالار	عتبہ بن ربیعہ/عمرو بن ہشام (ابوجہل)
علمبردار	ابوعزیز بن عمیر، نضر بن حارث، طلحہ بن ابی طلحہ
نتیجہ	فیصلہ کن جنگ/لشکر اِسلام کی فتح
تعداد شہداء	۱۴ مجاہدین
تعداد مقتولین کفار	۷۰
تعداد اسیران جنگ	۷۰

حیرت سے دیکھتا فلکِ نیل فام تھا

اقبال

عبدالجلیل صدیقی

۱۲) عہد نبوی کے میدان جنگ ص ۳۹ ڈاکٹر محمد حمید اللہ
۱۳) مغازی الرسولؐ: ص ۷۵، ۷۷ محمد بن عمر واقدی مترجمہ بشارت علی
۱۴) محمد رسول اللہؐ: شیخ محمد رضا مصری ص ۳۳۸ مترجمہ محمد عادل قدوسی
۱۵) صحیح بخاری جلد دوم حدیث ۱۱۲۹ باب ۴۷۸

کیفیت میں تھے۔ مکہ سے مسلسل حملہ کی دھمکیاں مل رہی تھیں۔ رجب ۲ ہجری میں نخلہ میں مسلمانوں کے ہاتھوں عمرو بن حضرمی کا اتفاقیہ قتل اس غزوہ کا سبب بنا۔(۱) قریش نے مدینہ پر حملہ کے مصارف کے لئے ایک تجارتی کارواں جس کی مالیت پچاس ہزار دینار تھی، شام روانہ کیا۔(۲) مسلمانوں نے اس کی مزاحمت کرنا مناسب سمجھا۔ جب یہ قافلہ لوٹ کر آ رہا تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”دیکھو یہ قریش کا قافلہ مال سے لدا جا رہا ہے۔ تم ادھر جاؤ شاید اللہ تمہیں یہ مال غنیمت دلوا دے۔“(۳)

امیر کارواں ابوسفیان کو یہی ڈر تھا۔ اس نے مدد کے لئے مکہ پیام بھجوایا۔

سردارانِ قریش نے دو تین دن ہی میں ایک ہزار کا لشکر ترتیب دیا اور کاروان کو بچانے کے لئے مکہ سے چل پڑے۔ ادھر ابوسفیان راستہ بدل کر کارواں کو ساحل کے ساتھ ساتھ لے چلا۔ کاروان جب بدر کے نواح سے بچ نکلا تو ابوسفیان نے سرداروں کو



وادی میں سیدھی جانب کا تیر عدوۃ الدنیا (قریب کا ناکہ) ریت کی پہاڑی پر ہے جس کے قریب مجاہدوں کا لشکر اترا تھا۔ دوسرا تیر کاروانی گزرگاہ کی نشان دہی کر رہا ہے۔ تیسرا تیر ”جبل ملائکہ“ پر ہے یہاں حضرت جبرائیل علیہ السلام ایک ہزار فرشتوں کے ساتھ نازل ہوئے تھے۔ قرآن پاک کی دوسری سورتوں میں فرشتوں کی تعداد تین اور پانچ ہزار بھی آئی ہے۔



میدان بدر کفار کا لشکر ''عدوۃ القصوٰی (دور کا کنارا (ناکہ) دوسرا نام عدوۃ یمانیہ'' نامی ریت کی پہاڑی کے پاس مقیم تھا۔ سرخ تیر اس کی نشان دہی کر رہا ہے۔ کفار کی جملہ تعداد ایک ہزار تھی۔

پیام بھجوایا کہ لوٹ آؤ۔ ابوجہل اس پر ناراض ہوا اور کہا کہ ''مسلمان مقابلہ پر آئیں تو انہیں پیس کر رکھ دینگے۔'' ان کے ساتھ ۶۰۰ زرہ پوش جنگجو، ۱۰۰ اسلحہ بند شتر سوار، ۲۰۰ ہتھیاروں سے لیس گھڑ سوار، ۵۰۰ پورے ہتھیاروں سے اور ۶۰۰ نامکمل اسلحہ سے لیس پیدل جنگجو تھے۔ ۱۶ رمضان کی شام یہ لشکر بدر میں عقنقل کی پہاڑی کے پیچھے خیمہ زن ہوا۔ (۴)

مدینہ سے روانہ ہوکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روحاء کے مقام پر پہنچے تو حضرت ابولبابہ بن عبدالمنذر اوسیؓ کو اپنا نائب بنا کر مدینہ واپس بھیجا۔ عالیہ (بالائی آبادی) پر حضرت عاصم بن عدیؓ کو عامل مقرر فرمایا۔ (۵) پھر سفر جاری رکھا۔ ابھی مسلمان وادیٔ ذفران کے مقام پر تھے کہ تجارتی کاروان کو بچانے کے لیے مکہ سے قریش کے لشکر کی روانگی کی اطلاع ملی۔ اب صورتحال بالکل بدل گئی تھی۔ مجلسِ مشاورت ہوئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور خاص انصار کی رائے معلوم کی۔ حضرت سعد بن معاذ انصاری رضی اللہ عنہ نے کہا ''آپ صلی اللہ علیہ وسلم حکم دیں تو ہم سمندر میں کود پڑیں۔'' (۶)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس جواب سے بے حد خوش ہوئے۔ فرمایا: ''تم کو بشارت ہو کہ اللہ نے عیر (کاروان) یا نفیر (لشکر) میں سے کسی ایک پر فتح کا وعدہ فرمایا ہے۔'' (۷)

مسلمانوں کے پاس کل ۷۰ اونٹ اور ۲ گھوڑے تھے۔ کسی کے پاس ڈھنگ کا اسلحہ تک نہیں تھا۔ لشکر کی کل تعداد ۳۱۳ تھی۔ جس میں مہاجرین ۸۲، بنی اوس کے ۶۱ اور بنی خزرج کے ۱۷۰ مجاہد تھے۔ ان میں سے ۸ مجاہد میدان جنگ میں حاضر نہیں تھے اور مختلف کاموں پر متعین کئے گئے تھے۔ (۸)



ریت کی پہاڑی ''عدوۃ الدنیا'' جس کا تذکرہ سورۂ انعام کی آیت ۴۲ میں یوں ہے ''جب تم مدینہ سے قریب کے ناکے ''عدوۃ الدنیا'' پر تھے اور کافر بعید کے ''عدوۃ القصوٰی'' پر اور قافلہ تم سے نیچے (اتر گیا) تھا۔''

منزل پر اترتے ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور دیگر کبار صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ساتھ گردونواح کا جائزہ لیا۔ مخبروں سے پتا چلا کہ کفار عقنقل کی پہاڑی کے پیچھے خیمہ زن ہیں۔ حضرت حباب بن منذر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا (۹) کہ اگر مناسب تصور فرمائیں تو ایسے چشمے پر اتریں جو قریش کے قریب ہو۔ اس کے پیچھے والے چشمے پاٹ دیئے جائیں تاکہ دشمن پانی سے محروم رہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس رائے کو پسند فرمایا۔ یہاں کی زمین ریتیلی تھی اور کفار جہاں مقیم تھے وہ نرم زمین تھی۔ رات بارش ہوگئی تو ریت میں پانی جذب ہوکر زمین سخت ہوگئی اور نرم مٹی کیچڑ بن گئی۔

۱۷ رمضان کے آخری حصہ شب میں مجاہد اعظم صلی اللہ علیہ

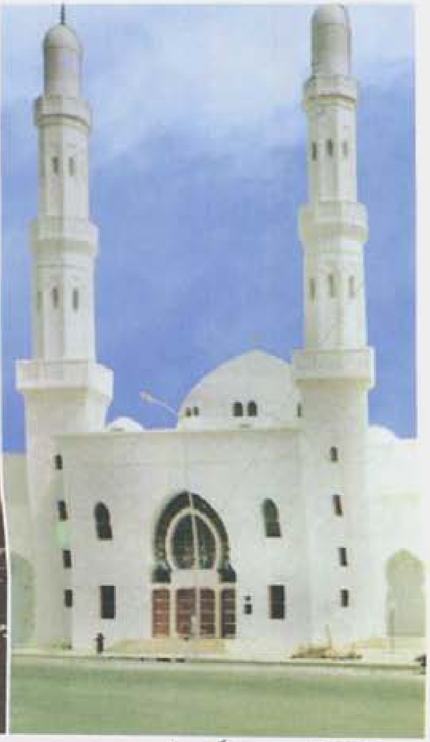
طمانچے موج کے کھاتے تھے جو بن کے گہر نکلے
اقبال



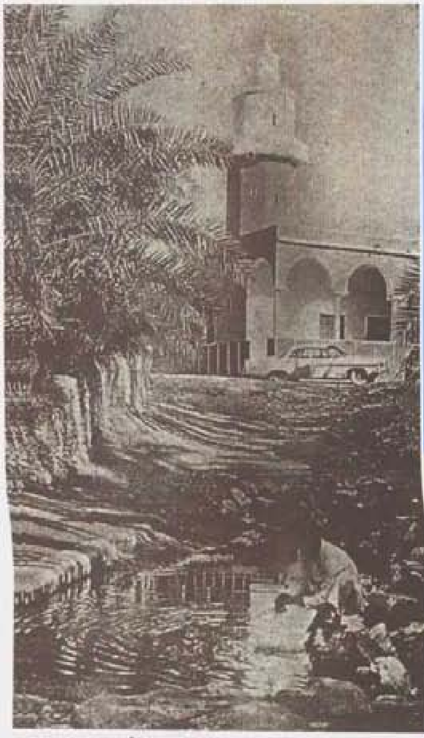
رسول اللہ ﷺ نے پہلی بار غزوہ بدر میں کفار قریش کے مقابلے میں اپنی تلوار استعمال کی۔ ع تلوار سے ہوتی ہے دنیا کی جہاں بانی

فرمایا۔ ان دونوں کے پاس گھوڑے تھے۔ لوائے نبوی حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو عطا ہوا۔(۱۰) ترتیب اس طرح ہوئی کہ سورج پشت پر ہو۔ دوبدو لڑائی کے وقت نعرہ ''یاحی یاقیوم'' اور ''احد'' حرفِ شناخت Codeword مقرر کیا گیا۔(۱۱)

ارشاد ہوا کہ میرا حکم آنے پر لڑائی شروع کی جائے۔ دشمن یلغار کرے تو اسے آگے بڑھنے دیا جائے۔ مجاہد اپنی صفوں کو کسی حالت میں نہ توڑیں۔ جب کافر تیروں کی زد میں آئیں تو تیر چلائے جائیں پھر پتھر برسائے جائیں۔ نیزوں کی حد میں آئیں تو انہیں نیزے مارے جائیں۔ تلوار کا استعمال سب سے آخر میں ہو۔(۱۲) میدان کارزار کا جائزہ لینے مجاہد اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ایک اونچے مقام پر ایک سائبان (عریش) بنایا گیا۔ اب اس مقام پر ''مسجد عریش'' کے نام سے ایک



مسجد عریش کی نئی تعمیر جو ۱۹۹۲ء میں مکمل ہوئی۔



بدر کے ایک چشمہ سے پانی جاری ہے۔ مسجد عریش دکھائی دے رہی ہے۔

آج جس مقام پر مسجد عریش واقع ہے کبھی وہ ایک بلند ٹیلہ تھا۔ حضرت سعدؓ بن معاذ نے ایک عریش (سائبان control room) تیار کیا تاکہ مجاہد اعظم ﷺ میدان کارزار ملاحظہ فرماسکیں۔ نیز تیروں سے محفوظ رہ سکیں۔
لڑائی کی صبح مجاہدین کو صف آرا کرنے کے بعد آپؐ نے عریش میں مصلے پر بیٹھ کر الحاح وزاری سے دعا کی— ''اے رب! اگر یہ مٹھی بھر مسلمان آج ہلاک ہوگئے تو روئے زمین پر تیری عبادت کرنے والا کوئی نہیں ہوگا۔ اے اللہ! تونے جو مجھ سے وعدہ کیا ہے پورا فرما۔'' عجز و نیاز کے اس عالم میں ایک اونگھ طاری ہوگئی۔ بیدار ہوئے تو چہرہ اقدسؐ پر تبسم تھا۔ ارشاد ہوا ''اللہ کی نصرت آگئی یہ جبرئیل گھوڑے (نام حیزوم) کی لگام تھامے ہوئے ہیں۔''

وسلم نے فوج کی ترتیب فرمائی۔ میمنہ کے سالار حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ اور میسرہ پر حضرت مقداد بن عمرو رضی اللہ عنہ کو مقرر



میدان بدر سے برآمد ہونے والا صدیوں سال پرانا کتبہ۔



سیف الرسول...... حق کی حمایت میں رسول اللہ ﷺ نے میدان بدر میں بلند کی۔ گنوا کر آپؐ کی بخشی ہوئی تیغ ہلالی کو
یہ اپنے دشمنوں سے مانگتا تلوار ہے آقاؐ (رحمان کیانی)



میدان بدر کا وہ اونچا مقام جہاں پر مجاہدِ اعظم کا عریش (سائبان) تھا، وہاں مسجد عریش بنائی گئی، موجودہ مسجد سے پہلے کی مسجد عریش۔



غزوہ بدر کے ایک بلند مقام پر رسول اللہ ﷺ کے میدان جنگ پر نظر رکھنے کے لیے ایک عریش (کنٹرول روم) بنایا گیا تھا اس مقام پر اب ایک شاندار العریش مسجد تعمیر کر دی گئی ہے۔

عالی شان مسجد یادگار کے طور پر موجود ہے۔

روشنی پھیلتے ہی ھبل، لات، ومنات کے جتنے کاروں کے ساتھ کفار میدانِ جنگ میں آئے مسلمانوں نے یاحی یاقیوم اور اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا۔ عرب کے دستور کے مطابق مبارزت طلبی سے لڑائی کا آغاز ہوا۔ اس کے بعد عام جنگ شروع ہوئی جس میں ابوجہل اور دوسرے سردار کام آئے۔ جملہ ۷۰ کافرموت کے گھاٹ اتارے



جبل ملائکہ سورہ انفال آیت ۹ ''جب تم اپنے رب سے فریاد کر رہے تھے تو اس نے تمہاری دعا قبول کرلی اور فرمایا ''ہم ہزار فرشتوں سے جو ایک دوسرے کے پیچھے آتے جائیں گے تمہاری مدد کریں گے۔'' کے مطابق جس ریت کی پہاڑی پر اترے وہ آج بھی ''جبل ملائکہ'' کہلاتی ہے۔

گئے، ۷۰ گرفتار ہوئے۔ کل ۱۴ مسلمان شہید ہوئے جن میں ۶ مہاجر اور ۸ انصار تھے۔

شہداء کے لاشے اکٹھے کیے گئے۔ نماز جنازہ کے بعد انہیں سپرد خاک کیا گیا۔ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو نوید فتح سنانے کے لئے مدینہ روانہ فرمایا گیا۔ تین دن بدر میں قیام کے بعد واپسی ہوئی۔ مقام سیر میں مالِ غنیمت میں سے پانچواں حصہ (خمس) نکال کر باقی مجاہدوں میں مساوی تقسیم کیا گیا۔ (۱۳)

مدینہ آنے کے پندرہ دن بعد اسیروں کے بارے میں مشورہ ہوا۔ آخر فدیہ لے کے انہیں آزاد کرنے کا فیصلہ ہوا۔ زرِ فدیہ قیدیوں کی حیثیت کے موافق مقرر ہوا۔ اس سے مسلمانوں کو تقریباً ڈھائی لاکھ درہم ملے۔ (۱۴)

مسلمانوں کا یہ پہلا غزوۂ تھا جس میں قتال ہوا۔ نتائج کے اعتبار سے بہت اہم معرکہ تھا۔ اس کا شمار دنیا کی چند فیصلہ کن جنگوں میں ہوتا ہے۔ اس کے بعد مسلمان ایک قوت بن کر ابھرے اور مدینہ کی مملکت مستحکم ہوئی۔ اس فتح نے مدینہ میں بسنے والے یہودیوں کو بھی مرعوب کر دیا۔ قریش کی شہرت بری طرح مجروح ہوئی۔ ان کی شام کی تجارتی شاہراہ غیر محفوظ ہوگئی۔ دیگر قبائل میں وقعت کم ہوگئی۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں اہل بدر بڑی فضلیت کے حامل ہیں۔ ارشادِ نبوی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے اگلے اور پچھلے تمام گناہ معاف کر دیئے اور ان پر جنت واجب ہوگئی۔ حضرت جبرائیل نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا آپ اہل بدر کو کیسا سمجھتے

خاص ہے ترکیب میں قومِ رسولِ ہاشمی ﷺ
(اقبال)



میدان بدر کا وہ حصہ جہاں راہِ خدا میں جان وتن کا نذرانہ پیش کر کے ملت کی تاریخ میں فتح کا پہلا عنوان لکھنے والے مجاہدین آسودۂ خاک ہیں۔ ع
فرشتوں کی زیارت گاہ ہے یہ سرزمین اب تک
شہدائے بدر یہاں مدفون ہیں۔

خبر کیا تھی یہاں تیرے نمازی آ کے ٹھہریں گے
شہید آرام فرمائیں گے غازی آ کے ٹھہریں گے (حفیظ جالندھری)

خونِ شہید نے جسے رنگِ شفق عطا کیا (نعیم صدیقی) بھیج رہا ہے آفتاب روز اسی شام پر سلام

شہادت ہے مطلوب و مقصودِ مومن

اقبالؔ



خیال ہے کہ رزمِ حق و باطل کے اس فیصلہ کن پہلے معرکے میں ۳۱۳ سربکف مجاہد جہاں جذبۂ شہادت سے سرشار صف آرا تھے اسی مقام پر یہ یادگار بنائی گئی ہے۔ تختی پر ۱۴ شہداء کے اسمائے گرامی (۶) مہاجر اور (۸) انصار درج ہیں۔ وہ عظیم سرفروش جنہوں نے تاریخ اسلام میں اپنے خون سے فتح کا سدا جگمگاتا عنوان لکھا۔ ع خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

ہیں؟ فرمایا سب مسلمانوں میں افضل۔ کہا کہ میدانِ بدر میں حاضر ہونے والے فرشتوں کا ملائکہ میں وہی درجہ ہے۔ (۱۵)

غزوۂ بدر کے شہداء

(۱) حضرت مہجع بن صالح رضی اللہ عنہ پہلے شہید مہاجر (حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے غلام تھے)

(۲) حضرت عبیدہؓ بن حارث بن مطلب میدان بدر سے لوٹتے ہوئے مقام صفراء میں زخموں کی شدت سے انتقال ہوا

(۳) حضرت عمیرؓ بن ابی وقاص بن وہب (عمر ۱۶ سال)

(۴) حضرت عمیرؓ بن عبد عمیر بن نضلہ

(۵) حضرت عاقلؓ بن بکیر بن عبد یالیل

(۶) صفوان بن وہب بیضا رضی اللہ عنہ

(۷) سعد بن خیثمہ رضی اللہ عنہ (نقیب بنی عمرو بن عوف) انصاری

(۸) مبشر بن عبدالمنذر رضی اللہ عنہ (اوس)

(۹) یزید بن حارث بن قیس رضی اللہ عنہ (خزرج)

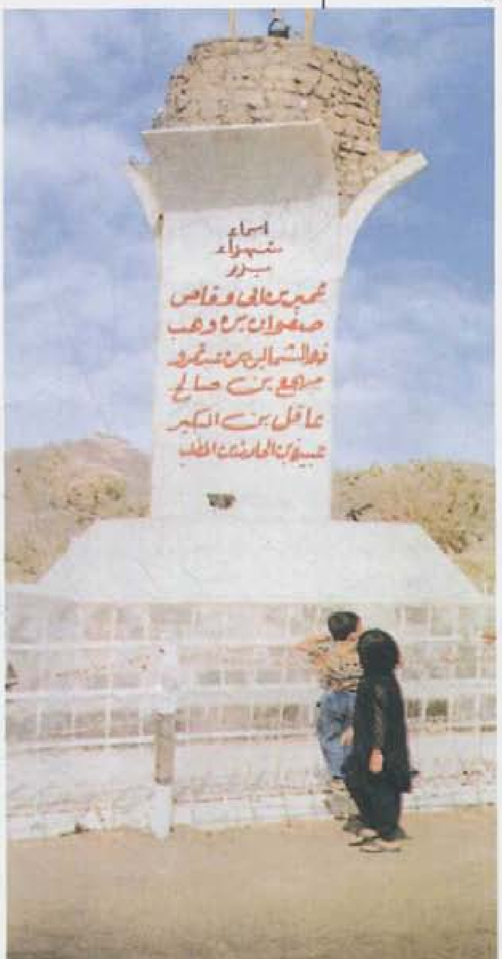
(۱۰) عمیر بن حمام بن جموح رضی اللہ عنہ (خزرج)

(۱۱) رافع بن معلّٰی بن لوذان رضی اللہ عنہ

(۱۲) حارثہ بن سراقہ بن حارث رضی اللہ عنہ (خزرج)

(۱۳) حضرت عوف بن حارث بن سواد (خزرج)

(۱۴) حضرت معوذ بن حارث بن سواد (خزرج)



شہدائے بدر کے ناموں کی یادگاری تختی۔ یہ تختی ۱۹۹۲ء کی ہے جبکہ مولف نے اس مقدس سرزمین کی زیارت کی تھی۔



تبدیل شدہ موجودہ یادگاری تختی جس میں تمام شہدا کے نام ایک ہی جانب سنگِ مرمر میں کندہ ہیں۔



حضرت ابوبکر صدیقؓ نے ہجرت کی غرض سے دو اونٹنیاں بطور خاص خریدی تھیں قصویٰ نامی اونٹنی رسول اللہ ﷺ کی سواری کی خاص اونٹنی تھی جو ہجرت، غزوہ بدر، صلح حدیبیہ اور غزوہ تبوک کے موقع پر آپ ﷺ کی سواری میں رہی۔ تصویر میں دکھائی دینے والے نشانات اسی قصویٰ اونٹنی سے منسوب ہیں۔

تلاش اس کی فضاؤں میں کر نصیب اپنا

اقبال

غزوۂ احد

القرآن: وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللّٰهُ وَعْدَهٗۤ اِذْ تَحُسُّوْنَهُمْ بِاِذْنِهٖ ۚ حَتّٰۤى اِذَا فَشِلْتُمْ وَتَنَازَعْتُمْ فِى الْاَمْرِ وَعَصَيْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَاۤ اَرٰىكُمْ مَّا تُحِبُّوْنَ ؕ مِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الدُّنْيَا وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ۚ ثُمَّ صَرَفَكُمْ عَنْهُمْ لِيَبْتَلِيَكُمْ ۚ وَلَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ ؕ وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۵۲﴾

ترجمہ: اللہ نے (تائید ونصرت) کا جو وعدہ تم سے کیا تھا وہ تو اس نے پورا کر دیا۔ ابتداء میں اس کے حکم سے تم ہی ان کو قتل کر رہے تھے مگر جب تم نے کمزوری دکھائی اور اپنے کام میں باہم اختلاف کیا اور جونہی وہ چیز اللہ نے تمہیں دکھائی جس کی محبت میں تم گرفتار تھے (یعنی مال غنیمت) تم اپنے سردار کے حکم کی خلاف ورزی کر بیٹھے۔ اس لئے کہ تم میں سے کچھ لوگ دنیا کے طالب تھے اور کچھ آخرت کی خواہش رکھتے تھے۔ تب اللہ نے تمہیں کافروں کے مقابلے میں پسپا کر دیا تا کہ تمہاری آزمائش کرے اور حق یہ ہے کہ اللہ نے پھر بھی تمہیں معاف ہی کر دیا کیونکہ مومنوں پر اللہ بڑی نظر عنایت رکھتا ہے۔ (سورۂ آل عمران۔ آیت: ۱۵۲)

الحدیث: ہم اس پہاڑ (جبل احد) سے محبت کرتے ہیں اور یہ ہم سے محبت کرتا ہے۔ (صحیح بخاری۔ جلد ۲۔ حدیث نمبر ۱۵۵، باب ۱۸)

جبلِ احد مسجد نبوی سے کوئی ساڑھے تین میل پر واقع ہے۔ مدینہ منورہ کے شمال میں ۵ میل کے رقبہ میں مشرق سے مغرب تک سیدھا پھیلا ہوا ہے۔ دور سے دیکھو تو پہاڑ سرخ رنگ کا نظر آتا ہے۔ نام ہی سے سلسلہ ہائے کوہ میں منفرد ہونا واضح ہے۔ پہاڑ پر کئی مقامات ایسے ہیں جہاں بارش کا پانی قدرتی طور پر جمع ہو جاتا ہے۔

جبل احد کی جنوبی سمت کے بیچ میں ایک نعل نما حصہ ہے جس کی زمین اونچی ہے۔ وادیٔ قناۃ مدینہ کے شمال میں پہنچ کر وادیٔ بطحان اور وادیٔ عقیق سے مل جاتی ہے۔ یہ متحدہ وادی شمال کی طرف کسی قدر آگے بڑھ کر ایک جھیل بحیرہ زغابہ سے مل جاتی ہے۔ اس مقام اتصال کے پاس وسیع میدان تھا جہاں سے فوج آسانی سے گزر کر مدینہ میں داخل

ماخذ اور حوالے

(۱) طبقات حصہ اول ص ۳۳۷ ابن سعد

(۲) عہد نبوی کے میدان جنگ ص ۴۷، ڈاکٹر محمد حمید اللہ

(۳) تاریخ ابن خلدون، حصہ اول ۱۰۴ مترجمہ حکیم احمد حسین

(۴) سیرۃ حلبیہ جلد ۴، ص ۱۴۰: علی ابن برہان الدین حلبی مترجمہ محمد اسلم قاسمی

(۵) تنبیہ والاشراف ص ۶، ابوالحسن علی بن حسین مسعودی مترجمہ عبداللہ عمادی

(۶) سیرت ابن اسحٰق: نقوش رسول نمبر جلد یازدہم ص ۳۴۴ مرتبہ: ڈاکٹر محمد حمید اللہ

(۷) مدارج النبوت: شیخ عبدالحق ص ۱۶۷ مترجمہ شمس بریلوی

(۸) روضۃ الاحباب ص ۱۸: سید جمال حسنی ترجمہ بنام رسالت مآبؐ

(۹) عہد نبوی کے میدان جنگ ص ۵۰ ڈاکٹر محمد حمید اللہ

(۱۰) سیرت ابن اسحٰق نقوش رسول نمبر ۱۱ ص ۳۵۱ مرتبہ ڈاکٹر حمید اللہ

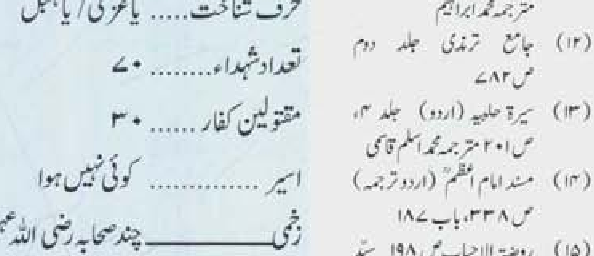
یہاں ہر صبحِ روشن پر توِ خورشیدِ ایماں سے (حفیظ جالندھری) یہاں ہر شام رنگیں غازۂ خونِ شہیداں سے

کہ
عِشق
موت
ہے
کرتا
ہے
اِمتحانِ
ثبات
اقبال

(۱۱) تاریخ طبری جلد اوّل (سیرت النبیؐ) ص ۲۳۲ ابی جعفر محمد بن جریر طبری مترجمہ محمد ابراہیم
(۱۲) جامع ترمذی جلد دوم ص ۷۸۲
(۱۳) سیرۃ حلبیہ (اردو) جلد ۴، ص ۲۰۱ مترجمہ محمد اسلم قاسمی
(۱۴) مسند امام اعظمؒ (اردو ترجمہ) ص ۳۳۸، باب ۱۸۷
(۱۵) روضۃ الاحباب ص ۱۹۸ سیّد جمال حسینی ترجمہ بنام رسالت مآبؐ
(۱۶) سورۂ آل عمران آیت ۱۶۹

تاریخ............ ۷ شوال ۳ ہجری مطابق ۲۳ مارچ ۶۲۵ء
تعدادلشکراسلام ... مدینہ سے نکلے تو ایک ہزار تھے۔عین میدانِ جنگ سے راس المنافقین عبداللہ ابن ابی بن سلول اپنے ۳۰۰ ساتھیوں کے ساتھ واپس ہوگیا۔ مسلمانوں کی تعداد ۷۰۰ رہ گئی۔
سپہ سالار .... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
مدینہ میں نائب ... حضرت عبداللہ بن اُمِّ مکتوم رضی اللہ عنہ
حرف شناخت..... امت، امت (مارو/مارو)
علمبردار........... حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ (مہاجروں کا علم)، حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ (قبیلۂ اوس کا علم) حضرت حباب بن منذر رضی اللہ عنہ (قبیلہ خزرج کا علم)
تعدادلشکرکفار ۳۰۰۰
سپہ سالار .... ابوسفیان
نتیجہ .... غیر فیصلہ کن جنگ
حرف شناخت..... یاعُزیٰ/ یاہُبل
تعدادشہداء......... ۷۰
مقتولین کفار...... ۳۰
اسیر .... کوئی نہیں ہوا
زخمی________ چند صحابہ رضی اللہ عنہم کے علاوہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی زخمی ہوئے۔ دندان مبارک شہید ہوئے۔ پیشانی مبارک میں خود کی کڑیاں دھنس گئیں۔

ہوسکتی تھی۔ مدینہ کے باقی اطراف پہاڑوں اور جنگلات سے گھرے تھے۔


اس احاطہ میں معرکۂ احد کے (۷۰) شہداء ابدی نیند سو رہے ہیں۔ ارشادِ نبویؐ ہے ''قیامت تک جو ان پر سلام بھیجے گا وہ اس کا جواب دیں گے۔''

وادی قناۃ کے اس طرف ایک چھوٹی سی پہاڑی جبلِ عینین (دو چشموں کی پہاڑی) تھی۔ اس کے شمال میں کبھی دو چشمے تھے۔ اس لئے یہ نام پڑ گیا۔

بدر کی شکست کی آتش انتقام رہ رہ کر بھڑک رہی تھی۔ کیسے کیسے سردار قتل ہوئے تھے۔ سارے عرب میں قریش کی عزت خاک میں مل گئی تھی۔ نجد اور عراق کے راستے تجارتی کاروان بھیجا تو مسلمانوں نے چھاپہ مار کر ایک لاکھ کی چاندی چھین لی۔ اب کاروان شام بھیجنا مشکل ہوگیا تھا۔ مسلمانوں پر کاری ضرب لگا کر ہی عزت اور تجارت بحال کی جاسکتی تھی۔

بدر کی لڑائی سے پہلے ابوسفیان جو تجارتی قافلہ بچا کر لایا تھا اس کا منافع محفوظ تھا۔ دارالندوہ میں طے ہوا کہ اس سے سامان جنگ فراہم کیا جائے۔(۱) اطراف وجوانب کے قبائل سے امداد اور نفری جمع کرنے باا ثر لوگوں کا وفد بھیجا گیا۔(۲) آتش نوا شعراء کو جذبات میں آگ لگانے کا کام سپرد ہوا۔ ایک سال کی کوشش سے ۳۰۰۰ کا لشکر تیار ہوا۔ احابیش (جنگجو قبائل) کے کئی سورما، ثقیف کے ۱۰۰ ر بہادر شامل تھے۔ ۲۰۰ گھڑ سوار، ۷۰۰ زرہ پوش ہتھیاروں سے لیس تھے۔ ۳۰۰۰ ر اونٹ لڑائی اور باربرداری کے لئے مہیا تھے۔ حمیت اور جوش بڑھانے کے لئے ۱۵ معزز خواتین ساتھ تھیں۔(۳)

حضرت عباسؓ نے مکہ سے لشکر کی روانگی کی خفیہ اطلاع بھجوائی۔ مسلمانوں نے اپنے مخبر تفصیلات لانے کے لئے روانہ کئے۔ بنوخزاعہ کے سردار نے بھی لشکر کی اطلاع بھجوائی۔

مدینہ میں مجلسِ مشاورت منعقد ہوئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رائے قلعہ بند ہوکر مقابلہ کرنے کی تھی۔ وہ نوجوان جنہیں غزوۂ بدر میں اپنے جوہر دکھانے کا موقع نہ ملا تھا۔ باہر نکل کر لڑنے کے حق میں تھے۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی رائے تھی کہ مدینہ میں رہ کر مدافعت کو دشمن بزدلی خیال کرے گا۔

سردار خزرج سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ اور نعمان بن مالک رضی اللہ عنہ بھی امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کے ہم خیال تھے۔ راس المنافقین عبداللہ ابن ابی سلول (جو غزوۂ بدر کے بعد بظاہر مسلمان ہوگیا تھا) نے کہا کہ جب بھی اہل مدینہ نے محصور ہوکر مقابلہ کیا کامیاب رہے۔ زیادہ اصحاب کا رجحان باہر نکل کر لڑنے کی طرف تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مشورہ کو قبول فرمایا۔ حجرہ میں زرہ پہننے کے لئے تشریف لے گئے۔ بزرگوں نے کہا کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مرضی کے خلاف مجبور کیا۔ نوجوانوں کو اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ زرہ پہن کر باہر تشریف لائے تو عرض کیا ''جو آپ صلی

جَرس
ہوں
نالۂ
خوابیدہ
ہے
میرے
رگ و
پے
میں
اقبال



مدینہ منورہ اور جبل احد کے درمیان ایک نواحی علاقہ ہے۔ غزوہ کے موقع پر مدینہ سے جو لشکر نکلا تو یہاں ٹھہرا۔ رسول اللہ ﷺ نے یہاں مجاہدوں کا معائنہ فرمایا۔ پندرہ سال سے کم عمر نوجوانوں کو واپس بھیج دیا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے شیخان دو ٹیلوں کا نام ہے۔ یہاں ایک معمر اندھا یہودی اور اس کی بیوی رہتے تھے اس وجہ سے بھی اس کا نام شیخان پڑ گیا۔ پڑاؤ کے موقع پر رسول اللہ ﷺ نے جہاں نمازیں ادا فرمائیں اب وہاں مسجد شیخین تعمیر کردی گئی ہے۔

اللہ علیہ وسلم مناسب تصور فرمائیں قدم اٹھائیں۔'' ارشاد ہوا ''کسی نبی کے لئے جائز نہیں کہ ہتھیار لگا کر اللہ اور اس کے دشمنوں کے درمیان فیصلے کے بغیر اتار دے۔'' (۴)

حضرت عبداللہ ابن امّ مکتوم رضی اللہ عنہ کو مدینہ میں نائب مقرر فرمایا۔ تین نیزوں پر کپڑا باندھ کر علم تیار کئے گئے۔ مہاجرین کا جھنڈا حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو، قبیلۂ خزرج کا جھنڈا حضرت حباب بن منذر رضی اللہ عنہ کو اور قبیلۂ اوس کا علم حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ کو عطا فرمایا۔ مجاہد اعظم صلی اللہ علیہ وسلم گھوڑے پر سوار ہوئے اور ۱۰۰۰ مجاہدین کو کوچ کا حکم ہوا۔ شیخین کے مقام پر لشکر کا معائنہ فرمایا۔ چودہ سال سے کم عمر دس لڑکوں کو جو جوش جہاد میں شریک ہوئے تھے، واپس کردیا گیا۔ اسی مقام سے راس المنافقین عبداللہ ابن ابی بن سلول یہ کہہ کر کہ مدینہ میں محصور ہونے کا میرا مشورہ قبول نہیں کیا گیا اپنے ۳۰۰ ساتھیوں کے ساتھ لوٹ گیا۔ وہ دراصل مکہ والوں کی سازش میں شریک ہوکر مسلمانوں کا عین وقت پر حوصلہ گرانا چاہتا تھا۔ (۵)

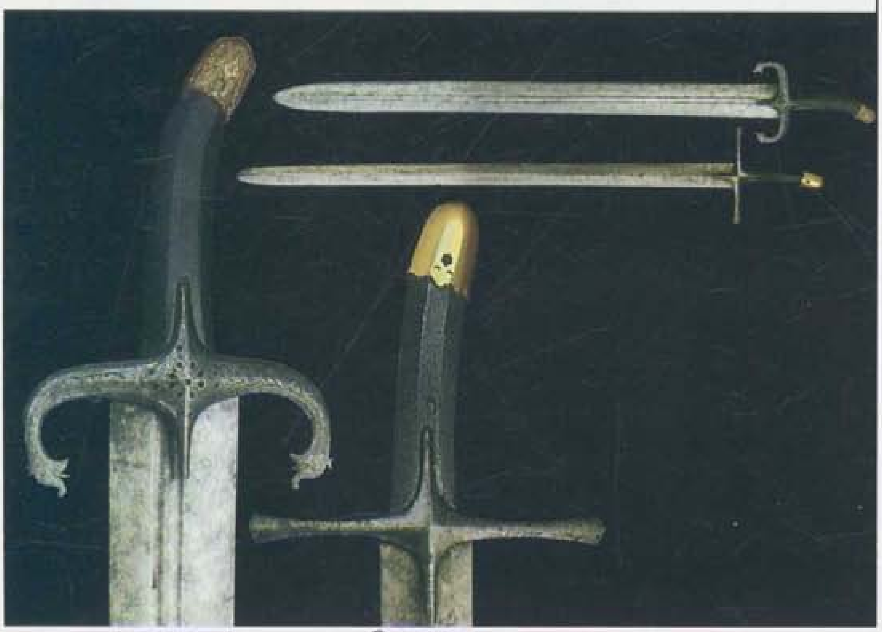
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ۷۰۰ مجاہدین دشوار گزار راستے سے پہلے دامنِ احد میں پہنچے اور اپنی پسند کی جگہ لڑائی کے لئے منتخب فرمائی۔ عینین (دوچشمے) کی پہاڑی پر ۵۰ تیر اندازوں کو حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ کی قیادت میں مقرر فرمایا گیا۔ واضح حکم دیا کہ ہم غالب رہیں یا مغلوب کسی صورت میں تم اس محاذ سے نہیں ہٹو گے۔ (۶) بعد میں ''جبل رماۃ'' اس کا نام ہوا۔ دشمن کے مقابلے



پس منظر میں مسلمانوں کا محبوب پہاڑ ''احد'' اور دامن میں سید الشہداء حضرت امیر حمزہؓ کی یادگار — مسجد حمزہؓ۔

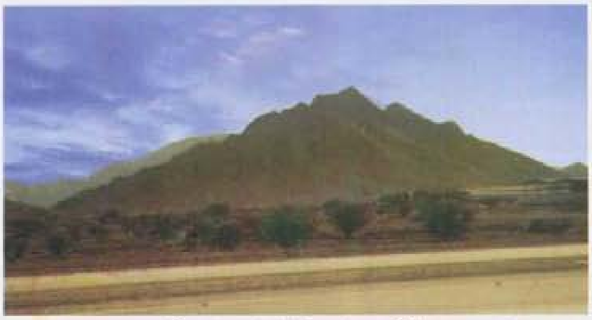
میں کم نفری سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھانے اور حریف کی فوج کو بیکار بنادینے کی جغرافیائی حکمت عملی اختیار فرمائی۔ احد کے کونے اور وادئ قناۃ کے درمیان ایک نعل نما حصہ تھا جو تین طرف سے محفوظ تھا۔ درمیانی ۴۰۰ گز میں مجاہدین کی صفیں ترتیب دی گئیں۔ میمنہ پر سالار حضرت عکاشہ بن محصن اسدی رضی اللہ عنہ میسرہ پر حضرت ابوسلمہ بن عبدالاسد رضی اللہ عنہ اور قلب پر حضرت علی رضی اللہ عنہ اور زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ سالار بنائے گئے۔ ۲۰۰ مجاہد زرہ پوش تھے۔ (۷) حرف شناخت (شعار) اُمِت اُمِت (مارو، مارو) مقرر ہوا۔ عورتوں کی بڑی تعداد بھی پانی پلانے اور زخمیوں کی مدد کے لئے حاضر تھی۔ جسم اطہر پر دو زرہیں اور سر پر خود تھی۔ (۸)

مکی لشکر مدینے کے جنوب میں ٹھہرنے کے بجائے شمال میں



حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ ابن خطاب کی تلواریں جو غزوات میں استعمال کی گئیں۔ سلطنتِ عثمانیہ کے حکمرانوں نے جوشِ عقیدت میں انہیں ہیرے جواہرات سے مرصع کردیا۔ یہ توپ قاپی میوزیم (استنبول) میں محفوظ ہیں۔ تلوار...... ع یہ حیات بدروحنین ہے یہاں رقص تیغ اصیل کا

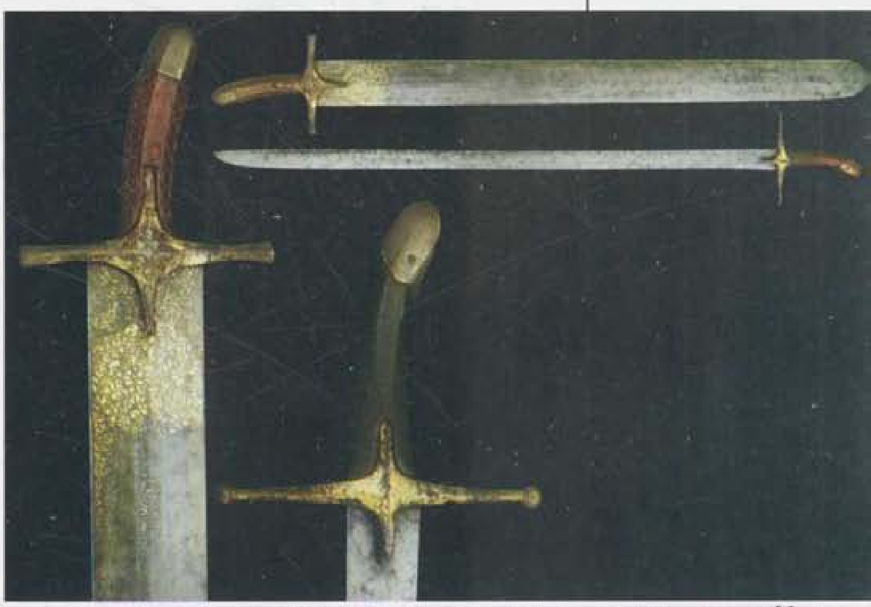
کیا خبر ہے تجھ کو اے دل فیصلہ کیوں کر ہوا
اقبال



غزوہ احد کے دوسرے دن فجر کی نماز کے بعد قریش کے تعاقب کا حکم ہوا۔ حمراء الاسد میں اس پہاڑی کے دامن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ تین دن قیام فرمایا۔ آپ کی بروقت تیاری اور دشمن کا حوصلہ توڑ دینے والی پیش قدمی کامیاب رہی اور دشمن حملے کی ہمت کئے بغیر لوٹ گیا۔

بئر رومہ اور غابہ کی چراگاہ کے ساتھ خیمہ زن ہوا۔ ابوسفیان میدان جنگ میں پہلے پہنچنے کے باوجود اچھے مقام کے انتخاب سے قاصر رہا۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہ نے جغرافیائی سروے کے بعد لکھا ہے کہ قریش کا خیال تھا کہ مسلمان محصور ہوکر لڑیں گے۔ ایسی صورت میں وہ اس وسطی محلے کو نشانہ بنانا چاہتے تھے جہاں رسول صلی اللہ علیہ وسلم فروکش تھے۔(۹) خالد بن ولید ۹۰۰ مسلح سواروں کے سالار میمنہ پر تھے۔ میسرہ پر ابوجہل کا بیٹا عکرمہ اور قلب پر صفوان بن امیہ سالار تھا۔ طلحہ بن طلحہ نے جنگی علم اٹھایا ہوا تھا۔ سپہ سالار ابوسفیان تھا۔

مبارزت طلبی کے بعد عام لڑائی شروع ہوئی۔ قریش پرچم کی حفاظت کرتے ہوئے بنی عبدالدار کے ۲۲ علم بردار قتل ہوئے مکی فوج نے پسپائی اختیار کرنی شروع کی۔ ایک قریشی عورت نے علم اٹھالیا،



رسول اللہ ﷺ کی معیت میں راہ حق میں بلند ہونے والی حضرت عثمانؓ ابن عفان اور حضرت علیؓ بن ابی طالب کی یہ سادہ تلواریں اب جواہرات سے مرصع ہوکر توپ قاپی میوزیم (استنبول) میں سیاحوں کی نظروں کو خیرہ کررہی ہیں...... ع سر اس کا دوہی کیا جس کے اک لگائی تیغ (مصحفی)



دامن احد میں "گنج شہیداں" ۶۷ شہداء اس احاطے میں ابدی نیند سو رہے ہیں۔ حضرات امیر حمزہؓ، مصعبؓ بن عمیر اور عبداللہ بن جحش علیحدہ دفن کیے گئے۔ ع آسماں ان کی لحد پر شبنم افشانی کرے

حمیت میں مشرکین پُر جوش ہوگئے۔ پیدل اور گھڑ سواروں نے دھاوا بول دیا۔ دوبدو لڑائی ہونے لگی۔ مسلمانوں میں حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ دونوں ہاتھوں سے تلوار چلاتے ہوئے صفوں کو درہم برہم کررہے تھے۔ جبیر بن مطعم کا غلام وحشی ان کی تاک میں تھا۔ ان کی شہادت اس کی آزادی کی قیمت تھی۔(۱۰) بزدل نے چھپ کر چھوٹے خنجر سے پیٹ کا نشانہ لیا اور انہیں شہید کردیا۔ جنگ کی بھٹی گرم تھی۔ کفار پر مجاہدوں کا دباؤ بڑھ رہا تھا۔ ایسے میں ابوسفیان نے ایک چال چلی۔ اپنے سپاہیوں کو اس محاذ سے ہٹالیا جہاں سامان رسد تھا یوں لگا جیسے میدان سے منہ موڑ گیا ہو۔ مجاہد لڑنا چھوڑ کر مال غنیمت پر ٹوٹ پڑے۔ عینین پر متعین تیر انداز بھی اس میں شامل ہوگئے۔

تیراندازوں کا ٹیلہ خالی پایا تو خالد بن ولید کے سواروں نے جبل احد کا چکر کاٹ کر پیچھے سے حملہ کردیا۔ حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی مقابلہ کرتے ہوئے شہید ہوگئے۔(۱۱) اب افراتفری کی کیفیت پیدا ہوگئی۔ مشرکوں کا ہدف رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس تھی جو مصروف قتال تھی۔ پتھر لگنے سے دندان مبارک شہید ہوگئے۔ عبداللہ بن قمیہ نے تلوار سے حملہ کیا تو حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ سپر بن کر ہر ضرب اپنے پر روکنے لگے۔ پھر بھی ایک ضرب میں خود کے دو حلقے پیشانی میں دھنس گئے۔ زخمی حالت اور اس پر دوہری زرہ کا بوجھ کسی محفوظ مقام کی تلاش میں ایک گڑھے میں گر پڑے۔ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ فوراً مدد کو پہنچے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کی پشت پر قدم رکھ کر باہر نکلے۔ ارشاد ہوا "جو شخص زمین پر چلتے پھرتے زندہ شہید کو دیکھنا چاہے وہ طلحہ کو دیکھ

غل ہوا کبھی یوں فوج کو لڑتے نہیں دیکھا (میر انیس لکھنوی) مقتل میں رن ایسا کبھی پڑتے نہیں دیکھا



میدانِ احد میں تیر اندازوں کا ٹیلہ۔ اس کا دوسرا نام جبل عینین بھی ہے۔ یہاں حضرت عبداللہؓ ابن جبیر کی سرکردگی میں ۵۰ تیرانداز متعین کردیے گئے تھے اس حکم کے ساتھ کہ لڑائی کا انجام جو بھی ہو تم اپنی جگہ نہیں چھوڑو گے۔

تھے ہمیں ایک ترے معرکہ آراؤں میں
اقبال

لے۔'' دشمن نے علم بردار حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کے دونوں ہاتھ قلم کردیئے۔ انہوں نے علم کو سینے سے لگائے بلند رکھا۔ ابن قمیہؔ نے پیٹ میں تلوار گھونپ دی۔ وہ گرنے لگے تو ان کے بھائی ابوالروم نے جھنڈا سنبھال لیا۔ مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کی شباہت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملتی جلتی تھی۔ افواہ پھیل گئی کہ نعوذ باللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہوگئے۔ اس خبرِ وحشت اثر نے میدانِ جنگ کا نقشہ ہی بدل دیا۔ اکثر مجاہدوں نے تلوار چلانا چھوڑ دیا۔ کچھ نے یہ سوچ کر کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد زندگی کس کام کی، بے خوفی سے دشمن کی صفوں پر پل پڑے۔ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ اس درے تک پہنچ گئے جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پناہ گزیں تھے۔ نعرہ لگایا کہ ''مسلمانو! ہمارے آقا زندہ وسلامت ہیں۔ مایوس مجاہدوں کا جوش عود کر آیا۔''

ابوسفیان عجیب کشمکش میں تھا۔ پہاڑ پر چڑھ کر آواز دی۔ ''کیا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) زندہ ہیں، کیا ابوبکر (رضی اللہ عنہ) وعمر (رضی اللہ عنہ) بچ گئے۔'' حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دینے سے منع فرمادیا۔ آخر خود ہی بول پڑا یہ سب مارے گئے اور ساتھ ہی اعلیٰ الہبل (ہبل بلند ہے) کا نعرہ لگایا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ضبط نہ ہوسکا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ اعلیٰ واجل'' (بڑائی اللہ کے لئے ہے) کہہ کر جواب دو۔ کہا اے اللہ کے دشمن! ہم سب زندہ ہیں اور تجھے سن رہے ہیں۔ آواز پہچان کر کہا لڑائی تو ڈولوں کی طرح ہے ایک سے پانی بھرتا ہے ایک سے خالی ہوتا ہے۔ وہ دن (بدر) تمہارا تھا یہ دن (احد) ہمارا ہے۔ اچھا اب ہماری ملاقات آئندہ سال بدر میں ہوگی۔ (۱۳) ابوسفیان کیمپ میں گیا اور لشکر کو کوچ کا حکم دے دیا۔ اپنی دانست میں وہ سمجھ رہا تھا کہ میں نے میدان مار لیا ہے۔

شہداء کی لاشوں کو جمع کیا گیا۔ ان میں ۴ مہاجر، ۴۱ خزرجی اور ۲۴ اوسی تھے۔ ایک یہودی اس موقع پر ایمان لاکر شہید ہوا۔ زخمیوں کی تعداد بھی ۷۰ تھی۔ حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کی لاش کو مُثلہ (بگاڑنا) کیا گیا تھا۔ سیّدالشہدا حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ (۱۴) کی لاش پر رسول صلی اللہ



غزوۂ احد میں ''میدانِ جنگ'' کا نقشہ۔

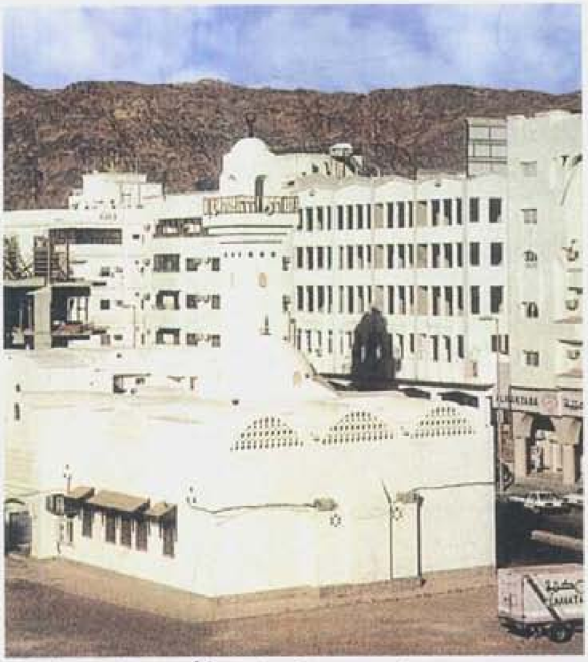


سورۂ انفال کی آیت ۶۰ کا طغرا۔ ترجمہ: اور جہاں تک ہوسکے (فوج کی جمعیت کے) زور سے اور گھوڑوں کے تیار رکھنے سے ان کے (مقابلے کے) لیے مستعد رہو کہ اس سے اللہ کے دشمنوں اور تمہارے دشمنوں اور ان کے سوا اور لوگوں پر جن کو تم نہیں جانتے اور اللہ جانتا ہے ہیبت بیٹھی رہے گی۔

تری نوا نے دیا ذوق جذبہ ہائے بلند
اقبال



جبل احد کا وہ غار جس میں رسول اللہ ﷺ نے زخمی ہونے کے بعد آرام فرمایا۔



وہ مقام جہاں غزوہ احد میں زخموں سے چور ہو کر رسول اللہ ﷺ نے آرام فرمایا اور بیٹھ کر نماز ادا فرمائی۔ اب وہاں مسجد مستراح تعمیر کردی گئی ہے۔

علیہ وسلم نے پہلی نماز جنازہ پڑھی۔ پھر ایک ایک شہید ان کے پہلو میں رکھا گیا اور اس کی نماز جنازہ ہوئی۔

احد کے دامن ہی میں شہداء کو ان کے خون آلود کپڑوں ہی میں دفن کیا گیا۔ یہ گنج شہیدان احد ہے۔ ارشاد نبوی ہے کہ:

"قیامت تک جو ان پر سلام بھیجے گا وہ اس کا جواب دیں گے۔"(۱۵) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ترجمہ: "جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے گئے انہیں مرا ہوا نہ سمجھنا بلکہ وہ اللہ کے نزدیک زندہ ہیں اور ان کو رزق مل رہا ہے۔"(۱۶)



میدان احد میں عینین (دو چشمے) والی پہاڑی کا فضائی منظر جہاں حضرت عبداللہ بن جبیرؓ کی قیادت میں پچاس تیر اندازوں کو اس ہدایت کے ساتھ متعین کیا گیا تھا کہ لڑائی کا جو بھی انجام ہو تم اس مقام کو نہیں چھوڑو گے۔ اس کے اور جبل احد کے درمیان ایک وادی حائل ہے۔

شام سورج ڈوبتے ڈوبتے غازیانِ احد واپس ہوئے۔ نماز فجر کے بعد حکم ہوا کہ دشمن کے تعاقب کے لئے فوج کا کوچ ہوگا۔ حمراء الاسد تک گئے۔ ادھر کفار روحاء کے مقام سے پلٹ کر حملے کا منصوبہ بنا رہے تھے۔ مسلمانوں کو تعاقب میں پا کر جرأت نہ ہوئی اور مکہ کے رخ چل پڑے۔ لڑائی کے نتائج پر غور کیجئے۔ (۱) کیا فاتح نے اپنے غلبے سے کوئی فائدہ اٹھایا؟ (۲) کتنا مال غنیمت ہاتھ آیا؟ (۳) کتنے مجاہد قیدی بنائے گئے؟ (۴) کیا مخالف پست ہمت ہوا؟ (۵) فاتح اسی طرح میدان سے فرار ہوتا ہے؟ (۶) کیا شکست کھانے والا فاتح کا تعاقب کرتا ہے؟ (۷) مدینہ کو تاخت و تاراج کرنے کا ارادہ کس حد تک کامیاب ہوا؟ شکست و فتح کی اس میزان پر نتائج کو تول لیجئے۔ آپ خود کہہ اٹھیں گے کہ یہ ایک غیر فیصلہ کن جنگ اور لاحاصل معرکہ تھا۔



جبل احد کے دامن میں حضرت امیر حمزہؓ، حضرت مصعبؓ بن عمیر اور حضرت عبداللہؓ بن جحش کی قبریں ایک ساتھ ہیں۔ موجودہ منظر۔

گھٹائیں کفر کی الجھی ہوئی تھیں نورِ ایماں سے (حفیظ جالندھری) احد کے سنگ ریزے سرخ تھے خونِ شہیداں سے

تھے دیار نو زمین و آسماں میرے لئے
اقبال

غزوۂ احزاب (خندق)

القرآن: يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ جَآءَتْكُمْ جُنُوْدٌ فَاَرْسَلْنَا
عَلَيْهِمْ رِيْحًا وَّجُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا ۭ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرًا ۝٩ اِذْ جَآءُوْكُمْ مِّنْ فَوْقِكُمْ
وَمِنْ اَسْفَلَ مِنْكُمْ وَاِذْ زَاغَتِ الْاَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ وَتَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ الظُّنُوْنَا ۝١٠

ترجمہ: اے لوگو! جو ایمان لائے ہو، یاد کرو اللہ کے احسان کو جو اس نے تم پر کیا ہے جب لشکر تم پر چڑھ آئے تو ہم نے ان پر ایک سخت آندھی بھیج دی اور ایسی فوجیں روانہ کیں جو تم کو نظر نہ آتی تھیں۔ اللہ وہ سب کچھ دیکھ رہا تھا جو تم لوگ اس وقت کر رہے تھے جب دشمن اوپر سے اور نیچے سے تم پر چڑھ آئے تھے جب خوف کے مارے آنکھیں پتھرا گئیں، کلیجے منہ کو آ گئے اور تم اللہ کے بارے میں طرح طرح کے گمان کرنے لگے۔ (سورۂ احزاب۔ آیت: ۹، ۱۰)

الحدیث: حضرت براء رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو غزوۂ احزاب کے دن مٹی اٹھاتے دیکھا اور مٹی سے آپ صلی اللہ علیہ کے پیٹ کا رنگ چھپ گیا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے جاتے تھے اے اللہ! اگر تو نہ ہوتا تو ہمیں ہدایت نہ ملتی نہ ہم صدقہ دیتے، نہ نماز پڑھتے۔ بس تو ہم پر اطمینان نازل فرما اور جب ہم دشمن سے مقابلہ کریں تو ہمیں ثابت قدم رکھ۔ بے شک ان لوگوں نے ہم پر ظلم کیا اور جب یہ کوئی فساد کرنا چاہتے ہیں تو ہم ان کی باتوں میں نہیں آتے۔
(صحیح بخاری۔ جلد ۲۔ حدیث نمبر ۱۰۲)

اس غزوۂ کو غزوۂ خندق اس لئے کہتے ہیں کہ اس موقع پر خندق کھود کر مدینہ منورہ کی حفاظت کی گئی تھی۔ غزوۂ خندق کا دوسرا نام غزوۂ احزاب ہے۔ کفار، یہود اور ان کے حلیف کئی حزب (گروہ۔ جمع احزاب) مسلمانوں کے خلاف جتھا بنا کر ایک ہو گئے تھے۔ مشہور نام

ماخذ اور حوالے

(۱) جوامع السیرۃ: ابو محمد علی بن حزم اندلسی ص ۱۹۳ مترجمہ محمد سردار احمد
(۲) سیرت النبیؐ کامل ابن ہشام جلد دوم ص ۲۴۹ مترجمہ عبدالجلیل صدیقی
(۳) ایضاً ص ۲۵۹
(۴) وفاء الوفا (ترجمہ تذکرۂ دیار حبیب) سمہودی ص ۳۵۰ بحوالہ اخبار مدینہ
(۵) سیرت المصطفیٰ: محمد ادریس کاندھلوی حصہ سوم ص ۳۵
(۶) طبقات حصہ اوّل (اخبار النبیؐ) ص ۳۶۵ ابن سعد (اردو)
(۷) جوامع السیرۃ: ابن حزم اندلسی ص ۱۹۸ (اردو)
(۸) تاریخ طبری جلد اوّل ص ۲۸۲ (سیرت النبیؐ) مترجمہ سید محمد ابراہیم
(۹) تاریخ طبری جلد اوّل ص ۲۸۳ (سیرت النبیؐ) ابن جعفر محمد بن جریر طبری
(۱۰) مدارج النبوت: شیخ عبدالحق دہلوی ص ۲۵۳ مترجمہ شمس بریلوی

وہ لٹ گئے ہیں جو آئے تھے لوٹنے کے لیے (قیصر الجعفری) اٹھی تھی کفر کی تلوار ٹوٹنے کے لیے

جہاں میں اہلِ ایماں صورتِ خورشید جیتے ہیں

اقبال

تاریخ	ذی قعدہ سنہ ۵ ہجری مطابق مارچ ۶۲۷ء
مدت محاصرہ	ایک مہینہ
لشکر اسلام (تعداد)	۳۰۰۰ (تین ہزار)
سپہ سالار	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
لشکرِ کفار (تعداد)	۱۰۰۰۰ (دس ہزار)
سپہ سالار	ابوسفیان بن حرب
نتیجہ	مدینہ کی اینٹ سے اینٹ بجانے کی کوشش ناکام ہوگئی
تعداد شہداء	(۶) سب انصاری مجاہد تھے
تعداد مقتولین	کفار کے (۸) نامی گرامی پہلوان مارے گئے

غزوۂ خندق ہے۔ چونکہ مدینہ منورہ کی حفاظت خندق کھود کے کی گئی تھی۔

غزوۂ احد سے جاتے ہوئے ابوسفیان نے اعلان کیا تھا کہ آئندہ سال بدر میں لڑنے آئیں گے۔ مسلمان میدانِ بدر میں پہنچے لیکن قریش مقابلے کے لئے نہیں آئے۔ یہود کا ایک قبیلہ بنی نضیر اپنی سازشوں کی بنا پر مدینے سے نکال دیا گیا تھا۔ یہ خیبر میں جا کر بس گیا۔ اس کے سرداروں نے بنی قریش کو اکسایا کہ ہم اسلحہ، رسد اور نفری سے تمہاری مدد کرنے کو تیار ہیں۔(۱) یہ لوگ جنگجو قبیلہ بنو غطفان کے پاس بھی گئے، دیگر قبائل کو بھی مسلمانوں کے خلاف بھڑکایا۔(۲) اصل بات یہ تھی کہ مسلمانوں کے مدینۂ منورہ میں آباد ہو جانے سے ان کا سودی کاروبار اور معیشت تباہ ہوچکی تھی۔ خیبر کے یہودیوں کی تمام تر توجہ بنی قریظہ پر تھی جو ابھی تک مدینے میں



جنگ خندق کے مقام پر مسجد الفتح، جہاں حضور کا خیمہ نصب تھا۔



نقشہ غزوۂ خندق۔

مسلمانوں سے معاہدے کی بنا پر آباد تھے۔

دومۃ الجندل کی مہم سے لوٹتے ہوئے جب مسلمان بنی غطفان کے علاقے سے گزرے تو خیبر کے یہودیوں کی ریشہ دوانیوں کی سُن گُن کانوں میں پڑی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چند انصار اور مہاجر صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ساتھ اطراف مدینہ کا جائزہ لیا۔ شہرِ مدینہ ایک بڑے وسیع میدان میں پھیلا ہوا ہے۔ اس کے شمال میں جبل احد اور جنوب میں جبل عیر ہے۔ مشرقی اور مغربی سمت میں حرہ واقم اور حرہ وبرہ ہیں۔ ان سنگستانوں سے پیدل تو کجا سواری پر بھی گزرنا مشکل ہے۔ مدینے کے تین اطراف میں اوطام (قلعہ نما مکانات) گڑھیاں اور کھجور کے درختوں کے گھنے باغات ہیں۔ جن سے دشمن آسانی سے داخل نہیں ہوسکتا تھا۔ صرف شمالی سمت کھلی تھی جہاں سے بیرونی حملہ ہوسکتا تھا۔ چنانچہ اس حصے میں

(۱) صحیح مسلم مع شرح نووی جلد ۵ ص ۶۸ (اردو)

قوموں کی حیات ان کے تخیل پہ ہے موقوف

اقبال



جبلِ سلع ایک صدی پہلے۔ مراۃ الحرمین کے قابلِ فخر مصنف، غلافِ کعبہ کا مصری محمل اور حجاج کو مکہ معظمہ لانے والے کرنل رفعت پاشا بھی دیکھے جاسکتے ہیں۔ رفعت پاشا نے ایک صدی پہلے اسلامی تاریخ کے اہم ترین مقامات کی تصاویر محفوظ کردیں۔ واضح رہے کہ کیمرہ اسی زمانے میں ایجاد ہوا تھا۔



مسجد نبوی کی قدیم تصویر جبکہ ترکی تعمیر کے ساتھ صحن تھا۔ ہیں مسجد نبوی میں حدی خوان کبوتر

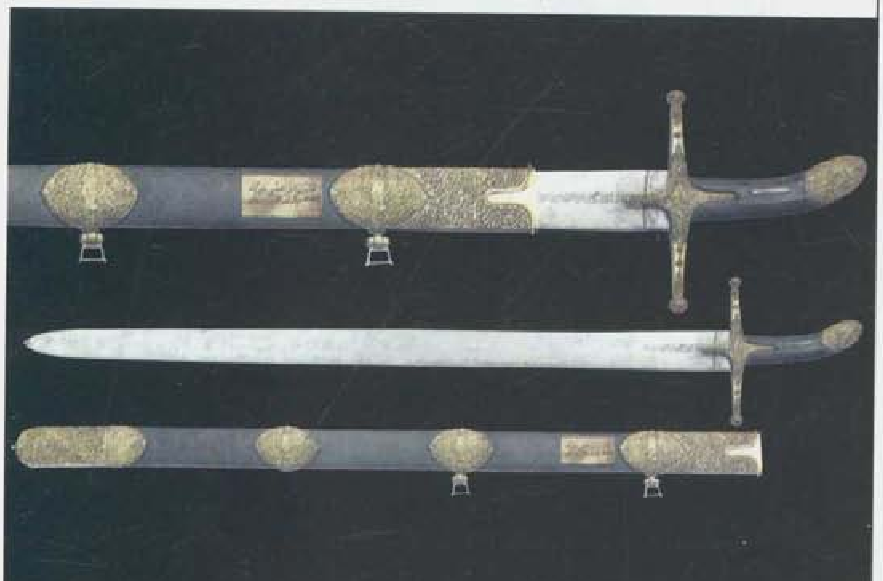
خندق کھودنے کا فیصلہ کیا گیا۔(۳)

یہ خندق مقام شیخین سے جبلِ سلع کے مغربی حصے تک کھودی گئی بعد میں وادیٔ بطحان اور وادیٔ رانوناء کے مقام اتصال تک پہنچادی گئی۔ اس کی لمبائی کوئی ساڑھے تین میل تھی۔ چوڑائی اتنی کہ گھڑسواروں کے لئے جست لگانا ممکن نہ ہو اور گہرائی اتنی کہ پانی نکل آئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جگہ کو دس دس آدمیوں میں دس دس گز حصے کے حساب سے تقسیم فرمایا۔ (۴) کھدائی کا سامان پھاوڑے اور کدال بنی قریظہ سے مستعار لئے گئے۔ کھدائی کا یہ کام ۲۰ دن میں مکمل ہوا۔ خود مجاہد اعظم صلی اللہ علیہ وسلم نے بہ نفس نفیس اس کھدائی میں حصہ لیا۔(۵)

مسلمان خندق کی کھدائی سے فارغ ہوئے ہی تھے کہ قریش، یہود اور ان کے حلیف گروہ در گروہ پہنچنا شروع ہوگئے۔ ان کا پڑاؤ غابہ کی چراگاہ اور بئر رومہ (کنواں) کے قریب السیول کے سنگم پر تھا۔ قریش اپنے ساتھ احابیش (بنو کنانہ اور اہل تہامہ) کے ۴۰۰ جنگجو لائے تھے۔ خود قریش کے ۳۰۰ گھڑ سوار ۱۵۰۰ شتر سوار تھے۔ بنی غطفان کا قبیلہ نجد والوں کے ساتھ زنب نقمی میں خیمہ زن ہوا۔ بنی سُلیم کے سپاہیوں کی تعداد ۷۰۰ تھی۔ قبیلہ فزارہ کے ۱۰۰۰ شتر سوار تھے۔ بنو اشجع اور بنو مرّہ کے چار چار سو بہادر جمع ہوگئے تھے۔ ان کی جملہ تعداد دس ہزار سے زیادہ تھی۔ ان احزاب کا سپہ سالار ابوسفیان بن حرب تھا۔ خندق کو حائل پاکر سب حیران رہ گئے۔ ابوسفیان نے خیبر کے سردار حُیی بن اخطب (امّ المومنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے باپ) سے کہا کہ اب مدینے میں آباد بنی قریظہ کو توڑے بغیر فتح ممکن نہیں۔(۶)

مدینے میں محصور اہل ایمان کی تعداد ۳۰۰۰ تھی۔ ان کے پاس کل ۲۶ گھوڑے تھے۔ خندق کی حفاظت کے لئے جابجا پہرے بٹھادیئے گئے۔ حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کی قیادت میں ۲۰۰ مجاہد بنی قریظہ کی نگرانی پر مامور تھے۔ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں ۳۰۰ اور حضرت سلمہ بن اسلم رضی اللہ عنہ کی قیادت میں ۲۰۰ مجاہد مدینہ منورہ کی نگرانی پر مامور تھے۔ حفاظت کی خاطر عورتوں اور بچوں کو اوطام (قلعوں) میں بھیج دیا گیا تھا۔ اس موقع پر حرفِ شناخت بھی مقرر کیا گیا۔(۷) مسجد نبوی میں امام کی نیابت حضرت عبداللہ ابن امّ مکتوم رضی اللہ عنہ کے سپرد ہوئی۔

مسلمان خندق کے مورچوں پر ڈٹے ہوئے تھے۔ خیبر کے



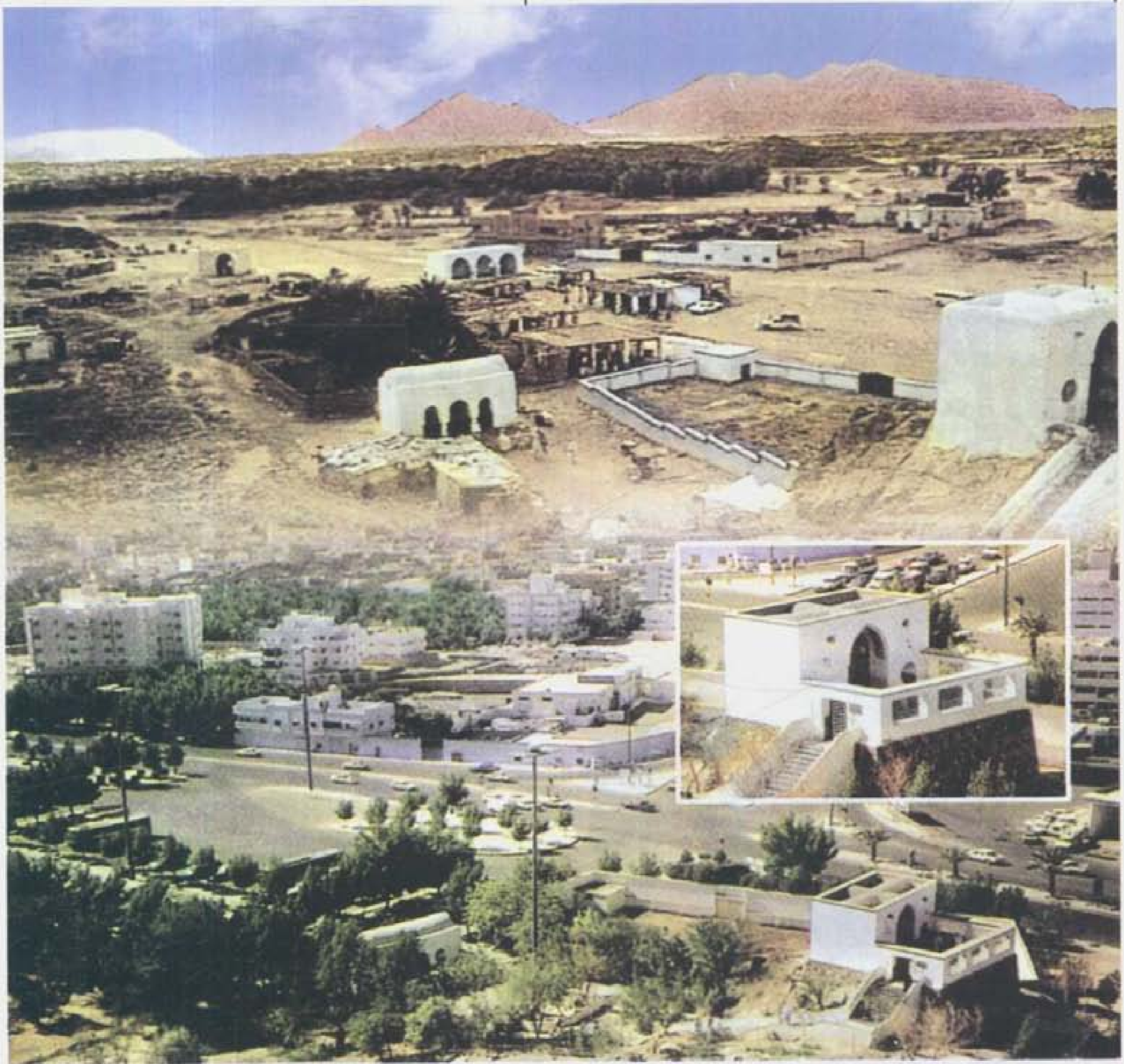
حضرت عمار بن یاسرؓ کی راہِ جہاد میں اٹھنے والی تلوار۔ مکے کے مسلمان غلاموں میں آلِ یاسر نے اسلام کے خاطر بڑی اذیتیں اٹھائیں۔ ان کی والدہ حضرت سُمیہؓ کو ابوجہل نے شہید کردیا۔ انہوں نے راہِ حق میں شہید ہونے والی "خاتونِ اوّل" کا شرف حاصل کیا۔ ع ہر مدعی کے واسطے دار و رسن کہاں؟



مدینہ منورہ کی سرحد پر دوران محاصرہ جس مقام پر رسول اللہ ﷺ کا خیمہ نصب کیا گیا تھا تاکہ رات آرام کریں اب وہاں ''مسجد ذباب'' بنادی گئی ہے۔

یہودی سردار کی ساز باز کے نتیجے میں بنی قریظہ (یہودی قبیلہ) اگر کوئی گڑبڑ کرتے تو عورتوں اور بچوں سے ربط ٹوٹ جاتا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے موقع محل کی نزاکت کے پیش نظر بنی اوس وخزرج کے سرداروں کو انہیں سمجھانے بھیجا۔ ادھرحُیَ بن اخطب بنی قریظہ کو توڑنے کی کوشش میں لگا ہوا تھا۔ رات میں چھپ کر بنی قریظہ کے سردار کعب بن اسد کے گھر پہنچا۔ تین بار کی کوشش کے بعد ملنے میں کامیاب ہوا۔ کعب نے کہا کہ مسلمانوں سے ہمارا معاہدہ ہے اور ہم ہرطرح امن

دیدۂ عبرت! خراجِ اشکِ گلگوں کر ادا
اقبالؒ



سات مسجدیں: جبل سلع کے دامن میں جہاں غزوۂ خندق کے دوران لشکر اسلام کے چند مشہور مورچے تھے، وہاں یادگار کے طور پر سات مساجد تعمیر کی گئی ہیں۔ ان تصاویر میں یہ مسجدیں دکھائی گئی ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی جہادی محنتوں کی یاد تازہ کرتی ہیں، پہلی تصویر ذرا قدیم ہے اور دوسری تصویر تازہ ترین۔ ان سات مساجد میں سے پہلی ''مسجد فتح'' کہلاتی ہے، یہ اس ٹیلے پر تعمیر کی گئی جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تین دن تک متواتر فتح ونصرت کی دعائیں مانگتے رہے۔ بقیہ مساجد چند مشہور صحابہ کے مورچوں کے مقام پر تعمیر کی گئی ہیں، جہاں ان کی اقتدا میں نماز پڑھی جاتی تھی اور دفاع اسلام کا مقدس فریضہ سرانجام دیا جاتا تھا۔ ان کے اسماء گرامی بالترتیب یہ ہیں: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ، حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ۔ ایک مسجد، مسجد فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے نام سے ہے۔ مسجد فتح ذرا قریب سے واضح کر کے دکھائی گئی ہے۔ ان مساجد کے محل وقوع سے ان جلیل القدر صحابہ کی امارت میں قائم کیے گئے مورچوں کی ترتیب خود بخود ظاہر ہوتی ہے۔ توحید اور جہاد کے متوالے فرزندان اسلام نے یہاں مساجد کی شکل میں یادگاریں قائم کر کے عقیدۂ توحید کی حفاظت کے ساتھ نظریہ جہاد کی اشاعت بڑے خوبصورت اور بامعنی انداز میں کی ہے۔ بشکریہ: ضرب مومن، کراچی

کہاں اس مرتبہ سب سے بڑا سیلاب آتا ہے (حفیظ جالندھری) عرب کا منتخب مجموعۂ احزاب آتا ہے



دوران جنگ جہاں حضرت ابوبکر صدیقؓ کا کیمپ تھا وہاں مسجد بنادی گئی ہے۔ یہ تصویر ۱۰۲ سال پرانی ہے۔

میں ہیں۔ حُیَ نے مذہبی رشتوں کا واسطہ دیا۔ زبردست حملہ آور فوج سے مسلمانوں کو نیست و نابود کرنے کے سبز باغ دکھائے۔ آخر کار بنی قریظہ کے ذمہ داروں نے مسلمانوں سے معاہدہ سے صاف انکار کردیا۔(۸) ان کے علاوہ منافق بھی اندرونی دشمن اور قریش کے آلۂ کار تھے۔ اب مسلمانوں پر بڑا نازک وقت تھا۔ بنی قریظہ گھر کے بھیدی اور مدینہ کے چپہ چپہ سے واقف تھے۔

ان حالات کے پیش نظر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سوچا کہ بنوغطفان اور فزارہ کے جنگجو قبیلوں کو دشمن سے توڑ لیا جائے۔ ان کو مدینے کے کھجوروں کی ایک تہائی پیداوار دینے پر یہاں سے واپسی کی تجویز دی۔ وہ آدھی پیداوار کا مطالبہ کرنے لگے۔ مدینے کو بچانے کی خاطر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو قبول کرنے کی طرف مائل تھے۔ حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا اگر معاہدہ بر بنائے وحی ہو رہا ہے تو مجال نہیں کہ زبان کھولوں۔ ورنہ زمانہ کفر میں بھی یہ لوگ ہم سے ایک گٹھلی تک نہیں لے سکتے تھے۔ فرمایا نہیں میں تمہاری بھلائی کی خاطر خطرہ ٹال رہا تھا۔ خزرج کے سردار حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ اور رئیس اوس حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے بھی حضرت اسید رضی اللہ عنہ کی تائید کی۔ یہ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مصالحانہ گفتگو ختم فرمادی۔(۹)

محاصرہ طویل ہوتا جارہا تھا۔ سردی کا موسم بھی شدید ہوتا جارہا تھا۔ راتوں میں دشمن بار بار خندق پار کرنے کی کوشش کررہا تھا۔ جسے مجاہدین ناکام بنادیتے۔ ایک دن اتنی سنگ باری اور تیراندازی ہوئی کہ مسلمانوں کے محاذ پر ڈٹے رہنے سے مسلسل کئی نمازیں قضا ہوئیں۔ اسی اثنا میں بنو اشجع کے ایک سردار نعیم بن مسعود عامر کا دل اللہ نے پھیر دیا۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر ایمان لائے۔ عرض کیا میرے لائق کوئی خدمت ہو تو انجام دوں۔ فرمایا تم اکیلے ہو۔ یہ کرو کہ دشمن کی حوصلہ شکنی کرکے ان کے احزاب

جس کی نگاہ تھی صفتِ تیغِ بے نیام

اقبال



حضرت عمرؓ بن خطاب جس مورچہ کو سنبھالے ہوئے تھے وہاں مسجد بنا کر جگہ کی نشان دہی کی گئی ہے۔



حضرت معاذؓ بن جبل کی تلوار۔ وہ ماہر علوم قرآن، فقیہہ بے بدل، صاحب سیف اور صاحب علم ممتاز صحابی تھے ہر غزوہ میں رسول اللہ ﷺ کے ہم رکاب رہے..... ؏ تلوار ہے دنیا کی مانی ہوئی سچائی (رحمان کیانی)

اے تیغِ آبدار زباں! اور تیز ہو (میر انیس لکھنوی) سرگرمِ کشت وخون وقتال وستیز ہو

جس کا عمل ہے بے غرض اس کی جزا کچھ اور ہے

اقبال



اصحاب ثلاثہ کے نام سے سعودی دور میں تعمیر ہونے والی جدید مساجد۔

میں پھوٹ ڈال دو کیونکہ ''لڑائی نام ہی اصل میں حیلہ و تدبیر کا ہے۔''

حضرت نعیم رضی اللہ عنہ اپنی تدبیروں میں لگ گئے۔ پہلے وہ بنی قریظہ کے پاس گئے اور کہا کہ تم میرے قدیم دوست ہو۔ قریش تو دور دراز سے آئے ہیں کل کو چلے جائیں گے تو تم اکیلے رہ جاؤ گے۔ جب وہ تمہاری مدد حاصل کرنے آئیں تو تم ان سے چند آدمی بطور یرغمال مانگو تاکہ وہ تمہیں تنہا نہ چھوڑ دیں۔ یہ مشورہ ان کو بہت اچھا لگا۔ ادھر قریش کے سرداروں سے کہا کہ بنی قریظہ مسلمانوں سے عہد شکنی پر سخت پشیمان ہیں۔ دوبارہ معاہدے سے حالات سدھارنا چاہتے ہیں۔ مسلمانوں نے چند لوگ بطور یرغمال طلب کئے ہیں تم ہوشیار رہنا۔ یہی بات اپنے قبیلے والوں سے کہی۔ ادھر قریش نے سنیچر کو زبردست حملے کا منصوبہ بنایا۔ بنی قریظہ کو کہلوایا کہ تم اندر سے حملہ کرو ہم باہر سے یلغار کریں گے۔ قریظہ والوں نے کہا کہ سنیچر (سبت) کے دن نکلنا عذاب الٰہی کو دعوت دینا ہے۔ ہمارے لوگوں کو آسانی کے لئے تم اپنے چند لوگ بھیج دو شاید ان کی آمد انہیں آمادۂ جنگ کر سکے۔



حرم مدینہ کا نقشہ۔ اہم مقامات، دریاؤں اور آبادیوں کی نشان دہی۔

قریش، غطفان اور اشجع نے یہ مطالبہ سنا تو ان کا ماتھا ٹھنکا۔ اس طرح ان کے درمیان باہمی اعتماد کی دیوار میں رخنہ پڑ گیا۔(۱۰)

دن بھر مجاہدین محاذ پر ڈٹے رہتے اور رات بھر اللہ کی بارگاہ میں دعائیں مانگتے۔ دعاؤں کے سننے والے نے ایک رات سخت سردی کی لہر میں طوفان بادوباراں کو بھیج دیا۔ جھکڑ چلے، خیمے اکھڑ گئے، اونٹ اور گھوڑے رسیاں تڑا کر بھاگ گئے۔ رسد کا سامان بھیگ کر تباہ ہوگیا۔ میدان حشر کا نقشہ کھینچ گیا، طوفان تھما تو ایسے میں مجاہد اعظم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہم کو دشمن کے کیمپ کی خبر لانے بھیجا۔ وہ پہنچے تو دیکھا کہ سپہ سالار ابوسفیان سخت پریشانی کے عالم میں اعلان کر رہا تھا اب پڑاؤ اٹھاؤ اور کوچ کرو۔ یہ سن کر قاصد رسول لوٹا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سربسجود مصروف دعا تھے۔ سر اٹھایا تو حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے ماجرا سنایا۔ ارشاد ہوا: ''اب قریش تم پر کبھی حملہ نہ کر سکیں گے بلکہ تم ان پر چڑھائی کرو گے۔''

کپکپاتے اور نیند کے مارے حذیفہ رضی اللہ عنہ کو صاحبِ قاب قوسین نے اپنی کملی اڑھا دی اللہ رے قسمت جب ہی تو وہ آگے چل کر ''محرم راز'' کے لقب سے سرفراز ہوئے۔(۱۱)

وہ اپنی خوبیٔ قسمت پہ کیوں نہ ناز کرے۔

''کارسازِ ما بفکرِ کارِ ما'' ''کفر کے سارے احزاب (گروہ) مل کر اسلام کی خندق عبور نہ کر سکے۔'' ایک ماہ کے محاصرے میں کل ۶ مسلمان شہید ہوئے۔ کفار کے ۸ آدمی قتل ہوئے جن میں ان کے نامی گرامی پہلوان بھی شامل تھے۔ یوں غزوۂ خندق اسلام کی مکمل بالادستی کا اوّلین نشان بنا۔

وہ دس ہزار سہی، سر پہ آسمان نہ تھا (قیصر الجعفری) وہ پھوٹ پڑ گئی جس کا کوئی گمان نہ تھا

ذرا نم ہو تو یہ مٹی بڑی زرخیز ہے ساقی
اقبال

بیعتِ رضوان / صلح حدیبیہ

القرآن: لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا ﴿١٨﴾

ترجمہ: بے شک اللہ ان مومنین سے راضی ہوگیا جنہوں نے درخت کے نیچے آپ ؐ سے بیعت کی جو خلوص ان کے دلوں میں ہے اللہ کو وہ بھی معلوم ہے۔ اللہ نے ان پر تسلی نازل فرمائی۔ انعام میں ان کو قریبی فتح بخشی۔ (سورۂ فتح۔ آیت:۱۸)

الحدیث: (۱) رات مجھ پر ایک ایسی سورت نازل ہوئی ہے جو مجھے ان تمام چیزوں سے زیادہ محبوب ہے جس پر آفتاب طلوع ہوتا ہے۔ (صحیح مسلم۔ جلد پنجم۔ باب صلح حدیبیہ)

الحدیث: (۲) اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کفار قریش مجھ سے جس بات کا بھی سوال کریں گے اگر وہ اللہ کی حرام کی ہوئی چیزوں میں سے نہ ہوتو میں ان کی ہر بات منظور کرلوں گا۔ (تاریخ الاسلام والمسلمین بحوالہ صحیح بخاری ص ۳۹۸)

جدہ سے کوئی تیس میل اور مکہ معظمہ سے دس میل پر حدیبیہ واقع ہے۔ یہاں ایک میٹھے پانی کا کنواں تھا نیز ببول کے لمبے درخت بھی کثرت سے تھے۔ (۱) مکے کو گھیرے ہوئے پہاڑ یہاں ختم ہوجاتے ہیں اور ساحلی میدان شروع ہوجاتا ہے۔ اس لئے مسافر اور حاجی یہاں آرام کے لئے ٹھیرتے تھے۔ ببول کے جس درخت کے نیچے ''بیعت رضوان'' ہوئی (۲) وہاں مشرکانہ رسوم ہونے لگیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس درخت کو کٹوادیا۔ پھر یہاں ایک مسجد تعمیر کردی گئی۔ ترک حکمرانی کے دور میں یہاں کوئی کتبہ نہیں تھا۔ البتہ گاؤں آٹھویں صدی ہجری میں آباد ہوا جو شمیسیہ کے نام سے یاد کیا جانے لگا۔ سلطان عبدالعزیز بن سعود نے سڑک کے قریب مسجد بنوا کر کتبہ لگا دیا تھا۔

ماخذ اور حوالے

(۱) مواہب لدنیہ: احمد بن محمد قسطلانی ترجمہ بنام ''سیرت محمدیہ'' ص ۳۵۶
(۲) سیرت النبی کامل: ابن ہشام جلد دوم ص ۳۷۶ مترجمہ جلیل صدیقی
(۳) مدارج النبوت: شیخ عبدالحق دہلوی ص ۲۹۱ مترجمہ شمس بریلوی
(۴) روضۃ الاحباب ترجمہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم ص ۲۷۲
(۵) صحیح بخاری جلد دوم کتاب المغازی حدیث ۱۳۱۷، ص ۳۹۸
(۶) تاریخ الاسلام والمسلمین: مسعود احمد ص ۳۹۸
(۷) خصائص الکبریٰ حصہ اول ص ۴۶۰: جلال الدین سیوطی مترجمہ معین الدین نعیمی
(۸) مدارج النبوت: شیخ عبدالحق دہلوی ص ۲۹۷ مترجمہ شمس بریلوی
(۹) سیرت النبی کامل جلد دوم ص ۳۷۶ ابن ہشام

کتنی عظیم بیعتِ رضواں کی شان ہے
فتحِ مبیں کے ساتھ چلا کاروانِ خیر
(حفیظ تائب)

جمال اپنا اگر خواب میں بھی تو دیکھے
اقبال

تاریخ	یکم ذیقعدہ ۶ ہجری مطابق مارچ ۶۲۸ء
مدینہ میں نائب	حضرت عبداللہ ابن امّ مکتوم رضی اللہ عنہ
مدت آمدورفت و قیام	۱۹/دن
صلح کے بعد	حدیبیہ میں تین دن قیام
تعداد	۱۴۰۰/صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین
شرائط	مسلمان حدیبیہ ہی سے واپس چلے جائیں۔ آیندہ سال آئیں اور تین دن قیام کریں، کوئی ہتھیار نہیں لائیں گے بجز تلوار جو میان میں ہوگی۔

صلح حدیبیہ

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیت اللہ کا طواف فرما رہے ہیں۔ خانۂ کعبہ کی چابی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک میں ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے بھی سرمنڈوالئے یا بال کٹوالئے ہیں اور سب کے سب قربانی کررہے ہیں۔ (۳)

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خواب سنایا تو وہ بے حد خوش ہوئے۔ خیال کیا کہ یہ واقعہ اسی سال ظہور پذیر ہوگا۔ اسی لئے سب نے تیاریاں شروع کردیں۔

حضرت عبداللہ ابن امّ مکتوم رضی اللہ عنہ کو مدینہ میں نائب



حدیبیہ کی بستی میں حدودِ حرم کے نشانات اب بھی موجود ہیں۔

مقرر فرمایا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یکم ذی قعدہ سن ۶ ہجری (مارچ ۶۲۸ء) کو غسل کرکے عمرہ کے ارادے سے اپنی اونٹنی قصویٰ پرسوار ہوئے۔ (۴) صرف تلواریں ساتھ رکھی گئیں جو عموماً مسافروں کے ساتھ ہوتی تھیں۔ ہدی یعنی قربانی کے ستر اونٹ ساتھ لئے۔ مالدار صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بھی اپنے اونٹ اور دیگر قربانی کے جانور ساتھ تھے۔ مدینہ منورہ سے روانہ ہوکر ذوالحلیفہ میں ظہر کی نماز ادا فرمائی۔ پھر عمرہ کا احرام باندھا۔ تلبیہ پڑھا۔ یہیں قربانی کے جانوروں کو قلادہ (گلے میں رسی سے نعل باندھا) پہنا کر ان کا شعار (کوہان شق کرکے خون بہانا) کیا گیا۔ یہ عمرہ کا مہینہ تھا۔ احرام باندھ کر کے آنے والے کو روکنے کا کسی کو حق نہیں پہنچتا تھا۔ یہ قدیم دستور اور صدیوں کا مروجہ قانون تھا۔

زیارت کعبہ کے لئے عام اعلان کیا گیا۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی تعداد حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کے بیان کے مطابق ۱۴۰۰ تھی۔ (۵) مسلمان تمام رات چلتے رہے۔ ثنیہ ذات الحنظل میں وادی کے ختم ہونے کی جگہ حدیبیہ کا میدان نظر آیا۔





مسجد حرام کی قدیم تصویر۔ باب بنی شیبہ، منبر، مقام ابراہیم اور بئر زمزم کی دو منزلہ عمارت — مدینہ سے مسلمان اس گھر کی زیارت کے لیے بصد شوق نکلے تھے۔

(۱۰) سورۂ فتح آیات ۱۹۔ ۱۸
(۱۱) سورۂ فتح آیت ۱۰
(۱۲) اصح السیر : عبدالرؤف دانا پوری ص ۲۳۲

نگاہ کو نظارے کی تمنا ہے دل کو سودا ہے جستجو کا
اقبال


حدیبیہ کا کنواں، یعنی جہاں صلح حدیبیہ ہوئی۔


بیعت الرضوان کے مقام پر یہ مسجد ۱۳۵۵ھ/ ۱۸۴۰ء میں بنی تھی۔

اس مقام سے جب مسلمانوں نے مکہ کی جانب مڑنا چاہا تو اونٹنی قصویٰ بیٹھ گئی بڑی کوشش سے بھی نہیں اٹھی۔ یہ دیکھ کر ارشاد ہوا کہ قصویٰ نہیں بیٹھی نہ یہ اس کی عادت ہے بلکہ اس ذات نے اسے روک دیا ہے جس نے ''اصحاب فیل'' (ہاتھی والوں) کو روکا تھا۔(۶)

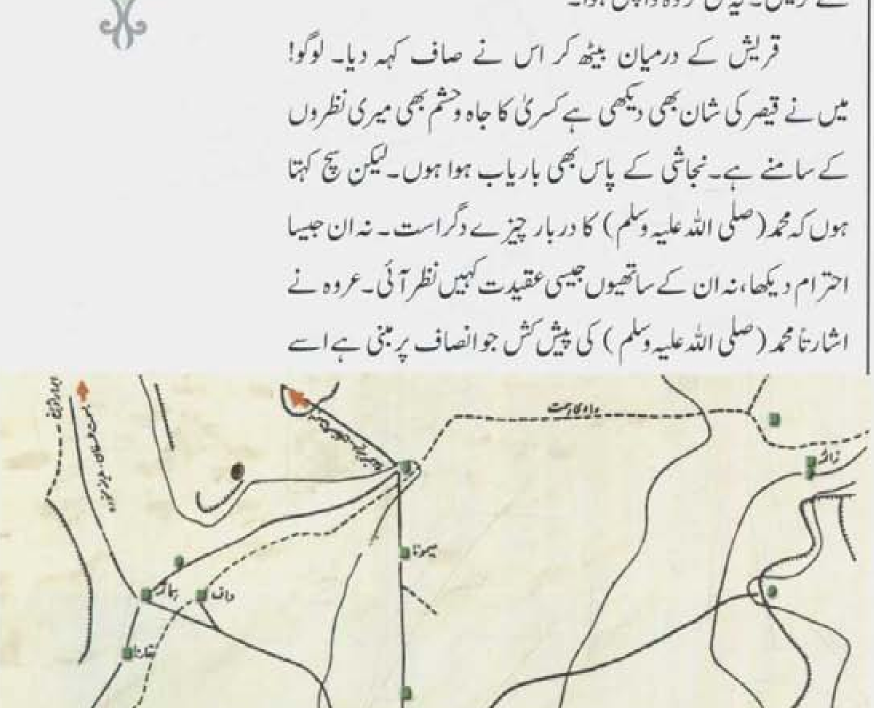
حدیبیہ...... مکہ سے ایک منزل یعنی ۹ میل کے فاصلے پر ہے۔ طبری کے بیان کے بموجب اس کا بڑا حصہ حرم میں داخل ہے اور کچھ حل (حرم سے خارج) ہے۔ کسی نے کنویں اور کسی نے گاؤں کا نام حدیبیہ لکھا ہے۔ قسطلانی کے خیال میں یہ درخت کا نام ہے۔ بعض نے لکھا ہے کہ حدیبیہ کا پرانا اور اصل نام مراء الظہران ہے موجودہ نام شمیسی ہے۔

حدیبیہ میں قیام کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خراش بن اُمیہ خزاعی رضی اللہ عنہ کو قریش کے پاس مسلمانوں کی آمد کا مقصد بیان کرنے کے لئے روانہ فرمایا۔ ''یہ حرام مہینہ ہے، ہم کسی سے لڑنے نہیں آئے۔ زیارت واکرام بیت اللہ ہمارا مقصد ہے۔ اگر قریش چاہیں تو کچھ مدت مقرر کرلیں تا کہ ہم جنگ وجدال سے باز رہیں۔''(۷)

اس موقع پر بنی ثقیف کے قبیلہ کے سردار عروہ بن مسعود نے کہا کہ اے قریش کے بزرگو! میرے خیال میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے جو تجویز پیش کی ہے وہ مناسب اور درست ہے۔ اگر تم مجھے اختیار دو تو میں ان سے اس سلسلے میں مزید گفتگو کرلوں تا کہ حقیقت حال معلوم ہوسکے۔

عروہ بن مسعود ثقفی مسلمانوں کے کیمپ میں آیا تو دیکھا کہ ہدی کے جانور ادھر سے ادھر پھر رہے ہیں۔ مسلمان احرام باندھے ہوئے ہیں جس میں خون ریزی ممکن نہیں۔ عروہ نے قریش کی وکالت کا حق ادا کردیا۔ کہا کہ جب تک مکہ میں قریش کی حکومت ہے۔ بیت اللہ کے طواف کی امید کم رکھئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی قریش سے خائف کرنے والی گفتگو سن کر فرمایا: ہم سے بیت اللہ کی زیارت اور طواف کا حق کوئی نہیں چھین سکتا یہ اور بات ہے کہ میں بہ نوکِ شمشیر اس حق کو منوانا نہیں چاہتا۔ چاہو تو صلح وآشتی سے معاملہ طے کرلیں۔ یہ سن کر وہ واپس ہوا۔

قریش کے درمیان بیٹھ کر اس نے صاف کہہ دیا۔ لوگو! میں نے قیصر کی شان بھی دیکھی ہے کسریٰ کا جاہ وحشم بھی میری نظروں کے سامنے ہے۔ نجاشی کے پاس بھی باریاب ہوا ہوں۔ لیکن سچ کہتا ہوں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا دربار چیزے دگر است۔ نہ ان جیسا احترام دیکھا، نہ ان کے ساتھیوں جیسی عقیدت کہیں نظر آئی۔ عروہ نے اشارتاً محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی پیش کش جو انصاف پر مبنی ہے اسے


نقشہ جس میں حدیبیہ کا محل وقوع بتایا گیا ہے۔

ریاض
ہستی
کے
ذرّے
ذرّے
سے
ہے
محبت
کا
جلوہ
پیدا
اقبال



پرانی مسجد کے آثار اب بھی موجود ہیں۔ یہ مسجد شاہ فہد کے تعمیراتی منصوبے کے تحت بنی۔ حدیبیہ کا موجودہ نام شمیسی ہے۔ مولف نے ۱۹۹۹ء میں اپنے کیمرہ سے یہ تصویر بنائی ہے۔

قبول کرنے کا مشورہ دیا۔ کہا کہ مقابلہ سے باز آ جاؤ۔(۸)

اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے طے فرمایا کہ مسلمانوں کے ایک سفیر کو گفتگو کے لئے مکہ روانہ کیا جائے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ روسائے مکہ سے مذاکرات کریں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اپنے چچازاد بھائی بان بن سعید کی حمایت میں مکہ میں داخل ہوئے۔ اطلاع آئی کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو قید کرلیا گیا ہے۔ پھر افواہ پھیلی کہ انہیں شہید کر دیا گیا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہم اس مقام سے اس وقت تک نہیں ٹل سکتے جب تک کہ ان سے بدلہ نہ لیں۔(۹) وہیں ایک ببول کے درخت کے نیچے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے بیعت لینی شروع کی۔ بعض کا کہنا ہے کہ یہ موت پر بیعت تھی۔ یعنی ہم میدان جنگ سے بغیر فتح واپس نہ جائیں گے یا سب یہیں جان دے دیں گے۔ اس بیعت کے اہتمام کی دو توجیہیں ممکن ہیں۔ ایک یہ کہ مسلمانوں کے عزم صمیم اور عہد واثق کی اطلاع اہل مکہ کو پہنچ جائے تاکہ وہ اگر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے برائی کا کوئی ارادہ رکھتے ہوں تو متنبہ ہوجائیں۔ دوسری بات یہ کہ صلح پر آمادہ ہوجائیں۔ اسی بیعت کو ''بیعت رضوان'' کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ جس کا دوسرا نام ''بیعت شجرہ'' بھی ہے۔ ان بیعت کرنے والوں کے بڑے فضائل ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم بہترین اہل زمین ہو۔ سورۂ فتح میں ارشاد ہوا:

ترجمہ!''بے شک اللہ ان مومنین سے راضی ہوگیا۔ جنہوں نے درخت کے نیچے آپؐ سے بیعت کی۔ جو خلوص ان کے دلوں میں ہے اللہ کو وہ بھی معلوم ہے۔ اللہ نے ان پر تسلی نازل فرمائی، انہیں فتح قریب عنایت کی اور بہت سی غنیمتیں ہیں جو انہیں ملنے والی ہیں۔ اللہ غالب اور حکمت والا ہے۔''(۱۰)

یہ بھی قرآن میں نازل ہوا:

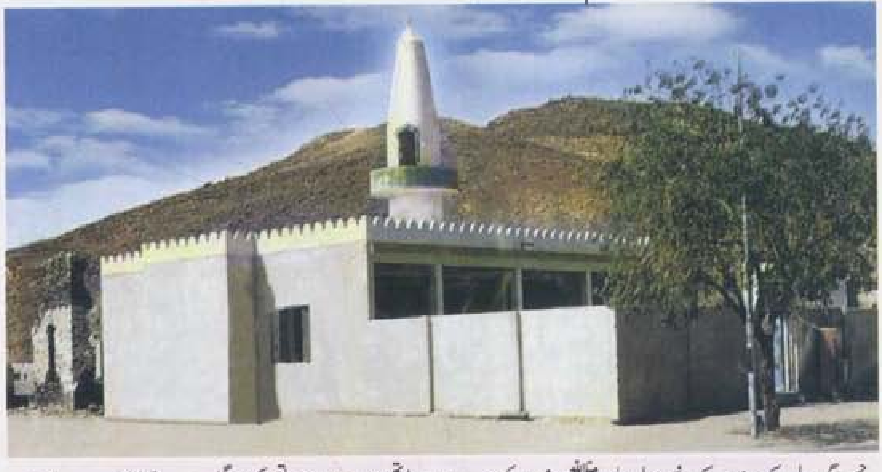
ترجمہ!''تحقیق جو لوگ آپ سے بیعت کرتے ہیں جزایں نیست کہ وہ درحقیقت اللہ سے بیعت کرتے ہیں۔ اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے جو عہد کو توڑے تو عہد توڑنے کا نقصان اسی کو ہے اور جو اس بات کو جس کا اس نے اللہ سے عہد کیا ہے پورا کرے تو وہ اسے عنقریب اجر عظیم دے گا۔(۱۱)

ان ہی کے بارے میں ''رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ'' کے الفاظ بھی نازل ہوئے۔

اس بیعت سے قریش اور ان کے حلیف بے حد خوف زدہ ہوئے۔ خبر بھجوائی گئی کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اپنے چچازاد کے گھر زندہ وسلامت ہیں اور قریش کا تازہ جواب لئے ہوئے لوٹ رہے ہیں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہما نے بتایا کہ:

''قریش نے مان لیا کہ حج کے دنوں میں زیارت کعبہ پر کوئی پابندی نہیں لگائی جاسکتی۔ ان حالات میں مسلمان عمرہ کے لئے مکہ میں داخل ہوں گے تو ان کی ساکھ بُری طرح متاثر ہوگی۔ اس لئے معاہدہ کرکے آبرومندانہ راستہ نکالنا چاہتے ہیں۔''

قریش نے سہیل بن عمرو کو اپنا نمائندہ بنا کر معاہدہ طے کرنے کے لئے روانہ کیا۔ گفت وشنید کے بعد معاہدے کی شرائط پر اتفاق ہوا۔ بظاہر یہ شرائط مسلمانوں کی توقعات کے مطابق نہ تھیں جس سے

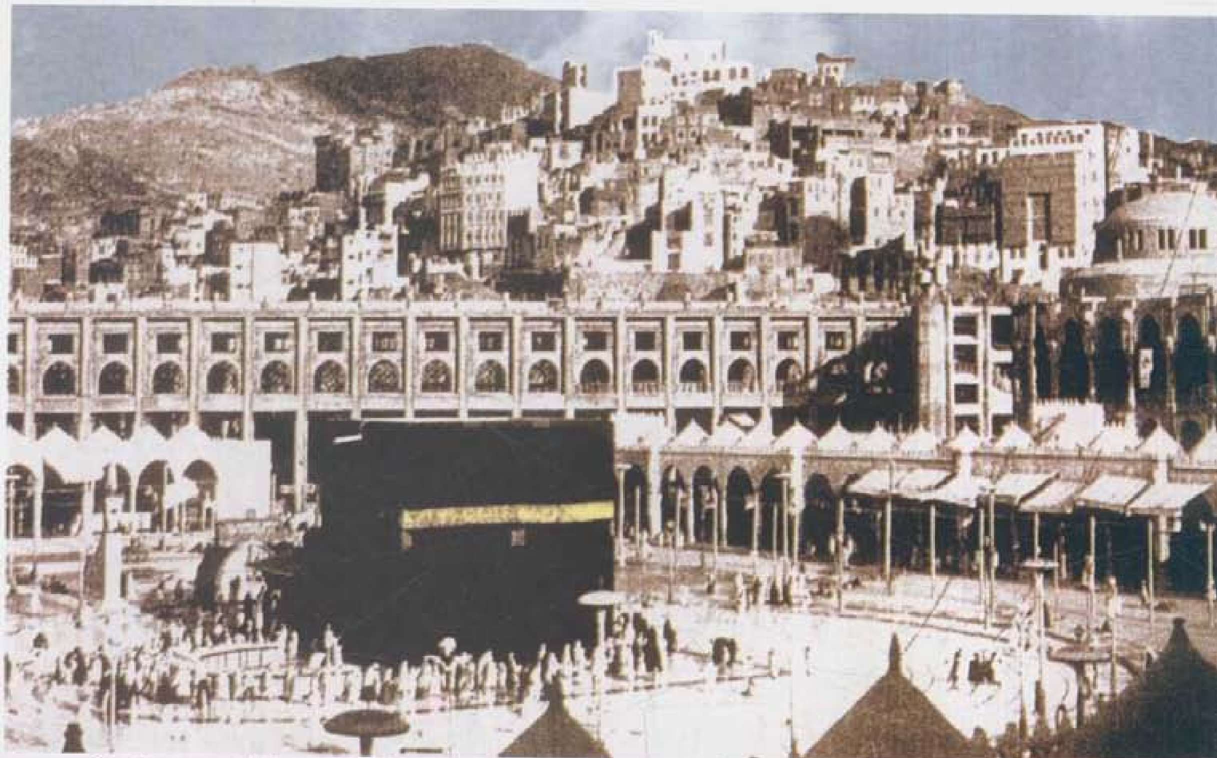


جس جگہ ببول کے درخت کے نیچے رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام سے بیعت لی تھی اس مقام پر مسجد تعمیر کردی گئی ہے۔ یہ قدیم مسجد بیعت رضوان کے محل وقوع کی یادگار ہے۔

اب ہوا کے جھونکوں سے پوچھنا ضروری ہے تابہ کے چراغوں کی بے بسی کو پرکھیں گے (سہیل غازی پوری)

ذرا تقدیر کی گہرائیوں میں ڈوب جا تو بھی

اقبال



مسجد حرام کی ترکی تعمیر کے بعد سعودی تعمیر کا سلسلہ بھی دکھائی دے رہا ہے۔ سامنے جبل بوقبیس ہے جسے روئے زمین پر پہلا پہاڑ کہا جاتا ہے جو بطور میخ گاڑا گیا۔ اس پر بھی تعمیرات کا سلسلہ دیکھا جاسکتا ہے۔

ابتداء میں انہیں مایوسی ہوئی۔ قریش کے نمائندے نے کہا کہ ایک نوشتہ میں اسے تحریر کروادیجئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ معاہدہ لکھو:

معاہدہ مکمل ہوا۔ گواہوں کے دستخط ہوئے۔ ارشاد ہوا کہ: قربانی کے جانوروں کو ذبح کردو۔ حلق کراؤ (بال منڈواؤ) اور احرام اتاردو۔ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین پر غم واندوہ کا اس درجہ غلبہ تھا کہ ایک شخص بھی نہ اٹھا۔ انہیں مکہ میں داخلے اور طوافِ کعبہ کی امید تھی۔ صلح کی شرائط ان کی توقع کے مطابق نہیں تھیں۔ اُمّ المومنین حضرت امّ سلمہ رضی اللہ عنہا کے مشورے پر یہ کام قربانی وحلق جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود کیا تو سب نے اس کی پیروی کی۔ (۱۲)

صلح کے بعد تین دن حدیبیہ میں قیام فرمایا۔ مسلمان حدیبیہ سے مدینہ منورہ کی جانب روانہ ہوئے۔ راستہ میں ضخبان کے پڑاؤ یا کراع الغمیم کی منزل پر سورۂ فتح نازل ہوئی۔

ترجمہ! ''ہم نے تم کو فتح دی، فتح بھی مبین یعنی صریح وصاف تاکہ اللہ تمہارے اگلے اور پچھلے گناہ بخشش دے اور تم پر اپنی نعمت پوری کردے اور تم کو سیدھے راستے پر چلائے اور اللہ تمہاری ہر ممکن اور بہتر سے بہتر مدد کرے۔''



سورۂ فتح کی آیت کا خوبصورت طغریٰ جس میں صلح حدیبیہ کو فتح مبین کہا گیا ہے۔
ترجمہ: ''ہم نے تم کو فتح دی، فتح بھی صریح وصاف،،

چمن میں ہر طرف بکھری ہوئی ہے داستاں میری
اقبال

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو طلب کیا اور فرمایا: رات مجھ پر ایک ایسی سورت نازل ہوئی ہے جو مجھے ان تمام چیزوں سے زیادہ محبوب ہے جن پر آفتاب طلوع ہوتا ہے۔ پھر سورۂ فتح سنائی۔ تمام صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو جمع کر کے اس کی دوبارہ تلاوت فرمائی۔ اس سورۃ میں لفظ ''فتح'' کے بارے میں رائے کا اختلاف ہے۔ بعض اس سے صلح حدیبیہ مراد لیتے ہیں۔ بعض فتح مکہ۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت ہے کہ تم تو مکہ کی فتح کو فتح خیال کرتے ہو اور ہم حدیبیہ کی صلح کو فتح سمجھتے ہیں۔

معاہدۂ حدیبیہ

باسمك اللّٰهم

تیرے نام سے اے اللہ

یہ معاہدہ ہے جو محمد بن عبداللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)

اور سہیل بن عمرو کے مابین طے پایا۔

ان دونوں نے اس بات پر صلح کرلی کہ دس سال تک جنگ روک دی جائے اس دوران لوگ امن سے رہیں اور ایک دوسرے سے رکے رہیں۔

یہ کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھیوں میں سے جو حج، عمرہ، وزیارت یا تجارت کے لئے مکہ آئیں تو ان کے جان و مال کو امان اور تحفظ حاصل رہے گا اور قریش کا جو شخص تجارت کے لئے مصر یا شام (بروایت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ) عراق یا مصر جاتے ہوئے مدینہ سے گزرے تو اسے جان و مال کی امان حاصل ہوگی۔

یہ کہ قریش کا جو شخص اپنے ولی (سرپرست) کی اجازت کے بغیر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس آئے گا تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) اسے قریش کے سپرد کردیں گے اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھیوں میں سے جو شخص بھی قریش کے پاس آجائے گا وہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے سپرد نہیں کریں گے۔

یہ کہ ہم میں باہم سینے ہرطرح بند رہیں گے (جن میں باہر سے کوئی غداری داخل نہ ہوگی) اور نہ تو خفیہ کسی دوسرے کو مدد دی جائے گی نہ اعلانیہ خود خلاف عہد کریں گے۔

یہ کہ جو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے معاہدے اور ذمہ داری میں داخل ہونا چاہتا ہے وہ بھی ایسا کر سکے گا اور جو قریش کے معاہدے اور ذمہ داری میں داخل ہونا چاہتا ہے وہ بھی ایسا کرے گا۔

یہ کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) اس سال ہمارے پاس سے واپس چلے جائینگے اور ہمارے ہاں مکہ نہ آئینگے۔ البتہ آئندہ سال ہم باہر چلے جائیں گے اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھی وہاں (مکہ میں) داخل ہوکر تین راتیں ٹھہر سکیں گے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ سوار کا ہتھیار ہوگا۔ یعنی تلوار میان میں پڑی ہوگی۔ اس کے سوا کوئی اور ہتھیار لیکر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) وہاں نہ آسکیں گے۔

یہ کہ قربانی کے جانور وہیں رہیں گے جہاں ہم نے ان کو پایا (یعنی حدیبیہ میں) اور ان کو حلال کردیا جائے گا اور ان کو ہمارے پاس مکہ قربانی کے لئے نہیں لایا جائے گا اور صراحت کی کہ ہمارے اور تمہارے حقوق برابر ہوں گے۔

گواہان اسلام.........!!

ابوبکر، عمر، عبدالرحمٰن بن عوف، عبداللہ بن سہیل بن عمرو، سعد بن ابی وقاص، محمود بن مسلمہ، ابوعبیدہ بن الجراح۔

گواہان قریش.........!!

مکرز بن حفص، حویطب بن عبدالعزی



مسجد حرام کی ایک قدیم تصویر جس میں صرف ترکی تعمیر دیکھی جاسکتی ہے۔

جہانِ تازہ کی افکارِ تازہ سے ہے نمود
اقبال

دعوتِ اِسلام: بین الاقوامی سطح پر

القرآن: هُوَ الَّذِیٓ اَرۡسَلَ رَسُوۡلَهٗ بِالۡهُدٰی وَدِیۡنِ الۡحَقِّ لِیُظۡهِرَهٗ عَلَی الدِّیۡنِ کُلِّهٖ ؕ وَکَفٰی بِاللّٰهِ شَهِیۡدًا ﴿۲۸﴾

ترجمہ: وہی تو ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت (کی کتاب) اور دین حق دے کر بھیجا تا کہ تمام دینوں پر غالب کرے اور حق ظاہر کرنے کے لیے اللہ کافی ہے۔ (سورۂ فتح، آیت:۲۸)

الحدیث: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "تم لوگ جزیرۂ عرب میں لڑو گے، تمہیں فتح ہوگی۔ پھر فارس سے لڑو گے، کامیاب ہوگے۔ بحر روم سے معرکہ ہوگا، تم شاد کام رہو گے اور آخر میں دجال سے معرکہ آرائی میں بھی کامیاب رہو گے۔
(صحیح مسلم ۴، ۲۲۲۵۔ حدیث ۲۹۰۱)

ہجرت کے بعد چھ سال تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام تر توجہ اندرونِ عرب دعوت و تبلیغ کے کام پر مرکوز رہی۔ حدیبیہ کے معاہدے میں جب مشرکینِ مکہ بندھ گئے تو بعثت کے ۱۹ سال بعد دعوت و تبلیغ کا دائرہ وسیع سے وسیع تر کر دیا گیا۔ پیغامِ حق کی دعوت بین الاقوامی سطح پر شروع ہوئی۔ اس زمانے کی سپر پاور سلطنت روم اور دولتِ عجم کے سربراہوں کو خطوط لکھے گئے۔ سفارتیں روانہ کی گئیں۔ اطراف کی چھوٹی بڑی مملکتوں کو بھی اسلام کی دعوت کے مکتوبات روانہ کئے گئے۔



استنبول کے توپ قاپی محل کے عجائب گھر میں محفوظ اصلی نامۂ مبارک۔

ماخذ اور حوالے

(۱) رسول اکرمؐ کی سیاسی زندگی: ڈاکٹر محمد حمید اللہ ص ۱۳۹
(۲) تاریخ طبری، حصہ اول ص ۳۳۶ مترجمہ سعید محمد ابراہیم
(۳) البدایہ والنہایہ: ابن کثیر (اردو) جلد ۴، ص ۶۸۸
(۴) خصائص الکبریٰ جلد ۲ ص ۱۷: جلال الدین سیوطی مترجمہ غلام معین الدین نعیمی
(۵) بلاغ المبین: حفظ الرحمٰن سیوہاروی ص ۴۰
(۶) صحیح بخاری جلد ۲، حدیث نمبر ۱۹۸
(۷) تاریخ الاسلام والمسلمین ص ۴۳۲ مسعود احمد بحوالہ بخاری کتاب العلم

اے کہ ترے جلال سے ہل گئی بزم کافری
رعشہ خوف بن گیا، رقص بتانِ آذری
(جوش ملیح آبادی)

گنج آب آورد سے معمور ہے دامن مرا

اقبال



حضور اکرمؐ کا مکتوب گرامی حبشہ کے بادشاہ نجاشی کے نام۔

بنام بادشاہ نجاشی

ترجمہ مکتوب نبوی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اس پر سلامتی ہو جو راہِ راست اختیار کرے۔ میں اس اللہ کی تعریف کرتا ہوں جو معبودیت میں یکتا ہے کل کائنات کا مالک ہے برگزیدہ ہے۔ امن وسلامتی کی پناہ گاہ صرف اسی کی ذات ہے اور اس بات کی شہادت دیتا ہوں کہ عیسیٰ بن مریم اللہ کی روح اور اس کا کلمہ ہیں۔ جس کو اس نے مریم کے پاک دامن پر القا کیا کہ وہ اللہ کے نبی عیسیٰ کی والدہ بنیں۔ پس اللہ ہی نے ان کو اپنی روح سے پیدا کیا اور اس کو حضرت مریم میں پھونک دیا۔ جیسا کہ اس نے حضرت آدم علیہ السلام کو اپنے دست قدرت سے بنایا۔ اب میں آپ کو خدائے واحدہٗ لاشریک کی اطاعت ومحبت کی دعوت دیتا ہوں۔ آپ کو میری پیروی اختیار کرنی چاہیے اور اللہ کا جو پیغام میں لے کر آیا ہوں اس پر ایمان لانا چاہیے۔ میں آپ کو اور آپ کے لشکر کو اللہ عزوجل کی طرف بلاتا ہوں۔ پس میں نے تبلیغ اور نصیحت کا فریضہ ادا کیا ہے۔ آپ کو چاہیے کہ اسے قبول کریں۔ پیروکاران ہدایت پر سلام ہو۔

تعلیمات نبوی کا زیادہ تر حصہ زبانی ہے جسے صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اپنے سینوں میں محفوظ کرلیا اور یہ علم سینہ



مہر نبویؐ جو اہم خطوط، مراسلات اور فرامین پر ثبت کی جاتی تھی۔

بہ سینہ امت کو منتقل ہوتا رہا۔ کچھ حصہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تحریر کرواکر ہماری رہنمائی کے لئے محفوظ فرما دیا۔ یہ معاہدات، مکتوبات اور فرامین کی شکل میں تاریخ کا گراں قدر سرمایہ ہیں۔ خوش قسمتی سے ان میں سے چند اصلی نامہ ہائے مبارک دستیاب ہوگئے ہیں۔ ان سے اسلامی مملکت کے اصول اخذ کئے گئے ہیں۔(۱)

ان تبلیغی خطوط کی دعوت ایک ہے لیکن طرز تحریر جداگانہ۔ مکتوب الیہ کے مرتبے، ذہنیت اور ماحول کے لحاظ سے جامع اور مؤثر انداز میں دعوت دی گئی ہے۔ ان میں چند شہنشاہ، چند بادشاہ اور چند امراء تھے۔ جو وسیع اور عظیم الشان مملکتوں کے مطلق العنان حکمراں تھے۔ ان کو راست مخاطب کرنے کا غیر معمولی جرأت مندانہ اقدام سوائے نبی کے کوئی اور نہیں کرسکتا تھا۔

حدیبیہ میں صلح ہوجانے کے بعد ایک روز رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو مخاطب کرکے فرمایا: ”اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے مجھے تمام عالم کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ تم لوگ بھی عیسیٰ ابن مریم (علیہ السلام) کے حواریوں کی طرح نافرمانی پر اتر آؤ۔“ دریافت کیا: اے اللہ کے رسول



کسریٰ ایران شہنشاہ خسرو پرویز کے نام رسول اکرم ﷺ کے مکتوب گرامی کا عکس۔

بنام کسریٰ شاہ فارس

ترجمہ مکتوب نبوی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جو ہدایت کی پیروی کرے اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے اس پر سلام ہے۔ میں شہادت دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا جو اکیلا اور لاشریک ہے کوئی معبود نہیں اور محمد اس کا بندہ اور اس کا رسول ہے۔ اللہ نے مجھے تمام دنیا کے لیے پیغمبر بنا کر بھیجا ہے تاکہ ہر زندہ انسان کو اللہ کا خوف دلاؤں۔ اسلام قبول کر لیجیے اور محفوظ ہوجائیے۔ اگر آپ نے انکار کیا تو تمام مجوسی (زرتشی) کا گناہ بھی آپ کے ذمے ہوگا۔

(صلی اللہ علیہ وسلم)! انہوں نے کس طرح کی نافرمانی کی تھی؟ (۲) جواب میں ارشاد فرمایا: ''ابن مریم علیہ السلام نے ان کے ذریعے یہی پیغام بادشاہوں تک پہنچانا چاہا۔ ان میں سے جس کو نزدیک کے بادشاہ کے پاس بھیجا اُس نے خوشی سے تعمیل کی۔ البتہ دور بھیجے جانے والوں میں سے بعض قاصدوں کی پیشانیوں پر بل پڑ گئے۔ اس طرح وہ اپنے فرائض کی انجام دہی پر پورے نہ اتر سکے۔'' میں بھی تم میں سے بعض کو بادشاہوں اور حکمرانوں کے پاس اسلام کی دعوت دینے بھیجنا چاہتا ہوں۔ صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اس عظیم کام



قیصر روم شہنشاہ ہرقل کے نام نامۂ رسول ﷺ کا عکس۔

بنام ہرقل قیصر روم

ترجمہ مکتوب نبوی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اس پر سلامتی ہو جس نے راہ راست اختیار کی۔ بعد ازاں میں آپ کو اسلام کی دعوت دیتا ہوں پس اگر سلامتی منظور ہے تو اسلام قبول کر لیجیے اگر آپ نے اسلام قبول کر لیا تو اللہ تعالیٰ آپ کو دوہرا اجر عطا فرمائے گا اور اگر آپ نے انکار کیا تو ساری قوم کی گمراہی کی ذمہ داری بھی آپ کے اوپر ہوگی۔ اے اہل کتاب! اختلاف و نزاع کی ساری باتیں نظر انداز کر کے ایک ایسی بات پر متفق ہوجاؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان میں یکساں طور پر مسلم ہے۔ وہ یہ کہ ہم اللہ کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کریں اور نہ کسی کو اس کا شریک ٹھہرائیں اور نہ ہم اللہ کے سوا کسی دوسرے کو اپنا رب بنائیں۔ اگر تمہیں اس بات سے انکار ہے تو تمہیں معلوم رہنا چاہیے کہ ہم بہر حال اللہ کی یکتائی کا عقیدہ رکھتے ہیں۔

کے لئے اپنی خدمات پیش کیں اور عرض کیا کہ ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کو ہر حال میں بجالائیں گے۔ (۳)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کاتب کو طلب فرمایا۔ بادشاہوں کے نام خطوط لکھوائے انہیں ایک ہی دن میں ان قاصدوں کے ذریعے روانہ فرمایا:

شمار	مکتوب الیہ	سفیر کا نام	مقام
۱	شاہِ حبشہ۔ اصحمہ بن ابجر نجاشی	حضرت عمرو بن اُمیہ ضمریؓ	اکسوم

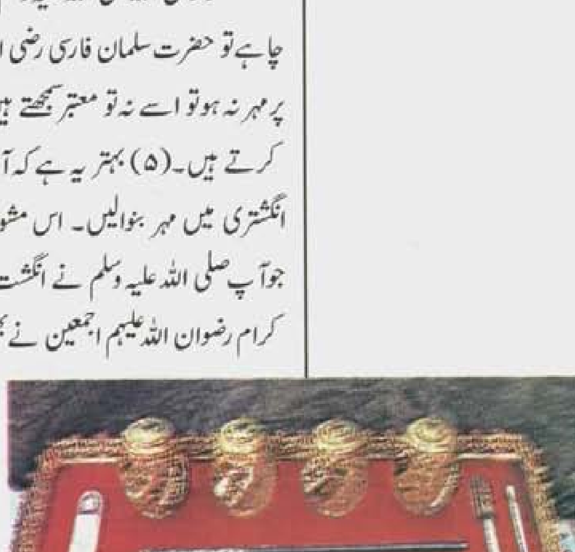
گواہ اس کی شرافت پہ ہیں مہ و پرویں

اقبال

۲	شہنشاہ روم (قیصر) ہرقل	حضرت دحیہ بن خلیفہ کلبیؓ	یروشلم
۳	شہنشاہِ فارس (کسریٰ) خسرو پرویز	حضرت عبداللہ بن حذافہ سہمیؓ	مدائن
۴	شاہ مصر۔ جریج بن متی (مقوقس)	حضرت حاطب بن ابی بلتعہؓ	اسکندریہ
۵	شاہ دمشق۔ حارث بن ابی شمر	حضرت شجاع بن وہب اسدیؓ	غوطہ
۶	والیٔ یمامہ۔ ہوذہ بن علی حنفی	حضرت سلیط بن عمرو عامریؓ	یمامہ
۷	والیٔ بحرین۔ منذر بن ساویٰ	حضرت علاء حضرمیؓ	بحرین
۸	والیٔ عمان۔ جیفر وعبد بن جلندی	حضرت عمرو بن عاصؓ	عمان

پہلے چار بادشاہوں کے پاس جو دعوت نامے ارسال فرمائے۔ سفیر نے اسی ملک کی زبان میں گفتگو کی۔ باقی خطوط بعد میں روانہ فرمائے گئے۔(۴)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوت اسلام کے خطوط لکھوانا چاہے تو حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ سلاطین خط پر مہر نہ ہو تو اسے نہ تو معتبر سمجھتے ہیں اور نہ ہی پڑھنے کی زحمت گوارا کرتے ہیں۔(۵) بہتر یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی سونے کی انگشتری میں مہر بنوالیں۔ اس مشورے پر انگوٹھی میں مہر بنوائی گئی جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انگشت مبارک میں پہنی یہ دیکھ کر صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے بھی سونے کی انگوٹھیاں بنوا کر پہن لیں۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کا حکم سنایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے مردوں کے لئے سونا پہننا حرام ہے۔ اس پر چاندی کی انگوٹھی بنوائی گئی۔ سطروں میں ''اللہ''



کتابت قرآن مجید اور خطوط میں استعمال ہونے والا سامان۔

سب سے اوپر درمیان میں ''رسول'' اور آخر میں ''محمد'' کندہ تھا۔(۶) آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسے بائیں اور کبھی دائیں ہاتھ کی چھوٹی انگلی میں پہنتے۔ اس کا نگینہ ہتھیلی کی جانب ہوتا۔ کبھی کبھی اس پر دھاگا، یادداشت کے لئے باندھ لیا جاتا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے



سلطان مقوقس حاکم مصر کے نام مکتوب مبارک کا عکس۔

بنام سلطان مقوقس حاکم مصر

ترجمہ مکتوب نبوی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محمد اللہ کے بندے اور اس کے رسول کی جانب سے مقوقس حاکم مصر کے نام۔ اس پر سلامتی ہو جس نے راہِ راست اختیار کی۔ بعدازاں میں آپ کو اسلام کی دعوت دیتا ہوں۔ پس اگر سلامتی منظور ہے تو اسلام قبول کر لیجیے۔ اگر آپ نے اسلام قبول کرلیا تو اللہ تعالیٰ آپ کو دوہرا اجر عطا فرمائے گا اور اگر آپ نے انکار کیا تو ساری قوم کی گمراہی کی ذمہ داری آپ پر ہوگی۔ اے اہل کتاب! اختلاف ونزاع کی ساری باتیں نظرانداز کر کے ایک ایسی بات پر متفق ہوجاؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان میں یکساں طور پر مسلم ہے۔ وہ یہ کہ ہم اللہ کے علاوہ کسی اور کی عبادت نہ کریں اور نہ کسی کو اس کا شریک ٹھہرائیں اور نہ ہم اللہ کے سوا کسی دوسرے کو اپنا رب بنائیں۔

اگر تمہیں اس بات سے انکار ہے تو تمہیں معلوم رہنا چاہیے کہ ہم بہرحال اللہ کی یکتائی کا عقیدہ رکھتے ہیں۔



منذر بن ساوی کے نام مکتوب نبوی کا عکس۔

بنام المنذر بن ساوی

ترجمہ مکتوب نبوی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

السلام علیکم! میں اس اللہ کی حمد کرتا ہوں جو یکتا ہے اور اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ میں اللہ کی یکتائی کی شہادت دیتا ہوں اور یہ کہ میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں۔ بعد ازاں میں آپ کو اللہ کی یاد دلاتا ہوں۔ جو نصیحت قبول کرتا ہے وہ اپنے ہی آپ کو فائدہ پہنچاتا ہے۔ جو شخص میرے قاصدوں کی پیروی اور ان کی ہدایت پر عمل کرے گا اس نے حقیقت میں میری اطاعت کی اور جس نے ان کی نصیحت کو قبول کیا اسی نے حقیقت میں میری نصیحت کو مانا۔ میرے قاصدوں نے آپ کے طرزِ عمل کی بے حد تعریف کی ہے۔ آپ کو اپنے منصب پر بدستور قائم رکھا جاتا ہے آپ کو چاہیے کہ اللہ اور اس کے رسول کے خیر خواہ رہیں۔ اہل بحرین کے بارے میں آپ کی سفارش مجھے منظور ہے۔ میں قصورواروں کے قصور معاف کرتا ہوں۔ پس آپ بھی ان سے درگزر کیجیے۔ اہل بحرین میں جو لوگ یہودیت یا مجوسیت پر قائم رہنا چاہتے ہیں ان سے جزیہ لیا جائے۔

چاندی کی انگوٹھی پہننے سے صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو منع نہیں فرمایا لیکن ارشاد ہوا کہ ایسا نقش کوئی کندہ نہ کروائے۔ (۷)

عہد رسالت میں تمام حکم ناموں، مراسلوں، تحریروں اور پیغاموں پر یہ مہر لگائی جاتی۔ عہد صدیقی و فاروقی میں بھی یہی انگشتری



عمان، جیفر اور عبد ابنی الجلندی کے نام نامہ مبارک۔

ترجمہ مکتوب نبوی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

عمان، جیفر اور عبد ابنی الجلندی کے بادشاہوں کے نام

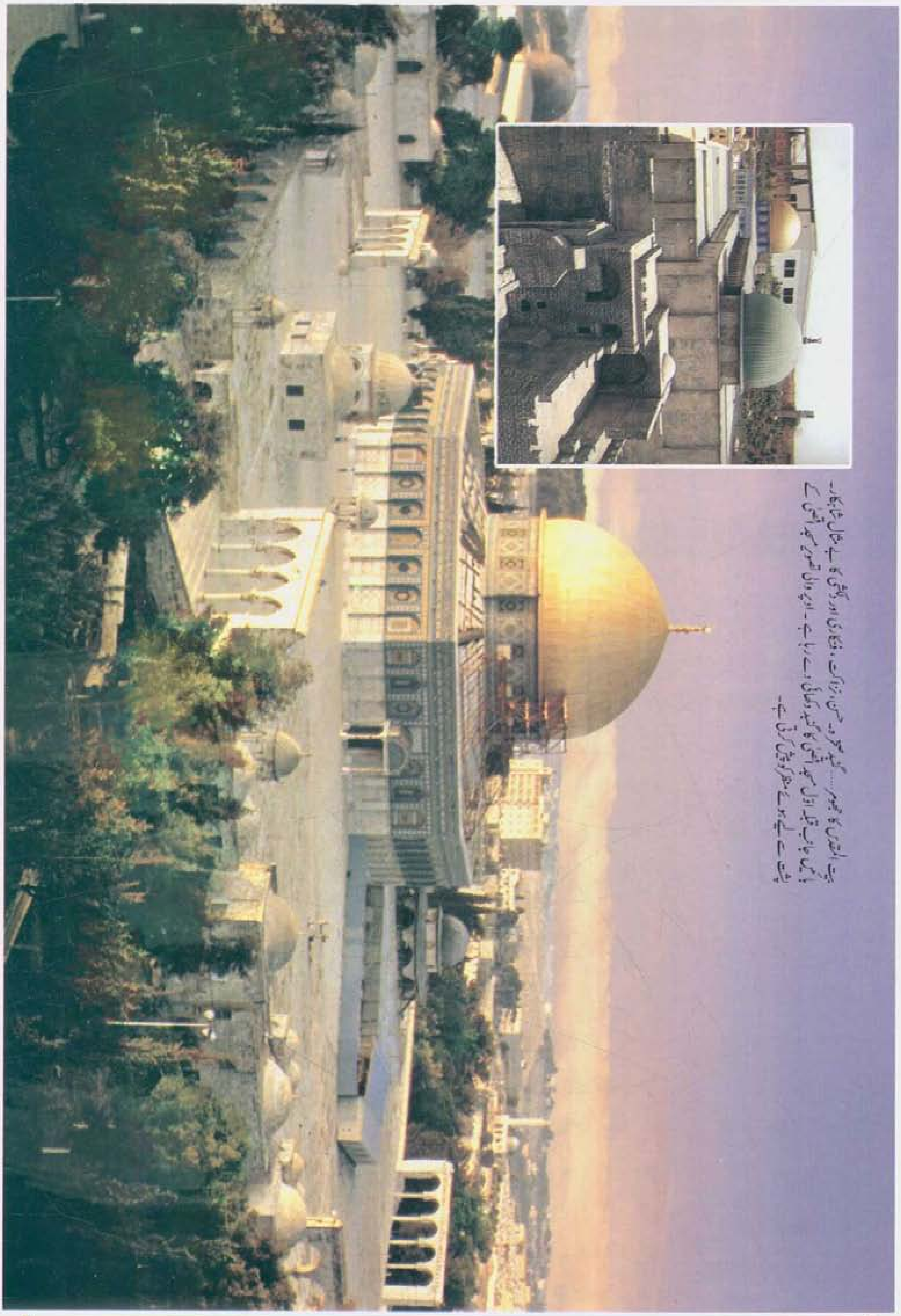
بسم اللہ الرحمن الرحیم

محمد، اللہ کے رسول کی طرف سے جیفر اور عبد ابنی الجلندی کے نام۔ ان لوگوں پر سلامتی ہو جنھوں نے حق کی اتباع کی۔ اما بعد میں تم دونوں کو اسلام کی دعوت دیتا ہوں، اگر تم اسلام لے آئے تو سلامتی کے ساتھ رہو گے۔ میں تمام انسانوں کی طرف اللہ کا رسول ہوں تا کہ زندہ لوگوں کو ڈراؤں۔ کافروں پر اللہ کا حکم پورا ہو کر رہے گا۔ اگر تم دونوں نے اسلام قبول کر لیا تو میں تمھیں حاکم مقرر کروں گا اور انکار کیا تو تمہاری حکومت ختم ہونے والی ہے، میرے گھوڑے تمہارے میدانوں میں ٹھہریں گے اور میری نبوت تمہارے ملک پر غالب آ جائے گی۔

مہر کے لئے استعمال ہوتی رہی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خلافت کے چھ سال بعد ایک دن جب کہ وہ "اریس" نامی کنویں پر بیٹھے اس کو گردش دے رہے تھے وہ ہاتھ سے نکل کر پانی میں گر گئی۔ بہت تلاش کیا تمام پانی نکلوایا لیکن نہ ملنا تھی نہ ملی۔ کہتے ہیں کہ اس واقعے کے بعد ہی سے عہدِ عثمانی میں فتنے کے آثار رونما ہونے لگے جو بالآخر آپ رضی اللہ عنہ کی شہادت پر منتج ہوئے۔

شاید کرۂ اَرض کی تقدیر بَدل جائے

اقبالؔ



بیت المقدس کا جھومر..... گنبدِ صخرہ۔ حسن، نزاکت، فنکاری اور دلکشی کا بے مثال شاہکار۔ بائیں جانب قبلہ اول مسجد اقصیٰ کا گنبد دکھائی دے رہا ہے۔ اوپر والی تصویر مسجد اقصیٰ کے پشت سے لیے ہوئے منظر کو پیش کرتی ہے۔

سالارِ کارواں ہے میرِ حجاز ؐ اپنا
اقبال

غزوۂ خیبر

القرآن: وَعَدَكُمُ اللّٰهُ مَغَانِمَ كَثِيْرَةً تَاْخُذُوْنَهَا فَعَجَّلَ لَكُمْ هٰذِهٖ وَكَفَّ اَيْدِيَ النَّاسِ عَنْكُمْ ۚ وَلِتَكُوْنَ اٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ وَيَهْدِيَكُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ﴿٢٠﴾

ترجمہ: اللہ تم سے بکثرت اموال غنیمت کا وعدہ کرتا ہے جنہیں تم حاصل کرو گے۔ فوری طور پر تو یہ فتح اس نے تمہیں عطا کر دی اور لوگوں کے ہاتھ تمہارے خلاف اٹھنے سے روک دئے تاکہ مومنوں کے لئے ایک نشانی بن جائے اور اللہ سیدھے راستے کی طرف تمہیں ہدایت بخشے۔ (سورۂ فتح۔ آیت ۲۰)

الحدیث: ''اے اللہ! ہم کو بستی کی برائیوں اور بستی والوں کی برائیوں اور جو کچھ اس میں ہے اس کی برائیوں سے پناہ مانگتے ہیں۔''

خیبر کا سرسبز وشاداب علاقہ مدینہ کے شمال مشرق میں ۱۷۰ کلومیٹر پر ہے۔ پیدل راستہ تین دن میں طے ہوتا ہے۔ یہاں ہر طرف لاوے کے جلے ہوئے حرے (پہاڑیاں) ہیں۔ ان کے درمیان سات وادیاں ہیں جن میں پانی کے سوچشمے ہیں۔ یہاں کثرت سے نخلستان اور وسیع سبزہ زار ہیں۔ سمندر سے ۲۸۰۰ فٹ بلند مقام ہے۔ زمین زرخیز پھلوں اور اجناس کی فصلوں کے لئے بہت موزوں ہے۔ الکتیبہ کے نخلستان میں کھجوروں کے درختوں کی تعداد چالیس ہزار تھی۔ (۱)

عبرانی زبان میں خیبر کے معنی قلعے کے بھی ہیں۔ شہر ایک پست اور وسیع وادی میں آباد ہے۔ اس کے اطراف نخلستان ہی نخلستان ہیں۔ بلندی سے شہر نظر نہیں آتا۔ خیبر کے یہود شجاعت، استقلال اور کثرت کے لحاظ سے تمام یہودیوں پر فوقیت رکھتے تھے۔ انہوں نے اوس اور خزرج کی خانہ جنگیوں میں کبھی حصہ نہیں لیا حالانکہ یثرب میں آباد تین یہودی قبائل حد درجہ ملوث تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینے طیبہ آمد سے لے کر ۴ ہجری تک بھی ان کی کوئی شرارت سامنے نہیں

ماخذ اور حوالے

(۱) اردو دائرہ معارف اسلامیہ جلد ۹ ص ۶۷ دانش گاہ پنجاب (لاہور)
(۲) رزم حق و باطل ص ۱۳۷: شاہ بلیغ الدین
(۳) تاریخ یعقوبی، جلد دوم ص ۸۶ احمد بن یعقوب
(۴) سیرۃ النبی: شبلی نعمانی ص بحوالہ زرقانی
(۵) پیغمبر انسانیت ص ۵۰۹ شاہ محمد جعفر پھلواری
(۶) رحمۃ للعالمین جلد اول، ص ۲۱۹ سلمان منصور پوری
(۷) سیرت النبیؐ کامل حصہ دوم ص ۳۹۷ ابن ہشام
(۸) مدارج النبوت: شیخ عبدالحق دہلوی ص ۳۴۱
(۹) رحمۃ للعالمین جلد ۱، ص ۲۲۲ سلمان منصور پوری
(۱۰) صحیح بخاری جلد دوم ص ۱۰۹، ۱۱۹، ۱۳۰
(۱۱) مدارج النبوت: شیخ عبدالحق دہلوی ص ۳۴۸
(۱۲) زاد المعاد حصہ دوم ص ۲۳۵، ابی عبداللہ محمد بن قیم مترجمہ رئیس احمد جعفری

گہر بولا صدف نشینی ہے مجھ کو ساماں آبرو کا
اقبال

تاریخ	آخر محرم یا شروع صفر سنہ ۷ ہجری (مئی ۶۲۵ء) ابن ہشام
مدت محاصرہ	محاصرہ ایک ماہ جاری رہا
مدینہ میں نائب	حضرت سباع بن عرفط انصاری رضی اللہ عنہ
تعداد اسلامی لشکر	۱۴۰۰/ پیدل اور سوار (جو بیعت الرضوان میں شریک تھے)
علمبردار	حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ (مہاجرین کا علم)، حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ (قبیلہ خزرج کا علم)، حضرت حباب بن منذر رضی اللہ عنہ (قبیلۂ اوس کا علم) اٹھائے ہوئے تھے۔
شہداء	۱۵
یہودی مقتولین	۹۳ (بڑے سردار قتل ہوئے)
نتیجہ	سیاسی استحکام اور ملکی سالمیت کثیر مال غنیمت حاصل ہوا۔

آئی۔ جب بنی نضیر مدینے سے نکالے گئے تو انہوں نے یہاں پناہ لی۔ اس کے بعد ہی سے خیبر سازشوں کا گڑھ بن گیا۔ قرب و جوار میں فدک، وادیٔ القریٰ اور تیماء میں ان کی آبادیاں تھیں۔

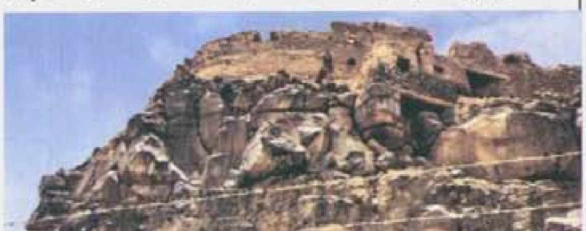
اطم (برج) کی جمع آطام ہے۔ حصن کے معنی قلعہ۔ کئی قلعوں کے مجموعے کا نام خیبر تھا۔ خیبر کی آبادی میں سرداروں کے کئی چھوٹے بڑے قلعے بنے ہوئے تھے۔ مورّخوں نے ان کی تعداد سات سے چودہ تک لکھی ہے۔ (۲) یہ وادی کے دونوں جانب اس طرح تعمیر کیے گئے تھے کہ بجائے خود ایک دفاعی مرکز بھی تھے اور ایک دوسرے کی



پہاڑ کی چوٹی پر قلعہ قوص جسے تاریخی یادگار کے طور پر محفوظ کر دیا گیا ہے۔

کمک کے لئے بھی تیار رہتے تھے۔ چودہ قلعے تین حلقوں میں بٹ گئے تھے۔ پہلے حلقے میں ناعم، نطاۃ، صعب بن معاذ، قلعۂ الزبیر اور نزار نامی پانچ قلعے تھے۔ دوسرے حلقے میں حصنِ البر، حصنِ اُبی اور حصنِ شق واقع تھے۔ تیسرے حلقے میں قموص، وطیح اور سلالم نامی قلعے تھے۔ بعض قلعوں پر منجنیقیں بھی نصب تھیں۔ ان قلعوں میں یہودیوں کی بیس ہزار فوج ہر طرح کے اسلحے اور کیل کانٹے سے آراستہ رہتی تھی۔ (۳)

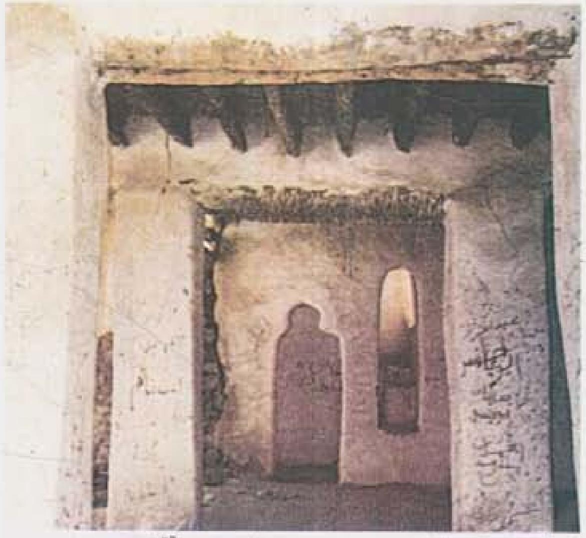
غزوۂ خندق (احزاب) میں ہزیمت کے باوجود خیبر کے یہود ایک مستقل اکائی تھے۔ بنی قریظہ کے انجام نے درپردہ انہیں انتقام پر آمادہ کیا۔ قریش کے حامی بنی نضیر کے سربراہ ابو رافع سلام بن ابی حقیق کے قتل کے بعد خیبر کی سیاست میں ایک بڑی تبدیلی آئی۔ نئے سردار اسعد بن ازام نے یہودی قبائل کو جمع کیا اور کہا ”میرے پیشروؤں نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے مقابلے میں جو تدبیریں اختیار کیں وہ غلط تھیں۔“ صحیح تدبیر یہ ہے کہ مسلمانوں کے دارالحکومت مدینے پر حملہ کیا جائے۔ (۴) اس مقصد کے لئے اس نے قبیلۂ غطفان کو بھڑکایا۔ دیگر قبائل کو بھی آمادہ کرلیا۔ رات دن محنت کر کے ۲۵ ہزار کی فوج بھی تیار کرلی۔ راس المنافقین عبداللہ بن ابی سلول سے بھی خفیہ ساز باز تھی جو اسے مسلمانوں کے عسکری رازوں سے باخبر


پہاڑ کی چوٹی پر قلعہ قوص کی فصیل اور تیراندازی کے محفوظ مقامات۔


موجودہ شہر خیبر کا باب الداخلہ۔

(۱۳) فتوح البلدان: بلاذری ص ۴۸ مترجمہ ابوالخیر مودودی
(۱۴) سیرت ابن اسحٰق۔ نقوش رسول نمبر جلد یازدہم ص ۴۱۸ مرتبہ ڈاکٹر حمید اللہ
(۱۵) فتوح البلدان: بلاذری ص ۴۹ مترجمہ ابوالخیر مودودی

دیکھئے اس بحر کی تہ سے اچھلتا ہے کیا؟
اقبال


قلعہ قموص کے نیچے مسجد علیؓ کا محراب، اس مقام پر حضرت علیؓ نے مرحب کو قتل کیا تھا۔

کرتا تھا۔

یہ اطلاعیں مدینے پہنچیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کو تحقیق کے لئے خیبر روانہ فرمایا۔ انہوں نے چھپ کر یہودیوں کی سازشوں کو سنا اور واپس آ کر تصدیق کردی۔(۵) ان حالات میں مناسب سمجھا گیا کہ سیلاب آنے سے پہلے بند باندھا جائے۔ صلح حدیبیہ سے لوٹنے کے بیس دن بعد اعلان کیا گیا کہ بیعت رضوان کے شرکاء جہاد کی تیاری کریں۔ ہمیشہ کی طرح اپنے ہدف کو خفیہ رکھا گیا۔ حضرت سباع بن عرفطہ غفاری رضی اللہ عنہ کو اپنا نائب مقرر فرمایا اور روانہ ہوئے۔ مدینے سے شمال کی جانب کوچ کی سمت رکھی۔ راستہ ایسا اختیار کیا جو بنی غطفان اور خیبر دونوں کی طرف جاتا تھا۔ مدینے سے مسلمان جوں ہی نکلے عبداللہ بن ابی نے خیبر پیام بھجوادیا اور یہ بھی لکھا کہ تم لوگ سامان حرب اور تعداد میں زیادہ ہو۔ قلعوں سے باہر نکل کر مقابلہ کرو۔ یہودیوں نے اس سے اتفاق نہیں کیا اور محصور ہونے میں عافیت سمجھی۔ نیز بنو غطفان کو


قلعہ قموص کی فصیل کے نیچے پہرہ داروں کی چوکیاں۔

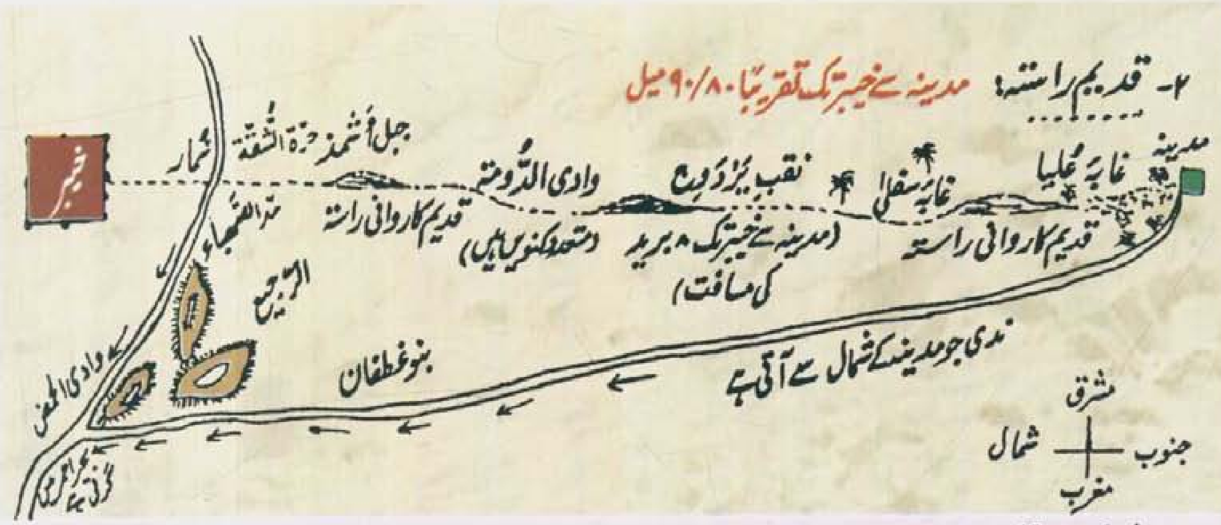

قلعہ قموص کی بلندی سے مسجد علیؓ کا منظر جہاں مرحب قتل کیا گیا۔

عقب سے مسلمانوں پر حملہ کرنے کی صورت میں فتح کے بعد خیبر کی آدھی پیداوار دینے کا لالچ بھی دیا۔(۶) دوطرفہ حملے سے مسلمانوں کو مکمل طور پر ختم کرنے کا منصوبہ تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وادیٔ حوصہ سے علاقۂ خیبر میں داخل ہوئے۔ مسلمانوں کے ہونٹوں پر دعا تھی ”اے اللہ! ہم بستی کی برائیوں اور بستی والوں کی برائیوں اور جو کچھ اس میں ہے اس کی برائیوں سے پناہ مانگتے ہیں۔“ رات کا وقت مقام ”منزلہ“ میں رکوع و سجود میں گزرا۔ صبح یہودی کسان کھیتوں پر کام کے لئے نکلے تو وہ منظر دیکھا کہ آنکھوں پر یقین ہی نہ آتا تھا۔ خوف کے عالم میں الٹے پاؤں یہ کہتے ہوئے بھاگے کہ ”محمد“ (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنی خمیس (مکمل فوج) کے ساتھ ہیں۔ رئیس خیبر سلام بن مشکم نے بیمار ہونے کے باوجود لڑتے ہوئے مرنے کا فیصلہ کیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع پر تین جھنڈے

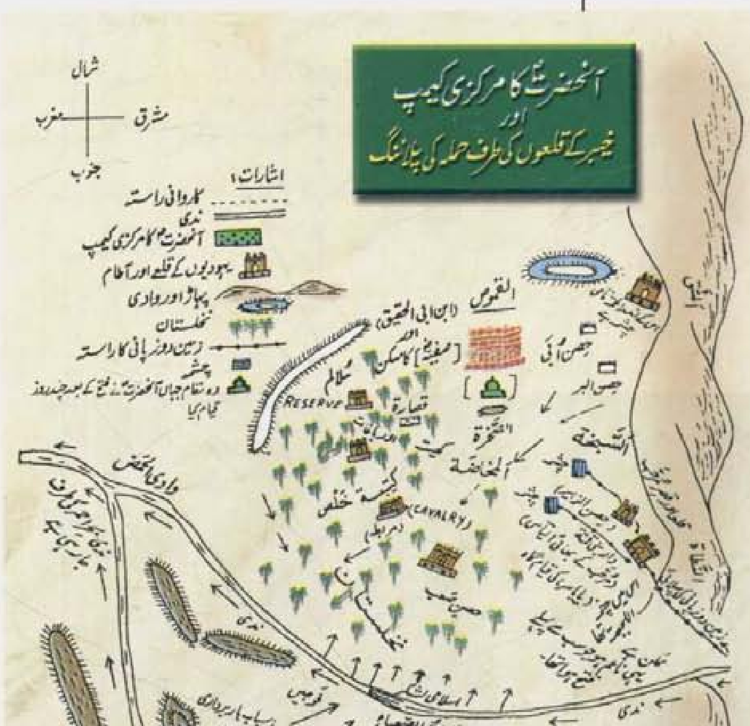

ایک مجاہد صحابی کی تلوار جو توپ قاپی میوزیم (استنبول) میں محفوظ ہے۔ ع تول کر زر سے سپاہی لیتے ہیں تلوار کو (آتش لکھنوی)



مدینہ منورہ اور خیبر کے درمیان قدیم راستہ۔

عہدِ نو
برق ہے
آتش زنِ ہر
خرمن ہے
اقبال

حضرت حباب بن منذر رضی اللہ عنہ، حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ اور حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو عطا فرمایا۔ شعارِ جنگ



آنحضرتؐ کا مرکزی کیمپ۔ بشکریہ: ''رسول کریم کی جنگی اسکیم'' مرتبہ: عبدالباری

((یا منصور امت امت'' (فتح یاب، مارو مارو) قرار دیا گیا۔(۷) دن بھر قلعے سے تیروں کی بارش ہوتی رہی۔ مسلمان انہیں جمع کر کے ان کا جواب دیتے رہے۔ علم بردار حباب بن منذر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ بلندی تک ہمارے تیر آسانی سے نہیں پہنچ پاتے نیز اوپر سے یہود ہماری نقل و حرکت پر نظر رکھے ہوئے ہیں۔ ارشاد ہوا کہ موزوں مقام تلاش کرو۔ اطراف کا جائزہ لینے کے بعد ''رجیع'' کو لشکر گاہ بنایا گیا۔ یہ مقام بنو غطفان اور خیبر کے درمیان واقع تھا۔ عسکری اعتبار سے بیک وقت دونوں دشمنوں پر نظر رکھی جاسکتی تھی۔

بنی غطفان چار ہزار سپاہیوں کے ساتھ اہل خیبر کی مدد کے لئے بڑھے تو رجیع میں مسلمانوں کا پڑاؤ دیکھا۔ اپنی بستی کی حفاظت کے لئے واپس چلے گئے۔ یہود کو بنی غطفان کے علاوہ شام کی رومی حکومت سے بھی امداد کی توقع تھی۔ مجاہد اعظم صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر پر حملے کے لئے جنوب کی بجائے شام کی طرف مجاہدوں کو رکھا تاکہ اس راستے پر کنٹرول رہے۔ یہ بڑی کامیاب تزویراتی حربی (Strategic) تدبیر تھی کہ یہود اپنے حلیفوں کی مدد سے محروم ہوگئے۔ مسلمانوں نے مجاہد اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے کھجوروں کے درخت کاٹنا شروع کر دیے کیونکہ یہ حملے میں حارج تھے۔(۸)

سب سے پہلے قلعہ ناعم پر حملہ ہوا۔ سالار حضرت محمود بن مسلمہ رضی اللہ عنہ پانچ دن تک حملہ کرتے رہے۔ اوپر سے پتھر گرا کر انہیں شہید کر دیا گیا۔ ان کے بھائی حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ

بہار ہو کہ خزاں، کارگاہِ ہستی میں (صہبا اختر) انہیں کسی سے غرض کیا، جو تیرے ہو جائیں

نے کمان سنبھالی اور جوشِ انتقام میں قلعہ فتح کرلیا۔ اس قلعے میں افرادی قوت کم مگر مال و منال زیادہ تھا۔ قلعۂ صعب بن معاذ دوسرا مستحکم قلعہ تھا۔ طویل محاصرے نے مسلمانوں کے لئے خوراک کا مسئلہ پیدا کردیا تھا۔ یہ قلعہ فتح ہوا تو اجناس کا بڑا ذخیرہ ہاتھ لگا۔ اس میں قلعہ شکن دبابے اور منجنیق بھی ملے۔ تیسرا قلعہ نطاۃ خود یہودیوں نے طاقت کو قلعہ شق میں مجتمع کرنے کے لئے راتوں رات چھوڑا۔ اس میں مسلمانوں کو نقد وجنس کے علاوہ اسلحہ بھی ملا۔ قلعہ اُبی کی فتح میں حضرت ابو دجانہؓ کی دلیری کام آئی وہ مجاہدوں کے ساتھ فصیل سے اندر داخل ہوئے اور دوبدو لڑائی کے بعد قبضہ کرلیا۔ اس میں بھیڑ، بکریاں، کپڑا مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔(۹)

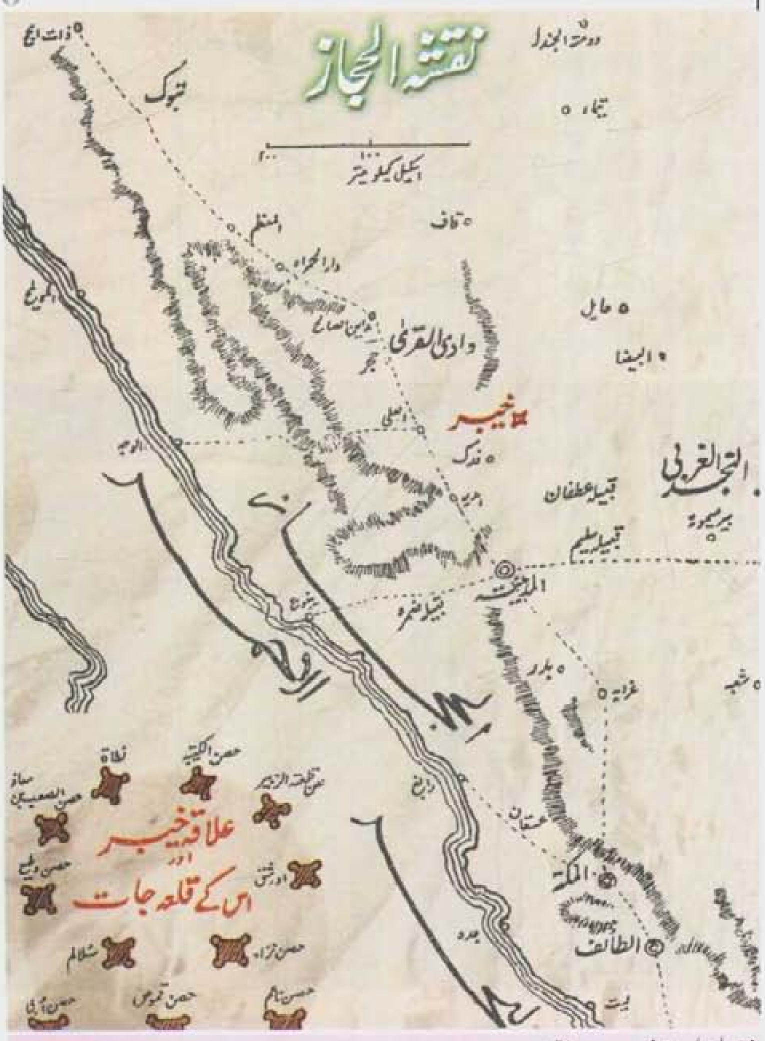
قلعۂ البر کے محاصرے کے دوران مسلمانوں پر تیر اور پتھر برسائے گئے۔ دشمن سے حاصل کردہ منجنیق اور قلعہ شکن دبابوں کی مدد سے قلعہ فتح ہوا۔ قلعہ قلّہ (حصن زبیر) پہاڑ کی چوٹی پر تھا۔ تین دن کی کوشش سے بھی فتح نہیں ہوسکا۔ ایک مخبر نے اطلاع دی کہ ان کے چشمے زمین کے نیچے ہیں۔ اگر پانی بند کردیا جائے تو وہ مجبور ہوجائیں گے۔ اس تدبیر سے قلعہ سر ہوا۔

قلعۂ قموص کی فتح:

سب میں مستحکم قلعہ قموص کا تھا۔ جن دنوں اس کا محاصرہ جاری تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آدھے سر کا درد لاحق تھا۔ فرمایا ”کل صبح جھنڈا میں اس شخص کو دوں گا جو اللہ کو دوست رکھتا ہے اور اللہ بھی اسے دوست رکھتا ہے اور انشاء اللہ اس کے ہاتھ سے کل قلعہ فتح ہوگا۔“(۱۰) لڑائی کا جھنڈا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو عطا فرمایا اور انہیں اپنی زرہ پہنائی۔ قتال سے پہلے قلعے والوں کو اسلام کی دعوت دینے کا حکم دیا۔

قلعۂ قموص مُرحَب کے زیرِ قیادت تھا۔ وہ ہزار سواروں کے برابر بہادر سمجھا جاتا تھا۔ بیس روز سے وہ قلعہ فتح نہ ہوتا تھا۔ مرحب حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مقابلے کے لئے نکلا اور ذوالفقار حیدری نے اسے زمیں بوس کردیا۔ اس کا بھائی یاسر غصے میں مقابلے کے لئے نکلا تو حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نے اسے شمشیر کی نوک پر دھرلیا۔ مسلمانوں نے فلک آسا اور ناقابل تسخیر قلعے کی اینٹ سے اینٹ بجادی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بے حد خوش ہوئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا استقبال کیا اور فرمایا: ”اے علی! میں تجھ سے راضی ہوں۔“(۱۱) اسی قلعے سے بنی نضیر کے سردار حُیَیّ بن اخطب کی بیٹی اور کنانہ بن ربیع کی بیوی صفیہ اور ان کی دو چچازاد بہنیں گرفتار ہوئیں۔ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہ کو اُمّ المومنین بننے کا شرف حاصل ہوا۔

آٹھواں قلعہ نزار بھی مضبوط قلعوں میں سے ایک تھا اس میں حفاظت کی خاطر عورتوں اور بچوں کو رکھا گیا تھا۔ اس کو زیر کرنے میں بھی دبابے اور منجنیق کام میں لائے گئے ان سے پتھر برسائے گئے تو دیواروں میں شگاف پڑگئے۔ مجاہد اندر داخل ہوئے اور دوبدو لڑائی ہوئی۔ یہودی سپاہیوں نے جان بچاکر قلعہ کتیبہ میں پناہ لی۔ کتیبہ، وطیح اور سلالم کے قلعوں میں یہودی سمٹ گئے تھے۔ چودہ دن کے محاصرے کے بعد منجنیق لگانے کا حکم ہوا۔ تباہی آنکھوں کے سامنے



نقشۃ الحجاز/ علاقۂ خیبر اور اس کے قلعہ جات۔



دیکھے نہ تری آنکھ نے فطرت کے اشارات
(اقبال)

صاف نظر آئی تو صلح کی درخواست کی۔ آدھی پیداوار کی بٹائی پر انہیں بطور کاشت کار زمینوں پر کام کرنے کی اجازت دی گئی۔(۱۲) شریعت موسوی کے مطابق وہ قتل کئے جانے کے حق دار تھے لیکن رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے معاہدہ کر کے جان بخشی فرمائی۔

خیبر کے قلعوں کا محاصرہ کوئی ایک مہینے جاری رہا۔ اس میں ۹۳ یہودی بشمول سردار قتل ہوئے۔(۱۳) مسلمان شہداء کی تعداد ۱۵ تھی۔ کثیر مال، اجناس، جانور، اسلحہ، زیورات وغیرہ مالِ غنیمت میں حاصل ہوئے۔ قلعۂ نطاۃ سے ہر قسم کے ہتھیار کے علاوہ منجنیقیں بھی ملیں۔ قلعوں کو توڑنے والے دو دبابے بھی مجاہدین کے قبضے میں آئے۔ قلعۂ قموص سے ایک سو زرہ بکتر، چار سو تلواریں، ایک ہزار نیزے، پانچ سو عربی کمان مع ترکش حاصل ہوئے۔ قلعۂ صعب سے سامان رسد کے علاوہ مویشی اور روزمرہ کے استعمال کی اشیاء ہاتھ لگیں۔ خاندان ابی حقیق کا دفینہ قلعہ سلالم سے حاصل ہوا۔(۱۴) مال غنیمت کے جمع ہو جانے کے بعد حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو مجاہدوں کی گنتی کا حکم ہوا۔ کل ۱۴ سو مجاہد شمار ہوئے۔ پیدل کو ایک اور سوار کو دو حصے دینے کا حکم ہوا۔ خمس (پانچواں حصہ) نکال کر خیبر کی زمین کے ۳۶ حصے کیے گئے۔ ۱۸ حصے مسلمانوں کی آئندہ ضرورت کے لئے محفوظ کر دیئے گئے۔(۱۵) باقی نصف پیداوار کے عوض یہودیوں کو دیئے گئے۔ اس میں جو پیداوار ہوتی وہ آدھی آدھی تقسیم کر دی جاتی۔ از روئے معاہدہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے عہد حکومت میں یہودیوں کو خیبر سے نکال دیا گیا اور زمینیں مسلمانوں میں بانٹ دی گئیں۔

خیبر کی فتح مملکت مدینہ کے سیاسی استحکام اور ملکی سالمیت کا باعث ہوئی۔ اسلام کے دو بڑے حریف ہمیشہ کے لیے خاموش ہو گئے۔ مشرکین مکہ حدیبیہ کے معاہدے میں جکڑے گئے اور یہودی فتنہ کی جڑیں کٹ گئیں۔ اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بین الاقوامی سطح پر اسلام کو متعارف کرنے پر پوری توجہ مرکوز فرما دی۔



رزم حق و باطل میں کفار کے سروں پر چلنے والی کسی گمنام مجاہد صحابی کی تلوار جو توپ قاپی میوزیم (استنبول) کی زینت ہے۔
بقول رحمان کیانی۔ مضراب سے قوموں کی تقدیر نہیں بنتی..... تلوار سے ہوتی ہے دنیا کی جہانبانی (رحمان کیانی)

غزوۂ مُوتہ

القرآن: كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ ۚ وَعَسَىٰ أَن تَكْرَهُوا شَيْئًا وَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۖ وَعَسَىٰ أَن تُحِبُّوا شَيْئًا وَهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ ۗ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ﴿٢١٦﴾

ترجمہ: تمہیں جنگ کا حکم دیا گیا ہے اور وہ تمہیں ناگوار ہے۔ ہوسکتا ہے کہ ایک چیز تمہیں ناگوار ہو اور وہی تمہارے لئے بہتر ہو اور ہوسکتا ہے کہ ایک چیز تمہیں پسند ہو اور وہی تمہارے لئے بُری ہو۔ اللہ جانتا ہے تم نہیں جانتے۔ (سورۃ البقرہ۔ آیت: ۲۱۶)

الحدیث: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''زید نے جھنڈا لیا وہ شہید ہوگئے، پھر جعفر نے جھنڈا لیا اور کچھ دیر بعد وہ بھی شہید ہوگئے، پھر عبداللہ بن رواحہ نے جھنڈا لیا اور (لڑتے لڑتے) وہ بھی شہید ہوگئے۔'' یہ خبریں سنانے کے بعد فرمایا: ''اب اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار یعنی خالد بن ولید نے بغیر اس کے کہ کوئی انہیں امیر بنائے اپنے ہاتھ میں جھنڈا لے لیا۔ اے اللہ! پس تو ہی اس کی مدد فرما۔'' (صحیح بخاری۔ جلد ۳۔ حدیث نمبر ۳۰۳)

دمشق سے آگے علاقہ بلقاء کی جنوبی سرحد پر موتہ شام کا ایک شہر ہے۔ آج کل یہ مملکت اردن میں شامل ہے۔ صلح حدیبیہ کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے والیانِ ریاست کو براہ راست اسلام کی دعوت دی۔ ایسا ہی ایک خط عربی النسل لیکن رومی زیر اثر حاکم بصریٰ (موجودہ حوران) کو لکھا۔ حضرت حارث بن عمیر ازدی رضی اللہ عنہ یہ نامۂ مبارک لے کر بلقاء کے علاقہ سے گزر رہے تھے کہ قیصر روم کے گورنر شرحبیل بن عمرو غسانی نے انہیں گرفتار کر کے قتل کروادیا۔ (۱)

سفیر کا قتل ہر زمانہ میں معیوب سمجھا جاتا رہا ہے۔ سلطنت کے وقار کی خاطر سفیر کے خون کا بدلہ لینا ضروری تھا۔ یہ اطلاعیں بھی مدینہ پہنچ رہی تھیں کہ دشمنانِ اسلام حملہ کی نیت سے فوجیں جمع کر رہے ہیں۔ (۲) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجاہدین کو ''جرف'' میں (جو مدینہ کے شمال میں تین میل پر ہے) جمع ہونے کا حکم دیا۔ ارشاد ہوا کہ اگر زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو شہید کردیا جائے تو جعفر بن ابی طالب امیرِ لشکر ہوں گے اور انہیں بھی حادثہ پیش آجائے تو عبداللہ

ماخذ اور حوالے

(۱) طبقات ابن سعد حصہ اوّل (اخبار النبیؐ) ص ۴۲۲ (اردو)
(۲) البدایہ والنہایہ جلد ۴ ص ۶۹۷ ابن کثیر (اردو)
(۳) صحیح بخاری جلد دوم حدیث ۱۳۰۲ ص ۶۲۳ (اردو)
(۴) اردو دائرہ معارف اسلامیہ جلد ۱۹ ص ۶۰ دانش گاہ پنجاب
(۵) مغازی رسول اللہؐ: عروہ بن زبیرؓ ص ۲۱۰ مترجمہ سعید الرحمن علوی
(۶) تاریخ ابن خلدون جلد اوّل ص ۱۵۵ (اردو)
(۷) طبقات ابن سعد حصہ اوّل (اخبار النبیؐ) ص ۴۲۲
(۸) صحیح بخاری جلد ۲ حدیث ۱۳۰۳ ص ۶۲۳ (اردو)
(۹) ایضاً حدیث ۱۳۰۷ ص ۶۲۴
(۱۰) تاریخ طبری (سیرت النبیؐ) حصہ اوّل ص ۳۸۴
(۱۱) طبقات ابن سعد حصہ اوّل (اخبار النبیؐ) ص ۴۲۳ (اردو)

دی عشق نے حرارتِ سوزِ دروں تجھے
اقبالؔ

تاریخ	جمادی الاوّل ۸ ہجری مطابق ۴ راگست ۶۲۹ ء
مقام	سوریا (شام) کا شہر موتہ (موجودہ اردن میں ہے)
لشکر اسلام	۳۰۰۰ مجاہد
سپہ سالار و علمبردار	حضرت زید بن حارثہ، حضرت جعفر بن ابی طالب، حضرت عبداللہ بن رواحہ اور حضرت خالد بن ولید رضوان اللہ علیہم اجمعین
عیسائی لشکر	۲ لاکھ
سپہ سالار	تیادوقس بطریق
نتیجہ	بحفاظت شاندار پسپائی۔ دو غیر متوازن طاقتوں کے درمیان معرکہ آرائی
تعداد شہداء	۱۲
تعداد مقتولین	..... خاصی تعداد میں قتل ہوئے۔

ابن رواحہ امیر ہوں گے۔ اس کے بعد مسلمانوں کو اختیار ہوگا کہ وہ جسے چاہیں اپنا امیر منتخب کرلیں۔ (۳) اسی لئے اس معرکہ کو ''جیش الامراء'' بھی کہا جاتا ہے۔ اگرچہ اس جہاد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شرکت نہیں فرمائی مگر محدثین اسے غزوہ کا نام دیتے ہیں۔

جذبۂ شہادت سے سرشار مجاہد شام کی جانب بڑھنے لگے۔ دشمن نے جاسوسی کے لئے سدوس کی سرکردگی میں ایک دستہ روانہ کیا۔ مسلمانوں نے سدوس کو قتل کردیا۔ شرح بیل نے قیصر روم ہرقل سے مدد کی درخواست کی جس نے ایک لاکھ کا لشکر تیادوقس بطریق کی قیادت میں روانہ کیا۔ (۴) مجاہدین ''معان'' پہنچے تو پتہ چلا کہ رومیوں کے اس عظیم لشکر کے علاوہ لخم، وائل، بکر، جذام، بلقین، بہرا اور بلی کے عرب قبائل بھی ''ماب'' میں جمع ہورہے ہیں۔

مجاہدین نے دو دن ''معاون'' میں پڑاؤ ڈالا اور صورتحال پر غور کرنے لگے۔ طے ہوا کہ پوری کیفیت مدینہ لکھ بھیجی جائے اور حکم کا انتظار کیا جائے۔ اس موقع پر حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے بڑی ایمان افروز تقریر کی اور مجاہد اسی وقت کوچ کرکے موتہ پر اترے۔ یہاں طبعی رکاوٹیں ایسی تھیں کہ دفاع میں آسانی ہوسکتی تھی۔ رومی لشکر ''مشارف'' میں پڑاؤ ڈالے ہوئے تھا۔ مسلمانوں نے اپنی فوج کی ترتیب میں میمنہ پر حضرت قطبہ بن قتادہ رضی اللہ عنہ، میسرہ پر حضرت عبایہ (یا عبادہ) بن مالک رضی اللہ عنہ کو رکھا۔ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عطا کردہ علم اٹھائے

(۱۲) سیرت النبیؐ کامل جلد دوئم ص ۴۴۸ ابن ہشام (اردو)



حضرت حارث بن عمیر ازدیؓ رسول اللہ ﷺ کے سفیر کا مزار جو اردن اور دمشق کی درمیانی شاہراہ پر واقع ہے۔ قیصر روم کے گورنر شرح بیل بن عمرو غسانی نے گرفتار کرکے شہید کردیا۔ ان کے خون کا بدلہ لینے کے لیے معرکہ موتہ ہوا۔



جیش امراء یعنی معرکۂ موتہ کے دوسرے سپہ سالار حضرت جعفرؓ بن ابی طالب کی تلوار جو عیسائی دشمنوں کے خلاف اٹھی۔ توپ قاپی میوزیم (استنبول) میں محفوظ ہے۔ پہلے سپہ سالار حضرت زیدؓ ابن حارثہ تھے۔ حضرت جعفرؓ کی شہادت کے بعد حضرت عبداللہؓ ابن رواحہ سپہ سالار ہوئے۔

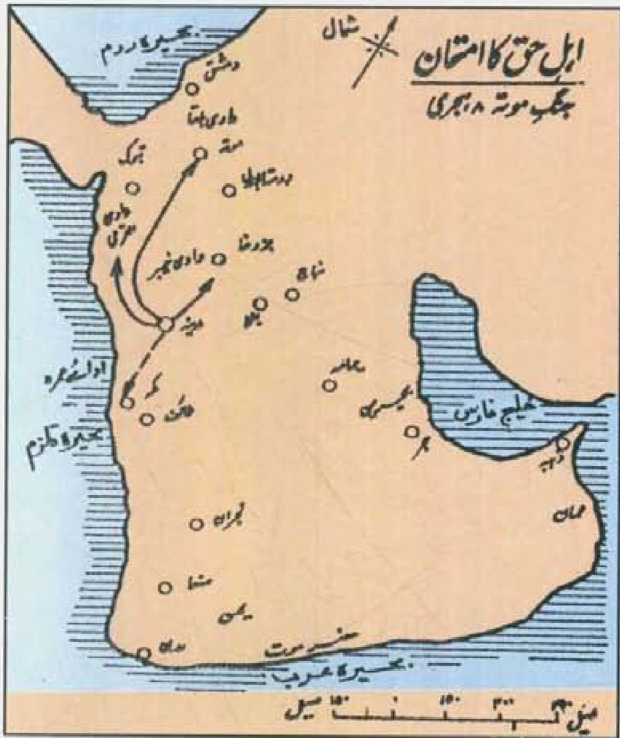


حضرت زیدؓ بن حارثہ کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے امیر لشکر بنایا، جن کا مزار اردن میں ہے۔

جب کوئی آپؐ کا بن گیا ہے (فضل احمد کریم فضلی) آدمی ہی نیا بن گیا ہے

دیکھتا ہے دیدۂ حیراں تری تصویر کو
اقبال





قلب لشکر میں تھے۔

موتہ میں دو غیر متوازن طاقتوں کے درمیان معرکہ آرائی ہوئی۔ تعداد اور اسلحہ میں کسی اعتبار سے کوئی مناسبت نہ تھی۔ لڑائی کا آغاز ہوا تو ایک طرف جذبۂ شہادت سے سرشار ۳ ہزار مجاہد تھے اور دوسری جانب ۲ لاکھ رومی اور عرب قبائل۔ یہ پہلا موقع تھا کہ مجاہدان اسلام تجربہ کار اور جنگ آزمودہ رومیوں کے مقابل تھے۔ دشمن کے میمنہ و میسرہ میں سپاہیوں کی مدد کے لئے گھڑسوار اور قلب میں کمک کے لئے آگے پیچھے نیزہ بردار تھے۔

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے علم لہراتے ہوئے بڑھ کر حملہ کیا۔ گھمسان کی لڑائی میں ایک غسانی گروہ نے انہیں گھیر لیا اور جسم نیزوں سے چھید ڈالا۔ اسی حالت میں دادِ شجاعت دیتے ہوئے شہید ہوئے تو حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے بڑھ کر علم سنبھال لیا۔ فریقین ایک بار پھر ایک دوسرے سے نبرد آزما ہوئے۔

حضرت جعفر رضی اللہ عنہ موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر لڑ رہے تھے۔ دشمن نے ان کا داہنا ہاتھ کاٹ دیا تو بائیں ہاتھ سے علم سنبھال لیا۔ اسے بھی قطع کر دیا تو دونوں کٹے ہوئے بازوؤں کا حلقہ بنا کر علم نبوی کو سینے سے لگا لیا۔ (۵) کسی نے تلوار کا بھرپور وار کیا کہ جسم کے دو ٹکڑے ہو گئے۔ (۶) یہ دیکھ کر حضرت قطبہ بن قتادہ رضی اللہ عنہ نے زبردست حملہ کر دیا۔ حضرت عبداللہ ابن رواحہ رضی اللہ عنہ نے بڑھ کر علم نبوی اٹھا لیا۔ تلوار لہرائی اور صف اعداء کو الٹتے پلٹتے آگے بڑھتے ہی گئے حتیٰ کہ جام شہادت نوش کر لیا۔ اس دن تمام سردار پیادہ لڑے۔ (۷) غنیم کی صف بندی کو توڑنے کے لئے امیر لشکر کی یہی حکمت عملی تھی۔ نیز امیر کو اپنے ساتھ پا کر سپاہی عزم و یقین کی چٹان بن گئے۔

اب بنو عجلان کے حضرت ثابت بن اخرم رضی اللہ عنہ نے علم نبوی کو ہاتھوں میں اٹھا لیا اور آواز دی مجاہدو! بہتر ہے کہ تم کسی کو اپنا سالار بنا لو۔ مجاہدوں نے کہا کہ تم ہی ہمارے سردار ہو کہ اللہ نے علم تم



حضرت عبداللہؓ بن رواحہ کی شہادت کے بعد مجاہدوں نے فنون حرب کے ماہر حضرت خالدؓ بن ولید کو علم نبوی عطا کیا جو پہلی بار مسلمانوں کی قیادت کر رہے تھے۔ ادھر مدینے میں لسانِ نبوت سے نکلا (سیف من سیوف اللہ) یعنی اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار نے اسلام کا جھنڈا سنبھال لیا۔

قبضہ میں یہ تلوار بھی آجائے تو مؤمن
اقبال



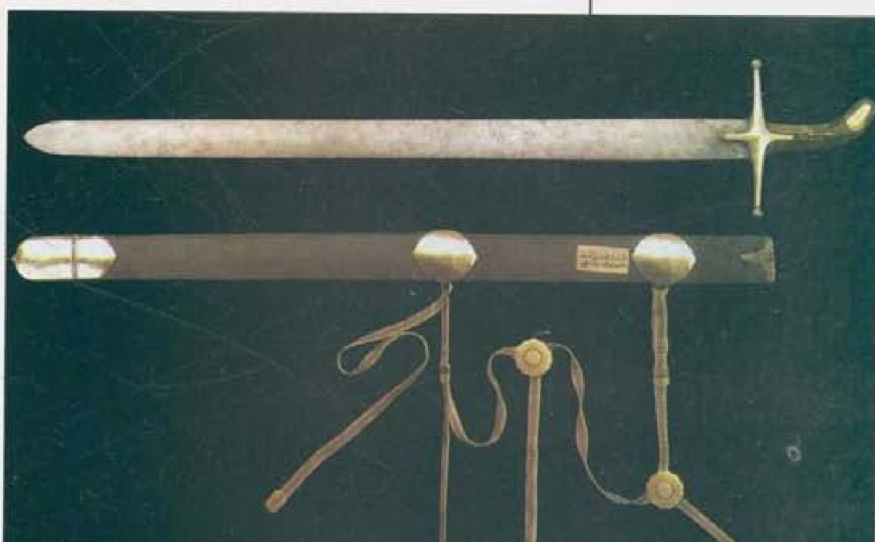
اردن میں واقع میدانِ موتہ قدیم کے ساتھ جدید یادگاریں۔

سے بلند کروایا۔ جواب دیا میں اس کا اہل نہیں ہوں۔ علم نبوی حضرت خالد بن ولیدؓ کے حوالے کرتے ہوئے کہا کہ یہ فنون حرب کے ماہر ہیں۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو تامل تھا چونکہ اس سے پہلے انہوں نے کبھی مسلمانوں کی قیادت نہیں کی تھی۔ مجاہدین نے اصرار کیا تو علم ہاتھ میں لے لیا۔ مسجد نبوی میں حضرت جبرئیلؑ نے میدانِ موتہ نظروں



مدینہ منورہ میں حضرت خالدؓ بن ولید کے گھر کا دروازہ جنھیں معرکہ موتہ میں زبان نبوت سے ''سیف اللہ'' کا خطاب عطا ہوا۔

کے سامنے کر دیا۔ لسانِ وحی ترجمان سے ارشاد ہوا '' جھنڈا زید نے لے لیا شہید کر دیئے گئے۔ جعفر نے اٹھایا لڑتے لڑتے شہید ہوگئے۔ عبداللہ بن رواحہ نے جھنڈا سنبھالا اور انہیں بھی شہید کر دیا گیا۔ اب



حواریٔ رسولؐ، یکے از عشرہ مبشرہ حضرت زبیرؓ ابن عوام کی تلوار جو حضورؐ کی پھوپھی حضرت صفیہؓ بنت عبدالمطلب کے جری اور دلیر صاحبزادے تھے...... ؎ میں خالی دے گیا وار، اس نے جب لگائی تیغ (مصحفی)



معرکہ موتہ کو ''جیش امراء'' بھی کہا جاتا ہے جہاں تین امیر یکے بعد دیگرے مجاہدوں کے ساتھ رومی افواج سے لڑتے ہوئے شہید ہوئے۔ حضرت عبداللہؓ بن رواحہ کا مرقد۔

ہم پہ ہے سایہ فگن رحمت باری کی طرح (فصل گلبرگوی) اور کسی نے ترا سایہ کہیں دیکھا نہ سنا

یا خالدؓ جانباز ہے
یا حیدرِ کرارؓ
اقبالؒ



حضرت جعفرؓ بن ابی طالب کے مزار کا اندرونی منظر۔

اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار یعنی خالد بن ولید نے جھنڈا سنبھالا۔ پھر دعا فرمائی "اے اللہ! اس کی تو مدد فرما۔"(۸) بڑی مردانگی اور شجاعت سے اعداء کا مقابلہ کیا۔ ایسی حکمت عملی اختیار کی کہ



مارکۂ مُوتہ کے پہلے سپہ سالار حضرت زیدؓ بن حارثہ کی آخری آرام گاہ۔
تصویر بشکریہ: مجلّہ اسلامی تاریخ ثقافت، (کراچی یونیورسٹی) مرتبہ: پروفیسر ڈاکٹر نگار سجاد ظہیر

مجاہدوں کو دشمن کے نرغہ سے بچا کر ایک طرف اکٹھا کیا۔ اس دلیری کا



مارکۂ مُوتہ کے دوسرے سپہ سالار حضرت جعفرؓ بن ابی طالب کا مزار۔
تصویر بشکریہ: مجلّہ اسلامی تاریخ وثقافت، کراچی یونیورسٹی۔ مرتبہ: پروفیسر ڈاکٹر نگار سجاد ظہیر

رومی افواج پر بے حد اثر ہوا۔

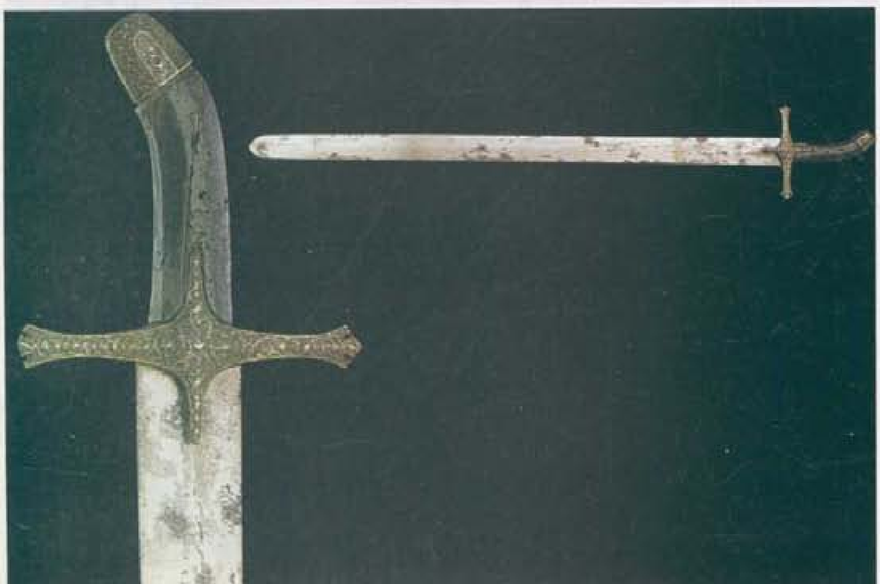


حضرت عبداللہؓ بن رواحہ صاحب قلم اور صاحب سیف دونوں حیثیتوں میں ممتاز ہیں۔ یہ ان کا مزار ہے۔

تاریکی پھیلنے پر فوجیں میدان سے ہٹیں تو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ رات بھر نقشۂ جنگ پر غور کرتے رہے۔ آخر کار اس نتیجہ پر پہنچے کہ مسلمانوں کو موت کے منہ میں جھونکنے کے بجائے



موتہ کا میدان کارزار اور اس میں قدیم یادگاریں۔



صحابیٔ رسول عہدِ فاروقی کے نامور فاتح حضرت ضرارؓ بن ازور کی تلوار جو توپ قاپی میوزیم میں محفوظ ہے۔

مومن کی فراست ہو تو کافی ہے اشارا
اقبالؒ



موتہ جواب سلطنت اردن میں ہے وہاں میدان میں یادگار بنا دی گئی۔ امیر لشکر حضرت جعفرؓ بن ابی طالب کا مزار اس مسجد میں ہے جو ان کے نام سے موسوم ہے۔

انہیں کسی دوسرے موقع کے لئے محفوظ کیا جائے۔ اگلے دن لشکر کی ترتیب ہی بدل ڈالی۔ دشمن سامنے آیا تو نئے چہرے دیکھ کر سمجھا کہ تازہ کمک آ گئی۔ پچھلی صفوں سے نعرۂ تکبیر وقفہ وقفہ سے بلند ہو رہا تھا جو اس خیال کو تقویت دینے لگا۔ ان کے دلوں پر رعب چھا گیا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے خود کمان سنبھال لی بار بار موقع بہ موقع ہدایات سے مجاہدوں کا دل بڑھایا۔ خود بڑھ کر دشمن پر حملہ کرتے رہے۔ اس دن نو تلواریں ان کے ہاتھ پر ٹوٹیں اور دسویں تلوار ''صیحۂ یمانیہ'' نے جنگ کا پانسہ پلٹ دیا۔(۹) حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے کمالِ دانش مندی و مہارتِ حربی سے رومیوں کے لشکر جرار کے سامنے ۳ہزار مجاہدوں کو سیسہ پلائی ہوئی دیوار بنا دیا۔ رومی لشکر سے طوفانی لہریں اٹھ اٹھ کر ٹکراتیں اور پسپا ہونے پر مجبور ہو جاتیں۔ مجاہدوں کو ان کے تعاقب سے روک دیا گیا۔ حربی مہارت و تجربہ سے کام لیتے ہوئے انہوں نے مسلمانوں کو دشمن کے نرغے سے بچانے کی تدبیر پر عمل کیا۔ بڑی چابکدستی سے لشکر اسلام کو آہستہ آہستہ پیچھے ہٹانا شروع کیا۔ لشکر کا رخ جنوب کی طرف کر دیا۔ رومی سمجھے کہ انہیں گھیرنے کی چال ہے اس لئے تعاقب سے باز رہے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ درمیانی فاصلہ بڑھنے لگا۔ موتہ کے مجاہد مدینہ پہنچے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اہلِ شہر نے باہر نکل کر ان کا استقبال کیا۔ (۱۰) کچھ لوگوں نے کہا کہ تم اللہ کی راہ کے فراری ہو میدان سے بھاگ کھڑے ہوئے۔ (۱۱) یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''یہ فرّار نہیں کرّار یعنی پلٹ کر حملہ کرنے والے ہیں۔''(۱۲)

لڑائی کے انجام کے بارے میں مورخوں کا اختلاف ہے۔ عام خیال یہی ہے کہ فریقین کسی نتیجے پر پہنچے بغیر ہی میدانِ جنگ سے ہٹ گئے۔ سچ تو یہ ہے کہ اس معرکہ میں ایک عظیم طاقت سے نبرد آزما ہونا اور ناسازگار حالات میں شکست سے بچا رہنا بھی اپنی جگہ ایک بہت بڑا کارنامہ ہے۔ مسلمان اپنے مرکز سے سینکڑوں میل دور تھے۔ دشمن کے تعاقب سے بچ کر بغیر کسی بڑے نقصان کے صاف نکل جانا حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی غیر معمولی حربی صلاحیتوں کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ عسکری تاریخ میں یہ ایک حیرت انگیز کارنامہ ہے۔ جب ہی تو لسانِ وحی ترجماں سے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو ''سیف اللہ'' (اللہ کی تلوار) کا خطاب عطا ہوا۔



مدینہ منورہ کے سب سے بڑے قبیلے بنی خزرج کے ذی اثر اور با اقتدار سردار حضرت سعدؓ بن عبادہ کی تلوار جو توپ قاپی میوزیم (استنبول) میں محفوظ ہے۔۔۔۔۔ ؂ اصحاب محمدؐ ہیں سب تیغ بکف غازی (رحمان کیانی)



اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار، سیف اللہ حضرت خالدؓ بن ولید کی استعمال کی ہوئی تلواروں میں سے ایک تلوار۔ (جو توپ قاپی میوزیم میں محفوظ ہے)۔۔۔۔۔ ؂ لے کے تیغ دو دم، سر پہ باندھے کفن (رحمان کیانی)

غیر کے کام، ارادوں کو کیا ہے پسپا عزم کو آہنی دیوار کیا ہے ہم نے (نشور واحدی)

گنبدِ نیلوفری رنگ بدلتا ہے کیا؟

اقبال

فتحِ مکہ

القرآن: وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ۭ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا ﴿٨١﴾

ترجمہ: حق آ گیا اور باطل مٹ گیا، یقیناً باطل تو مٹنے والا ہی ہے۔ (سورۂ بنی اسرائیل، آیت:۸۱)

الحدیث: اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ تنہا ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔ اس نے اپنا وعدہ سچ کر دکھایا۔ اپنے بندہ کی مدد کی اور دشمنوں کے تمام جتھوں کو تنہا شکست دی۔

تاریخ:	مدینہ سے روانگی بروز بدھ ۱۰ رمضان ۸ ہجری مطابق یکم جنوری ۶۳۰ء
علمبردار:	حضرت زبیرؓ بن عوام "مہاجروں کا علم"۔ حضرت سعدؓ بن عبادہ/حضرت قیس بن سعدؓ بن عبادہ "انصار کا علم"
فاتحانہ داخلہ:	جمعہ ۲۰ رمضان ۸ ہجری مطابق ۱۱ جنوری ۶۳۰ء
لشکرِ اسلام:	۱۰ ہزار بروایت دیگر ۱۲ ہزار۔ ۱۹ دن کے قیام کے بعد حنین کی جانب روانہ ہوئے
شہداء:	۲ مجاہد جو لشکر سے علیحدہ ہو گئے تھے۔ مقتولین کفار بنی بکر ۲۰ بنی ہذیل ۱۴

حدیبیہ کے معاہدہ کو مشکل سے ایک سال دس ماہ کا عرصہ گزرا تھا کہ مکہ کے سیاسی افق پر فتنہ وفساد کی بدلیاں چھانے لگیں۔(۱) یہودیوں کی پے درپے شکست نے قریش کا حوصلہ پست کر دیا تھا۔ سارے عرب میں قریش کی عزت اور بالادستی خطرے میں پڑ گئی۔ معاہدے کی وجہ سے ہاتھ پاؤں پہلے ہی بندھ چکے تھے۔ اس لئے کُھل کر مخالفت کرنے سے معاہدہ شکنی کا ڈر تھا۔ معاہدۂ حدیبیہ میں ایک شرط یہ بھی شامل تھی کہ "جو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے معاہدے اور ذمہ داری میں داخل ہونا چاہتا ہے وہ ایسا کر سکے گا اور جو قریش کے معاہدے اور ذمہ داری میں داخل ہونا چاہتا ہے وہ بھی ایسا کر سکے گا۔"

جب معاہدے میں یہ شرط تحریر کی جا رہی تھی تو بنو خزاعہ نے کہا کہ ہم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے معاہدے اور ذمہ داری میں شریک ہوتے ہیں اور بنی بکر نے اپنے آپ کو قریش کے معاہدے اور ذمہ داری میں دے دیا۔(۲)

بنو خزاعہ مکہ کے قرب و جوار میں آباد تھے۔ قریش کی

ماخذ اور حوالے

(۱) تاریخ اسلام: عبدالحلیم شرر، حصہ اول ص ۱۴
(۲) فتوح البلدان: احمد بن یحییٰ بلاذری ص ۶۵ مترجمہ ابوالخیر مودودی
(۳) جوامع السیرۃ: ابن حزم اندلسی ص ۲۴۱ مترجمہ محمد اسرار احمد
(۴) سیرت رسول اللہؐ: سید نواب علی ص ۳۲۷ بحوالہ زرقانی
(۵) سیرت النبیؐ کامل: ابن ہشام جلد دوم ص ۳۶۷ مترجمہ جلیل صدیقی
(۶) فتح مکہ: محمد احمد باشمیل ص ۱۳۱ (اردو)
(۷) البدایہ والنہایہ: ابن کثیر جلد ۴ ص ۱۰۷ (اردو)
(۸) مدارج النبوت: شیخ عبدالحق دہلوی ص ۴۱۱
(۹) فتوح البلدان: بلاذری ص ۶۸ (اردو)
(۱۰) صحیح مسلم جلد۵، ص ۶۰ مع تشریحات امام نووی
(۱۱) صحیح بخاری جلد دوم حدیث ۲۹۰
(۱۲) مغازی الرسولؐ (اردو) ص ۳۳۱ محمد بن عمر واقدی

راز اس آتش نوائی کا مرے سینے میں دیکھ

اقبالؒ

غافل پاکر اس چشمہ پر شب خون مارا اور ۲۰/افراد کو قتل کردیا۔ بنوخزاعہ کے لوگوں نے ماردھاڑ سے تنگ آ کر دارالامن حرم کعبہ میں پناہ لی۔ اس موقع پر ان کا پلہ بھاری تھا۔ جوش انتقام میں کہہ اٹھے کہ آج کوئی اللہ نہیں ہے۔ ہم اپنا بدلہ لے کر ہی لوٹیں گے۔ (۳)

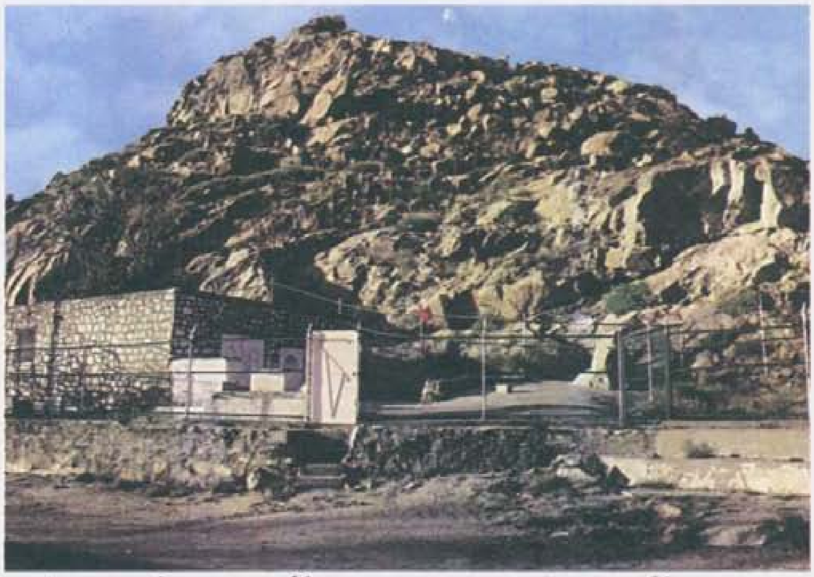
بنوخزاعہ کے پاس اپنے حلیف کی طرف رجوع کرنے کے سوا کوئی اور راستہ نہ تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش اور بنی بکر کی بدعہدی اور معاہدے کی خلاف ورزی پر بے حد افسوس کا اظہار کرتے ہوئے مدد کا وعدہ فرمایا۔ معاملہ بہت سنگین تھا۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کے سامنے تین شرائط پیش کیں: (۴)

☆......بنوخزاعہ کے مقتولین کی دیت ادا کی جائے۔

☆......بنوبکر کی حلیفی سے علیحدہ ہوجائیں۔

☆......یا پھر صلح نامۂ حدیبیہ کے ختم ہونے کا اعلان کردیں۔

مسلمانوں کے قاصد کے سامنے قریش کے چند شعلہ مزاج



یہ مسجد اس مقام پر بنائی گئی ہے جہاں طائف کے محاصرہ کے وقت رسول اللہ ﷺ نے نمازیں ادا فرمائیں نیز ازواج مطہرات (حضرت ام سلمہؓ اور حضرت زینبؓ بنت جحش ہمراہ تھے) کا قیام بھی تھا۔ ایک موقع پر قلعہ بند طائف والوں نے پہاڑی پر سے ایک بڑی چٹان لڑھکانے کی سازش کی تھی۔ لڑھکتی چٹان کو آپؐ نے دیکھ لیا اور انگشت مبارک سے رکنے کا اشارہ فرمایا۔ آج بھی وہ چٹان اسی زاویہ پر ٹھہری ہوئی ہے (تصاویر بشکریہ شاہ عمادالدین جاوید ۲۰۰۵ء میں تصاویر لی گئیں۔)

سرگرمیوں کی خبریں خفیہ طور پر مدینہ بھیجا کرتے تھے۔ بنوبکر بن وائل تہامہ، یمامہ اور بحرین میں پھیلے ہوئے تھے۔

وادیٔ مکہ کے اسفل میں بنوخزاعہ کا ایک چشمہ وتیر نامی تھا۔ قریش کی شہ پاکر بنونفاثہ (بنوبکر کی شاخ) کے لوگوں نے بنوخزاعہ کو

۱۳) اصح السیر : عبدالرؤف داناپوری ص ۳۰۰
۱۴) صحیح مسلم مع شرح امام نووی، جلد پنجم ص ۵۶، ص ۵۹
۱۵) سورہ بنی اسرائیل، آیت ۸۱
۱۶) صحیح بخاری جلد دوم ص ۱۲۳ حدیث ۲۴۰ (اردو)
۱۷) زادالمعاد: ابن قیم جلد دوم ص ۲۹ (اردو)
۱۸) سورۂ یوسف آیت ۹۳



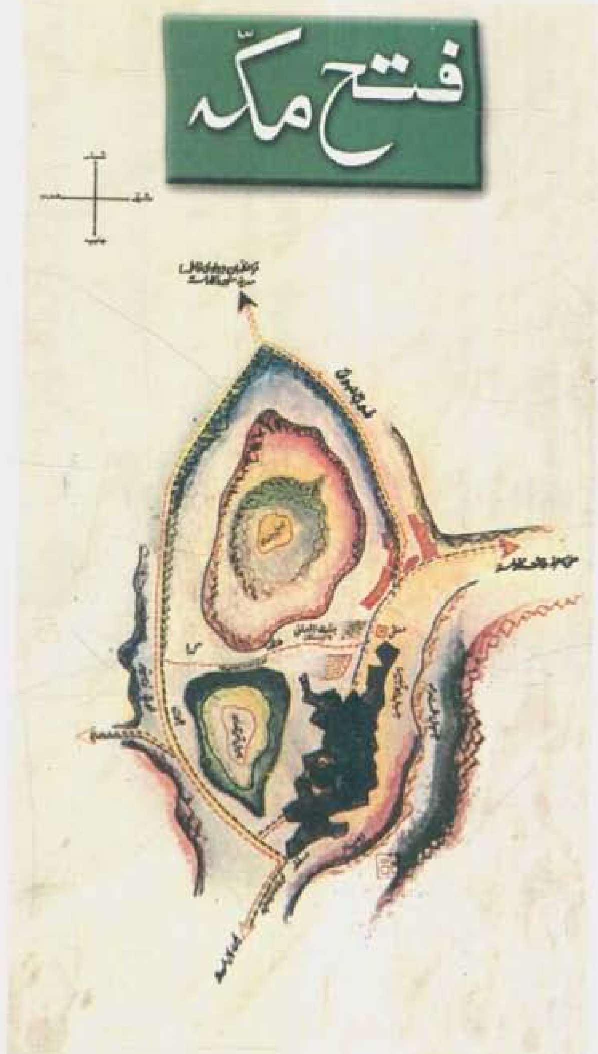
بیت اللہ شریف، مختصر مطاف، ریت کا صحن۔ یہ طائر لاہوتی نہیں طائران حرم ہیں۔ ان کا رزق پرواز کی کوتاہی کو دید حرم کی لذت سے بدل دیتا ہے۔ کیا خوب سودا نقد ہے۔

ع کبوتر رقص میں ہیں بام کعبہ پر مسرت سے (ماہر) خوشبو ہے تری خانہ کعبہ کی ہوا میں نغمے ہیں ترے مسجد نبوی کی فضا میں (ظفر علی راجا)

اے خانہ خدا، یہ تری برکتِ طواف (سرشار صدیقی) خاک اپنی کیمیا ہوئی چھو کر ترا غلاف

رُخ بدل ڈالا ہے جس نے وقت کی پرواز کا
اقبال

فتح مکّہ



نقشہ فتح مکہ۔

نوجوانوں نے معاہدہ کی منسوخی کا اعلان کردیا۔ بڑے بوڑھوں نے دارالندوہ میں صورتحال پر غور کیا تو بہت پچھتائے۔ سردار مکہ ابوسفیان کو مجبور کیا کہ مدینہ جائے اور معاہدے کو فسخ ہونے سے بچائے۔ ابوسفیان خدمتِ اقدسؐ میں حاضر ہوا اور تجدید کی بڑی کوشش کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی کسی بات کا جواب نہیں دیا۔ واپس ہونے سے پہلے مسجد میں بلند آواز سے پکارنے لگا۔ لوگو! میں صلح کی تجدید کرتا ہوں۔ (۵) مکہ پہنچ کر یہ بات بتائی۔ قریش نے کہا کہ اس سے صلح یا حالتِ جنگ کسی بات کا پتہ نہیں چلتا۔

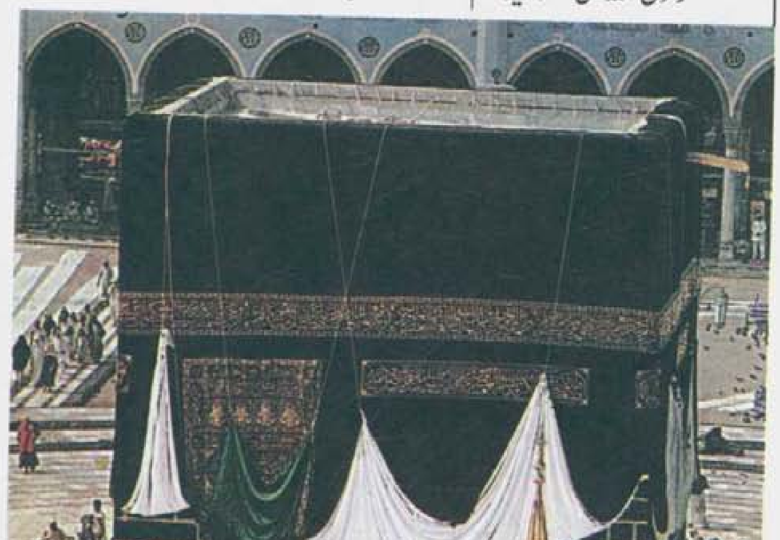
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زوجۂ محترمہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو حکم دیا کہ سامانِ سفر اور ہتھیار درست کریں لیکن اس کا کسی کو پتہ نہ چلے۔ مسلمانوں کو جہاد کی تیاری کا حکم ہوا۔ کہاں جانا



طائف کا شہر اور پہاڑوں میں جدید سڑکیں، شہر طائف سطح سمندر سے تقریباً ۳ ہزار فٹ کی بلندی پر سلسلہ کوہ سراۃ میں سطح مرتفع پر واقع ہے۔ یہ علاقہ بڑا سرسبز و شاداب اور آب و ہوا خوشگوار ہے۔ طائف کے پھل اور اناج مکہ کے بازاروں میں فروخت ہوتے تھے۔ مکہ سے جنوب مشرق کی جانب کوئی ۷۵ میل کے فاصلہ پر ہے۔

ہے یہ بات مخفی رکھی گئی۔ اطراف و جوانب کے حلیف قبائل میں وفود روانہ فرمائے۔ قریب والوں کو حکم ہوا کہ اوائلِ رمضان میں مدینہ پہنچ جائیں۔ راستے میں آباد مسلم قبائل کو پیام بھیجا کہ جب ہم تمہاری بستیوں سے گزریں تو ہمارے ساتھ مسلح ہو کر شامل ہوجانا۔ (۶)

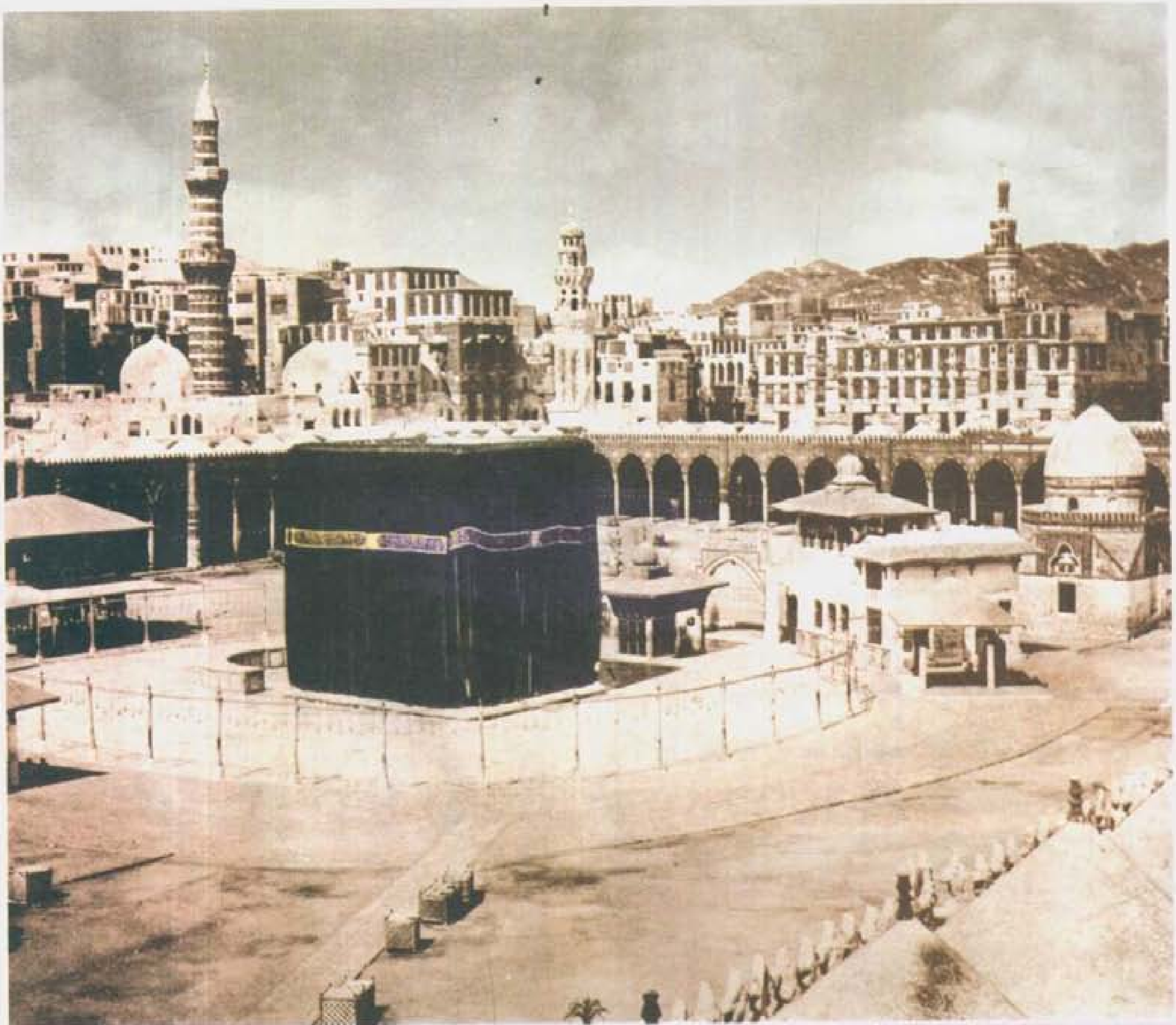
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ۱۰ رمضان ۸ ہجری کو حضرت



مری آنکھوں کا نور ہے تو۔

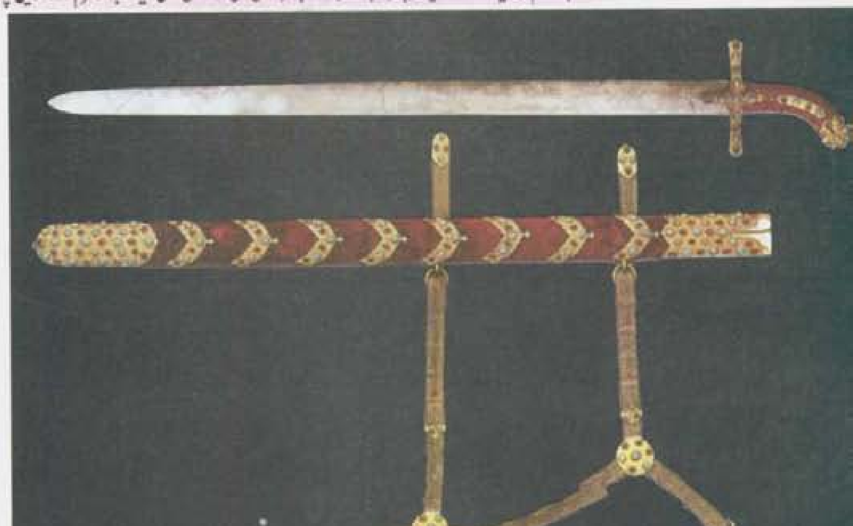
رخصت اے بزمِ جہاں سوئے وطن جاتا ہوں میں

اقبال



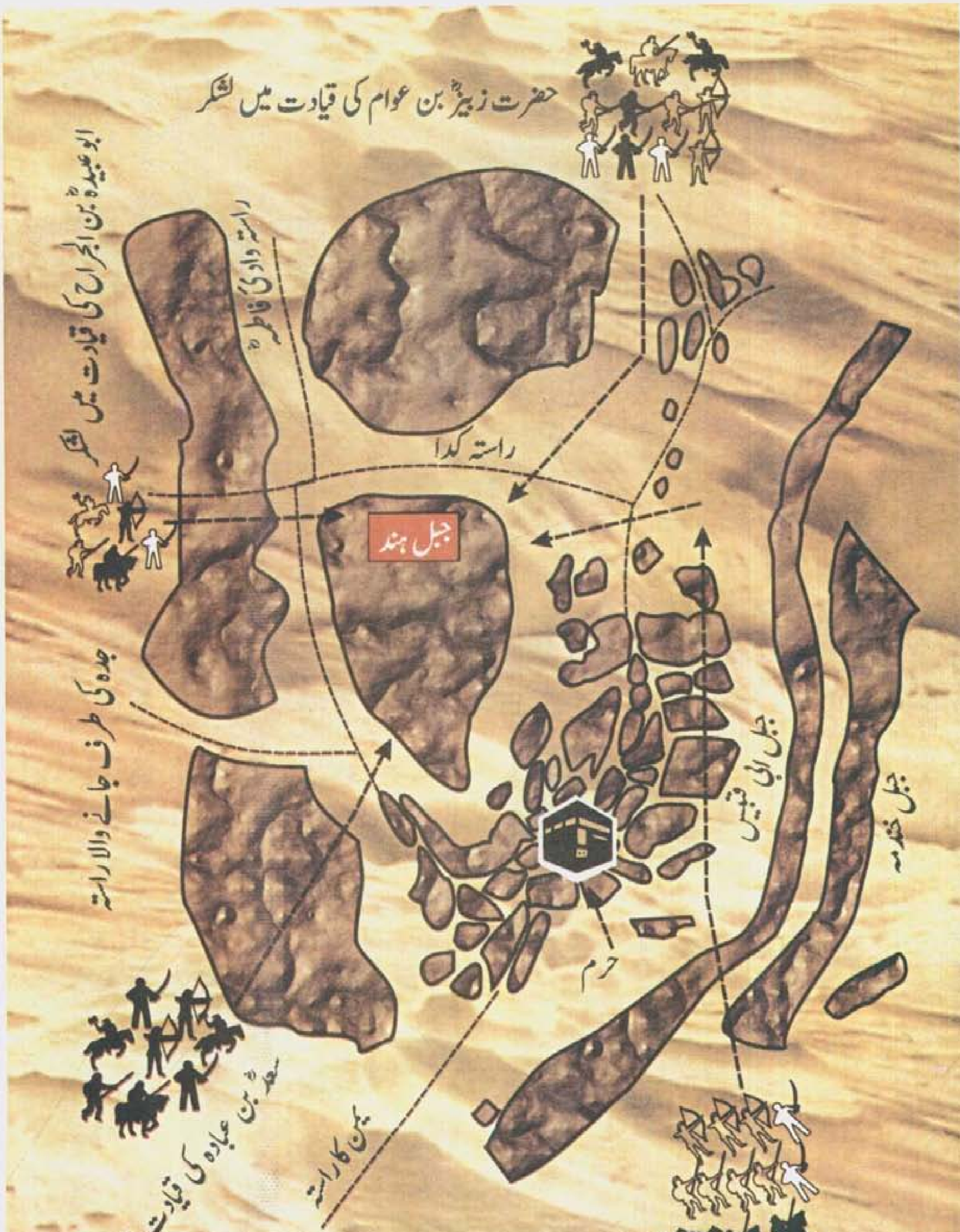
مسجد حرام کی ایک نادر تصویر۔ یہاں قبہ متولی اور قبہ فراشین بھی تھا۔ ان میں ایک قبہ، زمزم کے کنویں پر دو منزلہ عمارت۔ اس کے قریب مقام ابراہیم کی عمارت اور آئمہ کے مصلے دیکھے جاسکتے ہیں۔

عبداللہ ابن امّ مکتوم رضی اللہ عنہ کو مدینے میں نائب مقرر فرمایا اور نماز عصر کے بعد ۷ ہزار مجاہدوں کے ساتھ روانہ ہوئے۔ راستے میں مسلم قبائل شامل ہوتے گئے مکہ پہنچتے تک ان کی تعداد ۱۰ ہزار ہوگئی۔ دوران سفر اپنی آمد کو خفیہ رکھنے کے لئے دور دراز کا پیچیدہ راستہ اختیار کیا گیا۔ ۷ دن بعد مقام قدید سے چل کر لشکر نے رات میں مرّ الظہران (موجودہ وادیٔ فاطمہ) میں پڑاؤ ڈالا۔ یہاں سے مکہ قریب تھا۔ اچانک اور بے خبری میں مکہ والوں کے سروں پر پہنچ جانے پر مسلمان بے حد خوش تھے حکم ہوا کہ ہر شخص اپنا الاؤ خوب روشن کرے۔ تاریکی پھیلی تو نور کی ندیاں فضا میں اجالا بکھیرنے لگیں۔ بے خبری میں اہل مکہ کے سر پر پہنچ جانے پر سب خوش تھے۔ صحابہ نے عرض کیا کہ کل مالِ غنیمت کے انبار ہماری دسترس میں ہوں گے۔ رسول اللہ



اللہ حضرت خالدؓ بن ولید کی تیغ جوہر دار نے مکہ کے اشرار کے سر قلم کر دیے۔

جل جائیں عدو، آگ بھڑکتی نظر آئے ‏ ‏ تلوار پہ تلوار چمکتی نظر آئے ‏ ‏ (میر انیس لکھنوی)



فتح مکہ کی حکمت عملی۔



مسجد رایہ (علم) کی جدید تعمیر سے پہلے کی مسجد۔

فریب سود و زیاں لآ اِلٰہ اِلّا اللہ
اقبال

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں مگر وہ غنیمت نہیں جو تم سمجھ رہے ہو بلکہ وہ زمین جو ابھی تک ناپاک عزائم کی آماجگاہ ہے کفر و ظلمت کی ناپاکی سے نکل کر پاک ترین ہونے والی ہے۔ (۷)

مکہ والوں نے یہ منظر دیکھا تو سردار کو اطلاع دی۔ سردار ابوسفیان، حکیم بن حزام اور بنی خزاعہ کے سردار بدیل بن ورقاء کے ساتھ صورتحال معلوم کرنے نکلا۔ حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ مع خاندان چند دن پہلے مکہ سے ہجرت کے ارادے سے نکلے اور اتفاقاً مسلمانوں سے آملے۔ انہیں دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بے حد خوش ہوئے اور ارشاد ہوا ''میں آخر الانبیاء ہوں اور آپ آخر المہاجرین۔'' اس کے بعد عہد نبوی میں مکہ سے ہجرت کا دروازہ بند ہوگیا۔ (۸) حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے گفتگو کی اور عرض کیا کہ اب قریش کی ہلاکت یقینی ہوگئی۔ مسلمان مکہ کی اینٹ سے اینٹ بجادیں گے۔ اگر اجازت ہوتو مکہ والوں کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کی اطلاع کردوں تا کہ وہ امان کے طالب ہوں۔ اجازت ملی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خچر ''بیضاء'' پر سوار ہوکر مکہ کی سمت روانہ ہوئے۔ راستے میں ابوسفیان اور اس کے ساتھیوں سے ملاقات ہوگئی۔ انہیں بتایا کہ مسلمانوں کا لشکر جرار کل جب حملہ کرے گا تو قریش کا کوئی آدمی بچ کر نہ جاسکے گا۔ تینوں نے پہاڑ کی بلندی سے دیکھا تو ہر طرف الاؤ ہی الاؤ جلتے نظر آئے۔ یہ نظارہ ابوسفیان کو مرعوب کرگیا۔

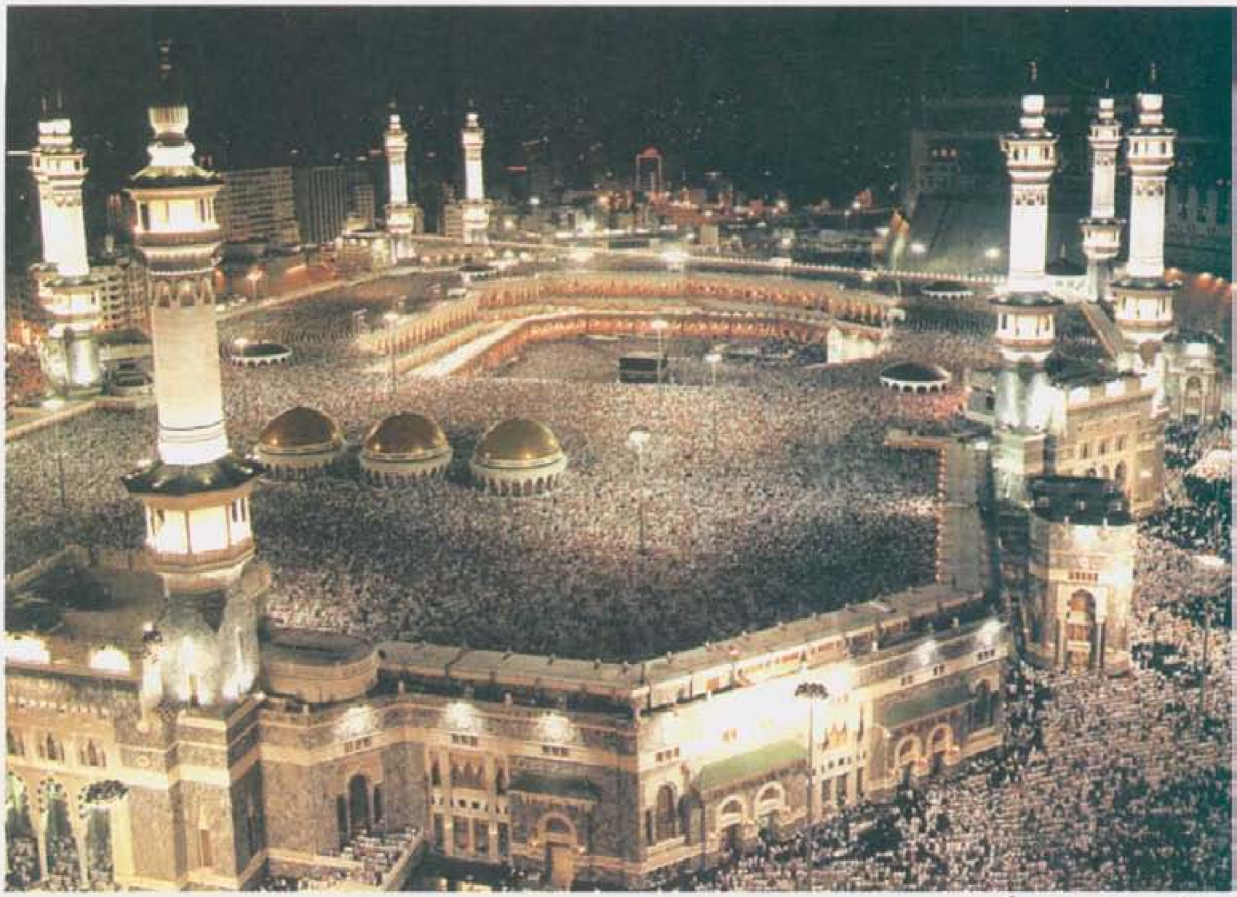
بنو خزاعہ کا سردار بدیل بن ورقاء تو سارے پس منظر سے واقف تھا۔ البتہ ابوسفیان حد درجہ گھبرایا ہوا تھا۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی خوشامد کرنے لگا کہ کسی طرح مکہ والوں کو ہلاکت سے بچالو۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ ایک ہی راستہ ہے کہ اسلام قبول کرلو۔ اگر مقابلہ ہوا تو پہلی گردن تمہاری ماری جائے گی۔ بات ابوسفیان کی سمجھ میں آگئی۔ خاموشی کے ساتھ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں ہاتھ دے دیا۔ اپنے خچر پر بٹھا کر اسے خیمۂ نبوی پر لے آئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوسفیان کو دیکھا تو





وہ جگہ جہاں فتح مکہ کے موقع پر علم نبوی نصب کیا گیا تھا۔ اب وہ مکہ کا مصروف حصہ ہے۔ ایک مسجد بطور یادگار ''مسجد رایہ'' کے نام سے مشہور ہے۔

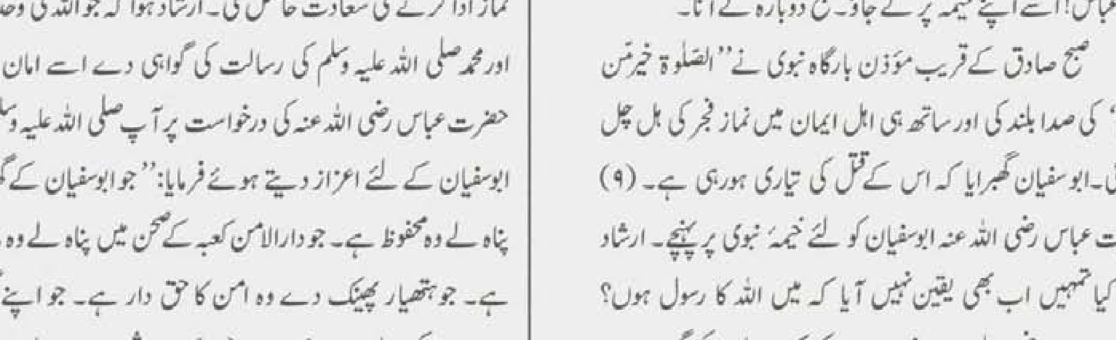
دے تو بھی نبوت کی صداقت پہ گواہی
اقبال



شاہ فہد کی جدید تعمیر کے بعد مسجد حرام کا مکمل منظر۔

فرمایا: ''کیا تجھے اب بھی سمجھ میں نہیں آئی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔'' جواب دیا: کوئی اور الٰہ ہوتا تو آج ہمارے کام آتا۔ ارشاد ہوا: عباس! اسے اپنے خیمہ پر لے جاؤ۔ صبح دوبارہ لے آنا۔

صبح صادق کے قریب مؤذن بارگاہ نبوی نے ''الصلوٰۃ خیر من النوم'' کی صدا بلند کی اور ساتھ ہی اہل ایمان میں نماز فجر کی ہل چل مچ گئی۔ ابوسفیان گھبرایا کہ اس کے قتل کی تیاری ہو رہی ہے۔ (۹) حضرت عباس رضی اللہ عنہ ابوسفیان کو لئے خیمۂ نبوی پر پہنچے۔ ارشاد ہوا: کیا تمہیں اب بھی یقین نہیں آیا کہ میں اللہ کا رسول ہوں؟ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا کہ رسالت کی گواہی دو۔ کلمۂ طیبہ پڑھا اور اس مقدس گروہ میں شامل ہوگیا۔ جس کے نام کے ساتھ ''رضی اللہ تعالیٰ عنہ'' لکھا جاتا ہے۔ امام الانبیاء کے پیچھے پہلی نماز ادا کرنے کی سعادت حاصل کی۔ ارشاد ہوا کہ جو اللہ کی وحدانیت اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی گواہی دے اسے امان ہے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی درخواست پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوسفیان کے لئے اعزاز دیتے ہوئے فرمایا: ''جو ابوسفیان کے گھر میں پناہ لے وہ محفوظ ہے۔ جو دارالامن کعبہ کے صحن میں پناہ لے وہ مامون ہے۔ جو ہتھیار پھینک دے وہ امن کا حق دار ہے۔ جو اپنے گھر کا دروازہ بند کرلے امان یافتہ ہے۔(۱۰) سولہ دشمنانِ اسلام کا ذمہ نہیں

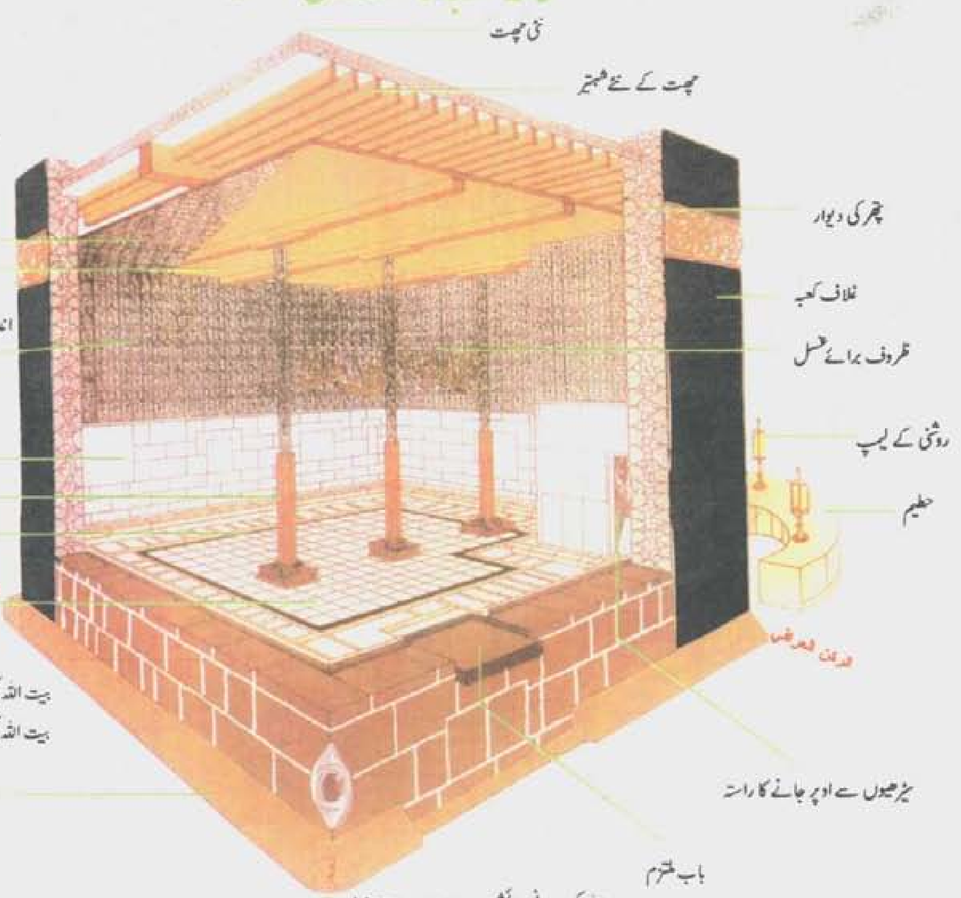


بیت اللہ کے دروازے کے قفل کی کلید (چابی) جس پر آیات درج ہیں۔

نگہ کو نظارے کی تمنا ہے، دل کو سودا ہے جستجو کا

اقبال

خانۂ کعبہ کا اندرونی حصہ



بیت اللہ کی بیرونی پیمائش = ۱۱٫۲۷ × ۱۳٫۳۰ میٹر
بیت اللہ کی اندرونی پیمائش = ۸٫۰۰ × ۱۰٫۱۵ میٹر



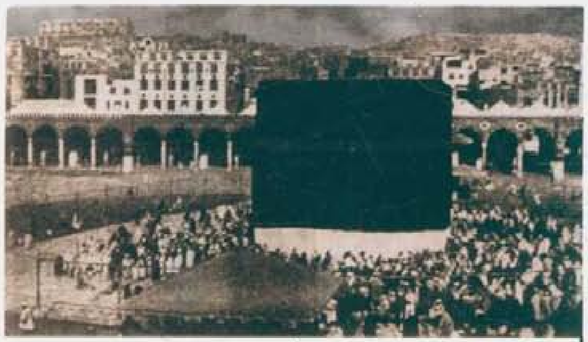
خانۂ کعبہ کے اندر کی مقدس سطح زمین جس کی دیواروں اور زمین کی آب زمزم سے تطہیر فتح مکہ کے موقع پر خود رسول اکرمؐ نے اپنے ہاتھوں سے فرمائی۔

چاہے وہ غلاف کعبہ سے لپٹے ہی کیوں نہ ہوں۔(۱۱) حکم ہوا کہ جب فوجیں حرکت کریں تو ابوسفیان کو کسی تنگ گھاٹی کے سرے پر بلند مقام پر کھڑا کر دیا جائے تا کہ وہ اسلامی لشکر کا جاہ وجلال دیکھ لے۔"(۱۲)

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے سردار قریش کو سمجھا دیا کہ اگر مکہ والوں نے بغیر خون وخرابے کے ہتھیار ڈالے تو سمجھو کہ بچ گئے۔ کوئی شرارت کی تو پھر کسی کی خیر نہیں۔ اس لشکر جرار کو اچھی طرح دیکھ لو۔ سورج نکلا تو لشکر بڑھنے لگا۔ ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے کہا کہ ذرا پیش قدمی رکوادو میں مکہ والوں کو خبردار کرنے جاتا ہوں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ کوئی حماقت کر بیٹھیں۔

مکہ کے چند اشرار جن میں عکرمہ بن ابوجہل، مقیس حماش بن قیس، سہیل بن عمرو، صفوان بن امیہ شامل تھے۔ یہ لوگ بغیر لڑے بھڑے مسلمانوں کے مکہ میں داخل ہونے پر راضی نہ تھے اورانہوں نے ابوسفیان کی بات ماننے سے انکار کردیا۔(۱۳) مجاہد اعظم صلی اللہ

بہت مُدت کے نخچیروں کا اندازِ نگہ بدلا
اقبال



علیہ وسلم نے ممکنہ تدابیر اختیار فرمائیں کہ معاملات بغیر جنگ کے طے ہوجائیں اور خون ریزی نہ ہو۔ ایک طرف مجاہد ہر طرح مقابلہ کے لئے تیار تھے اور دوسری جانب اہل مکہ کو ہر طرح جان و مال کی ضمانت دی گئی بشرطیکہ تلوار نہ اٹھائیں۔ ذی طویٰ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجاہدوں کو مختلف حصوں میں تقسیم فرمایا۔(۱۴) حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے رسالہ کو حکم ہوا کہ لیط کی طرف سے جو مکہ کے جنوبی حصہ میں ہے داخل ہوں۔ میسرہ کے سالار حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کو حکم ہوا کہ مکہ کی شمالی سمت کداء سے پیش قدمی کریں۔ علم نبوی ان کے ساتھ تھا۔ اس علم کو حجون میں نصب کر کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد تک انتظار کا حکم ہوا۔ انصاری مجاہدوں کو حضرت قیس بن سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں مکہ کی مغربی سمت ثنیۃ یدیئین سے بڑھنے کو کہا گیا۔ حضرت ابوعبیدہ ابن الجراح رضی اللہ عنہ کو مکہ کی شمال مغربی سمت جبل ہند کی جانب سے یلغار کرنے کا حکم دیا۔ اس طرح چاروں سمتوں سے اہل مکہ کے بھاگ نکلنے کا راستہ مسدود کردیا گیا۔

مکہ کی جنوبی سمت حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ خندمہ کے مقام پر ان اشرار سے لڑائی پر مجبور ہوگئے۔ اس لڑائی میں بنی بکر کے ۲۰ راور بنی ہذیل کے ۱۴ آدمی قتل ہوئے۔ عام مورخین ان کی تعداد ۱۳ لکھتے ہیں۔ مسلمانوں میں سے ۲ مجاہد جو کسی وجہ سے لشکر سے علیحدہ ہوگئے تھے۔ شہید کردیئے گئے۔

۲۰ رمضان المبارک کی صبح مقام حجون (جنت معلیٰ کے قبرستان کے قریب ہے) پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے سرخ خیمہ نصب کیا گیا۔ حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نے یہاں علم نبوی گاڑ دیا۔ فاتحِ مکہ نے قصویٰ پر سوار ہو کر بیت اللہ کا طواف فرمایا۔ انصار و مہاجرین آگے پیچھے تھے۔ تمام مکہ نعرۂ تکبیر سے گونج اٹھا۔



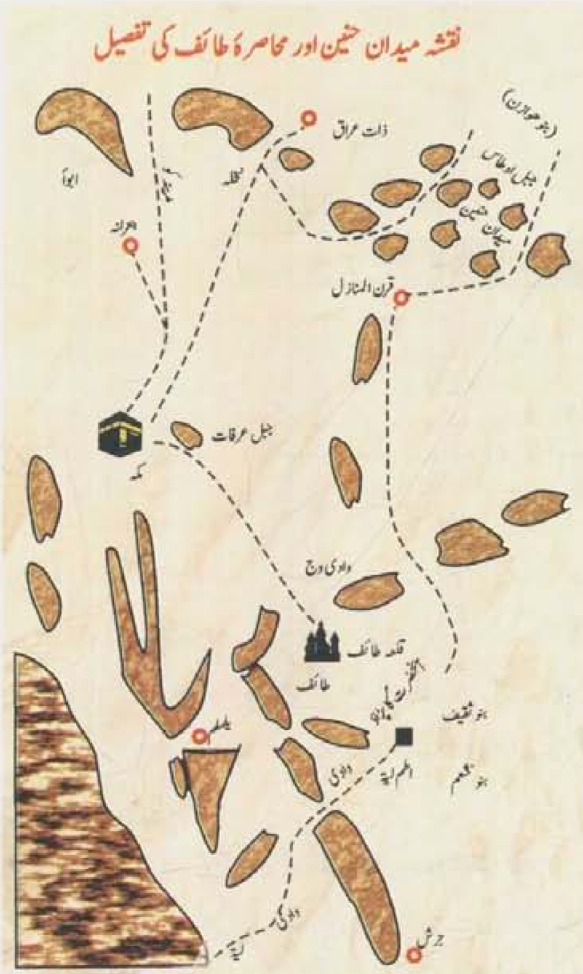
بنی ثقیف کے جنگجو حنین میں شکست کھا کر بھاگے تو طائف میں قلعہ بند ہوگئے۔ حنین سے مسلمان طائف پہنچے اور قلعہ کا محاصرہ کرلیا۔ اس لڑائی میں منجنیق سے قلعہ پر سنگ باری کی گئی۔ بنی ثقیف کے قلعوں سے تیروں کی بارش سے (۱۲) مسلمان شہید ہوئے۔ ایک خواب میں اشارے کی بنا پر محاصرہ اٹھالیا گیا۔ مجاہدوں نے نقصان پہنچانے والوں کے لیے بد دعا کی درخواست کی۔ آپ نے ہاتھ بلند کیے اور زبان مبارک سے نکلا "الٰہی! بنی ثقیف کو ہدایت دے اور انہیں مطیع کرکے لے آ" یہ ۹ ہجری میں اسلام قبول کرنے مدینہ حاضر ہوئے۔ محاصرہ تقریباً ایک ماہ تک جاری رہا۔ قلعہ طائف کی فصیل اور برج۔

چھڑی سے حجرا سود کا بوسہ بھی لیا۔ بیت اللہ کے اطراف نصب شدہ بتوں کی جانب ایک کمان سے اشارہ کرتے اور فرماتے: ترجمہ! "حق آگیا اور باطل مٹ گیا۔ باطل تو مٹنے والی ہی شئے ہے۔" (۱۵) پیٹ کی طرف اشارہ ہوتا تو بت اوندھے منہ گرتے۔ منہ کی طرف ہوتا تو پیٹھ کے بل گرجاتے تھے۔

ہُبل (بت) جس پر مکہ کے بت پرست نازاں تھے ٹکڑے ٹکڑے کردیا گیا۔ فاتح مکہ نے مقام ابراہیم پر دوگانۂ شکرانہ ادا فرمایا۔ بنی شیبہ کے عثمان بن طلحہ کو کلید لانے کا حکم ہوا۔(۱۶) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ کے اندر داخل ہوئے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ اور اسامہ رضی اللہ عنہ ساتھ تھے۔ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سے



شاہ فہد کی توسیع سے پہلے مسجد حرام کا منظر۔

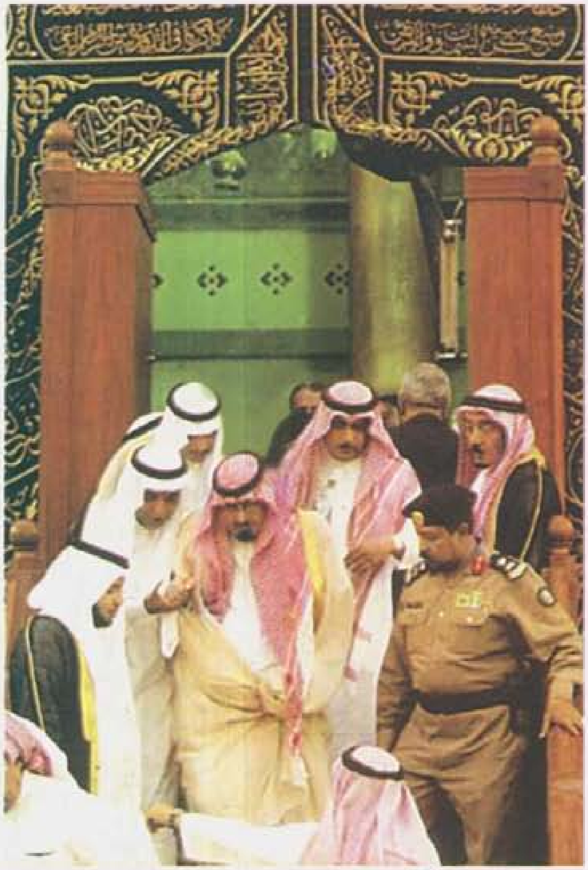


نقشہ میدان حنین اور محاصرہ کی تفصیل
جبل اوطاس طائف کے شمال مشرق میں کوئی چالیس میل پر واقع ہے۔ مکہ کے قریب و جوار میں دو طاقت ور قبیلے بنو ہوازن اور بنو ثقیف تھے۔ انہیں مکہ پر مسلمانوں کی سیادت پسند نہ آئی۔ لڑائی کے لیے تیار ہوگئے۔ بنو ہوازن اوطاس کی وادی میں چار ہزار جنگجوؤں کے علاوہ کنبے، مال و مویشی کے ساتھ جمع ہوئے۔ پیش قدمی کے وقت مسلمانوں کی تعداد بارہ ہزار تھی۔ پہاڑوں میں گھات میں بیٹھے ہوازن کے تیراندازوں نے پہلے مرحلے پر مسلمانوں کو سخت نقصان پہنچایا۔ رسول اللہ ﷺ کے میدان جنگ میں ڈٹ جانے سے پانسہ پلٹ گیا اور مسلمانوں کو فتح ہوئی۔ اس غزوۂ میں سب سے زیادہ مال غنیمت ہاتھ آیا۔ یہ غزوہ شوال ۸ ہجری میں ہوا۔

چاہ زمزم سے پانی منگوا کر اندرونی حصہ اپنے دستِ مبارک سے دھویا، کونوں میں تکبیر کہی۔ دعا مانگی اور دو رکعت نماز ادا فرمائی۔ باہر آنے کے بعد حجرِ اسود کو بوسہ دیا۔ بڑی دیر تک بیت اللہ کی چوکھٹ پکڑے دعائیں کرتے رہے۔ (۱۷)

فاتح اعظم صلی اللہ علیہ وسلم ابھی بیت اللہ کے اندر تحمید و تمجید، تہلیل و تکبیر میں مصروف تھے کہ مسجد حرام میں اہل مکہ جمع ہونا شروع ہوگئے۔ آپؐ بابِ کعبہ پر کھڑے ہوئے تو سارا مجمع دم سادھے گوش برآواز تھا۔ ارشاد ہوا:

''اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ تنہا ہے، اس کا کوئی شریک



خانہ کعبہ مشرفہ — آج کل کی کیفیت
یہ ۲۰۰۷ء کی تازہ ترین تصویر ہے۔ در کعبہ پر پردہ آدھا پڑا ہے۔ دیوار دکھائی دے رہی ہے۔ سیڑھی یہیں لگائی جاتی ہے۔

نہیں، اس نے اپنا وعدہ سچ کر دکھایا اپنے بندے کی مدد کی اور دشمنوں کے تمام جتھوں کو تنہا شکست دی۔''

''اے گروہ قریش! تمہیں کچھ معلوم ہے کہ میں آج تمہارے ساتھ کیا سلوک کرنے والا ہوں؟'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا تھا کہ سب کو سانپ سونگھ گیا۔ ایک ہیبت چھا گئی۔ جواب آیا: ''آپ صلی اللہ علیہ وسلم شریف النفس بھائی اور شریف الطبع بھائی کے فرزند ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے خیر ہی کی توقع ہے۔''

فرمایا:...... ''تم سب کے سب آزاد ہو۔ آج تم سے کوئی باز پرس نہیں۔ اللہ تعالیٰ بھی تم کو معاف فرمائے۔ وہ سب سے بڑھ کر رحم فرمانے والا ہے۔'' (۱۸)

یہ لطف و کرم، یہ رحم و عطا، یہ عفو و درگزر، ان جیسے ظالموں اور جابروں نے جب جسم کی آزادی اور جان کی امان کا مژدہ سنا تو آپ ہی آپ ان کے دل مسخر ہونے لگے ؎
جو دلوں کو فتح کرلے وہی فاتحِ زمانہ

حق کی یہ تابانی میں انداز کہن اور نو بھی ہے
اقبال

سو رنگ کی جب خوبی پاتے ہو اسی گل میں — پھر اس سے کوئی اس بن کچھ چاہے تو کیا چاہے (میر تقی میر)

فرنگیوں کی سیاست ھے دیو بے زنجیر

اقبال

غزوۂ تبوک

القرآن: اِنۡفِرُوۡا خِفَافًا وَّ ثِقَالًا وَّ جَاهِدُوۡا بِاَمۡوَالِكُمۡ وَاَنۡفُسِكُمۡ فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ‌ؕ ذٰ لِكُمۡ خَيۡرٌ لَّـكُمۡ اِنۡ كُنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ ۝٤١

ترجمہ: نکلو خواہ ہلکے ہو یا بوجھل اور جہاد کرو اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ، یہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم جانو۔
(سورۂ توبہ۔ آیت: ۴۱)

الحدیث: "جب تم "بَیع عِینَہ" (کسی کو مدت معینہ کے لئے چیز ادھار دے کر، پھر اس سے کم قیمت پر خرید لینا) اختیار کرو گے اور گایوں کی دُمیں پکڑ کر کھیتی باڑی پر راضی و قانع ہو جاؤ گے اور جہاد چھوڑ بیٹھو گے تو اللہ تعالیٰ تم پر ایسی ذلت مسلط فرما دے گا جس سے تم اس وقت تک نہ نکل سکو گے جب تک اپنے دین کی طرف نہیں لوٹو گے۔" (ابوداؤد کتاب البیوع)

تاریخ	رجب ۹ ہجری (۶۳۰ء)
ت سفر	۵۰ دن
قام	عرب اور روم کا سرحدی مقام تبوک
شکر اسلام	۳۰ ہزار (بروایت دیگر ۴۰ اور ۷۰ ہزار)
یہ سالار	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
لمبردار	حضرت ابوبکر صدیقؓ / حضرت اسید بن حضیرؓ بنی اوس، حضرت ابودجانہؓ (بنی خزرج)
وی لشکر	دشمن کو مقابلہ کی ہمت نہیں ہوئی
نتیجہ	اخلاقی فتح، دشمن کا مرعوب ہونا، اس طرح آئندہ عظیم روم اور دولت عجم سے فیصلہ کن معرکہ آرائیوں کی بنیاد عہد نبی ہی میں پڑی

فتح مکہ کے بعد مدینہ لوٹ کر ۷ ماہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیام فرمایا کہ رجب ۹ ہجری میں غزوۂ تبوک جسے "جیش عُسرت" بھی کہتے ہیں۔(۱) پیش آیا۔ تاجروں کے ایک قافلہ نے جو شام سے آیا تھا۔ اطلاع دی کہ شاہِ روم ایک عظیم لشکر مدینہ پر حملہ کے ارادہ سے جمع کر رہا ہے۔ یہ بھی کہا گیا کہ عرب کے نصرانیوں نے ہرقل کو لکھا ہے

ماخذ اور حوالے

(۱) جوامع السیرہ: ابن حزم اندلسی ص ۲۷۲ (اردو)
(۲) تاریخ اسلام: اکبر شاہ خان نجیب آبادی ص ۱۱۱
(۳) ازالۃ الخفا: شاہ ولی اللہ دہلوی جلد ۴ ص ۲۹۹ (اردو)
(۴) مواہب لدنیہ: قسطلانی جلد اول ص ۴۸۹ ترجمہ بنام سیرت محمدیہ
(۵) تنبیہ والاشراف: مسعودی ص ۱۰۱ (اردو)
(۶) اصح السیر: عبدالرؤف دانا پوری ص ۳۶۶
(۷) روضۃ الاحباب سید جمال حسینی ترجمہ "رسالت مآب" ص ۱۳۲
(۸) صحیح بخاری جلد دوم ص ۶۸۴ حدیث ۱۵۴۶
(۹) ایضاً ص ۶۹۲ حدیث ۱۵۴۵
(۱۰) البدایہ والنہایہ: ابن کثیر جلد ۵ ص ۴۵ (اردو)
(۱۱) زاد المعاد: ابن قیم حصہ سوم ص ۴۲ (اردو)
(۱۲) طبقات ابن سعد: حصہ اول



غزوۂ تبوک کے موقع پر اس مقام پر رسول اللہ ﷺ کا دس دن قیام رہا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے یہاں ایک مسجد تعمیر کروائی جو عرصہ دراز تک موجود تھی۔ شاہ فیصل کے حکم سے اس مسجد کو منہدم کر کے اب وہاں یہ شاندار مسجد تعمیر کر دی گئی ہے۔

فرنگ رہ گزرِ سیلِ بے پناہ میں ہے

اقبال

(اخبار النبیؐ) ص ۳۵۷
(اردو)

(۱۳) صحیح بخاری جلد دوم
ص ۶۹۳ حدیث
۹-۱۰۳۸ (اردو)

(۱۴) مغازی رسول اللہؐ: عروہ بن
زبیرؓ ص ۲۳۸ (اردو)

کہ عرب کے دعویدار نبوت کا وصال ہو چکا ہے۔ اس کے پیرو قحط اور افلاس سے پریشان ہیں۔ اس وقت ان کے ملک پر قبضہ آسان ہے۔ موتہ کے معرکہ میں مسلمانوں کی قلیل تعداد نے رومیوں کے کثیر لشکر کو پسپائی پر مجبور کر دیا تھا۔ وہ اس ذلت پر دل ہی دل میں پیچ و تاب کھا رہے تھے۔ علاوہ ازیں قیصر روم مکہ کی فتح اور بنی ہوازن کی شکست کا حال سن کر بھی پریشان تھا۔ مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی طاقت رومی سلطنت کے لئے زبردست خطرہ ثابت ہو سکتی ہے۔ (۲)



غزوہ تبوک کے موقع پر جب مجاہدین اس چشمے پر پہنچے تو پانی رک رک کر بہہ رہا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس میں منہ اور ہاتھوں کو دھویا تو چشمہ سے پانی جوش کھا کر ابلنے لگا۔ اب یہ چشمہ (۲۷ اکتوبر ۲۰۰۵ء) خشک ہو گیا ہے لیکن اس کو اسی طرح برقرار رکھا گیا ہے۔



شاہ فیصل کی تعمیر سے پہلی والی مسجد کی تصویر۔

نور سے ایمان خالص کے معطر تھا جہاں
اب کہاں سے آئے وہ عہد درخشانِ رسولؐ
(حسرت موہانی)



تبوک سے مغرب کی جانب بحر احمر کے کنارے مقنا ایک جگہ ہے جہاں تمام جھرنوں کا پانی ایک نہر کی شکل اختیار کر گیا ہے جس کا پانی نیچے سے اوپر (نشیب سے فراز) کی جانب مسلسل بہتا رہتا ہے۔ یہ بات قانون فطرت کے خلاف ہے۔ مقامی لوگ اس جگہ کو "مقام موسیٰ" کے نام سے یاد کرتے ہیں اور اسے عصائے موسوی کا کرشمہ قرار دیتے ہیں۔ انجینئر شاہ عماد الدین جاوید کہتے ہیں کہ میں نے یہ بات سنی تو یقین نہ آیا۔ اب اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں تو معجزہ کے معنی سمجھ میں آرہے رہیں۔

ان حالات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ضروری سمجھا کہ رومیوں کو نہ تو حملہ کرنے میں پہل کا موقع دیا جائے اور نہ اسے عرب کی سرحد میں اندر آنے دیا جائے۔ مقابلہ ایک ایسی حکومت سے تھا جس نے چند اہم معرکوں میں دولتِ عجم کو شکست دے کر اپنی طاقت کو منوالیا تھا۔ ایسی طاقت سے مقابلہ کے لئے خاطر خواہ تیاری کی ضرورت تھی۔ بار بار عطیہ کی ترغیب دی گئی۔ لوگوں کو پیشگی زکوٰۃ جمع کرنے کا حکم ہوا تا کہ مجاہدوں کو سامانِ سفر اور اسلحہ فراہم کیا جاسکے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے بڑی فراخدلی سے نقد اور جنس کا نذرانہ پیش کیا۔ سب میں زیادہ پیشکش حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی تھی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں ہاتھ اٹھائے اور کہا ''یا اللہ! میں عثمان سے راضی ہوگیا تو بھی راضی ہوجا۔'' پھر صحابہ سے فرمایا ''اے لوگو! تم بھی عثمان کے لئے دعا کرو۔'' (۲) مسلمانوں کی تیاریاں جب مناسب حد تک مکمل ہوگئیں تو حضرت محمد بن مسلمہ



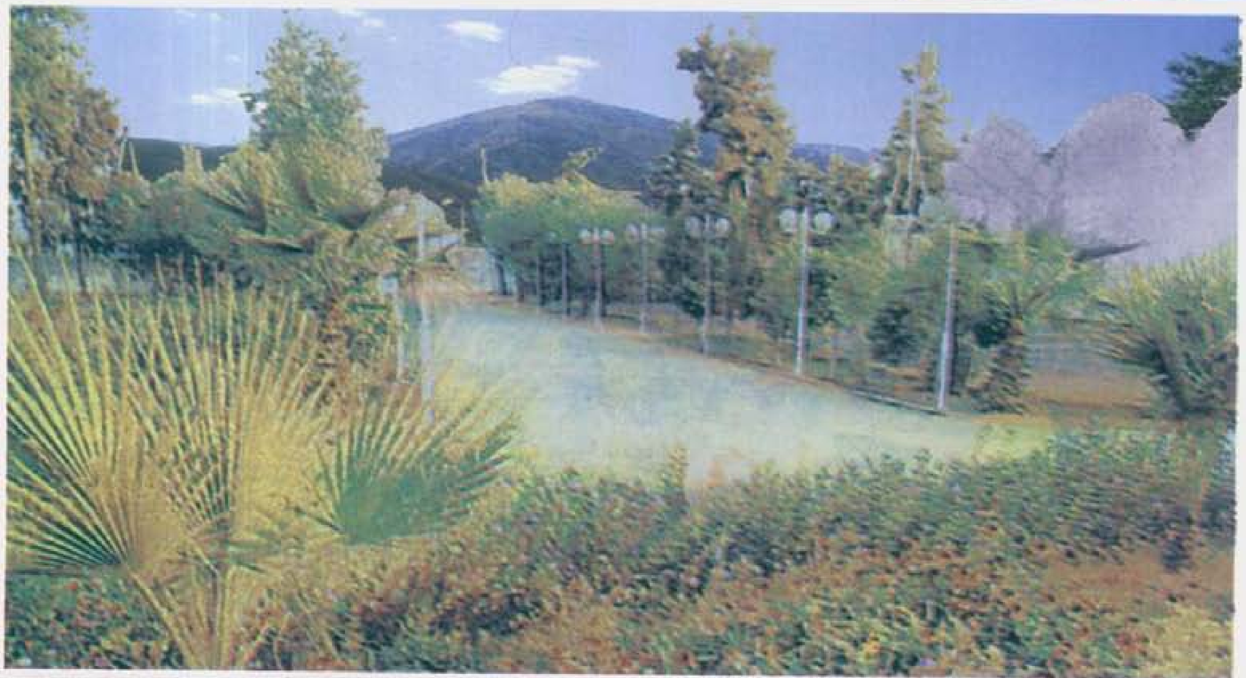
چشمہ تبوک کی بیرونی حد بندی۔ ساتھ والی دیوار جیل کی ہے۔

انصاریؓ کو مدینہ میں اپنا نائب مقرر فرمایا۔ (۴) ابن ہشام اور طبری نے حضرت سباع بن عرفطہ انصاریؓ کا نام لکھا ہے۔ اہل و عیال کی حفاظت پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو نگران مقرر فرمایا۔ مسجد نبوی میں

نقشہ غزوۂ تبوک



نقشہ غزوہ تبوک۔ بشکریہ ''رسول کریم کی جنگی اسکیم'' مرتبہ: عبدالباری



غزوہ تبوک میں ایک موقع پر حضرت معاذؓ بن جبل سے فرمایا ''اگر تمہاری عمر لمبی ہوئی تو اس جگہ کو باغات سے سرسبز و شاداب پاؤ گے'' یہ اس تصویر سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

فطرت لہو ترنگ ہے غافل نہ جل ترنگ

اقبال

امامت حضرت عبداللہ ابن اُمّ مکتوم رضی اللہ عنہ کے سپرد ہوئی۔ پنج شنبہ کا دن رجب ۹ ہجری کی کوئی تاریخ تھی۔ مدینہ سے لشکر روانہ ہوکر ثنیۃ الوداع پر جمع ہوا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو امیر لشکر مقرر فرمایا۔ لشکر کی تعداد ۳۰ ہزار تھی بعض نے ۴۰ ہزار اور ۷۰ ہزار بھی لکھی ہے۔ جمعیت میں ۱۰ ہزار گھڑ سوار اور ۱۲ ہزار شتر سوار تھے۔(۵) کچھ منافقین بھی لشکر میں شامل ہوگئے اور راستے بھر شرارتیں کرتے رہے۔(۶)

حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کو میمنہ، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کو میسرہ اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو مقدمہ پر مقرر فرمایا۔ لشکر کا سب سے بڑا علم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس تھا۔ دوسری روایت یہ ہے کہ مہاجرین کا علم حضرت زبیر بن العوّام رضی اللہ عنہ کو عطا ہوا۔ قبیلۂ اوس کے علم بردار حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ اور خزرج کے حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہ تھے۔ انصار کے ہر خاندان کو حکم ہوا کہ اپنا جھنڈا الگ الگ تیار کریں۔(۷)

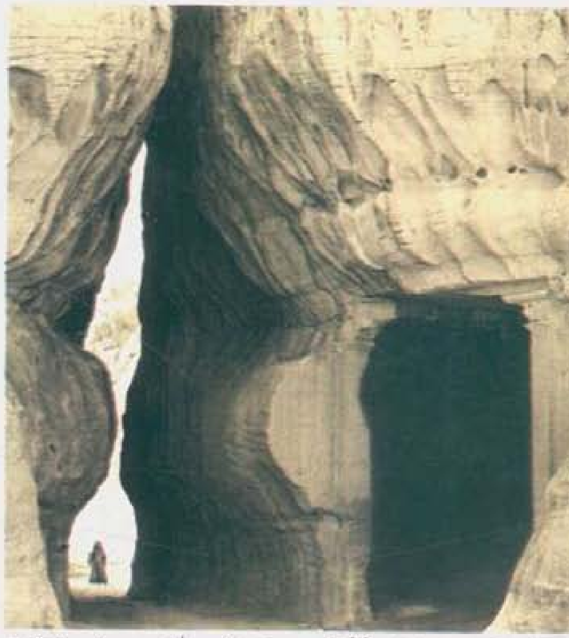
مدینہ میں مقیم منافقین نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو طعنہ دیا کہ آپؓ کو جہاد پر نکلنا گراں تھا اس لئے پیچھے چھوڑ دیا۔ یہ سن کر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فوراً ہتھیار اٹھائے اور مقام جرف میں لشکر سے جا ملے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے عورتوں اور بچوں میں چھوڑے جا رہے ہیں۔ ارشاد ہوا ''کیا تم اس سے راضی نہیں کہ تم میرے لئے ایسے ہو جیسے موسیٰ کے لئے ہارونؑ تھے۔ ہاں اتنی بات ضرور ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں بن سکتا۔'' یہ جواب پا کر حضرت علی رضی اللہ عنہ خوش خوش مدینہ لوٹ گئے۔(۸)



مسجد تبوک قبلہ کے رخ سے۔

جلوۂ تقدیر میرے دل کے آئینے میں دیکھ

اقبال


غزوہ تبوک کے دوران رسول اللہ ﷺ کا گزر مقام حجر (مدائن صالح) سے ہوا۔ فرمایا یہ قوم ثمود کا مسکن تھا جہاں عذاب الٰہی نازل ہوا۔ یہاں کی کوئی چیز استعمال نہ کرو اور روتے ہوئے گزر جاؤ۔

دورانِ سفر مقامِ حجر (مدائن صالح) پر سے گزر ہوا تو ارشاد ہوا ...... یہ قوم ثمود کا مسکن تھا جس پر اللہ کا عذاب نازل ہوا۔ کوئی یہاں کا پانی نہ بھرے لوگوں نے عرض کیا: ہم نے پانی سے آٹا بھی گوندھ لیا فرمایا...... آٹا اونٹوں کو کھلا دو اور پانی پھینک دو۔

اس کنویں سے پانی بھرو جس سے حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی پانی پیتی تھی۔ عذاب الٰہی سے تباہ بستی سے روتے ہوئے گزرو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چادر سے سر کو ڈھانک لیا اور سواری کو دوڑاتے ہوئے تیزی سے گزر گئے۔ (۹)

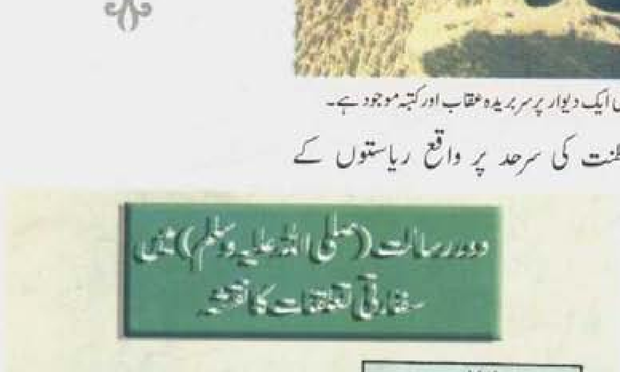
تبوک پہنچ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے سامنے ایک خطبہ ارشاد فرمایا: جس کا ایک ایک جملہ ''علم و حکمت کا سمندر کو زہ میں بند'' کے مصداق تھا۔ (۱۰) حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے ارشاد ہوا...... اگر تمہاری عمر لمبی ہوئی تو اس جگہ کو باغات سے سرسبز و شاداب پاؤ گے۔'' (۱۱)

سرحدی مقام تبوک پر مسلمان ۲۰ دن تک پڑاؤ ڈالے رہے۔ لڑائی کے دور دور تک آثار نہ تھے۔ (۱۲) معلوم ہوا کہ شہنشاہِ روم ہرقل حمص میں ٹھہرا ہوا ہے۔ مسلمانوں کا رومیوں کی سرحدوں تک پہنچ جانا دشمن کو مرعوب کر گیا۔ یہ نفسیاتی فتح سیاسی فتح میں تبدیل ہوگئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سرحدی ریاستوں میں کہیں قاصد اور کہیں فوجی دستے بھیجے۔


شاہان ثمود کا قومی نشان عقاب تھا۔ اب بھی ایک دیوار پر سر بریدہ عقاب اور کتبہ موجود ہے۔

عرب اور رومی سلطنت کی سرحد پر واقع ریاستوں کے حکمرانوں سے معاہدے فرمائے۔ اس طرح درمیان میں عاجز مملکتیں BUFFER (STATES قائم ہوگئیں۔

اس عظیم لشکر کو سفر میں ۱۵ دن جانے اور ۱۵ دن آنے میں لگے۔ ۲۰ دن تبوک میں قیام فرمایا۔ تبوک کا عزم سفر اور اچانک، غیر متوقع پیش قدمی حریف کا حوصلہ گرانے کا باعث ہوئی اور یہی منشائے نبوی صلی اللہ علیہ وسلم تھا۔ رومی فوج



آنکھ اس سے نہیں اٹھنے کی صاحب نظروں کی (میر تقی میر) جس خاک پہ ہوگا اثر اس کی کفِ پا کا

جن کی ضو نا آشنا ہے قید صبح و شام سے

اقبال



مسجد حرام کی ایک بہت قدیم تصویر۔ مطاف کو وسیع کرنے کی خاطر ان تمام عمارات کو ڈھا دیا گیا۔

تربیت یافتہ اور لاکھوں کی تعداد میں تھی اس کا لڑائی سے پہلو تہی کرنا مسلمانوں کی عسکری برتری کا موجب بنا۔ موتہ اور تبوک کی پیش قدمی بین الاقوامی سطح پر عہد نبوی کے اوّلین نشان ہیں جن پر خلفائے راشدین نے عمل کر کے عظیم روم اور ایران کی سلطنتوں کو تہس نہس کردیا۔ نامساعد حالات میں جہاد کے لئے وسیع پیمانے پر تربیت سے قیامت تک اہل ایمان کے لئے ایک روشن مثال قائم ہوئی۔

جہاد میں شرکت سے پہلوتہی کرنے والوں سے سخت باز پرس ہوئی۔ تین مخلص مسلمانوں حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ، ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہ اور مُرارہ بن ربیع رضی اللہ عنہ کی سخت آزمائش کے پورے ۵۰ دن (جو غزوہ تبوک کی مدت ہے) بعد انکی توبہ قبول ہوئی۔(۱۳) یہ آئندہ کے لئے جہاد سے پہلو تہی کرنے والوں کو خبردار کرنا ہے۔ تبوک کے راستے میں منافقوں نے شرارتیں کیں کچھ بدنہادوں نے واپسی کے سفر میں رات کی تاریکی میں ذات اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر حملہ کی کوشش بھی کی۔(۱۴) حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منافقوں کے نام بھی بتادیے اور انہیں خفیہ رکھنے کا حکم دیا۔ اسی لئے انہیں ”صاحب اسرارِ نبیؐ“ کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ شعبان کے بالکل آخر یا ابتدائے رمضان میں کوئی ۵۰ دن باہر گزار کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ واپس تشریف لائے۔



شہر تبوک سے کوئی دو فرلانگ کے فاصلے پر عہد فاروقی میں جامع زبیر بن عوام بنائی گئی تھی یہ شاندار مسجد شاہ فیصل کے حکم سے دوبارہ تعمیر ہوئی۔

اے مسلماں ملّتِ اِسلام کا دِل ہے یہ شہر

اقبال

حجۃ الوداع

ذی الحجہ ۱۰ ہجری

القرآن: اَلۡحَجُّ اَشۡهُرٌ مَّعۡلُوۡمٰتٌ ۚ فَمَنۡ فَرَضَ فِيۡهِنَّ الۡحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوۡقَ ۙ وَلَا جِدَالَ فِى الۡحَجِّ ؕ وَمَا تَفۡعَلُوۡا مِنۡ خَيۡرٍ يَّعۡلَمۡهُ اللّٰهُ ؕ وَتَزَوَّدُوۡا فَاِنَّ خَيۡرَ الزَّادِ التَّقۡوٰى ۚ

ترجمہ: حج کے مہینے مقرر ہیں اس لئے جو شخص ان میں حج لازم کرلے وہ اپنی بیوی سے میل ملاپ کرنے، گناہ کرنے اور لڑائی جھگڑے کرنے سے بچتا رہے۔ تم جو نیکی کرو گے اس سے اللہ تعالیٰ باخبر ہے اور اپنے ساتھ سفر خرچ لے لیا کرو۔ سب سے بہتر توشہ تقویٰ (پرہیزگاری) ہے۔ (سورۂ بقرہ: آیت ۱۹۷)

الحدیث: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جس نے حج کیا اور شہوانی باتوں اور فسق و فجور سے بچا، وہ گناہوں سے اس طرح پاک ہوجاتا ہے جیسے اس دن پاک تھا جب اس کی ماں نے جنا تھا۔" (صحیح بخاری کتاب المحصر)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۲۵ ذیقعدہ جمعرات بعد نماز ظہر مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے۔ (۱) ذوالحلیفہ میں رات گزاری، دوسرے دن ظہر کے بعد غسل کرکے حج وعمرہ کا ایک ساتھ احرام باندھا، اونٹنی قصوا پر سوار ہوکر بلند آواز سے تلبیہ پڑھی۔ شرکائے حج کی تعداد میں اختلاف ہے۔ زیادہ رجحان ایک لاکھ چودہ ہزار کی تعداد پر ہے۔ (۲) قربانی کے اونٹ ساتھ تھے، مکہ کے قریب ذی طویٰ میں زائر کے چشموں پر رات قیام فرمایا۔ ۵رذی الحجہ کو کدا (حجون) کے راستے مکہ میں باب بنی شیبہ پر پہنچے۔ (۳) مسجد حرام میں داخل ہوکر احرام کی چادر کو بغل سے نکالا۔ حجر اسود کو بوسہ دیا، طواف کے تین چکر تیزی سے اور چار چکر معمولی رفتار سے مکمل فرمائے۔ ہر پھیرے پر حجر اسود کا استلام (بوسہ دینا) کیا۔ طواف ختم کرکے مقام ابراہیم پر دو رکعت نماز ادا فرمائی۔ نماز کے بعد حجر اسود کو بوسہ دیا۔ باب بنی مخزوم سے نکل کر صفا

ماخذ اور حوالے

(۱) سیرت النبی کامل جلد ۲ ص ۷۰۴ ابن ہشام بحوالہ ابن اسحٰق
(۲) مواہب لدنیہ جلد اوّل ص ۵۰۴ قسطلانی
(۳) انوار محمدیہ ص ۲۶۵ یوسف بن اسمٰعیل نبہانی مترجمہ غلام ربانی عزیز
(۴) ماخوذ از خطبات محمدیؐ: مرتبہ محمد صاحب جوناگڑھی
(۵) رحمۃ للعالمینؐ: سلمان منصور پوری جلد اوّل ص ۲۳۵
(۶) سیرۃ حلبیہ (اردو) علی ابن برہان الدین حلبی جلد ۲ ص ۲۹۵ مترجمہ محمد اسلم قاسمی
(۷) صحیح بخاری جلد اوّل ص ۱۳۳ حدیث ۱۵۹۷
(۸) البدایہ والنہایہ جلد ۵ ص ۳۳۶ ابن کثیر مترجمہ کوکب شادانی
(۹) زاد المعاد حصہ اوّل ص ۳۶۲ ابن قیم مترجمہ رئیس احمد جعفری
(۱۰) جوامع السیرہ ص ۲۸۷ ابن حزم اندلسی مترجمہ محمد سردار احمد

رفعت ہے جس زمیں کی بامِ فلک کا زینا
اقبال



مدینہ منورہ کے لیے جدید مسجد میقات کی تصویر اسے بئر علی اور ذوالحلیفہ بھی کہتے ہیں۔

کی پہاڑی پر گئے۔ بیت اللہ کی طرف رُخ کر کے دعا مانگی پھر صفا سے مروہ کی طرف سعی شروع کی۔ اختتام پر مروہ سے اتر کر قیام گاہ تشریف لے گئے۔ مکہ میں چار دن قیام فرمایا۔ اس دوران نمازیں قصر کر کے پڑھیں۔

اتوار ۸ ذی الحجہ کو مقام ابطح میں احرام باندھا۔ تلبیہ کہتے ہوئے منیٰ روانہ ہوئے۔ منیٰ میں ظہر، عصر، مغرب اور عشاء کی نمازیں ادا کیں۔ ۹ ذی الحجہ کو سورج نکل آیا تو عرفات روانہ ہوئے۔ میدانِ عرفات میں مقام نمرہ پر کمبل کے خیمے میں قیام فرمایا۔ زوال کے بعد قصواء (اونٹنی) پر سوار ہو کر بطن وادی میں لوگوں سے خطاب کیا۔ (۴)

اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کے بعد فرمایا میری بات غور سے سنو۔ اس سال کے بعد اس جگہ شاید تم سے نہ مل سکوں۔ لوگو! اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہارے بہت سے خاندان اور قبیلے بنادیئے تاکہ پہچانے جاسکو۔ اللہ کے نزدیک تم



نقشہ مناسک حج — حج میں سفر زیارت روضہ رسولؐ بڑی اہمیت کا حامل ہے۔



جبل رحمت — حجۃ الوداع کے موقع پر اس مقام پر تکمیل دین اور اتمام نعمت کا مژدہ سورۂ مائدہ کی آیت ۳ کی صورت میں نازل ہوا۔ تصویر ۱۸۸۰ء کی ہے۔

کیوں ایسے نبیؐ پر نہ فدا ہوں کہ جو فرمائے
اچھے تو سب ہی کے ہیں بُرا میرے لیے ہے
(محمد علی جوہر)



عرفات کے میدان میں حجاج کے خیمے (ایک قدیم تصویر ۱۸۸۰ء)۔

میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو زیادہ متقی ہے۔ عربی کو عجمی پر اور عجمی کو عربی پر کوئی فوقیت نہیں ہے اور نہ کسی کالے کو گورے پر اور نہ گورے کو کالے پر۔ ہاں بزرگی اور فضیلت کا کوئی معیار ہے تو وہ تقویٰ ہے۔

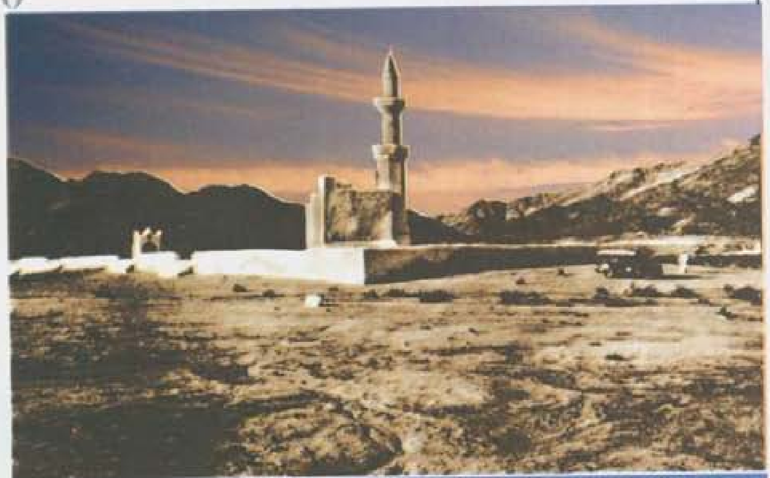
سب انسان آدم کی اولاد ہیں اور آدم کو مٹی سے پیدا کیا گیا تھا۔

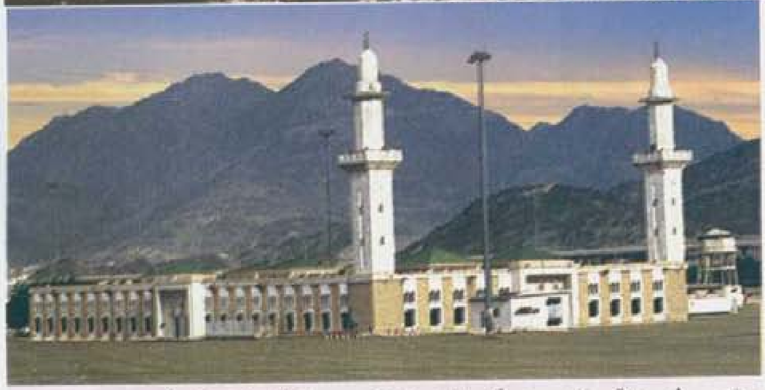
خون یا مال کا ہر وہ دعویٰ جس کے لوگ مدعی ہیں وہ میرے قدموں تلے ہے مگر بیت اللہ کی نگرانی اور حاجیوں کو پانی پلانے کی خدمت بدستور رہے گی۔

قیامت کے روز ایسا نہ ہو کہ تم دنیا کے بوجھ اپنی گردنوں پر اٹھائے ہوئے آؤ اور دوسرے لوگ آخرت کا سامان لے آئیں۔ اگر ایسا ہوا تو میں تمہیں اللہ کے عذاب سے نہ بچا سکوں گا۔ خبردار! زمانہ جاہلیت کی تمام رسمیں میرے قدموں کے نیچے دی گئی ہیں۔ زمانہ جاہلیت کے تمام خون معاف ہیں، جاہلیت کا سود معاف ہے۔

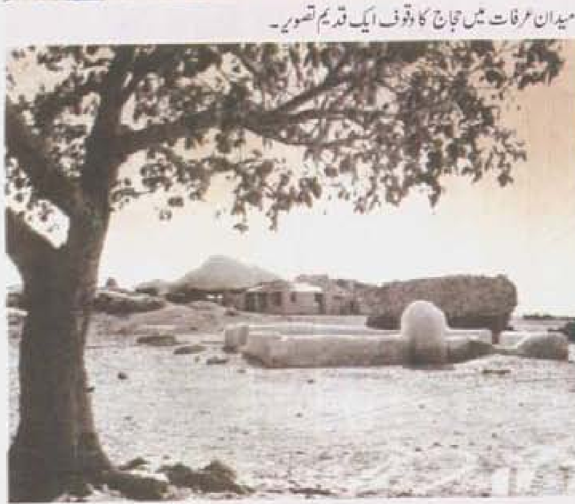


میدان عرفات میں حجاج کا وقوف ایک قدیم تصویر۔





عرفات سے غروب آفتاب کے بعد روانہ ہو کر مزدلفہ میں حجاج مغرب اور عشاء کی نماز ایک ساتھ ادا کرتے ہیں۔
قرآن مجید میں مزدلفہ کو ''مشعر الحرام'' کہا گیا ہے۔ یہاں رات بھر جاگ کر عبادت ہزاروں رحمتیں اور برکتیں کی حامل ہے کیونکہ یہ قبولیت دعا کا مقام ہے۔ اس جگہ آسمان تلے رات گزارنا واجب ہے۔
ع اے فلک دیکھ زمین پر بھی ستارے اترے
نماز فجر کے بعد سورج نکلتے نکلتے حجاج منیٰ روانہ ہو جاتے ہیں یہیں سے تینوں شیطانوں کو مارنے کے لیے کنکریاں جمع کی جاتی ہیں۔ قدیم اور جدید مساجد کی تعمیر دیکھی جاسکتی ہے۔



میدان عرفات میں وہ مقدس مقام جہاں حجۃ الوداع میں رسول اللہ ﷺ نے نمازیں ادا فرمائیں۔

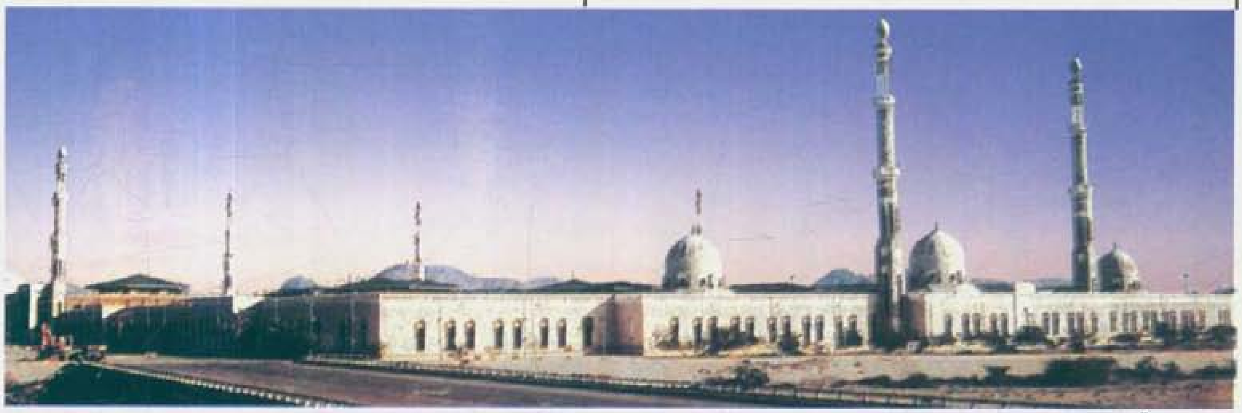


جدہ سے مکہ معظمہ کو جاتے ہوئے اس رحل نما خوبصورت یادگار سے حدود حرم کا آغاز ہوتا ہے۔ اس سے آگے غیر مسلموں کا جانا ممنوع ہے۔

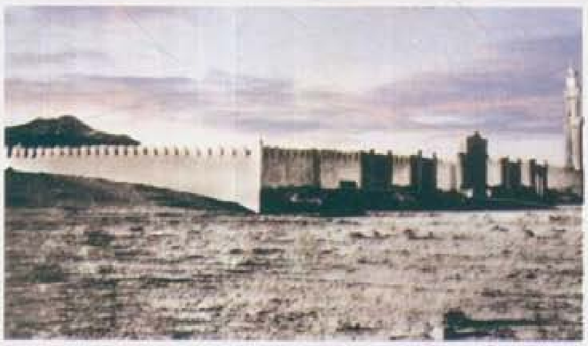
جس قوم نے اس زندہ حقیقت کو نہ پایا

اقبال

اے لوگو! تمہاری عورتوں پر تمہارے کچھ حقوق ہیں اور اسی طرح تم پر تمہاری عورتوں کے۔ عورتوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے



مسجد نمرہ جدید تعمیر۔



مسجد نمرہ قدیم تعمیر۔

کے ہمیشہ پابند رہو کیونکہ وہ تمہاری نگرانی میں ہیں، اللہ کی یہ امانت، اللہ کے کلمات کے ذریعہ تم نے حلال کی ہے۔

اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے ہر حق دار کو اس کا حق دے دیا ہے، کسی وارث کے حق میں کوئی وصیت جائز نہیں۔ قرض ادا کیا جائے گا، عاریت واپس ہوگی۔ ضامن تاوان کا ذمہ دار ہوگا، جرم کرنے والا



میدان عرفات: جہاں ''وقوف عرفات'' ادا کیا جاتا ہے۔ ۹ ذی الحجہ کے دن یہاں حجاج کرام زوال سے مغرب تک قیام کرتے ہیں۔ یہاں کے گرم موسم کو معتدل بنانے کے لیے ہزاروں کی تعداد میں نیم کے درخت لگا دیے گئے ہیں اس کے ساتھ ساتھ فوارے بھی نصب کیے گئے ہیں جن سے رم جھم پھوٹتی پانی کی پھوار سخت گرمی کو حد اعتدال میں لے آتی ہے۔

کھیتی تری الفت کی تاحشر ہری نکلی (اعظم علی شائق) جو شاخ شجر پھوٹی پھولوں سے بھری نکلی

جس ساز کے نغموں سے حرارت تھی دلوں میں
اقبال



مسجد نمرہ جدید ترین تعمیر کا فضائی منظر۔ حج کا اہم ترین رکن "وقوف عرفات" ہے۔ مسجد نمرہ میں امام خطبہ اور جدا جدا اقامت سے ظہر اور عصر کی نمازیں اکٹھی ادا کرتا ہے۔ یہ بہت بڑی مسجد ہے اس کا کچھ حصہ حد سے باہر ہے وہاں واضح طور پر لکھا ہوا ہے کہ اس حصہ میں وقوف جائز نہیں۔

اپنے جرم کا ذمہ دار ہے۔ ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے۔ تمہارے غلام ...... جو خود کھاؤ انہیں بھی کھلاؤ جو خود پہنو انہیں بھی پہناؤ۔

خبردار! میرے بعد گمراہ نہ ہو جانا کہ ایک دوسرے کی گردن مارنے لگو۔ سیاہ فام حبشی غلام بھی تمہارا امیر بنا دیا جائے اور وہ کتاب اللہ کے مطابق کام کرے تو اس کی اطاعت لازم ہے، میں تم میں ایک نعمت چھوڑے جا رہا ہوں اگر تم اسے مضبوطی سے تھامے رہو گے تو کبھی گمراہ نہ ہو گے وہ نعمت قرآن مجید اور میری سنت ہے۔ دین میں غلو سے بچو کہ تم سے پہلی امتیں اس کے سبب برباد ہو گئیں۔

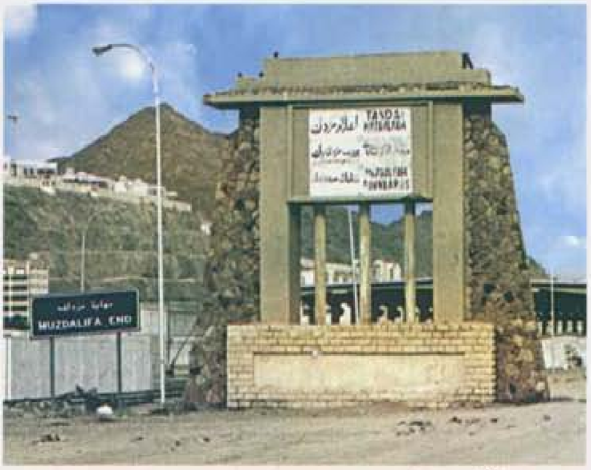
خبردار! اپنے رب کی عبادت کرتے رہو۔ سنو! جو لوگ موجود ہیں انہیں چاہئے کہ یہ احکام ان کو بتا دیں جو یہاں نہیں ہیں، ہو سکتا ہے کہ وہ تم سے زیادہ محفوظ رکھنے والے ہوں۔

اے لوگو! آج کون سا دن ہے؟ لوگ خاموش رہے۔ فرمایا کیا آج یوم نحر (قربانی کا دن) نہیں؟ سب نے کہا بے شک ہے۔ پوچھا یہ کون سا مہینہ ہے؟ کوئی جواب نہ ملا تو فرمایا کیا یہ مہینہ ذی الحجہ کا نہیں؟ جواب آیا ہاں ہے۔ دریافت فرمایا...... یہ کون سا شہر ہے؟



مزدلفہ میں حجاج کے قیام کی ایک قدیم تصویر۔

بازو ترا توحید کی قوّت سے قوی ہے
اقبال



حدود مزدلفہ کے ختم ہونے کا نشان۔



سعی جہاں حضرت ہاجرہ علیہا السلام کی سنت تازہ کی جارہی ہے۔





منیٰ میں قدیم مسجد خیف کی تصویر۔

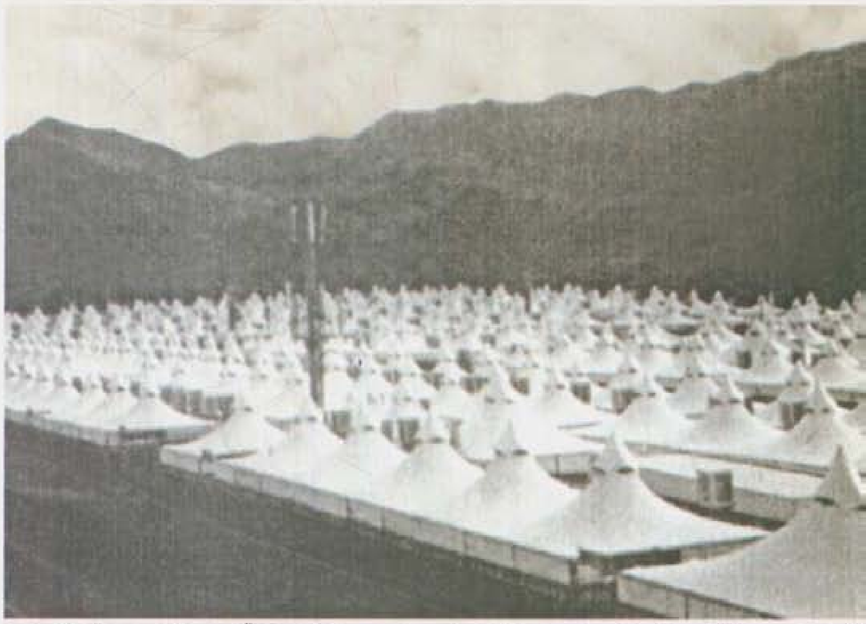
جواب آیا اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ارشاد ہوا...... کیا یہ بلد الحرام (حرمت والا شہر) نہیں ہے؟ جواب ملا بے شک ہے۔

جب دن، مہینہ اور شہر کی حرمت ہر ذہن میں بیٹھ گئی تو فرمایا بے شک تمہارا خون، مال، آبرو ایک دوسرے پر تا قیامت اسی طرح محترم ہیں جس طرح کہ یہ دن، مہینہ اور یہ شہر۔

سنو! تم سے اللہ کے ہاں میری نسبت پوچھا جائے گا تو تم کیا کہو گے؟ ہر طرف سے صدا آئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا فرض



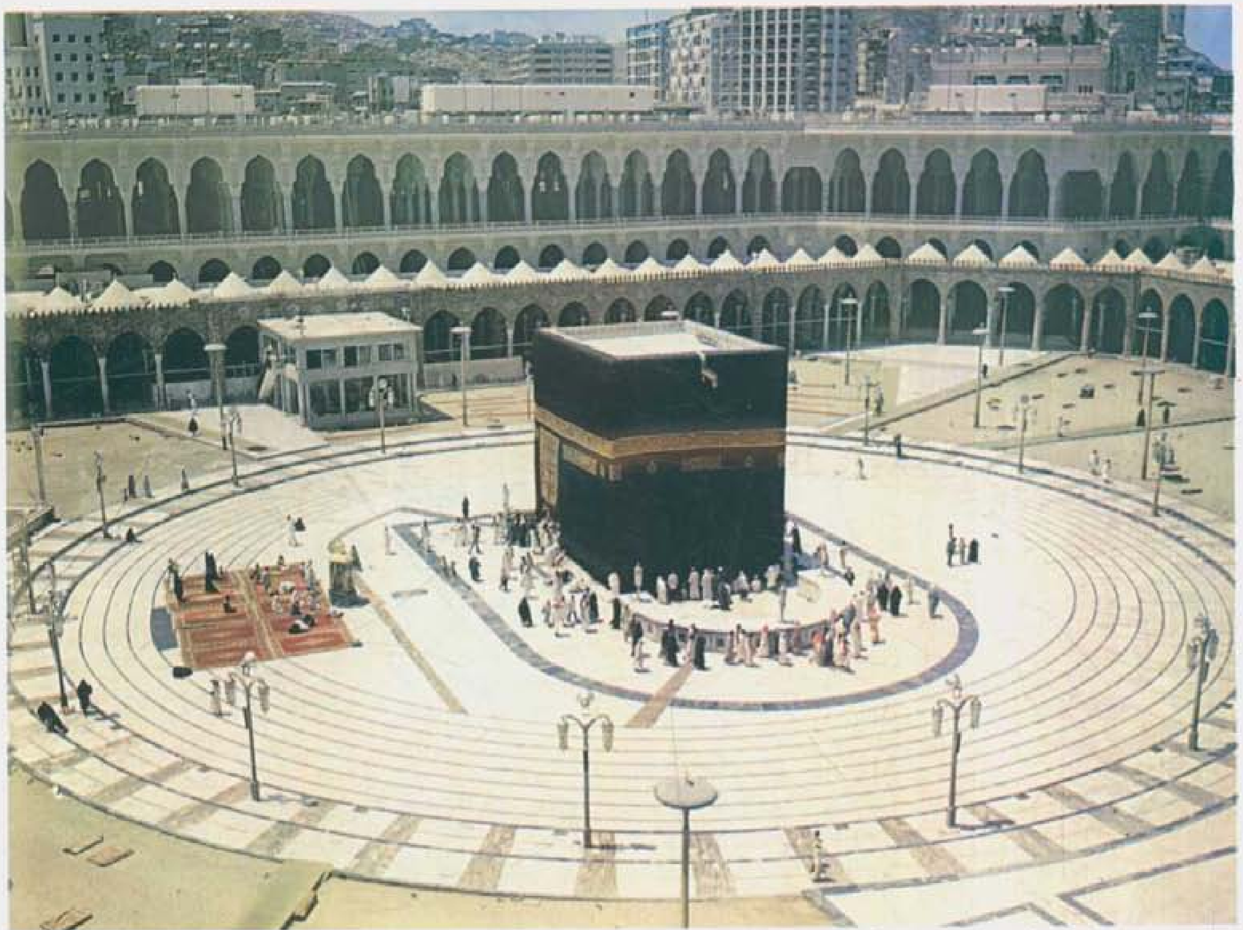
مسجد خیف جدید تعمیر۔



منیٰ میں فائر پروف (آگ سے محفوظ) خیمے۔ تین سال پہلے آگ لگنے سے ہزاروں جانیں تلف ہوگئی تھیں۔ سعودی حکومت نے زر کثیر صرف کرکے آگ سے محفوظ خیموں کا انتظام کیا ہے۔

وہ پرچم احسان جو زمانے پہ کھلا ہے (سید آل رضا) رحمت کا وہ بادل جو برسنے پر تلا ہے

سروری زیبا فقط اس ذاتِ بے ہمتا کو ہے
اقبال



اک اشک نے کیا منظر شاداب دکھایا (حافظ لدھیانوی) تاباں ہواں نظروں میں حرم اور زیادہ

پورا کردیا۔ شہادت کی انگلی آسمان کی طرف اٹھائی اور پھر لوگوں کی طرف جھکا کر تین بار فرمایا...... اے اللہ! تو بھی گواہ رہیو۔ (۵) عین اس وقت سورۂ مائدہ کی تیسری آیت نازل ہوئی ''آج ہم نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کردیا اور اپنی نعمتیں تم پر پوری کردیں اور تمہارے لئے اسلام کو دین پسند کیا۔'' (۶)

خطبہ کے بعد حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اذان دینے کا حکم ہوا۔ جمعہ کا دن تھا مگر مسافر ہونے کی وجہ سے ظہر قصر کر کے پڑھی۔ اقامت کے بعد عصر (قصر) ادا کی۔ عرفہ کا یہ دن تمام ہوا۔ ارشاد ہوا کہ حج عرفات کے قیام کا نام ہے۔ جو شخص طلوع فجر سے قبل مزدلفہ پہنچ گیا وہ حج پا گیا۔ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو اپنے پیچھے سوار کرلیا

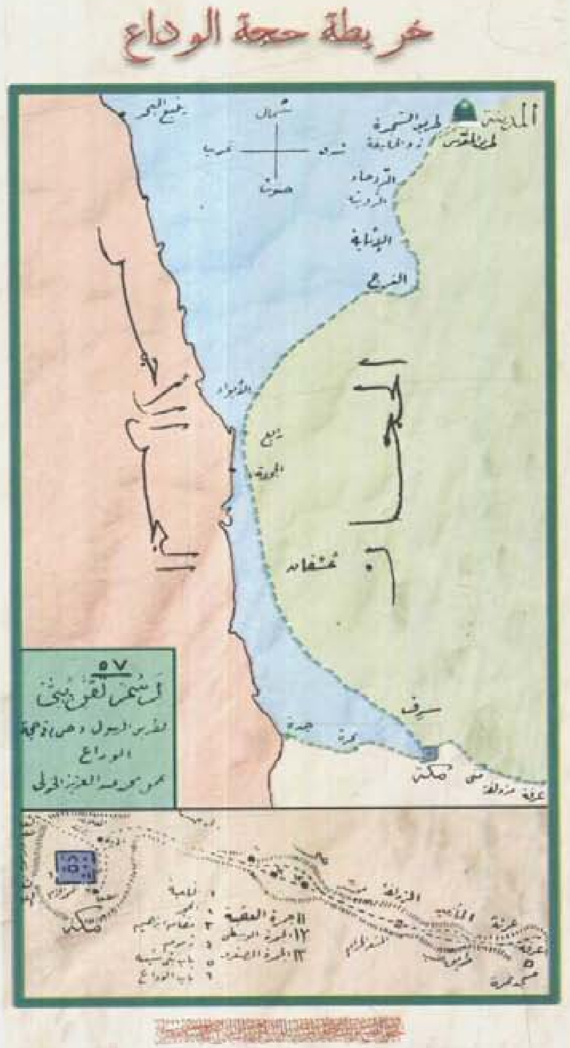


منیٰ میں بڑے شیطان کو کنکریاں ماری جارہی ہیں۔

رخشندہ ترے حسن سے رخسارِ یقیں ہے (صوفی تبسم) تابندہ ترے عشق سے ایماں کی جبیں ہے

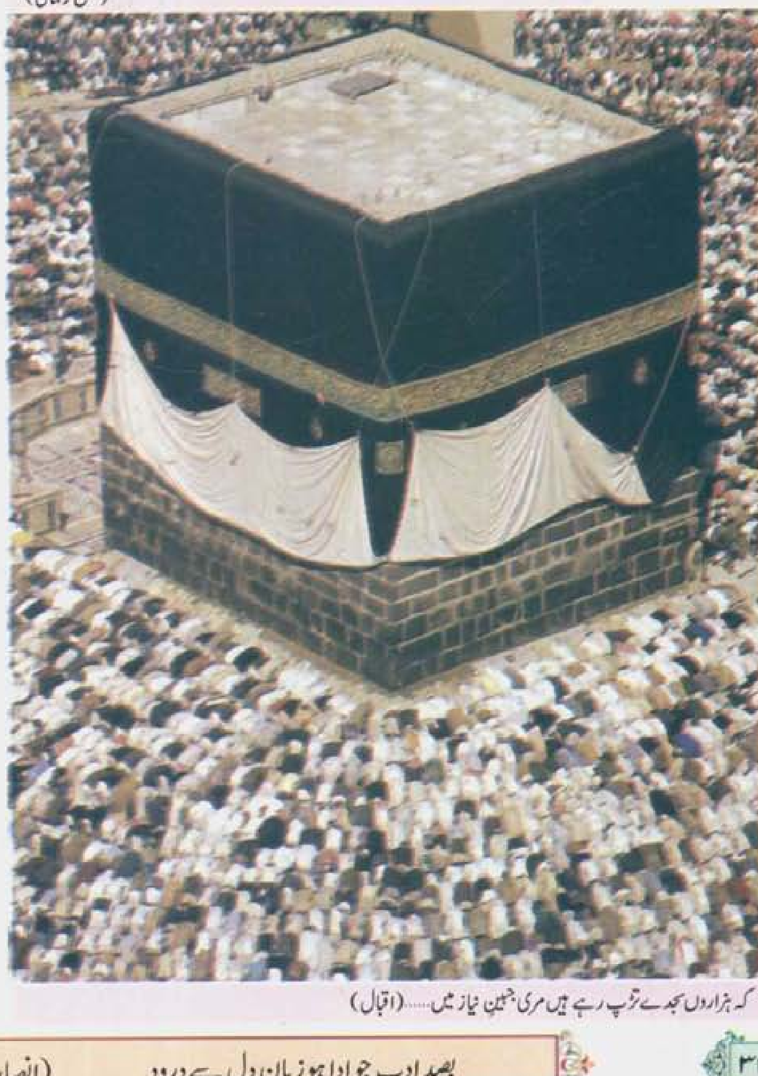
جو مثالِ شمع روشن محفلِ قدرت میں ہے

اقبال





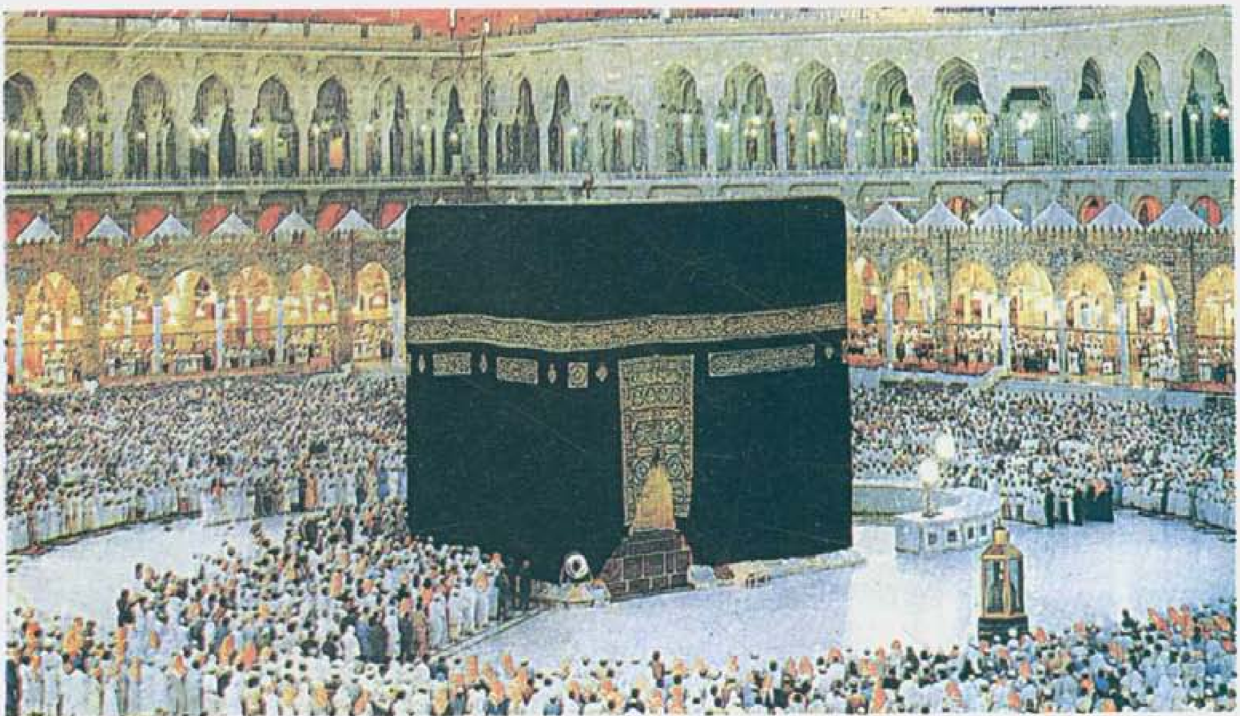
کعبے کی رونق کعبے کا منظر اللہ اکبر اللہ اکبر......دیکھوں تو دیکھے ہی جاؤں برابر، اللہ اکبر اللہ اکبر
(صبیح رحمانی)



کہ ہزاروں سجدے تڑپ رہے ہیں مری جبینِ نیاز میں......(اقبال)

اور مزدلفہ کی راہ پر گامزن ہوئے۔ مزدلفہ پہنچ کر ایک اذان اور ایک اقامت کے ساتھ مغرب اور عشاء کی نماز جمع کر کے عشاء کے وقت ادا فرمائی۔ ۱۰رذی الحجہ کی رات مزدلفہ میں گزاری۔ نماز فجر کے بعد قصواء پر سوار ہوکر مشعر الحرام (مزدلفہ میں ایک ٹیلہ) آئے اور خوب روشنی پھیلنے تک تکبیر وتہلیل میں مصروف رہے۔ طلوع آفتاب کے بعد منیٰ روانہ ہوئے۔ بطن محسر میں رمی جمار کے لئے کنکر جمع کرنے کا حکم ہوا۔ یہ اصحاب فیل پر غضب کی جگہ ہے یہاں سے تیزی سے گزر گئے۔ جمرہ کبریٰ پر کنکریاں ماریں، پھر منیٰ میں منحر (قربان گاہ) گئے۔ اپنے دست مبارک سے سات اونٹ نحر فرمائے پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ مزید ۵۶ جملہ ۶۳ اونٹ نحر فرمائے جو عمر شریف کے برابر ہوتے ہیں۔(۷) اس کے بعد حلق (سر منڈوانا) کروایا۔ بال اور

مسلماں سے حدیثِ سوز و سازِ زندگی کہہ دے
اقبال



مسجد حرام میں فرض نماز ادا ہو رہی ہے۔ مقام ابراہیم امام کا مصلی ہے۔ دیدۂ حجر اسود گواہ ہے۔ ~ ہر آن نئی شان و فراوانی جلوہ (ع۔س۔مسلم) ہر سمت تری سمت، ادھر بھی تو اُدھر بھی۔

ناخن صحابہ نے برکت کے لئے حاصل کر لئے۔(۸)

زوال آفتاب کے بعد طواف افاضہ کے لئے مکہ مکرمہ روانہ ہوئے۔ قصواء پر بیٹھے بیٹھے طواف کیا۔ حجر اسود کو بوسہ دیا، چاہِ زمزم سے پانی نوش فرمایا، منیٰ واپس ہوئے۔ ۱۱/ اور ۱۲/ ذی الحجہ کو تینوں جمروں پر کنکریاں ماریں۔ ایام تشریق ہی میں سورۂ نصر کا نزول ہوا۔(۹) دوسرے دن مکہ جا کر ابطح (شعب بنی ہاشم) میں قیام فرمایا۔ سحری کے وقت طواف وداع کے لئے مسجد حرام گئے۔ طواف کے بعد ملتزم پر وقوف فرمایا۔ چاہِ زمزم پر خود ڈول کھینچا اور قبلہ رو ہو کر پانی نوش فرمایا۔ ۱۴/ ذی الحجہ بروز بدھ سورج نکلنے کے بعد تمام اصحاب کے ساتھ روانہ ہوئے اور ذی طویٰ میں رات گزاری۔ صبح مدینہ منورہ کی راہ پر گامزن ہوئے۔ ع ورق تمام ہوا اور مدح باقی ہے۔



کعبہ کے دروازے کا صدیوں پرانا ہاتھ سے بنا ہوا پردہ۔ توپ قاپی میوزیم (استنبول) کے زائرین کی چشم یقیں کو نور ایمان سے منور کرتا ہے۔ ع میری آنکھوں کا نور ہے تو



جبل رحمت پر حجاج ہمہ تن مصروف دعا ہیں۔
چھائی ہے تجھ پر رحمت ہماری...... لے، چاہے جتنا، پھر مانگ، پھر مانگ (امجد حیدر آبادی)



مسجد خیف کی پرانی تصویر۔



تعمیر قریش کے موقع پر ۳۵ سال کی عمر میں محمد بن عبداللہ (ﷺ) نے حجرِ اسود اپنے دست مبارک سے نصب فرمایا تھا۔ حجۃ الوداع کے موقع پر آپ ﷺ نے اسے الوداعی بوسہ دیا۔



حجۃ الوداع کے موقع پر رسول اللہ ﷺ نے طواف بیت اللہ کے بعد مقام ابراہیم پر نفل دوگانہ ادا فرمایا۔



وفود جو ۹ ہجری (عام الوفود) میں بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے۔

ہر راستہ مدینے کو...... ''ہم آئے یہاں تمہارے لیے''

قریش کی اطاعت حق و باطل کی کسوٹی بن گئی۔ اس سے زیادہ اہم سیاسی فتح غزوۂ تبوک میں رومیوں کا مقابلہ سے گریز تھا۔ قبائل عرب تذبذب سے نکل کر قبول اسلام یا مدینہ سے مصالحت کے فیصلہ کن مرحلے پر پہنچ گئے۔ ہر قبیلہ اپنے وفد کے ساتھ مدینہ پہنچنے لگا۔ یہ سلسلہ ۸ ہجری سے ۱۰ ہجری کے ختم تک چلتا رہا۔ ۹ ہجری عام الوفود (وفود کا سال) کہلایا۔ زیادہ سے زیادہ ۱۰۹ وفود کا شمار کیا گیا ہے۔ مسجد نبوی میں آج بھی وہ مقام جہاں وفود سے ملاقات ہوتی ''اسطوانہ الوفود'' کہلاتا ہے۔ اس موقع پر رسول اللہ ﷺ بہترین لباس زیب تن فرماتے۔ اصحاب کو بھی یہی حکم تھا۔ وفد کی ضیافت کی جاتی اور رخصت کے وقت تحائف اور انعام و اکرام سے سرفراز کیا جاتا۔ وفد میں کم سے کم دو اور زیادہ سے زیادہ چار سو افراد شمار کیے گئے ہیں۔

تُو اے مُسافرِ شب خود چراغ بن اپنا
اقبال

وجود پاک تھا جس کا پیمبری کے لیے (ثاقب زمردی) وہ اک چراغ تھا دنیا کی روشنی کے لیے

اپنے سکّانِ کُہن کی خاک کا دِلدادہ ہے

اقبال

جنّت البقیع

القرآن: يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ فِي الْاٰخِرَةِ ۚ وَ يُضِلُّ اللّٰهُ الظّٰلِمِيْنَ ۙۗ وَ يَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ ۟ؑ ﴿۲۷﴾

ترجمہ: اللہ مومنوں (کے دلوں) کو (صحیح اور) پکی بات سے دنیا کی زندگی میں بھی مضبوط رکھتا ہے اور آخرت میں بھی (رکھے گا) اللہ بے انصافوں کو گمراہ کر دیتا ہے اور اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ (سورۂ ابراہیم، آیت ۲۷)

الحدیث: جس کو ایسا موقع ہاتھ آئے کہ اس کی موت مدینہ میں ہو جائے تو اس کو یہ موقعہ حاصل کرنا چاہیے اس لیے کہ جو مدینہ میں مرے گا میں اس کے لیے شفاعت کروں گا۔ (جامع ترمذی۔ کتاب المناقب، باب فضل المدینہ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ ہجرت کرنے کے بعد صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی تدفین کے لئے جگہ کی تلاش میں تھے کہ حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ نے انتقال کیا۔ ارشاد ہوا اللہ تعالیٰ نے انہیں بقیع الغرقد میں دفن کرنے کا حکم دیا ہے۔ اس جگہ بہت سے غرقد کے درخت اگے ہوئے تھے۔ اسی لئے بقیع غرقد کہلاتا تھا۔ (۱) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان درختوں کو کاٹ کر زمین صاف کرنے کا حکم دیا۔ اس وقت یہاں ایک چشمہ بھی تھا۔

حضرت عثمان بن مظعونؓ کے انتقال کی اطلاع ملی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے گھر تشریف لے گئے۔ ان کی پیشانی پر بوسہ دیا اور فرمایا عثمان ہمارے کیا ہی عمدہ مقدمۃ الجیش (پیش رو) ہیں جب وہ دفن کر دیئے گئے تو فرمایا کوئی پتھر اٹھالاؤ تاکہ اپنے بھائی کی قبر پر



یہ غرقد کا درخت ہے۔ جنت البقیع میں ایسے بہت درخت اُگے ہوئے تھے۔ اسی لیے بقیع غرقد کہلاتا تھا۔

ماخذ اور حوالے

(۱) اردو دائرۂ معارف اسلامیہ جلد ۴، ص ۷۰۰
(۲) اسد الغابہ (اردو) جلد ۲، ص ۲۳۲
(۳) ایضاً جلد ۱، ص ۵۰/۵۱
(۴) سیر انصار حصہ اوّل، ص ۲۵۴، سعید انصاری
(۵) راحت القلوب، جذب القلوب دیار المحبوب (تاریخ مدینہ) ص ۱۷۴، شیخ عبدالحق محدث دہلوی
(۶) ایضاً ۴-۱۷۵

خدا جانے کہ اس پستی میں کیا شانِ بلندی ہے؟ عدم کو جانے والے، جاتے ہیں زیرِ زمیں ہو کر (عاصی رضوی)

قبر کی ظلمت میں ہے ان آفتابوں کی چمک

اقبالؒ

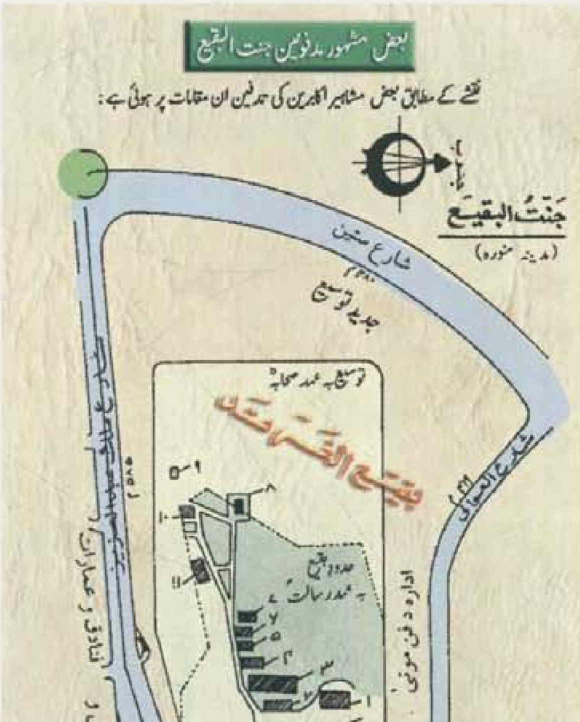


ایک صدی پہلے کی تصویر (۱۹۰۷ء)۔ ترکوں نے قبرستانِ بقیع میں اہلِ بیت نبیؐ اور حضرت عثمانؓ بن عفان کی قبور پر خوبصورت مقبرے بنائے تھے۔ جو اس تصویر میں دیکھے جاسکتے ہیں۔ ۱۹۲۵ء کے بعد ملک عبدالعزیز آل سعود نے اسے شرعی اعتبار سے ناجائز قرار دے کر مسمار کردیا۔ ؎ زیرِ زمیں سے آتا ہے جو پھول سر بکف

بطور یادگار لگادیں۔ ارشاد ہوا میں اپنے اہل بیت کو ان کے قریب دفن کروں گا۔(۲)

۲ ہجری میں حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا (زوجہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ) انتقال کر گئیں تو انہیں حضرت عثمانؓ بن مظعون کے قریب سپردِ خاک کیا گیا۔

حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے حضرت ابراہیمؓ نے زمانہ شیرخوارگی میں ۱۰ ہجری میں وفات پائی تو حضرت عثمانؓ بن مظعون کے پہلو میں دفن فرمایا۔ پہلی بار قبر پر پانی کا چھڑکاؤ کیا گیا۔(۳) ابھی مسجد نبوی کی تعمیر ہورہی تھی کہ نقیب النقباء حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ کا پیام اجل آ گیا۔ انصار کا دعویٰ ہے کہ مسلمانوں میں وہ پہلے ہیں جنہیں



(۱) فاطمہؓ بنت محمدؐ، عباسؓ بن عبدالمطلب، حسنؓ بن علیؓ، زین العابدینؒ، باقرؒ بن زین العابدینؒ، جعفر صادقؒ

(۲) رقیہؓ بنت محمدؐ، زینبؓ بنت محمدؐ، ام کلثومؓ بنت محمد ﷺ

(۳) ازواج مطہرات: زینبؓ بنت خزیمہ، سودہؓ، زینبؓ بنت جحشؓ، ام حبیبہؓ، حفصہؓ، صفیہؓ، جویریہؓ، عائشہؓ، ام سلمہؓ

(۴) عقیلؓ بن ابی طالب، عبداللہؓ بن جعفر طیارؓ

(۵) نافعؒ (شیخ القرا)، امام مالکؒ بن انس

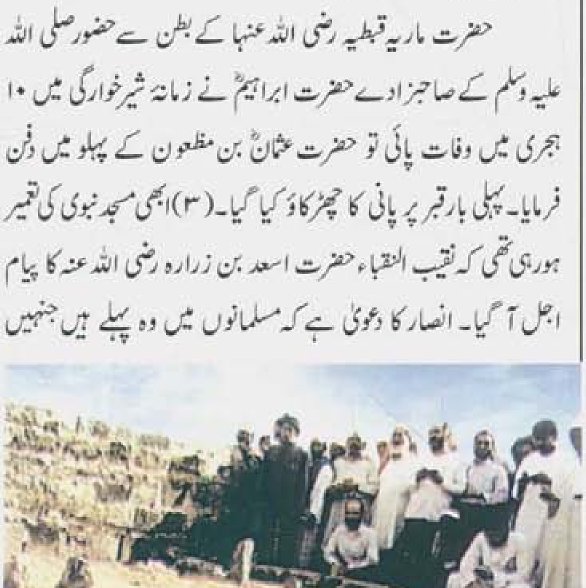
(۶) ابراہیمؓ بن محمد ﷺ، عبداللہؓ بن مسعود، عبدالرحمٰنؓ بن عوف، فاطمہؓ بن اسد (والدہ علیؓ)

(۷) اسعدؓ بن زرارہ، عثمانؓ بن مظعون، سعدؓ بن معاذ، سعدؓ بن وقاص، خنیسؓ بن حذافہ

(۸) عثمانؓ بن عفان

(۹) ابوسعید خدریؓ

جنت البقیع کا وضاحتی خاکہ۔



خاتون جنت حضرت فاطمہ الزہراؓ کی قبر کا موجودہ منظر۔

انوار سے مہکتی زمیں جنت البقیع (حفیظ تائب) جس کی کوئی نظیر نہیں جنت البقیع

اصلِ کشاکشِ من و تو ہے یہ آگہی
اقبالؔ



جنت البقیع ۱۹۰۷ء میں گنج ہائے گرانمایہ مٹی کی ڈھیریوں میں بے نام ونشان ہیں۔ قبرستان کا موجودہ رقبہ ۱۷۴،۹۶۲ مربع میٹر ہے۔ ۱۹۷۰ء میں اس کی احاطہ بندی کی گئی اور درمیان میں راستے بنادیے گئے۔ دیواروں کی بلندی ۴ میٹر اور لمبائی ۱۷۲۴ میٹر ہے۔ ''زمین کھا گئی آسماں کیسے کیسے''!

بقیع میں دفن کیا گیا۔ ہوسکتا ہے کہ وہ پہلے انصاری ہوں۔(۴)

حضرت مصعب بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بقیع کی راہ ایک یہودی ابن راس جالوت کے ہمراہ مدینہ آرہے تھے، جب وہ دونوں قبرستان بقیع کے پاس سے گزرے تو وہ بے اختیار پکار اٹھا ''یہی ہے، یہی ہے۔'' حضرت مصعب رضی اللہ عنہ نے پوچھا تو کیا اور کس چیز کے بارے میں کہہ رہا ہے؟ اس نے بقیع کی طرف اشارہ کرکے کہا کہ خدا کی قسم تورات میں اس قبرستان کا ذکر ہے۔ وہ اس طرح کے ایک قبرستان کھجوروں کے درختوں سے گھرا ہوگا۔ قیامت کے دن ستر ہزار آدمی جن کے چہرے چودھویں کے چاند کی طرح روشن ہوں گے اس میں سے اٹھیں گے۔ بے شک وہ یہی ہے، یہی ہے۔(۵)

حدیث میں ہے کہ جو شخص مدینہ میں مرے اور بقیع میں دفن کیا جائے تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے ممتاز ہوگا۔ یہ بھی ارشاد نبوی ہے کہ سب سے پہلے میرے لئے زمین شق ہوگی، پھر ابوبکر



حضرت عباسؓ بن عبدالمطلب اور ان کے قریب حضرت حسنؓ، حضرت زین العابدینؒ، حضرت محمد باقرؒ اور حضرت جعفر صادقؒ کی قبور۔

ع دفن ہوگا نہ کہیں ایسا خزانہ ہرگز۔ (حالی)

وہ صورتیں الٰہی کس ملک بستیاں ہیں
اب دیکھنے کو جن کے آنکھیں ترستیاں ہیں (مرزا رفیع سوداؔ)

اضطرابِ دل کا ساماں یاں کی ہست و بُود ہے
اقبال





حضرت عثمانؓ بن عفان شہید ہوئے تو ''حش (باغ) کوکب میں دفن کیے گئے جو بقیع سے متصل تھا۔ حضرت امیر معاویہؓ کے عہد میں یہ قبرستان میں شامل کرلیا گیا۔ اس کے بعد کی توسیعات میں اب حضرت عثمانؓ کی قبر جنت البقیع کے وسط میں آ گئی۔

کے لئے، پھر عمر کے لئے۔ تینوں بقیع والوں کے پاس جائیں گے ان کو قبروں سے اٹھایا جائے گا پھر مکے والے اٹھیں گے۔(٦)

قبرستان بقیع کے چپے چپے میں ایسے ایسے خزانے دفن ہیں جن کا شمار مشکل ہے۔ ان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات، صاحبزادیاں، پھوپھی صفیہ، والدۂ علیؓ، چچا عباس، عثمان بن عفان، عبدالرحمٰن بن عوف، سعد بن ابی وقاص، عبداللہ ابن مسعود، سعد بن معاذ، ابوسعید خدری، حسن بن علی اور بے شمار صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین، تابعین، ان کے بعد کے شہداء، صلحاء، علماء، ائمہ وغیرہ یہاں

مسجد نبوی میں نماز جنازہ ادا کرنے کے لیے میت اس دروازے سے لائی جاتی ہے۔

مدفون ہیں۔ ترکوں کے دورِ حکمرانی میں ان کی قبروں پر قبہ، تعویذ، لوح مزار اور نشان قبر تھے، اب مزار بے نشان ہوگئے ہیں۔ مٹی کے ڈھیر بھی نہیں بلکہ زمین پر مٹے نشان رہ گئے ہیں۔ پوچھیں تو کس سے پوچھیں۔

تو نے وہ گنج ہائے گراں مایہ کیا کیے؟



مدینہ طیبہؐ کا نیا ماسٹر پلان۔

مقام بندۂ مؤمن کا ہے ورائے سپہر
اقبال

رفیقِ اعلیٰ کی جانب سفر



حجۃ الوداع کے خطبہ میں ارشاد ہوا کہ میں تمہارے درمیان دو چیزیں چھوڑے جارہا ہوں اگر انہیں مضبوطی سے پکڑے رہے تو کبھی گمراہ نہ ہوگے۔ ۱۔ کتاب اللہ ۲۔ میری سنت ...... قرآن مجید کا یہ وہ نسخہ ہے جو امیر المومنین حضرت عثمانؓ بن عفان بوقت شہادت تلاوت فرما رہے تھے۔ ان کے خون کے دھبے توپ قاپی میوزیم کے اس نسخہ میں آج بھی صاف طور پر دکھائی دے رہے ہیں۔ ؏ شہادت بر وجود خود بخون دوستاں خواہی

القرآن: اِنَّکَ مَیِّتٌ وَّ اِنَّھُمْ مَّیِّتُوْنَ ﴿۳۰﴾

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ؕ اَفَاۡئِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰۤى اَعْقَابِكُمْ ؕ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْـــًٔا ؕ وَسَيَجْزِى اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ ﴿۱۴۴﴾

ترجمہ: آپؐ کو بھی موت آئے گی اور ان کو بھی۔ (سورۂ زمر، آیت ۳۰)

اور محمد تو صرف رسول ہیں۔ ان سے پہلے بھی بہت سے رسول ہوگزرے ہیں۔ بھلا اگر یہ مرجائیں یا مارے جائیں تو تم الٹے پاؤں پھر جاؤ گے؟ اور جو الٹے پاؤں پھر جائے گا تو اللہ کا کچھ نقصان نہیں کر سکے گا اور شکر گزاروں کو ثواب دے گا۔

(سورۂ آل عمران، آیت ۱۴۴)

الحدیث: اے اللہ! بلند مرتبہ رفیقوں میں رکھنا۔ (صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب ۵۵۱)

ماخذ اور حوالے

(۱) سورۂ مائدہ، آیت ۳
(۲) تنبیہ والاشراف ص ۱۱۳ مسعودی (اردو)
(۳) اصح السیر : ص ۵۵۳ عبدالرؤف داناپوری
(۴) الوفاء باحوال المصطفیٰ ص ۷۸۴ ابن جوزی (اردو)
(۵) صحیح بخاری جلد دوم ص ۱۳۰ حدیث ۱۵۵۷
(۶) سیرت رسول کریمؐ ص ۵۲۰ ابن اثیر ،مقصود علی خیرآبادی
(۷) صحیح بخاری جلد سوم ص ۸۴۲ حدیث ۲۲۲۱
(۸) سیرت رسول کریمؐ ص ۵۲۶ ابن اثیر (اردو)
(۹) طبقات ابن سعد حصہ اول (اخبار النبیؐ) ص ۴۷۴
(۱۰) شمائل ترمذی ص ۴۸۳ (اردو)
(۱۱) صحیح بخاری جلد دوم حدیث ۱۵۷۰ ص ۷۰۱
(۱۲) صحیح بخاری جلد دوم حدیث ۱۵۸۱ ص ۷۰۶
(۱۳) رحمۃ للعالمین جلد اول ص ۲۵۱ سلمان منصور پوری



صدیقؓ کے لئے ہے خدا کا رسول ﷺ بس
اقبال

مواجہ شریف میں سنہری جالیوں میں بڑے دائرے کے سامنے کھڑے ہوں تو رسول اللہ ؐ کی قبر مبارک سے چند گز کا فاصلہ ہوتا ہے۔ جالیوں کے اندر حضرت حفصہؓ کے حجرے کا کچھ حصہ پھر دونوں حجروں کے درمیان گز بھر چوڑی گلی۔ اس کے بعد حضرت عائشہؓ کا حجرہ جس میں پہلی قبر مبارک رسول اللہ ؐ کی ہے۔ آپ کا سر اقدس مغرب یعنی مسجد کی طرف، پاؤں مبارک مشرق یعنی جنت البقیع کی سمت اور چہرۂ انور کا رُخ قبلہ یعنی جنوب کی جانب ہے۔ اس سے پیچھے شمال کی طرف حضرت ابوبکر صدیقؓ اور اس سے کچھ نیچے حضرت عمرؓ کی قبریں ہیں۔ سینۂ اقدسؐ کے سامنے حضرت ابوبکر صدیقؓ کا سر اور ان کے سینہ کے برابر حضرت عمرؓ کا سر ہے۔ یہ مبارک قبور تقریباً مربع شکل کی ایک مہر بند چار دیواری میں ہیں جو حضرت عائشہؓ کا حجرہ تھا۔ ۹۱ھ/ ۷۱۰ء میں اموی خلیفہ ولید بن عبدالملک کے حکم سے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے مسجد میں توسیع کی غرض سے حضرت عائشہؓ کے حجرے کے سوا تمام ازواج مطہرات کے حجرے منہدم کر کے مسجد میں شامل کر لیے گئے۔ حجرۂ عائشہؓ نہ صرف برقرار رکھا بلکہ اطراف کی چار دیواری دوبارہ بنوائی گئی۔ اس میں کعبہ کی دیواروں کی طرح سیاہ پتھر لگایا گیا۔ مزید حفاظت کی خاطر اس چار دیواری کے گرد تقریباً ساڑھے سات گز اونچی پانچ کونی دیوار تعمیر کی گئی۔ مقصد یہ تھا کہ طرزِ تعمیر بیت اللہ سے مختلف ہو جائے۔ مواجہ شریف کی سنہری جالیوں سے دیکھنے کا موقع ملے تو حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی تعمیر کردہ پنج کونی دیوار کا جنوبی حصہ نظر آئے گا جو خط مستقیم میں ہے۔ اس پر سبز غلاف چڑھا ہوا ہے جو عربی تحریروں سے مزین ہے۔ ریاض الجنۃ (مغرب میں) کے ساتھ سبز جالیوں میں تین ستون "اسطوانۃ السریر"، "اسطوانۃ الحرس" اور "اسطوانۃ الوفود" آدھے مقصورہ شریف کے اندر اور آدھے جالیوں سے باہر ہیں۔

۵۵۷ھ/ ۱۱۶۲ء کو دو مراکش کے عیسائیوں نے ایک سرنگ کھود کر جسدِ اقدس کو چرانے کی ناپاک سازش کی تھی۔ رسول اللہ ؐ نے خواب میں شام کے سلطان نورالدین زنگی کو ان آدمیوں کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ مجھے ان کے شر سے بچاؤ۔ سلطان فوراً مدینہ پہنچا اور سازش کا پتہ لگا کر انہیں قتل کیا۔ آئندہ ایسی کوشش کی تدارک کے لیے روضۂ مبارک کے گرد ایک گہری خندق کھود کر اسے پگھلے ہوئے سیسہ سے پاٹ دیا۔

علامہ نورالدین ابوالحسن سمہودی نے "وفاء الوفا" میں لکھا ہے کہ ۱۴ شعبان ۸۸۱ھ/ ۲ دسمبر ۱۴۷۶ء کو پانچ کونی دیوار مکمل ڈھائی گئی۔ میں نے دیکھا کہ اندرونی چار دیواری میں بھی دراڑیں پڑی ہیں چنانچہ وہ بھی گرا دی گئی۔ سامنے مقدس حجرہ تھا مجھے بھی داخلہ کی سعادت حاصل ہوئی۔ میں پچھلی طرف (شمالی جانب سے جو قبلہ کی مخالف سمت ہے) سے داخل ہوا۔ خوشبو کی ایسی لپیٹ آئی جو زندگی میں کبھی محسوس نہیں ہوئی تھی۔ میں نے ادب سے سلام پیش کیا۔ یہ مقدس حجرہ مربع شکل کا تھا اور چار دیواری سیاہ رنگ پتھروں سے بنی تھی۔ تینوں قبریں سطح زمین کے برابر تھیں۔ صرف ایک سطح سے تھوڑی اوپر تھی یہ غالباً حضرت عمرؓ کی قبر تھی۔ قبروں پر عام سی مٹی پڑی تھی۔ میں بھی تعمیر نو کے کام میں مشغول ہو گیا جو سات ہفتوں میں یعنی ۷ شوال ۸۸۱ھ/ ۲۳ جنوری ۱۴۷۷ء کو مکمل ہوا۔

۱۴) طبقات ابن سعد حصہ دوم ص ۳۹۷
۱۵) سیرت المصطفیٰ حصہ سوم ص ۳۳۴ محمد ادریس کاندھلوی
۱۶) سیّد الکونین ص ۴۱۳ محمد صادق سیالکوٹی
۱۷) مدارج النبوت ص ۶۵۹ شیخ عبدالحق دہلوی

سورۂ مائدہ کی تکمیل دین کی آیت کا نزول دنیا میں کارِ نبوت کے اختتام کا اشارہ تھا۔(۱) اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا میں کل ۸۳ دن رہے۔ حجۃ الوداع سے واپسی کے بعد محرم اور صفر کے مہینوں میں مدینہ ہی میں قیام فرمایا۔ آٹھ سال بعد ایک دن شہدائے احد کے مزاروں پر تشریف لے گئے۔ اس طرح باتیں کیں جیسے رخصت ہونے والا کرتا ہے۔ ۲۶ صفر ۱۱ ہجری کو اپنی حیات طیبہ کا آخری سَریّہ روانہ فرمایا۔ لوگوں کو جہاد روم کا حکم دیا۔ حضرت اسامہ بن زید (رضی اللہ عنہما) کو امیر لشکر مقرر فرمایا اور ان کو پرچم عطا فرمایا۔(۲) صفر کے آخری دن تھے کہ ایک شب اپنے غلام ابومویہبہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ جنت البقیع جا کر دیر تک مغفرت کی دعائیں کرتے رہے۔(۳) لوٹنے لگے تو درد سر پھر بخار ہو گیا۔(۴) اس دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر رہے۔ بیماری کے ایام میں بھی باری باری ازواج کے پاس قیام فرمایا۔ جب مرض میں شدت پیدا ہوگئی تو سب ازواج مطہرات کی اجازت سے پیر کے دن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں منتقل ہوئے۔

وفات سے پانچ دن پہلے ایک خطبہ دیا جس میں تین وصیتیں

حیات ذوقِ سفر کے سِوا کچھ اور نہیں
اقبالؔ

فرمائیں:(۵)

(۱) ہر نبی کے لئے اس کی امت میں ایک خلیل ہوتا ہے، میرے خلیل ابوبکر بن قحافہؓ ہیں

(۲) پچھلی امتوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو عبادت گاہ بنالیا، تمہیں اس سے منع کرتا ہوں۔ بنانا نہ تربت کو میری قبرتم۔

(۳) تمہیں ماتحتوں (بیویوں، لونڈیوں، غلاموں) کے بارے میں تاکید کرتا ہوں کہ ان پر ظلم نہ کرنا، نرمی اور دل جوئی سے پیش آنا۔

ایک دن باوجود کمزوری کے حضرت علی اور فضل رضی اللہ عنہما کے سہارے ظہر کے وقت منبر پر تشریف فرما ہوئے۔ فرمایا لوگو! اگر کسی کا حق میرے ذمہ ہو تو وہ مجھ سے لے لے۔ جو یہ کام کرے گا وہ مجھے زیادہ محبوب ہوگا۔ میں چاہتا ہوں کہ جب اپنے رب سے ملوں تو میرا نفس پاک ہو۔(۶)

وصال سے چار دن پہلے فرمایا (لکھنے کا سامان) لاؤ میں تمہارے لئے ایک تحریر لکھ دوں جس کے بعد تم ہرگز گمراہ نہ ہوگے۔شور بڑھا تو فرمایا ''میرے پاس سے اٹھ جاؤ'' اس کے بعد آپ چار دن حیات رہے لیکن دوبارہ یہ حکم نہیں دیا۔(۷)

نماز عشاء کے وقت دریافت فرمایا کیا لوگ نماز پڑھ چکے؟ عرض کیا گیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتظار ہے۔ اٹھنے کی کوشش کی تو غش آ گیا، کچھ دیر بعد پھر پوچھا اس دفعہ بھی ضعف نے اٹھنے نہ دیا۔ فرمایا ابوبکر سے کہو کہ وہ نماز پڑھائیں۔

دوسرے دن مرض میں کچھ افاقہ ہوا، ظہر کے وقت جبکہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے نماز شروع کردی تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سہارے سے پاؤں گھسٹتے مسجد میں گئے، ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بائیں پہلو میں بیٹھ گئے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا کررہے تھے اور باقی لوگ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی۔ اس کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آپ کے وصال سے پہلے ۱۷ نمازیں پڑھائیں۔(۸)

اتوار کو مرض میں شدت ہوگئی، گھر میں کچھ دینار تھے، اسے صدقہ کرنے کا حکم دیا، چالیس غلام تھے ان کو آزاد فرمایا، اپنے اسلحہ مسلمانوں کو ہبہ فرمائے۔(۹) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک زرہ ایک یہودی کے پاس رہن تھی۔ چراغ کے لئے گھر میں تیل تک نہ تھا جو پڑوسی سے عاریتاً لیا گیا۔(۱۰) پیر کا دن آیا تو اپنے حجرۂ مبارک کا پردہ اٹھایا فجر کی نماز ہورہی تھی۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی

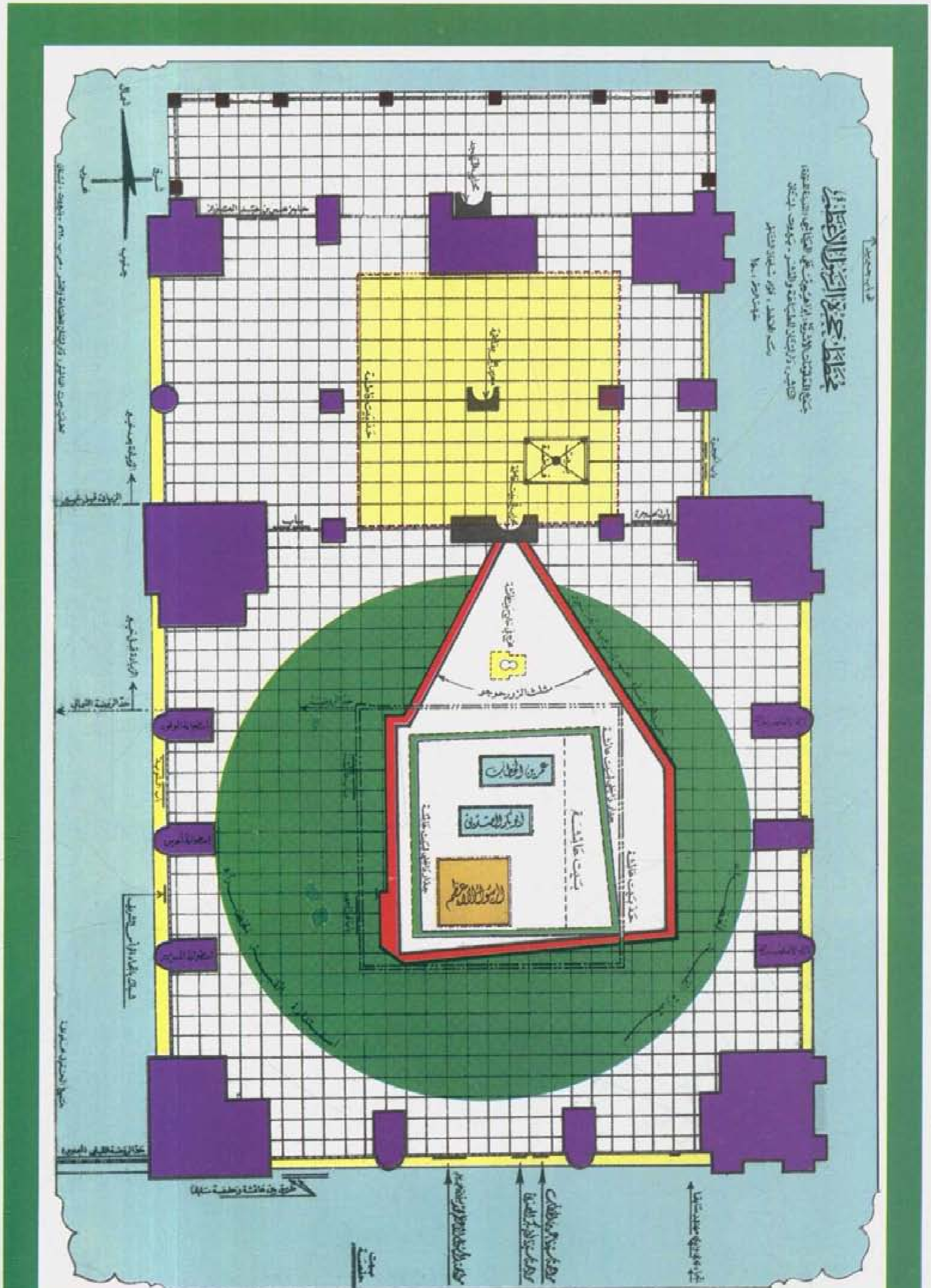


موجودہ پردے/ غلاف کا نمونہ۔



جالیوں سے جو دیوار نظر آتی ہے وہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے گورنر مدینہ کے دور کی تعمیر ہے اس پر سو سال پہلے جو پردہ تھا یہ اس کا نمونہ ہے۔


مدینہ منورہ میں غرس کا کنواں۔ رسول اللہ اسی کنویں کا پانی روزانہ استعمال کرتے تھے آپ کو آخری غسل بھی اسی کے پانی سے دیا گیا۔



فرشتہ موت کا چھوتا ہے گو بدن تیرا

اقبالؒ

(۱) رسول اللہ ﷺ کے حجرۂ مبارکہ کا اندرونی نقشہ
(۲) مواجہہ حضرت عمر بن خطابؓ
(۳) مواجہہ حضرت ابوبکر صدیقؓ
(۴) اُمّ المومنین حضرت حفصہ بنت عمرؓ کا گھر
(۵) قبلہ—
(۶) حضرت عائشہ صدیقہؓ کے گھر کی حد
(۷) وہ پانچ کونی دیوار جو حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے حفاظت کے لیے بنوائی
(۸) حضرت عائشہ صدیقہؓ کے گھر کی اندرونی دیوار
(۹) حضرت عائشہؓ کے گھر کا باب النبیؐ
(۱۰) باب عائشہؓ
(۱۱) گنبد خضرا کا دائرہ
(۱۲) کھڑکی سر مبارک — باب توبہ
(۱۳) محراب فاطمہؓ — حضرت فاطمہ الزہراؓ کا گھر
(۱۴) محراب تہجد— حضرت فاطمہؓ کے گھر کی دیوار

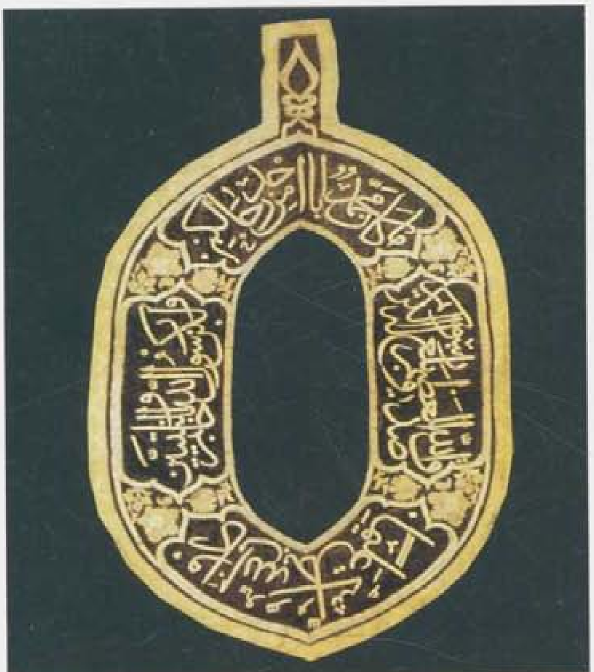
افلاک سے بھی ملی بلندی (تابش دہلوی) اے خاک! یہ تیری ارجمندی

ترے وجود کے مرکز سے دُور رہتا ہے

اقبالؔ



روضۂ اقدس کی اندرونی دیوار کا پردہ۔



مزارِ اقدسؐ کے اوپر ڈالا جانے والا غلاف۔ آیاتِ الٰہی اس پر کاڑھی ہوئی ہیں۔



سلطنتِ عثمانیہ کے نامور حکمران سلطان احمد (اوّل) کی جانب سے مزارِ اقدسؐ کے لئے مدینہ منورہ روانہ کیا جانے والا پہلا غلاف۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر نظر پڑی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تبسم فرمایا، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پیچھے ہٹنے لگے اشارہ سے نماز ختم کرنے کا حکم دیا(۱۱)

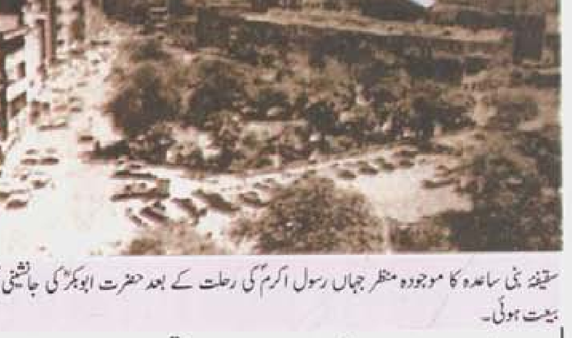
خوشا وہ وقت کہ دیدار عام تھا ان کا

جمال نبوت کی یہ آخری زیارت تھی، پردہ گرادیا، صحابہ خوش خوش اپنے گھروں کو چلے گئے، چاشت کے وقت حضرت فاطمہؓ کوطلب فرمایا اور ان سے سرگوشی کی، وہ سن کر رونے لگیں، اس کے بعد کچھ کہا تو ہنسنے لگیں۔ بعد میں معلوم ہوا پہلی سرگوشی وفات کی اطلاع اور دوسری خوش خبری سب سے پہلے تم مجھ سے جنت میں آملو گی۔ چند گھنٹوں بعد طبیعت بگڑگئی، غرغرہ کی کیفیت پیدا ہوگئی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بھائی حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ ہاتھ میں تازہ مسواک لئے حاضر ہوئے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم اسے دیکھنے لگے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے مسواک چبا کر نرم کرکے دیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اچھی طرح دانت صاف کئے، پانی کا ایک پیالہ آگے رکھا تھا، بار بار دونوں ہاتھ اس میں ڈبوتے اور چہرۂ اقدس پر ملتے۔ اتنے میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا آئیں تکلیف دیکھ کر تڑپ اٹھیں فرمایا آج کے بعد تیرے باپ کو کوئی کرب نہ ہوگا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے سراقدسؐ کو اپنے سینے پر رکھ لیا کچھ دیر بعد جسم بھاری ہوتا محسوس ہوا، آنکھیں چڑھنے لگیں، ہاتھ پھیلا دیئے اور فرمایا اللھم الرّفیق الاعلیٰ (۱۲) اس کے ساتھ ہی روح مبارک عالم بالا کو پرواز کرگئی، دست مبارک نیچے گر گئے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ نے سر مبارک تکیہ پر رکھا اور ایک سفید چادر اوڑھادی۔ یہ پیر کا دن، ربیع الاوّل کا مہینہ ۱۱ ہجری مشہور قول کے مطابق ۱۲رتاریخ اور چاشت کا خاص وقت گزر چکا تھا۔ (مطابق

نہ ہے زماں نہ مکاں لا الٰہ الا اللہ

اقبال



سقیفۂ بنی ساعدہ کا موجودہ منظر جہاں رسول اکرمؐ کی رحلت کے بعد حضرت ابوبکرؓ کی جانشینی کی بیعت ہوئی۔

۲۸ رمئی ۶۳۲ء) عمر مبارک ۶۳ سال ۴ دن تھی۔(۱۳)

حضرت ابوطلحہ زید بن سہل انصاری رضی اللہ عنہ نے بغلی لحد (حجرۂ عائشہ میں جہاں روح مبارک نے پرواز کی) کھودی۔(۱۴) حضرت سعد بن خیثمہؓ چاہ غرس سے غسل کا پانی لائے۔حضرت عباس، علی، فضل، قثم، اسامہ، شقران، اوس بن خولی رضوان اللہ علیہم اجمعین نے غسل دینے کے مختلف کام کیے۔تین کپڑوں میں کفن دیا گیا۔منگل کو میت مبارک قبر کے کنارے ایک تخت پر رکھ دی گئی۔حسب وصیت کچھ دیر کے لئے سب وہاں سے ہٹ گئے۔فرشتوں نے نماز جنازہ ادا کی پھر دس دس صحابہ نے بغیر امام کے نماز ادا کی۔(۱۵) بدھ کی آدھی رات کے بعد تدفین ہوئی۔کچی اینٹوں سے قبر بنائی گئی۔مٹی سطح زمین سے ایک بالشت اونچی رکھی گئی۔حضرت بلالؓ نے اس پر ایک مشک پانی چھڑکا۔(۱۶) صحابہ کرام مٹی دے کر لوٹنے لگے۔حضرت انسؓ بن مالک حجرۂ فاطمہ پر پہنچ کر رک گئے۔آہٹ پا کر خاتونِ جنت نے پوچھا کون ہے؟ عرض کیا...... آپ کے والد عرش نشین کا خادم دیرینہ۔ بہ صدائے نمناک فرمایا۔ اے انس! تمہارے دلوں نے کس طرح گوارا کرلیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو منوں مٹی کے نیچے دبادو اور انہیں تنہا چھوڑ دو۔(۱۷) یہ سن کر انسؓ کے پیر زمین میں گڑھ گئے اور وہ تصویر حیرت بن گئے۔ شائد ان کی چشم تصور دیکھ رہی تھی......

''کہ انبیاء ان کے خیر مقدم کو
صف بہ صف ایستادہ ہوں گے
اور ان کے لب پر درود ہوگا
سلام ہوگا
سلام، اُن پر
درود اُن پر
فداہمارا وجود اُن پر (سرشار صدیقی)





مزار اقدس ﷺ کی خاک پاک ان ڈبوں میں صدیوں سے توپ قاپی میوزیم میں محفوظ ہے۔
ع ...... وہ پاک مٹی جوانؐ کے قدموں سے مس ہوئی ہے...... (افتخار عارف)

میں ہوں صدف تو ترے ہاتھ مرے گہر کی آبرو
اقبال

مملکت سعودی عرب

عہد نبوی مکی مدنی	۱ تا ۱۳ بعثت ۱ تا ۱۰ ہجری	۶۱۰ تا ۶۲۲ء ۶۲۲ تا ۶۳۲ء
خلفائے راشدین	۱۱ تا ۴۱ ہجری	۶۳۲ء تا ۶۶۱ء
عہد بنی اُمیہ	۴۱ ہجری تا ۱۳۲ ہجری	۶۶۱ء تا ۷۵۰ء
عہد بنی عباسیہ سقوطِ بغداد	۱۳۲ ہجری ۶۵۶ ہجری محرم ۶۵۶ھ	۷۵۰ء تا ۱۲۵۸ء جنوری ۱۲۵۸ء
سلطنتِ عثمانیہ (ترکی)	حجاز پر حکمرانی	۱۵۱۷ء تا ۱۹۲۴ء

عباسی خلیفہ المستعصم باللہ کی بغداد میں ۶۵۶ھ (۱۲۵۸ء) میں خلافت ختم ہوجانے کے بعد ایک سیاسی خلاء پیدا ہوا۔ اسے پُر کرنے کے لیے بیبرس نے ۶۵۹ھ (۱۲۶۱ء) میں قاہرہ (مصر) میں خلافت عباسیہ قائم کی۔ اس کے آخری خلیفہ المتوکل علی اللہ (ثالث) نے ۹۲۳ھ (۱۵۱۷ء) میں خلافت کے تمام حقوق فاتح مصر و شام سلطان سلیم کے سپرد کردیئے نیز مقامات مقدسہ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کی چابیاں اور متبرک آثار نبویہ بھی ان کے حوالے کردیں۔ انہیں حرمین شریفین کی حفاظت کا ذمہ دار قرار دیا۔ اس تاریخ سے سلاطین عثمانیہ خلیفہ کے لقب سے پکارے جانے لگے۔

اس کے بعد خلافت عثمانیہ نے اس علاقے پر اپنا اقتدار قائم کیا۔ سلطان سلیم اوّل کے عہد حکومت سے ۱۹۱۰ء تک یہ علاقہ سلطنت عثمانیہ کا ایک صوبہ چلا آرہا تھا۔ خلیج فارس اور بحیرۂ روم کے درمیان واقع اس وسیع علاقہ میں نجد اور حجاز پر دو قبائلی حکومتیں قائم تھیں۔ نجد کا والی ابن سعود انگریزوں کا حلیف تھا۔ ۱۲۱۸ھ (۱۸۰۳ء) میں سعود بن عبدالعزیز امیر نجد ہوئے۔ موجودہ حکمراں ان ہی کی اولاد ہونے سے ابن سعود کہلاتے ہیں۔



حجاز کا حاکم شریف مکہ سلطنت عثمانیہ کا اتحادی تھا۔ پہلی جنگ عظیم ۱۸-۱۹۱۴ء میں ترکی اور اس کے حلیفوں کو شکست ہوئی۔ فوجی انقلاب میں مصطفےٰ کمال پاشا (اتا ترک) نے خلافت ختم کر کے خود عنان حکومت سنبھال لی۔ اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ابن سعود نے حملہ کر کے مکہ پر قبضہ کرلیا اور شریف خاندان کو بے دخل کردیا۔

مٹی کی محبت میں ہم آشفتہ سروں نے وہ قرض چکائے ہیں جو واجب بھی نہ تھے (افتخار عارف)

۱۱۵۸ھ (۱۷۴۵ء) میں مشہور عالم دین محمد بن عبدالوہاب نے عقائد و ایمان کی تطہیر و اصلاح کے لیے وہابی تحریک شروع کی جو تمام عرب میں مقبول ہوئی۔ عثمانیوں نے اپنے پرانے حلیف مصریوں سے مل کر ۱۸۱۱ء میں وہابیوں کو سخت نقصان پہنچایا۔ کچھ عرصہ بعد تحریک دوبارہ ابھری مگر ۱۸۱۸ء میں اسے کچل دیا گیا۔ اس کے بعد کئی سال تک عربوں اور ترکوں کے درمیان اقتدار کی کشمکش کے بعد ۱۳۴۳ھ (جون ۱۹۲۴ء) میں ملک عبدالعزیز بن عبدالرحمٰن نے حجاز پر مکمل تسلط حاصل کرلیا۔ وہابی حکمراں لیڈر ابن سعود جو جلاوطن کردیئے گئے تھے خلافت عثمانیہ کے زیر اقتدار علاقوں الاحساء، حجاز اور عسیر پر قبضہ کر کے ۱۹۳۲ء میں نجد و حجاز کو ملا کر ایک نئی مملکت سعودی عرب کی بنیاد ڈالی۔ مملکت کے قیام میں مذہبی پیشوا عبدالوہابؒ سے سمجھوتہ کیا گیا اور برطانیہ سیاسی سرپرستی کرتا رہا۔ عبدالوہاب کے پیروکاروں نے صحابہ کرامؓ کی قبروں کو افعال شرک میں مدومعاون قرار دے کر مسمار کردیا۔

۱۹۳۳ء میں ابن سعود نے آرامکو امریکی کمپنی سے ۶۰ برس کے لیے تیل کی تلاش کی اجارہ داری کا معاہدہ کیا۔ اس کمپنی نے الاحساء کے علاقے میں ۵ سال میں چھ کنویں کھودے لیکن تیل نہ نکلا۔ کمپنی کا خسارہ تیس لاکھ ڈالر تک پہنچ گیا۔ مارچ ۱۹۳۸ء میں ساتویں کنویں سے بڑی مقدار میں تیل نکل آیا۔ ۱۹۴۷ء میں نکاسی کی مقدار تقریباً نوے ملین بیرل تک پہنچ گئی نیز گیس کے بھی وسیع ذخائر دریافت ہوئے ہیں۔ ۱۹۴۸ء تک سعودی عرب کی آمدنی زیادہ تر حج ٹیکس پر منحصر تھی۔ پاکستانی حساب سے فی کس ۴۵۰ روپے لیے جاتے تھے۔ پچاس کی دہائی میں صحرائے عرب کی قسمت جاگی اور سیال سونا تیل کے چشموں کی صورت میں پھوٹ پڑا۔ اس سے حکومت کی آمدنی اور عوام کی خوشحالی کے دروازے کھل گئے۔ حج ٹیکس ختم کردیا گیا۔

۱۹۵۳ء میں ملک عبدالعزیز بن سعود کا انتقال ہوا۔ ان کی جگہ سعود بن عبدالعزیز جانشیں ہوئے۔ ۱۹۵۵-۷۳ء میں سعودی حکمرانوں نے حرمین شریفین میں زبردست توسیع کی۔ یہ پہلا سعودی منصوبہ کہلاتا ہے۔ دوسرا عظیم توسیعی منصوبہ شاہ فہد نے ۱۹۸۲ء میں شروع کیا جو کئی سال میں پایہ تکمیل کو پہنچا۔ اب مارچ ۲۰۰۸ء میں موجودہ حکمراں شاہ عبداللہ نے مسجد حرام میں مزید عظیم توسیع کے منصوبے کا افتتاح کیا ہے۔

سعودی عرب ایک نظر میں

۹۲۳ھ (۱۵۱۷ء) سے حجاز ترکوں کی سلطنت عثمانیہ کا ایک صوبہ چلا آرہا تھا ملک سعود بن عبدالعزیز والئ نجد نے ۱۲۱۸ھ (۱۸۰۳ء) میں مکہ پر قبضہ کرلیا۔ ۱۴ سال بعد ۱۲۳۲ھ (۱۸۱۷ء) میں ترکوں نے مکہ واپس لے لیا۔ کئی سال کی عربوں اور ترکوں کے درمیان اقتدار کی کشمکش کے بعد ۱۳۴۳ھ (جون ۱۹۲۴ء) میں ملک عبدالعزیز بن عبدالرحمٰن نے حجاز (مکہ و مدینہ) پر مکمل تسلط حاصل کرلیا۔ اب یہی خاندان حکمراں ہے۔

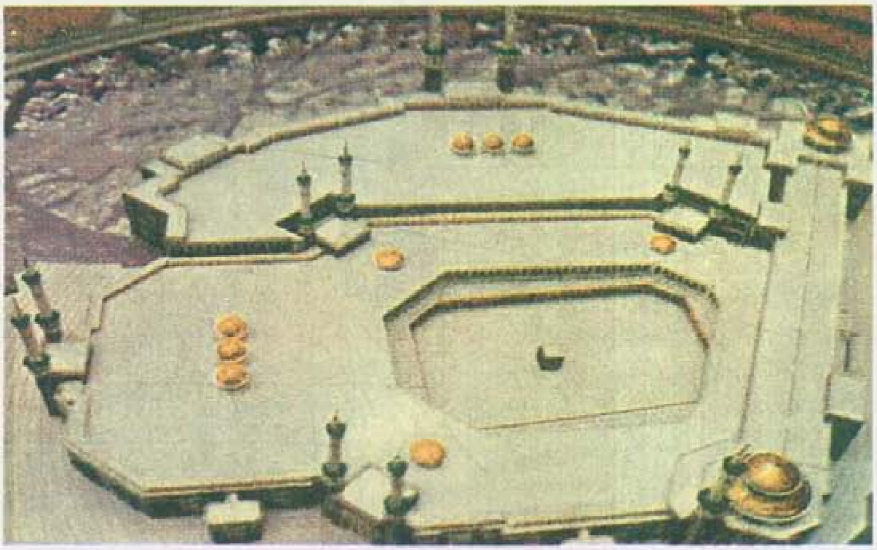
نام:	المملكة العربية السعودیہ۔
تاسیس:	۱۹۳۲ء میں نجد و حجاز کو ملا کر یہ نام رکھا گیا۔
رقبہ:	۱،۹۶۰،۵۸۲ مربع کلومیٹر ۷۵۶،۹۸۱ مربع میل
آبادی:	دو کروڑ ساٹھ لاکھ، فی مربع میل (۲۶) افراد
نسلیں:	۹۰ فیصد عرب باقی افریقی و ایشیائی
زبان:	عربی
کرنسی:	سعودی ریال
مذہب:	اسلام صدفی صد
طرزِ حکومت:	بادشاہت
بادشاہ:	شاہ عبداللہ بن عبدالعزیز
دارالخلافہ:	ریاض
قابل کاشت رقبہ:	۱،۶۷ فی صد
زراعت:	گندم، جو، کھجور، مالٹا، تربوز، آلو
جانور:	بھیڑ، بکریاں، اونٹ، مرغیاں، گھوڑے
صنعت:	تیل، ریفائنری، پٹروکیمیکل، سیمنٹ
تیل کے ذخائر:	۲۶۱،۷ (ارب بلین)
تیل کی پیداوار:	۸،۷۱۲ ملین بیرل
گیس کے ذخائر:	۶،۳۴۰ ٹرلین کیوبک میٹر
برآمدات:	۸۶،۵۳ ارب ڈالر (تیل)
درآمدات:	۳۰،۳۸ ارب ڈالر (مشینری، کاریں، غذا، کپڑا)

اپنے مقدّر کے ستارے کو تو پہچان لے
اقبال

تھا یہ ترے کمال کا ایک نشانِ برتری (علی اختر حیدر آبادی) ورنہ عرب کے گلّہ باں اور دماغ قیصری؟

جب پیرِ فلک نے ورق ایّام کا اُلٹا
اقبالؔ

مسجد حرام کی سب سے بڑی توسیع اور مکّۂ مکرّمہ کی تعمیرِ نو کا عظیم پروجیکٹ

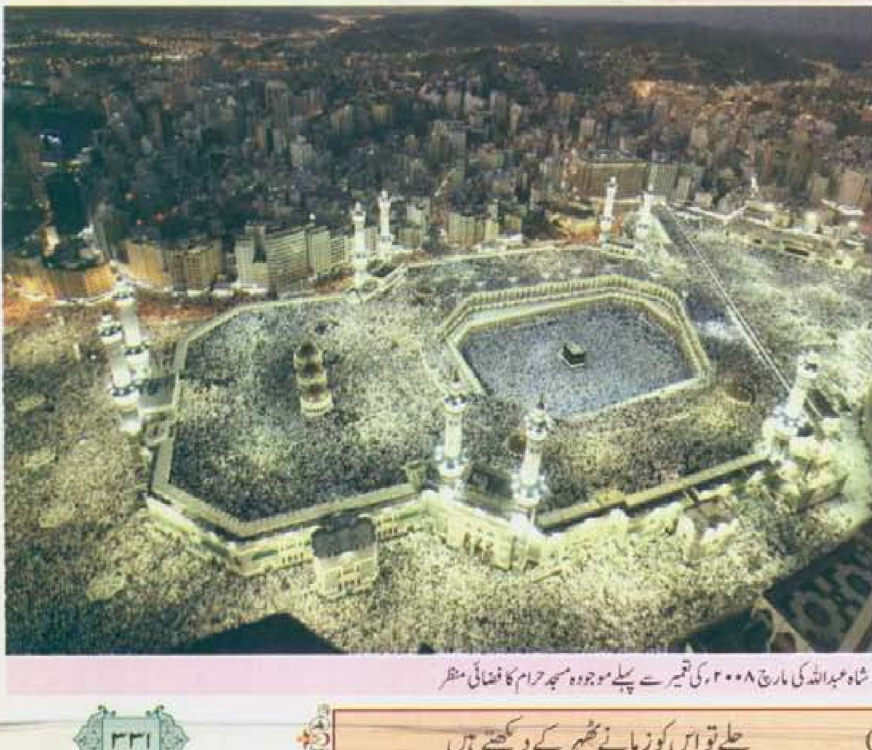


مسجد حرام میں مزید ۳ لاکھ مربع میٹر کی توسیع کا نیا منصوبہ موجودہ خادم الحرمین شریفین شاہ عبداللہ بن عبدالعزیز نے ۱۸ / ربیع الاول ۱۴۲۹ھ (۹ مارچ ۲۰۰۸ء) کو شروع کروایا۔ یہ توسیع باب فتح اور باب عمرہ کے بالمقابل واقع محلّہ شامیہ اور اشبیکہ کی عمارات منہدم کر کے کی جائے گی جس سے مزید پانچ لاکھ افراد کے نماز ادا کرنے کی گنجائش پیدا ہو جائے گی۔ اس کے صحن میں ڈھائی لاکھ زائرین سما سکیں گے۔ نمازیوں کو صحن میں پہنچانے کے لیے زیرِ زمین راستہ تعمیر کیا جائے گا۔ اس ''جبل عمر پروجیکٹ'' کی تکمیل پر ۱۲ ملین سعودی ریال خرچ ہوں گے۔ یہ تعمیراتی کام بن لادن گروپ اور اوجر گروپ کو دیا گیا ہے۔ منصوبے کے تعمیراتی ڈیزائن کے انتخاب کے لیے بین الاقوامی سطح پر آٹھ نامور کمپنیوں اور پانچ سعودی یونیورسٹیوں کے ماہرین تعمیرات نے حصہ لیا۔ یہ منصوبہ تین سال میں مکمل ہوگا اس میں ۴۵ ہزار زائرین کی رہائش کے لیے بلند و بالا عمارات کی تعمیر بھی شامل ہے۔

موجودہ خادم حرمین شریفین شاہ عبداللہ بن عبدالعزیز کی منظوری سے ۵۰ ارب ریال مالیت کے، عرب کی تاریخ کے سب سے بڑے تعمیراتی منصوبے کا مارچ ۲۰۰۸ء میں آغاز ہوا اور اس کے ۲۰۱۳ء تک پایۂ تکمیل تک پہنچنے کی امید ہے۔ اس کا ایک مقصد جہاں حجاج کو ممکنہ سہولت فراہم کرنا ہے وہاں ان کی رہائش کا مسئلہ بھی مستقل بنیادوں پر حل کرنا ہے۔ مسجد حرام کے اردگرد میدان اور کافی فاصلے پر رہائشی وتجارتی مراکز ہوں گے۔

مسجد حرام میں ۵ لاکھ افراد کے لیے مزید گنجائش فراہم کی جائے گی۔ اہم ترین بات یہ ہے کہ اس منصوبے میں بطور خاص بیت اللہ پر سایہ کرنے والے مینار ہوں گے جو دھوپ کے وقت چھتری کی طرح کھل جائیں گے اور طواف کرنے والوں پر سایہ فگن رہیں گے، ورنہ بن چھتری کے ساتھ مینار کی شکل میں ہوں گے۔ خانۂ کعبہ کے اوپر میناروں کے ساتھ منسلک خصوصی طور پر تیار کردہ جدید پردے چھتری میں لگائے جائیں گے جس سے زائرین بارش اور دھوپ کی تمازت سے محفوظ ہر وقت طواف کر سکیں گے، دن ہو کہ رات۔

مکّہ مکرّمہ کی تعمیرِ نو کو چھ حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ پہلے مرحلے میں مسجد حرام کے اطراف کی ایک ہزار عمارتوں کو منہدم کیا جائے گا۔ چھوٹی عمارتوں کی جگہ 70 منزلہ بلند ٹاور تعمیر کیے جائیں گے جو تکمیل کے بعد مسلم ممالک کو تیس ۳۰ سال کی لیز پر دیئے جائیں گے جو وہ اپنے عازمین حج کو الاٹ کر سکیں گے۔ ٹاورز کی تعمیر کے بعد



شاہ عبداللہ کی مارچ ۲۰۰۸ء کی تعمیر سے پہلے موجودہ مسجد حرام کا فضائی منظر

رکے تو گردشیں اس کا طواف کرتی ہیں ... چلے تو اس کو زمانے ٹھہر کے دیکھتے ہیں (احمد فراز)



خانہ کعبہ کے اوپر میناروں کے ساتھ منسلک جدید پردے لگائے جائیں گے جس سے بارش اور دھوپ کی تمازت سے زائرین محفوظ ہوجائیں گے۔

حجاج کی رہائش کے ساتھ ساتھ ٹریفک جام کا مسئلہ بھی حل ہوجائے گا۔ مکہ شہر کی تعمیر نو میں ایک پروجیکٹ ''اجیاد میڈیکل سینٹر'' کا بھی ہے۔ یہ اسپتال جدید ترین سہولیات کے ساتھ حجاج کے علاوہ قرب و جوار کے مریضوں کو بھی فوری اور ہر قسم کی طبی سہولت فراہم کرے گا۔ حرم کی توسیع اور شہر مکہ کی تعمیر نو کا ٹھیکہ بن لادن گروپ ہی کو دیا گیا ہے۔ اتنے بڑے پروجیکٹ کی تیاری میں صرف تین سال لگیں گے۔

(بشکریہ: سعید احمد عباسی، روزنامہ امت ۴/۷/۲۰۰۸)



صحن مسجد نبوی کی جدید ترین تصویر



خانہ کعبہ کے اردگرد تعمیر کی جانے والی بلند و بالا عمارتوں کا ڈیزائن کیا گیا نقشہ



مسجد حرام کے اطراف کا یہ منظر صرف کتابوں میں ملے گا



شہر مکہ کی تعمیر نو کے سلسلے میں بھاری مشینری کے ذریعے انہدامی کام جاری ہے

یہ رتبۂ بلند ملا، جس کو مل گیا

عرب کے بدّو، تہذیب وتمدن سے نا آشنا، پارس نبوت سے مس ہوئے تو مسِ خام سے کندن بن گئے۔ دامن نبوت میں تربیت پاکر اسلام کے یہ جاں نثار وسرفروش مجاہد، تہذیب وتمدن کے امام اور آئین جہانداری کے خلّاق بن گئے۔ ان کے رتبۂ بلند، عزّ وشرف اور فضیلت ومنزلت کو لسانِ وحی ترجمان اور تاریخ کی زبان سے سنیئے۔

★ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دس آدمی جنت میں جائیں گے حضرات۔(۱)ابوبکر بن قحافہ، (۲) عمر بن خطاب، (۳) عثمان بن عفان، (۴) علی بن ابی طالب، (۵) زبیر بن عوّام، (۶) طلحہ بن عبیداللہ، (۷) عبدالرحمٰن بن عوف، (۸) ابوعبیدہ بن جرّاح، (۹) سعد بن ابی وقّاص (۱۰) سعید بن زید رضوان اللہ علیہم اجمعین۔ (جامع ترمذی)

★ فرمایا— ہر نبی کے لیے دو وزیر آسمان والوں سے اور دو زمین والوں میں سے ہوتے ہیں۔ میرے آسمانی وزیر جبرئیل اور میکائیل (علیہما السلام) اور زمین والے وزیر ابوبکر اور عمر (رضی اللہ عنھما) ہیں۔

★ فرمایا ''اگر میں کسی کو خلیل بناتا تو ابوبکر کو بناتا لیکن اسلامی اخوت کافی ہے۔'' (بخاری ومسلم) نیز یہ بھی فرمایا کہ ابوبکرؓ میری امت پر سب سے زیادہ مہربان ہے۔ معراج کی صبح کفّار کے سامنے سفر کی تفصیل کی تصدیق پر صدیق کا لقب عطا ہوا۔

★ فرمایا (بہ روایت عقبہؓ بن عامر) اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر بن خطاب ہوتا۔ (رضی اللہ عنہ) (ابواب مناقب۔ جامع ترمذی) نیز ارشاد ہوا کہ اللہ کے دین کی بابت سب سے زیادہ سخت عمرؓ ہے۔ ایمان لانے کے بعد حرم کعبہ میں پہلی باجماعت نماز کی تجویز اور عمل پر ''فاروق''، یعنی حق وباطل میں امتیاز کرنے والا کا لقب عطا ہوا۔

★ فرمایا (بہ روایت طلحہؓ) ہر نبی کا ایک رفیق ہوتا ہے اور جنت میں میرا رفیق عثمانؓ ہے۔ (جامع ترمذی) فرمایا عثمانؓ سب سے زیادہ حیا میں کامل ہے۔ صاحبزادیاں حضرت رقیہؓ اور امّ کلثومؓ کے بعد دیگرے عقد نکاح میں آئیں تو ''ذوالنورین'' (دونور والا) کا منفرد رتبہ ملا۔

★ (بہ روایت سعدؓ بن ابی وقاص) حضرت علیؓ سے فرمایا— تمہیں مجھ سے وہی نسبت ہے جو ہارونؑ کو موسیٰؑ سے تھی۔ البتہ میرے بعد کوئی نبی نہیں بن سکتا (جامع ترمذی) ارشاد ہوا ''اس طرح قضاۃ (فیصلہ) کرو جیسی صلاحیت علی میں ہے۔'' (قسطلانی)

★ فرمایا (بہ روایت علیؓ بن ابی طالب) ہر نبی کا ایک حواری ہوتا ہے اور میرا حواری زبیرؓ (بن عوّام) ہے۔

★ فرمایا (بہ روایت جابرؓ بن عبداللہ) جو شخص زمین پر چلتا پھرتا شہید دیکھ کر خوش ہونا چاہے وہ طلحہؓ (بن عبیداللہ) کو دیکھے۔ انہیں ''صاحب احد'' بھی کہا جاتا ہے۔ (ابواب مناقب، جامع ترمذی)

★ فرمایا (بہ روایت حضرت علیؓ بن ابی طالب) اے سعد! میرے ماں باپ تجھ پر قرباں ہوں تیر چلاؤ۔ ان کا لقب ''شہسوار اسلام'' ہے۔ مکی زندگی کے مظلومانہ دور میں اسلام کی حمایت میں پہلی خوں ریزی والی ضرب ابن خطل کا سر پھاڑ گئی یہ کسی کافر کے خون کی پہلی دھار تھی۔

★ فرمایا (بہ روایت انسؓ بن مالک) ہر امت کا ایک امین ہوتا ہے اور اس امت کا امین ابوعبیدہؓ بن جرّاح ہے۔'' امین الامت''

★ حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف کو غزوہ تبوک کے سفر میں فجر کی ایک ایسی نماز کی امامت کا منفرد شرف حاصل ہوا جس کی دوسری رکعت میں امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم شریک ہوئے۔ تکمیل نماز کے بعد رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا ''تم نے اچھا کیا''۔ (اسد الغابہ۔ ابن اثیر)

★ حضرت ابوسلمہؓ بن اسد کو ہجرت کے حکم پر راہِ خدا میں مدینہ منورہ جانے والے سب سے پہلے مہاجر ہونے کا شرف حاصل ہوا۔

★ حضرت ابو العاصؓ بن ربیع کا لقب ''خویشِ رسولؐ'' مشہور ہوا۔ حضرت خدیجہؓ کے بھانجے تھے ان ہی کی خواہش پر حضرت زینبؓ سے نکاح ہوا۔ ارشاد نبویؐ ہے ''ابوالعاص نے ہماری دامادی کا حق ادا کردیا''

★ فرمایا ''میری امت میں حلال وحرام کو سب سے زیادہ جاننے والا معاذؓ بن جبل ہے اور علم فرائض کا سب سے زیادہ عالم زیدؓ بن ثابت ہے۔ سب سے اچھا قاری ابی بن کعبؓ ہے''۔ (جامع ترمذی)

★ حضرت زیدؓ بن ثابت کو رسول اللہؐ کے آخری اعتکاف میں زبان نبوت سے پورا کلام اللہ سننے کا شرف حاصل ہوا جبکہ حضرت جبرائیلؑ بھی پس پردہ موجود تھے۔

توحید کی امانت سینوں میں ہے ہمارے
اقبال

یہ غازی یہ تیرے پُر اسرار بندے
اقبال

★ حضرت معاذؓ بن جبل کو یمن کا امیر بنا کر بھیجنے سے پہلے رسول اللہؐ نے پوچھا فیصلہ کس طرح کرو گے؟ عرض کیا "قرآن مجید سے" فرمایا اگر اس میں نہ ملے۔ کہا "سنت رسولؐ کے مطابق" فرمایا اس میں بھی نہ ہو تو؟ عرض کیا "خود اجتہاد کروں گا" اس جواب پر خوش ہو کر اللہ کا شکر ادا کیا۔

★ فرمایا "ابوذرؓ سے زیادہ سچے آدمی پر نہ آسمان نے سایہ کیا اور نہ ہی زمین نے اٹھایا۔ انہیں "خلیل رسول" کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔

★ فرمایا (بہ روایت انسؓ بن مالک) جنت تین آدمیوں کی مشتاق ہے علیؓ، عمار بن یاسرؓ اور سلمانؓ (فارسی) کی۔ (جامع ترمذی)

★ فرمایا (بہ روایت عبداللہ بن عمرؓ) چار آدمیوں سے قرآن حاصل کرو۔ (۱) عبداللہؓ بن مسعود، (۲) ابیؓ بن کعب، (۳) معاذؓ بن جبل، (۴) سالمؓ مولیٰ ابی حذیفہ (رضوان اللہ علیہم اجمعین)۔

★ حضرت عبداللہؓ بن ام مکتوم پیدائشی نابینا تھے۔ ایک دن محفل نبوی جس میں قریش کے سردار بیٹھے تھے آپ نے آتے ہی دین کے بارے میں سوال کیا۔ رسول اللہؐ نے سنی ان سنی کرتے ہوئے رؤسا سے گفتگو جاری رکھی۔ اس اعراض پر سورۂ عبس نازل ہوئی۔ اس کے بعد حضورؐ ان کا خاص خیال کرتے۔ مدینہ میں غزوات پر جاتے ہوئے ۱۳ بار انہیں اپنا نائب مقرر فرمایا۔

★ حضرت ارقمؓ بن ابی ارقم نے صفا پہاڑی کے دامن میں اپنا مکان "دارالارقم" رسول اللہ کو خفیہ تبلیغ کے لیے پیش کیا۔ اسے اسلام کے پہلے مرکز اجتماع بننے اور تاریخ اسلام کے پہلے "وقف" ہونے کا شرف حاصل ہوا۔

★ حضرت نعیمؓ بن عبداللہ، بنی عدی کے وہ فرد تھے جنہوں نے حضرت عمرؓ کے ارادۂ قتل کا رخ موڑ دیا اور ان کے ایمان لانے کا باعث ہوئے۔ حضورؐ نے فرمایا میں نے جنت میں تمہارے "نحمہ" (کھنکھارنے) کی آواز سنی ہے ان کا لقب "نحام" پڑ گیا۔ (اسد الغابہ)

★ فرمایا (بہ روایت ابوعبیدہؓ) خالد اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہے اور اپنے قبیلہ کا بہترین جوان ہے۔ (مشکوٰۃ بحوالہ احمد بن حنبلؒ)

★ حضرت عبداللہ بن عباسؓ حضورؐ کے چچا زاد بھائی اور امّ المومنین حضرت میمونہؓ کے بھانجے تھے اس لیے اکثر ان کے پاس رہتے۔ ایک رات حضورؐ نماز پڑھ رہے تھے تو پیچھے کھڑے ہوگئے ہاتھ پکڑ کر برابر کر لیا۔ حضورؐ کے وضو کا پانی لائے تو خوش ہو کر دعا فرمائی "اے اللہ اس کو تفقہ فی الدین عطا کر اور تاویل کا طریقہ سکھا۔" دعا کی برکت سے وہ امام المفسرین، ترجمان القرآن اور حبر الامت بنے۔

★ سعدؓ بن ابی وقاص کہتے ہیں کہ میں نے کسی شخص کی نسبت رسول اللہؐ سے نہیں سنا کہ وہ زمین پر چلتا ہوا اور جنتی ہو مگر عبداللہؓ بن سلام۔

★ فرمایا (بہ روایت ابوہریرہؓ) اے اللہ! اپنے اس چھوٹے سے بندہ کو محبوب قرار دے یعنی ابوہریرہؓ کو۔ نیز ان کے حافظہ کے ازدیاد اور کبھی فراموش نہ ہونے والے علم کی دعا کی۔ وہ امام المحدثین بنے۔

★ "معراج کی شب میں نے بلالؓ کے قدموں کی چاپ جنت میں سنی۔" وہ پہلے موذن ہیں جنہیں مسجد نبوی، مسجد حرام اور مسجد اقصیٰ میں اذان دینے کا شرف حاصل ہوا۔ سبقت اسلام میں حبشہ کا پہلا پھل فرمایا۔

★ قرآن مجید میں عہد نبوی کی صرف دو شخصیتوں کے نام آئے ہیں۔ ایک کفر کی علامت حقیقی چچا ابولہب جس کے بارے میں سورۂ لہب نازل ہوئی دوسرا آزاد کردہ غلام حضرت زیدؓ بن حارثہ وہ واحد صحابی جن کا نام سورۂ احزاب میں آیا ہے۔ انہیں "محبِ رسول" کہا جاتا تھا۔ سفر طائف میں سنگ باری سے حضورؐ لہولہان ہوگئے تو اپنے کندھوں پر بارِ نبوتؐ اٹھا کر عتبہ کے باغ میں لے جانے کا اولین شرف حضرت زیدؓ کو حاصل ہوا۔

★ ان کے بیٹے حضرت اسامہ بن زیدؓ "محبوب رسول" کہلاتے تھے۔

★ امّ المومنین حضرت خدیجہؓ بنت خویلد دنیا کی عظیم اور معزز خاتون ہیں جنہیں خاتم النبیینؐ پر سب سے پہلے ایمان لانے کا شرف حاصل ہوا۔ اوّل المسلمین۔ انہیں جبرئیلؑ نے اللہ کا سلام پہنچایا۔

★ امّ المومنین حضرت عائشہ بنت ابوبکرؓ رسول اللہؐ کی واحد کنواری زوجہ ہیں جن کے بارے میں ارشاد نبویؐ ہے کہ عائشہ کو عورتوں پر اسی طرح فضیلت ہے جس طرح ثرید کو کھانوں کی دوسرے اقسام پر۔

★ حضرت فاطمہؓ کے بارے میں فرمایا— جنت کی عورتوں کی سردار ہیں۔ یہ بھی ارشاد ہوا— "اے فاطمہ تم، تمہارا خاوند اور تمہاری اولاد میرے ساتھ جنت میں سب ایک جگہ ہوں گے۔"

★ معمر خواتین میں حضرت سلمیٰ کنیت امّ الخیر (والدۂ حضرت ابوبکرؓ) مکہ میں ایمان لانے والوں میں پہلی ہیں۔

★ اسلام کی راہ میں پہلی شہید حضرت سمیہؓ (زوجہ حضرت یاسرؓ، والدۂ حضرت عمارؓ) ہیں۔ جنہیں مکہ میں ابوجہل نے نیزہ مار کر شہید کر دیا۔

★ حضرت اسماء بنت ابوبکرؓ پہلی ہستی ہیں جنہیں لسانِ نبوت سے پہلا

توپ و تفنگ و دشنہ و خنجر، صلیب و دار
ڈرتے نہیں کسی سے محمدؐ کے جاں نثار
(رحمان کیانی)

خطاب ''ذات النطاقین'' (دو پٹکے، کمر بند والی) عطا ہوا۔

★ حضرت اُمّ عمارہؓ (نام نسیبہ بنت کعب مازنیہ) پہلی خاتون اور غزوہ احد پہلا معرکہ ہے جس میں کسی عورت نے قتال میں حصہ لیا ہو۔ ارشادِ نبویؐ ہے۔ ''قیامت میں اُمّ عمارہ اسی طرح میرے پاس رہیں گی جیسے میدان احد میں ہیں''۔

★ حضرت اسماء بنت یزید انصاریہ کو'' بہتر سوال کرنے والی'' کا لقب عطا ہوا۔ تمام عورتوں کا نمائندہ بن کر بھری محفل میں استفسار کیا۔ یا رسول اللہؐ آپؐ مردوں اور عورتوں دونوں کے نبی ہیں۔ بتائیے ہم عورتوں کی جماعت گھروں میں بند بیٹھی مردوں کی ضرورتوں کو پورا کرتی ہے۔ حمل اور اولاد کے بوجھ کو اٹھاتی ہے۔ ہمارے برخلاف مردوں کو ثواب کے زیادہ مواقع حاصل ہیں۔ مرد نماز با جماعت، نماز جمعہ، نماز جنازہ، طہارت، عمرہ پر عمرہ، حج پر حج اور جہاد کی فضیلت حاصل کرتے ہیں۔ آپؐ نے صحابہ کرام کو دیکھ کر پوچھا ''تم نے دین کے بارے میں اس عورت سے بہتر سوال کرنے والی کو بھی سنا ہے؟ فرمایا غور سے سنو، سمجھ لو اور سب عورتوں کو بتا دو عورت کا اپنے شوہر کے ساتھ اچھا برتاؤ، اس کی خوشنودی ڈھونڈ کر عمل کرنا ان سب اعمال کے ثواب کے برابر ہے''۔

★ ۴ھ میں حضرت فاطمہؓ بنت اسد (حضرت علیؓ کی والدہ) کا انتقال ہوا تو رسول اللہؐ نے اپنا پیرہن کفن کے لیے دیا۔ جنازہ کو کندھا دیا، لحد میں اتر کر کچھ دیر لیٹے رہے تا کہ وسعت پیدا ہو۔ کل تین عورتیں اور دو مرد اس سعادت کے حامل ہیں۔ حضرت خدیجہؓ اور حضرت اُمّ رومان (والدہ حضرت عائشہؓ) مردوں میں حضرت خدیجہؓ کے پہلے شوہر کے صاحبزادے (غالباً مکہ میں پہلے شہید حضرت حارث بن ابی ہالہ) اور دوسرے حضرت عبداللہ مزنی ذوالبجادینؓ ہیں۔

★ پہلا پرچم (ایک نیزہ پر سفید کپڑا بندھا ہوا) حضرت امیر حمزہؓ کو عطا ہوا۔ غزوۂ احد میں انہیں ''سید الشہداء'' کا لقب زبان نبوت عطا ہوا۔ نیز ''اسداللہ اور اسد (شیر) الرسول'' بھی آپؓ کے القاب ہیں۔

★ مجدی بن عمرو جہنی پہلا قبائلی حکمران ہے، جس نے مملکت مدینہ کی خود مختارانہ حیثیت تسلیم کی۔ آج یہ قانون بین الممالک کی اہم شرط ہے۔

★ راہِ حق میں پہلا تیر چلانے کا شرف حضرت سعدؓ بن ابی وقاص کو حاصل ہوا۔ ان کے کمان سے نکلا ہر تیر بے خطا ہوتا۔

★ پہلا قتل/ پہلی غنیمت/ پہلے قیدی/ سریۂ حضرت عبداللہؓ بن جحش بمقام نخلہ میں حاصل ہوئے۔ امیرالمومنین کا لقب پہلی بار اس سریہ کے شرکاء نے حضرت عبداللہؓ کو عطا کیا۔ غزوۂ احد میں لاش کا مثلہ کیا گیا تو ''المجدع فی اللہ (گوش بریدۂ راہِ خدا) کے لقب سے مشہور ہوئے۔

★ پہلا خمس غزوۂ قینقاع میں یہودیوں سے حاصل ہوا۔

★ پہلا مالِ فئے غزوۂ بنی نضیر میں یہودی قبیلے کے چھوڑے ہوئے مال کو قرار دیا گیا۔

★ حضرت خبابؓ بن الارت (غلام) سادس الاسلام (چھٹے مسلمان) کہلائے۔ دین کے لیے بڑی سختیاں برداشت کیں۔

★ حضرت سراقہ بن مالک جعشم۔ اسلام کے پہلے ''امان یافتہ'' ہیں۔ راہ ہجرت میں یہ امان نامہ بحکم نبیؐ حضرت عامرؓ بن فہیرہ نے لکھ کر دیا۔

★ اسلام کے پہلے شہید (۴ نبوت) حضرت حارثؓ بن ابی ہالہ ہیں جو حضرت خدیجہؓ کے پہلے شوہر کے بیٹے تھے۔

★ حضرت مہجعؓ بن صالح (جو حضرت عمرؓ کے غلام تھے) غزوۂ بدر کے پہلے شہید ہیں جنہیں رسول اللہؐ نے سید الشہداء کا لقب دیا کیونکہ وہ میدان بدر کو اپنے خون سے رنگین کرنے والے پہلے شہید ہیں۔

★ رسول اللہؐ کا مکمل حلیہ/شمائل (جو تاریخ میں محفوظ ہے) بیان کرنے کا شرف ایک خاتون حضرت اُمّ معبدؓ کو سب سے پہلے حاصل ہوا۔ ص ۱۵۶۔

★ حضرت خصیبؓ بن بریدہ اسلمی کو ہجرت کے موقع پر قبا میں داخل ہونے سے پہلے اپنے عمامہ کو نیزہ پر باندھ کر پرچم نبویؐ بلند کرنے کا شرف حاصل ہوا۔ دستِ مبارک سے آخری جنگی پرچم حضرت اسامہ بن زیدؓ کو عطا ہوا۔ اسامہؓ نے یہ پرچم بریدہ اسلمیؓ کے حوالے کیا۔

★ حضرت عثمانؓ بن مظعون جنت البقیع کے پہلے (مہاجر) مدفون ہیں۔ حضورؐ نے ان کی پیشانی کو بوسہ دیا اور اپنا سلف صالح کہہ کر اپنے ہاتھ سے ان کی قبر پر نشان کا پتھر لگایا۔

★ حضرت مصعبؓ بن عمیر معلم کتاب وحکمتؐ کے پہلے معلم دین ہیں جو دوسری بیعت عقبہ کے بعد یثرب بھیجے گئے۔ غزوۂ احد میں علم اسلام کو بلند رکھتے ہوئے دونوں ہاتھ قلم ہوئے تو کٹے ہوئے بازوؤں سے حلقہ بنا کر بلند رکھا اور شہید ہوئے۔ لاش پر رسول اللہؐ نے فرمایا ''بیشک اللہ کا رسول گواہی دیتا ہے کہ تم روزِ قیامت بارگاہ خداوندی میں حاضر رہو گے''۔

★ حضرت اسعدؓ بن زرارہ عقبہ کبیرہ کے پہلے اور بہت کم عمر بیعت کرنے والے تھے۔ انہیں ''نقیب النقباء'' کا اعزاز عطا ہوا۔ بنی بیاضہ کی مسجد میں

حضورؐ کی ہجرت سے پہلے ہی نماز جمعہ کی ابتدا کی سعادت حاصل کی۔

★ حضرت عبادہؓ بن صامت مدینہ منورہ کی پہلی جامعہ صفہ کے پہلے صدر مدرس کے عہدے پر فائز ہوئے۔

★ حضرت حذیفہ بن یمانؓ "صاحبُ السِر" یعنی راز دار نبی مشہور تھے۔

★ حضرت ذکوانؓ بن قیس (بنی زریق) دوسری بیعت عقبہ کے بعد مکہ میں رہ پڑے۔ حکم ہجرت پر مدینہ لوٹے۔ وہ واحد صحابی ہیں جنہیں انصار اور مہاجر ہونے کا شرف حاصل ہوا۔

★ حضرت ابودرداؓ اپنے علم وفضل کی بناء پر صحابۂ کرام میں "حکیم الامت" کے لقب سے یاد کئے جاتے تھے۔

★ حضرت سلمانؓ فارسی — سلمان الخیر کے نام سے یاد کیے جاتے تھے۔ ارشادِ نبویؐ ہے "سلمان میرے اہلِ بیت سے ہیں۔"

★ حضرت صہیب بن سنان رومی — نعم العبد (اچھے بندے) کے لقب کے حامل تھے۔ حضورؐ نے ان کی کنیت ابویحییٰ رکھی انہیں روم سے سبقتِ اسلام کا پہلا پھل فرمایا۔

★ حضرت طفیل عمر دوسیؓ — "ذوالنور" ہوگئے، حضورؐ کی دعا کی برکت سے ان کا چہرہ اندھیرے میں تاباں ہوجاتا تھا۔

★ سب میں معمر شخص جو فتح مکہ کے موقع پر ایمان لائے وہ حضرت ابوقحافہ (ابوبکرؓ کے والد) تھے ۹۳ سال عمر۔ ان کے ایمان سے حضرت ابوبکرؓ کی چار پشتوں کو منفرد شرف صحابیت حاصل ہوا۔ نیز ابوبکرؓ ان کے سامنے فوت ہوئے اور وہ اپنے بیٹے کے وارث ہوئے۔

★ حضرت ابوعبداللہ سالمؓ مولیٰ (غلام) ابو حذیفہؓ کی قرأت کی خوش الحانی سن کر رسول اللہؐ نے فرمایا— "ساری تعریف اللہ کے لیے ہے جس نے میری امت میں تم جیسے شخص کو پیدا فرمایا۔"

★ رسول اللہؐ نے حضرت عبداللہؓ بن مسعود (ابن اُمّ عبد) کو پہلی ہی ملاقات میں "تم تعلیم یافتہ بچے ہو" فرمایا۔ حضورؐ ان سے فرمائش کر کے قرآن سنتے۔ ارشاد ہوا "جو پسند کرتا ہے کہ قرآن کو اسی طرح تروتازہ پڑھنا سیکھے جس طرح وہ نازل ہوا ہے تو اس کو ابن اُمّ عبد کی قرأت کی اتباع کرنا چاہیے"۔

★ حضرت ابوموسیٰ اشعری کو رسول اللہؐ نے یمن کا گورنر مقرر فرمایا۔ یہ بھی ارشاد ہوا کہ ابوموسیٰ کو لحن داؤدی سے حصہ ملا ہے۔ ایک رات جبکہ وہ مسجد میں تلاوت کررہے تھے انجانے میں حضورؐ اور امہات المومنین نے حجروں کے پردوں کے قریب ہوکر دیر تک ان کی قرأت سنی۔

★ رئیس بنی اوس حضرت سعدؓ بن معاذ کے انتقال پر ارشاد نبویؐ ہوا— "کسی کے مرنے پر اللہ کا عرش جنبش میں نہیں آیا مگر سعد ابی معاذ کی موت پر۔"

★ حضرت ابوایوب انصاریؓ (بنونجار) کو "میزبان رسولؐ" ہونے کا ابدی شرف حاصل ہوا۔ ع تیرے قیام کے طفیل ہم بھی تو باشرف ہوئے۔

★ ہجرت کے بعد مہاجرین میں پہلا لڑکا حضرت اسماء زوجہ حضرت زبیرؓ بن عوام کے بطن سے ہوا جبکہ یہودیوں نے مشہور کر رکھا تھا کہ ہم نے جادو کر دیا ہے کوئی اولاد نرینہ نہیں ہوگی۔ رسول اللہؐ نے کھجور چبا کر بچے کی زبان پر لگایا (پہلی رسمِ تحنیک) اور عبداللہؓ نام رکھا۔ انصار میں پہلا لڑکا بشیرؓ ہیں دونوں کی پیدائش پر خوشی منائی گئی۔

★ حضرت خُبیبؓ بن عدی انصاری کا لقب بلیع الارض یعنی (جسے زمین نگل گئی) تھا۔ کفار مکہ کی سولی پر چڑھنے سے پہلے دو رکعت نفل پڑھی۔ وہ اسلام میں اس رسم کی ابتدا کرنے والے ہیں۔ سولی پر چڑھ کر کہا "اے اللہ میرے رسول کو میرا سلام پہنچا دے۔" مدینہ میں رسول اللہؐ نے اچانک فرمایا "اے خبیب تجھ پر سلام۔" "جبرئیل مجھے اس کا سلام پہنچاتے ہیں۔" ان کی لاش کو زمین نگل گئی۔

★ حضرت اُسیدؓ بن حُضیر اشہلی کا لقب "نعم الرجل" (اچھا انسان) تھا۔ بہ روایت حضرت عائشہؓ اُسیدؓ انصار کے تین بہترین آدمیوں میں سے ایک ہیں۔ دوسرے دو حضرات سعدؓ بن معاذ اور عبادؓ بن بشر ہیں۔

★ حضرت سعدؓ بن عبادہ کا لقب سید الخزرج تھا۔ بڑے مخیّر، تیر انداز، پیراکی اور لکھنے کی مہارت سے "کامل" کہلاتے تھے۔ رسول اللہؐ نے دعا فرمائی —اے اللہ! انصار کو جزائے خیر دے خصوصاً عبداللہ بن عمرو بن حرام اور سعدؓ بن عبادہ کو"۔

★ حضرت عبداللہؓ بن عمرو بن حرام نقیب بنی سلمہ غزوہ احد کے شہید ہیں جن کی لاش کا کفار نے مثلہ کیا۔ ارشاد نبوی ہوا "جب تک جنازہ رکھا رہا فرشتے پروں سے سایہ کیے رہے۔ ان کے بیٹے جابرؓ سے فرمایا — "ایک خوشخبری سنو! اللہ کسی سے بے پردہ گفتگو نہیں کرتا لیکن تمہارے باپ سے بالمشافہ گفتگو کی اور وحی بھیجی" جولوگ اللہ کی راہ میں قتل ہوئے ان کو مردہ نہ سمجھو بلکہ وہ زندہ ہیں"۔ ۴۶ سال بعد سیلاب نے ان کی قبر کھول دی تو لوگوں نے دیکھا کہ لاش تروتازہ ہے۔

★ حضرت ضرارؓ بن ازور اسدی— ضیغم اسلام (شیر) کہلاتے تھے۔

عہد فاروقی میں نامور فاتح بن کر ابھرے۔

★ حضرت سہیلؓ بن عمرو ''خطیب قریش''، صلح حدیبیہ میں کفار قریش کے نمائندے تھے۔ فتح مکہ کے موقع پر مسلمان ہوئے اور فتنہ ارتداد میں اپنے زور خطابت اور شعلہ بیانی سے اسلام کی حمایت کا حق ادا کیا۔

★ حضرت ثابتؓ بن قیس انصاری ''خطیب رسول'' کے ممتاز لقب کے حامل تھے۔ کفار سے فخاری (فخر و مباہات) کے مقابلہ میں رسول اللہؐ نے انہیں جوابی خطبہ کا حکم دیا اور وہ بہت فصیح و بلیغ تھا۔

★ حضرت حارثؓ بن ربعی کنیت ابوقتادہ (بنو سلمہ۔ کنیت ابوسلمہ) کا لقب ''فارسِ رسول اللہؐ'' (بہترین سوار) تھا۔ کفار کے تعاقب میں شہسوار کی دلیری پر ارشاد ہوا ''آج ابوقتادہ بہترین سوار تھے۔''

★ حضرت حسانؓ بن ثابت انصاری (بنونجار) ''شاعرِ رسول اللہؐ'' کے معزز لقب سے پکارے جاتے ہیں۔ ارشاد نبویؐ ہے ''اے حسان میری طرف سے (کفار) کو جواب دے۔ دعا فرمائی ''الٰہی روح القدس کے ذریعہ اس کی مدد فرما۔''

★ حضرت کعبؓ بن مالک انصاری (بنو سلمہ) کے قادر الکلام شاعر تھے۔ رسول اللہؐ نے تین بار فرمائش کر کے ان کے اشعار سنے اور فرمایا ''کفار پر ان کی زد تیر سے زیادہ سخت ہے۔'' محاذ شاعری پر کفار کا جواب دینے والے انصاری شاعری ہیں۔ غزوۂ تبوک میں شریک نہ ہونے پر پچاس دن بڑی سخت آزمائش کے بعد ان کی توبہ قبول ہوئی۔

★ حضرت عبداللہؓ بن رواحہ (خاندان حارث بن خزرج) صاحبِ سیف و قلم تھے۔ مسجد نبویؐ کی تعمیر کے وقت رسول اللہؐ کی زبانِ مبارک پر آپؓ کے رجزیہ اشعار تھے۔ عمرۃ القضاء کے موقع پر حضورؐ کی اونٹنی کی مہار پکڑ کر طواف کیا اور کفار پر اشعار کے بے خطا تیر چلائے حضورؐ نے پسند فرمایا۔ غزوۂ موتہ میں سپہ سالار بن کر جام شہادت نوش کیا۔

★ حضرت کعبؓ بن زہیر بن ابی سلمٰی رسول اللہؐ کی ہجو میں پیش پیش تھے۔ فتح مکہ کے بعد چھپتے پھرتے رہے آخر معافی مانگنے مدینہ آئے۔ عالم کیف میں ''قصیدہ بانت سعاد'' لکھا۔ مسجد نبوی میں دست مبارک تھام کر ندامت سے جاں بخشی کی درخواست کی۔ معافی ہوئی تو قصیدہ سنایا۔ حضورؐ محظوظ ہوئے اور اپنی بُردیمانی (یمن کی چادر) عطا فرمائی۔ صحابہ میں یہ پہلے شاعر ہیں جن کی قدردانی انعام کی صورت میں ہوئی۔ یہ قصیدۂ بردہ چادر عطا ہونے پر اس نام سے مشہور ہوا۔

★ حضرت لبیدؓ بن ربیعہ عامری (بنی کلاب) سبعہ معلقات کا عظیم شاعر جس کا قصیدہ اعترافِ کمال کے طور پر در کعبہ سے لٹکایا گیا۔ عہد نبوت پایا اور ایمان لانے کا شرف حاصل کیا۔ قرآن مجید کی غیر معمولی فصاحت و بلاغت سے اس درجہ متاثر ہوئے کہ شعر گوئی ترک کر دی۔

★ حضرت خنساءؓ عرب کی سب سے بڑی مرثیہ گو تھی۔ زمانۂ پیری میں ایمان لانے کا شرف حاصل ہوا۔ افصح العرب العجمؐ نے ان کا فصیح و بلیغ کلام سن کر ''شاباش اے خنساء'' فرمایا۔ جنگ قادسیہ میں چار بیٹوں کی شہادت کی خبر پا کر کہا ''الحمد اللہ! مجھے یہ شرف حاصل ہوا''۔

★ حضرت عبیدہؓ بن حارث مطلبی (بنی ہاشم) کا لقب ''شیخ المہاجرین'' تھا۔ غزوۂ بدر کی مبارزت طلبی میں کافر شیبہ بن ربیعہ نے ایک پاؤں کو پنڈلی سے کاٹ دیا۔ سخت زخمی حالت میں حضورؐ کے پاس لائے گئے تو ان کا سر زانوئے مبارک پر رکھ لیا۔ پوچھا— ''کیا میں شہادت سے محروم رہوں گا۔'' فرمایا— ''بلا شبہ تم شہید ہو اور نیکوکاروں کے پیشوا ہو۔ فتح کے بعد لوٹتے ہوئے مقام صفراء میں انتقال ہوا۔

★ حضرت حنظلہؓ بن عامر (اوس) ''غسیل ملائکہ'' کے شرف کے حامل ہیں۔ غزوۂ احد میں جہاد کی منادی ہوئی تو بیوی کے پہلو سے اٹھ کر تلوار لی اور میدان جنگ میں لڑتے ہوئے شہید ہوئے۔ حضورؐ نے شہدا کے لاشوں پر نظر کی تو فرمایا ''حنظلہ کو فرشتے غسل دے رہے ہیں''۔

★ حضرت سلمہؓ بن اکوع اسلمی کا لقب ''صاحب غابہ'' تھا۔ کافر غارت گروں کا تن تنہا تعاقب کر کے تنگ کرتے۔ ارشادِ نبویؐ ہے کہ ہمارے پیادوں میں سب سے بہترین سلمہؓ ہیں۔

★ حضرت عمروؓ بن العاص سہمی (بنی سہم) ۸ ہجری میں غزوۂ احزاب کے بعد ایمان لائے۔ رسول اللہؐ نے فرمایا میں تم کو فلاں مہم پر امیر بنانا چاہتا ہوں۔ مال غنیمت میں سے معقول حصہ ملے گا۔ ادب سے عرض کیا مال کی خاطر اسلام نہیں لایا۔ فرمایا ''مالِ صالح مردِ صالح کے لیے بہتر ہے۔'' زبانِ نبوت سے ''مردِ صالح'' کا لقب ملا اور عہد فاروقی میں فاتح مصر بننے کا اعزاز حاصل ہوا۔

★ حضرت زبرقان بن بدر کا لقب ''ماہِ نجد'' تھا۔ قبیلۂ بنو تمیم کے غیر معمولی حسن صورت، وجاہت کے سردار اور قادر الکلام شاعر بھی تھے۔ فخاری (عربوں کے فخر و مباہات کی محفل) کے مقابلہ میں اپنی قوم کا قصیدہ پڑھا۔ ارشادِ نبویؐ ہوا ''بعض تقریروں میں جادو ہوتا ہے۔'' یہ سن

اس صداقت کو محبت سے ہے ربطِ جان و تن
اقبال

اے خاصۂ خاصانِ رُسل وقت دعا ہے (الطاف حسین حالی) امت پہ تری آ کے عجب وقت پڑا ہے

کر ایمان لائے۔ حضورؐ نے انہیں بنوسعد کا امیر مقرر فرمایا۔

★ حضرت اُبَیؓ بن کعب انصاری (بنی نجار) نے زبان نبوت سے ''امت کے بہترین قاری'' کا لقب پایا۔ اس سے بڑا اعزاز یہ کہ مہبط وحیؐ نے فرمایا ''اللہ نے مجھے حکم دیا ہے کہ سورۂ بیّنہ سناؤں''۔ عرض کیا— میرا نام لے کر فرمایا۔ جواب دیا ہاں۔'' ان کا لقب سید المسلمین ہوا۔

★ حضرت عمروؓ بن جموح (بنوسلمہ) ضعیف العمر اور لنگڑے تھے۔ بہ اصرار غزوۂ احد میں شریک ہوئے اور جام شہادت نوش کیا۔ رسول اللہؐ نے انہیں بنوسلمہ کا سردار مقرر کیا تو لوگ انہیں سیدالانصار کہنے لگے۔

★ حضرت ابودوجانہ (نام سماک بنی ساعدہ) نے غزوہ احد میں رسول اللہؐ کے ارشاد ''کون ہے جو اس تلوار کا حق ادا کرے کہ کوئی کافر بچنے نہ پائے اور کوئی مسلمان مارا نہ جائے'' تلوار لے کر اپنے آپ کو اس شرط کا حقدار ثابت کیا۔ لڑائی کے ختم ہونے پر ارشاد ہوا ''ابودوجانہ خوب لڑا''۔

★ حضرت خبابؓ بن منذر بن جموح کی غزوۂ بدر کے موقع پر اسلامی لشکر کو وافر پانی والے چشمے پر پڑاؤ ڈالنے کی تجویز کو رسول اللہؐ نے قبول فرمایا اور اس پر عمل کیا۔ اس دن سے ان کا لقب ''صاحب الرائے'' ہوا۔

★ خزیمہؓ بن ثابت خطمی انصاری کو زبان نبوت سے ''ذوالشہادتین'' کا لقب عطا ہوا۔ انہیں رسول اللہؐ کی جبین مبارک کو چومنے کی سعادت بھی حاصل ہوئی۔ ارشاد ہوا— مخالف یا موافق کو ان کی تنہا گواہی کافی ہے۔

★ حضرت ضحاکؓ بن سفیان کا لقب ''سیاف رسول'' یعنی رسول اللہؐ کے شمشیر برداروں کا محافظ تھا۔ بنی ہوازن سے لڑنے والوں سے فرمایا میں تمہیں ایک ایسا شہسوار دوں گا جو سو بہادروں کے برابر ہے۔

★ حضرت تمیمؓ بن اوس داری— شام کے قبیلۂ لخم کے مسیحی تھے۔ ۹ھ میں اسلام قبول کرنے آئے تو اپنے ساتھ کچھ قندیلیں اور تیل لائے تھے۔ اس سے مسجد نبوی کو روشن کردیا۔ جو حضورؐ کی خوشنودی کا باعث ہوا۔ وہ پہلے شخص ہیں جنھوں نے مسجد میں روشنی کرنے کی ابتدا کی۔ حضرت عمرؓ نے انہیں ''خیر اہل المدینہ'' کا خطاب دیا۔

★ حضرت تمیمؓ بن اسد خزاعی کو فتح مکہ کے بعد رسول اللہؐ نے اطراف مکہ میں حرم کی حد بندی کے پتھر درست کرنے کا شرف عطا فرمایا۔

★ حضرت عبداللہؓ مزنی کا لقب ''ذوالبجادین'' (دو کپڑوں والا) تھا۔ جب رسول اللہؐ کے پاس ایمان لانے آئے تو کمبل کے ایک ٹکڑے کا تہمد اور ایک سے سینہ ڈھکا تھا۔ غزوۂ تبوک میں شہادت کی تمنا لیے شریک ہوئے۔ وہاں بیمار پڑے اور داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔ رات کے وقت دفن کے لیے لائے گئے تو ایک اعلیٰ ترین شرف ان کے حصے میں آیا۔ رسول اللہؐ خود ان کی قبر میں اترے۔ حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت بلالؓ نے مل کر سپرد خاک کیا۔ ع یہ نصیب اللہ اکبر لوٹنے کی جا ہے۔

★ حضرت احیرمؓ (نام عمرو) بنی عبدالاشہل (اوس) عین لڑائی میں میدان احد میں مسلمان ہوکر لڑتے ہوئے شہید ہوئے۔ ایک نماز بھی نہیں پڑھی۔ ارشاد نبوی ہوا'' اس نے عمل تھوڑا کیا لیکن اجر بہت پایا۔ وہ یقیناً جنتی ہے''۔

★ حضرت ہندؓ تیمی بن ابی ہالہ— اُمّ المومنین حضرت خدیجہ الکبریٰ کے پہلے شوہر ابوہالہ تیمی کے فرزند تھے۔ حضورؐ کے ربیب (پروردہ سوتیلے بیٹے تھے) ان کی فصاحت و بلاغت کی سب تعریف کرتے تھے۔ رسول اللہؐ کا حلیہ مبارک نہایت خوبی اور صحت سے بیان کیا ہے۔ اسی لیے لقب ''وصاف النبیؐ'' مشہور ہوگیا۔ دیکھوص ۱۵۶

★ حضرت عروہؓ بن مسعود طایف کے سرداروں میں سے تھے۔ قبیلہ ثقیف میں تبلیغ کرتے ہوئے اپنے ہی لوگوں کے ہاتھوں شہید ہوئے۔ ارشاد نبوی ہے ''عروہ ہم شبیہ مسیح'' یعنی حضرت عیسیٰؑ کے مشابہ ہیں''۔

★ حضرت عمار بن یاسرؓ— حضرت یاسرؓ بن عامر قحطانی نسل کے تھے۔ یمن سے آ کر مکہ میں مستقل رہ پڑے۔ ابو حذیفہؓ نے اپنی لونڈی سُمیہ بنت خباط سے شادی کردی۔ دعوت حق پر پورے خاندان نے اسلام قبول کیا۔ عمار ایمان لانے آئے تو رسول اللہؐ نے خوش ہوکر فرمایا— ''مرحبا بالطیّب المطیّب'' یعنی خوش آمدید! پاکیزہ و مصفا انسان یہی ان کا لقب ہوا۔

★ حضرت حنظلہؓ بن ربیع کو رسول اللہؐ نے عہدۂ کتابت پر مامور فرمایا۔ لقب ''کاتب رسول اللہؐ'' مشہور ہوا۔ وصالِ نبوی کے بعد قلم چھوڑ کر تلوار سنبھال لی۔ صاحب سیف

★ حضرت معیقیب بن ابی فاطمہ دوسی ''خاتم بردار رسولؐ'' انگوٹھی جس پر ''محمد رسول اللہ'' کندہ تھا جو مکاتیب و فرامین پر بطور مہر لگائی جاتی ان ہی کی تحویل میں رہتی تھی۔ یہ منفرد اعزاز ان کی ذات پر اعتماد کامل کا مظہر تھا۔

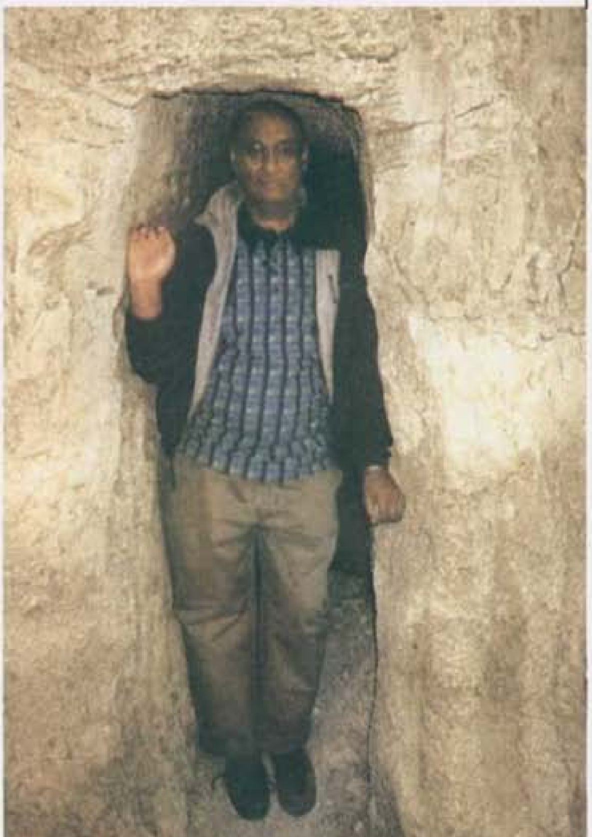
(باقی صفحہ ۳۴۶ پر ملاحظہ کریں)

جسدِ اطہر صلی اللہ علیہ وسلم کو چرانے کی ناپاک سازش

مسجدِ نبوی کی حالیہ توسیع میں ۵۵۷ ہجری مطابق ۱۱۶۲ء کی وہ سرنگ برآمد ہوئی ہے جس کے ذریعے عیسائیوں نے رسول ﷺ کے جسدِ اطہر کو چرانے کی ایک ناپاک سازش کی تھی۔ سلطان نور الدین زنگی (۵۱۱ تا ۵۲۹ ہجری/۱۱۱۸ تا ۱۱۷۴ء) والیئ شام کے خواب میں تین بار آ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو راہبوں کی طرف اشارہ کر کے فرمایا ''مجھے ان سے بچاؤ'' صبح ہوتے ہی سلطان ۲۰ مجاہدوں اور کثیر خزانہ کے ساتھ برق رفتاری سے ۱۶ دن میں مدینہ منورہ پہنچا۔ مواجہ شریف پر صلوٰۃ و سلام کی سعادت کے بعد حاکم کو جملہ اہلیانِ مدینہ کو انعام و کرام کے لیے حاضری کا حکم دیا۔ فیاضانہ تقسیم کے بعد لوگوں سے پوچھا کوئی باقی تو نہیں رہ گیا؟ عرض کیا گیا کہ دو بندے جنت البقیع کے قبرستان میں عبادت میں مصروف رہتے ہیں۔ حکم ہوا انہیں اسی وقت حاضر کیا جائے۔ انہیں دیکھتے ہی سلطان نے پہچان لیا۔ پوچھا رہائش کہاں ہے؟ حجرہ نبویؐ کے قریب ایک سرائے کا پتا بتایا۔ انہیں سب کے ساتھ انتظار کرنے کا حکم دے کر سلطان خود سرائے پر گیا۔ ان کے کمرے کو کھول کر دیکھا بیچ میں ایک بڑی چٹائی تھی جس پر کتابیں پڑی تھیں۔ ایک طرف دو خالی بورے نظر آئے چٹائی اٹھائی تو نیچے قدم آدم سرنگ دکھائی دی جو حجرہ نبویؐ کے دروازے تک کھد چکی تھی۔ واپس آ کر غضبناک سلطان نے پوچھا تو انہوں نے اقبال جرم کرتے ہوئے بتایا کہ فلاں عیسائی بادشاہ نے ہمیں جسدِ اطہر لانے کے لیے حاجیوں کے بھیس میں بھیجا ہے۔ سلطان نے اہلِ مدینہ کے سامنے ان کو قتل کیا حجرۂ نبویؐ کے اطراف پانی نکلنے کی گہرائی تک خندق کھدوا کر پگھلے ہوئے لوہے کی زیرِ زمین دیوار بنوا دی تا کہ آئندہ ایسی کوشش نہ ہو سکے۔



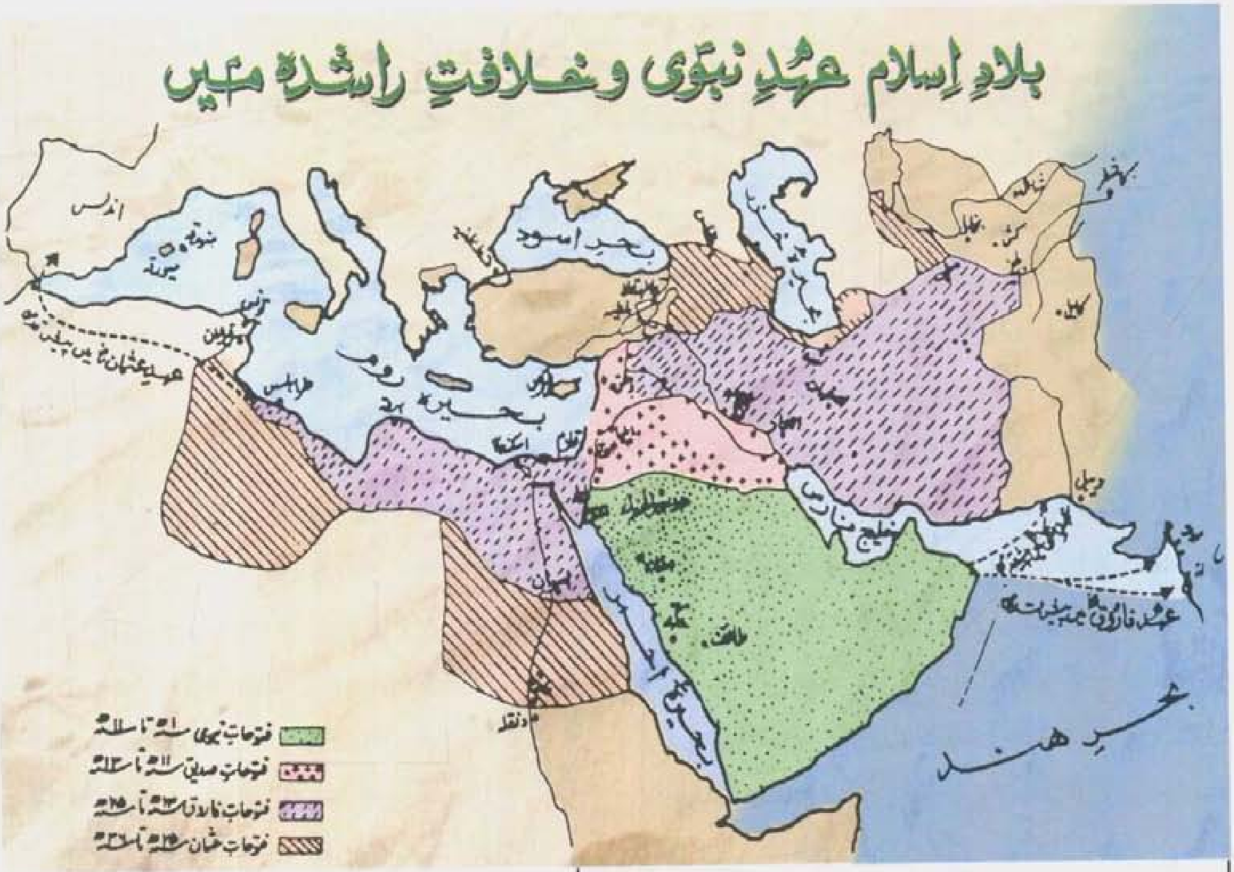
مسجدِ نبوی کی توسیع کے دوران کھدائیوں میں برآمد ہونے والی وہ سرنگ جو عیسائی راہبوں نے بنائی تھی۔



سرنگ کی چوڑائی اور لمبائی دیکھی جا سکتی ہے یہ اس کا دروازہ ہے اور قبر مبارک تک اسی گہرائی سے کھودی گئی تھی (تصویر بشکریہ انجینئر شاہ عماد الدین جاوید)

جس بندۂ حق بیں کی خودی ہو گئی بیدار
اقبال

اے کہ ترے وجود پر خالق دو جہاں کو ناز   (بہادر یار جنگ)   اے کہ ترا وجود ہے وجہ وجود کائنات



خاور کی اُمیدوں کا یہی خاک ہے مرکز
اقبال



ادِ اسلامیہ— اسلامی مملکتوں کا نقشہ۔

وُسعتِ گردوں میں تھی ان کی تڑپ نظارہ سوز
اقبالؔ

ترکی کا توپ قاپی سرائے محل (عجائب گھر)

آثارِ انبیاء و صحابہ کرامؓ کا نادر مخزن



۱۴ سو سال پرانا ''مصحفِ عثمانی'' جو تاشقند میں محفوظ تھا۔

قسطنطنیہ بازنطینی عیسائی مملکت کا دارالحکومت تھا۔ یہ مقام آبنائے باسفورس کے ساحلی کنارے پر واقع ہے۔ شہر سات پہاڑیوں اور اس کے دامن میں آباد ہے۔ قدیم شہر کے اطراف مضبوط فصیل ہے جس میں کئی دروازے اور برج بنے ہوئے تھے۔ ایک دروازہ جو آبنائے باسفورس کی سمت تھا وہاں برجوں پر بڑی بڑی بھاری توپیں نصب تھیں جن سے حملہ آور بحری بیڑہ پر گولہ باری کی جاتی تھی۔ اس لئے استنبول شہر کا یہ حصہ توپ قاپی Topaki کہلاتا تھا۔ آبادی ۴۰ ہزار نفوس پر مشتمل تھی۔ ان گنت چھوٹے بڑے چرچ تھے۔۔

جانبِ منزل رواں بے نقشِ پا مانندِ موج

اقبالؔ



گنبدِ صخرہ (بیت المقدس) کی چٹان پر پایا جانے والا بائیں پاؤں کے نشان کا عکس۔ خیال کیا جاتا ہے کہ معراج کی شب پہلا قدم فضا میں اور دوسرا صخرہ پر اُتر گیا۔

سلطان محمد ثانی نے قسطنطنیہ کے اس ۲۱۴۰ سالہ قدیم شہر کو ۱۴۵۳ء میں فتح کیا۔ اس وقت اس کی عمر صرف ۲۳ سال تھی۔ شہر کا نام بدل کر اسلام بول رکھا گیا جو کثرت استعمال سے استنبول ہوگیا۔ فاتح قسطنطنیہ نے استنبول کی ایک بلند پہاڑی پر ۱۴۶۵ء اور ۱۴۷۸ء کے درمیان سراگلیوپیلیس (Siraglia Palace) تعمیر کروایا جو تین وسیع باغوں اور کئی چھوٹی چھوٹی عمارتوں پر مشتمل ہے۔ اس کے بعد مختلف سلطان یکے بعد دیگرے اپنے اپنے ذوق اور ضرورت کے مطابق طرزِ تعمیر کی وحدت کا لحاظ رکھے بغیر محل میں اپنے لئے ایوان اور عمارات کا اضافہ کرتے رہے۔ ان میں سب سے خوبصورت اور قدیم ترین ایوان ''چنلی ایوان'' (ٹائلوں والا ایوان) ہے جو ۱۴۷۲ء میں فاتح سلطان محمد ثانی کے لئے تعمیر کیا گیا تھا۔

یورپ کی عظیم عیسائی شہنشاہیت کے خاتمے کے بعد سلجوقی ترک ملک پر حکمرانی کرنے لگے۔ آبادی کی اکثریت نے اسلام قبول کرلیا اور کئی بڑے گرجا گھر مساجد میں تبدیل ہوگئے۔ مسجد ہاگیہ صوفیہ (Hagia Sophia) ایسی ہی یادگاروں میں سے ایک ہے۔ یہی محل اب توپ قاپی سرائے کے نام سے موسوم ہے۔

امتیازی نقوش کا حامل توپ قاپی محل ان آخری اور جدید ترین محلاتی تعمیرات میں سے ہے جو انیسویں صدی کے آخر تک آباد تھیں۔ دراصل یہ محل ایک عمارت پر مشتمل نہیں ہے بلکہ قلعہ نما چہار دیواری میں عمارتوں اور حصاروں کا ایک مجموعہ ہے جس کا



سوئے مبارک ــــ اس طرح محفوظ ہیں۔

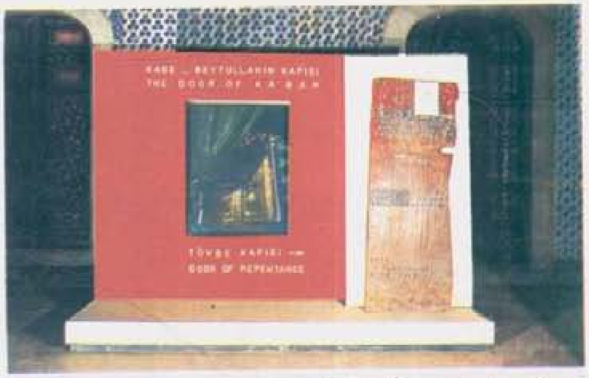


بادامی رنگ والا قمیص رسول اللہ کا ہے جو عقیدتمندوں نے صدیوں سے ایمان کی طرح سنبھال رکھا ہے۔ عثمانی سلاطین نے منہ مانگی داموں اسے خریدا۔ تصویر بشکریہ: شفیق سعید خواجہ (لاہور)

کل رقبہ ۸۳،۷۱،۹۴۰ مربع گز ہے۔ بغیر کسی تنظیمی ترتیب کے یہ محل برسوں تک تعمیر ہوتا رہا۔ اس کے گرد موجودہ فصیل ۱۴۷۸ء میں مکمل ہوئی۔ محل میں داخلے کے لئے سات عظیم الشان دروازے ہیں جن میں سب سے بڑا ''باب ہمایوں'' مشرقی حصار میں واقع ہے۔ محل کا رقبہ یکے بعد دیگرے چار تعمیراتی حصوں میں منقسم ہے۔ کانسے Bronze کے دروازے سے داخلہ محل کے اس حصے میں پہنچاتا ہے جو شاہی خاندان کی خواتین، خادمین اور خواجہ سراؤں کے لئے مخصوص تھا اور جسے حرم کہتے تھے۔ دوسرے دروازے کے بعد انتظامی عمارتیں ہیں جس میں سلطنت کے امورِ نظم ونسق کے دفاتر تھے۔ تیسرے حصے میں واقع عمارتیں سلطان کے لئے مخصوص تھیں۔ چوتھا حصہ ایک کھلے اور بلند صحن کی شکل میں پھیلا ہوا ہے جہاں سے نیچے کا سمندر اور آبنائے باسفورس صاف نظر آتے ہیں۔

۱۵۱۲ء میں سلطان بایزید ثانی اپنے چھوٹے بیٹے سلیم کے حق میں دستبردار ہوگیا۔ اپنے ۸ سال کے مختصر دورِ حکمرانی میں سلطان سلیم نے سلطنت عثمانیہ کو بڑی وسعت دی اور ایشیا میں کردستان، دیار بکر، شام، لبنان، مصر اور حجاز اپنی سلطنت میں شامل کرلئے۔ جب خلافتِ

سمایا اس کا جو نقشِ قدم تصور میں ہجومِ شوق میں بوسے کہاں کہاں کے لیے (الطاف حسین حالی)



کعبہ کے دروازے کا ایک پٹ بھی میوزیم کی زینت ہے۔

عباسیہ مصر منتقل ہوئی تو مسلمانوں کی سیاسی قوت کمزور ہو چکی تھی۔ انتشار کا بڑا سبب خلافت اور سلطنت کا الگ الگ شخصیتوں کے درمیان تقسیم ہونا تھا۔ عباسی خلیفہ المتوکل عملاً بے دست وپا تھا۔ اس نے خلافت کے تمام حقوق سلطان سلیم اوّل کے سپرد کردیئے اور مقامات مقدسہ مکہ ومدینہ کی کنجیاں اور بعض آثار نبویہ بھی اس کے حوالے کردیئے۔ اس تاریخ سے سلاطین عثمانیہ ''خلیفہ'' کے لقب سے پکارے جانے لگے۔

چار صدیوں تک خلفائے عثمانیہ کی رہائش گاہ توپ قاپی پیلیس ہی رہا۔ اس محل میں فن کے کئی اعلیٰ نمونے ہیں جن میں دیوان اور بغداد حصار محل خصوصیت کے ساتھ قابل تعریف ہیں۔ یہی نہیں بلکہ محل کا ہر گوشہ ایک منفرد تعمیراتی یادگار ہے۔ محل میں آخری تعمیر کا اضافہ خلیفہ سلطان عبدالحمید (۶۰-۱۸۳۹) کے عہد میں ہوا جس نے آبنائے فاسفورس کے کنارے اپنا محل تعمیر کیا اور اس قدیم محل کو چھوڑ دیا۔ یہ محل طویل شاہراہ ہاگیہ صوفیہ سے ساحل بحر تک واقع ہے اور موسم گرما کے لئے مخصوص تھا۔ دوسرا محل پہاڑی پر واقع تھا جسے سرمائی محل کہتے تھے اور جہاں سے شہر کا بخوبی نظارہ کیا جاسکتا ہے۔ سلطان سلیم اوّل نے جب



مہر نبوی۔



انگشتری مبارک۔



نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نعل مبارک۔

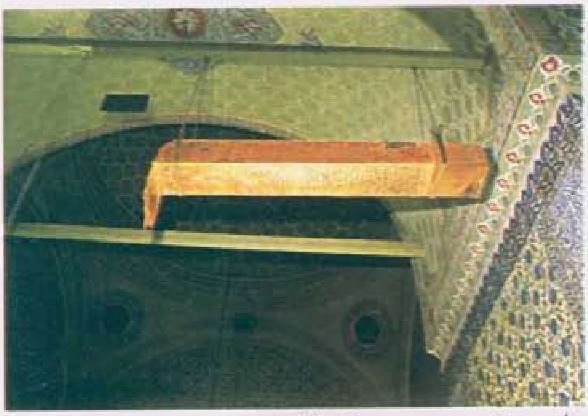


ان مرصع اور قیمتی ڈبوں میں رسول اللہؐ کے آثار مبارک حفاظت سے رکھے ہوئے ہیں۔

ابھی محفل میں ہے شاید کوئی درد آشنا باقی
اقبال



ترکی کے توپ قاپی عجائب گھر میں محفوظ نقش قدم رسول کا عکس۔



خالص سونے کا میزاب رحمت جو میوزیم میں محفوظ ہے۔

مصر فتح کیا تو وہاں اس کو بہت سے اسلامی تبرکات و نوادرات ہاتھ لگے۔ ان نوادرات کو اس نے توپ کاپی محل میں رکھوادیا۔ بعدازاں ۱۹۲۳ء میں مصطفیٰ کمال پاشا کے ہاتھوں جمہوریہ ترکی کے قیام کے بعد توپ قاپی محل کو ایک شاندار میوزیم میں تبدیل کردیا گیا اور اس کے ایک حصہ کو گوشۂ آثار مبارک کے نام سے موسوم کیا گیا جس میں خلفائے عثمانیہ کے جمع کردہ آثار مبارکہ، آثار مقدسہ اور قرآن مجید کے نادر قلمی نسخے ہیں۔ ان کے حصول میں عثمانی حکمرانوں نے والہانہ عقیدت کا ثبوت دیا اور بڑی فیاضی اور فراخدلی کے ساتھ دولت خرچ



اسلام کا پرچم جو کفار سے جنگوں میں بلند کیا جاتا تھا ہری چادر کے درمیاں دکھائی دے رہا ہے۔ امتداد زمانہ سے پارہ پارہ ہو چکا ہے لیکن صدیوں سے یہ امانت سرمایۂ یقین کی طرح محفوظ ہے۔

کر کے آثار مقدسہ کو منہ مانگے ہدیے پر حاصل کیا اور انہیں مکمل احترام کے ساتھ توپ قاپی پیلیس کے ایک نہایت خوبصورت، آراستہ اور خوشبوؤں سے معطر "گوشۂ آثار مبارک" میں سجایا۔ ان تبرکات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمامۂ مبارک اور عصا بھی شامل ہیں۔ ان کے علاوہ بیت اللہ اور مرقد رسولؐ کی خاک پاک، کعبۃ اللہ کی کلید، بیت اللہ کا دروازہ، حجر اسود پر چڑھایا ہوا سونے کا خول، سونے کا میزاب رحمت اور قرآن مجید کے نادر نسخے وغیرہ عقیدتمند زائرین کی آنکھیں روشن، دل مسرور اور ایمان تازہ کرتے ہیں۔

مصحفِ عثمانی کے سات نسخوں میں سے دو نسخے اپنی اصلی حالت میں آج بھی موجود ہیں۔ ان میں سے ایک استنبول کے توپ قاپی میوزیم میں محفوظ ہے اور دوسرا تاشقند کے میوزیم میں۔ مصحف کا طول تقریباً دو فٹ ہے اور عرض بھی کم وبیش اتنا ہی ہے۔ آیات باریک چمڑے پر کتھئی رنگ کی روشنائی سے لکھی گئی ہیں اور صاف پڑھی جاسکتی ہیں۔ چمڑے کی جھلّی کے نیچے موٹا کاغذ چپکادیا گیا ہے تاکہ پھٹنے یا مڑنے نہ پائے۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے عہد کے حکمرانوں اور گورنروں کے نام خطوط ارسال فرمائے تھے۔ ان میں سے پانچ مکتوبات اپنی اصلی حالت میں آج بھی موجود ہیں۔ ایک مکتوب جو قبطی شاہ مقوقس کے نام لکھا گیا تھا توپ قاپی میوزیم میں رکھا ہوا ہے۔ نامۂ مبارک کم وبیش (۹) انچ لمبا اور اتنا ہی چوڑا ہے اور گہری کتھئی روشنائی سے چمڑے پر لکھا ہوا ہے۔ نامۂ مبارک دو تین جگہ سے پھٹا ہوا نظر آتا ہے تاہم اکثر عبارتیں پڑھی جاسکتی ہیں۔

ایک صندوق میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا علم شریف رکھا

نکلے تری تلاش میں قافلہ ہائے رنگ و بُو

اقبالؒ



بیت اللہ کے دروازے پر لگائے جانے والا ایک قفل۔



رسول اللہ ﷺ کا لکڑی کا پیالہ جوشِ عقیدت میں آج سونے کے پتر میں محفوظ ہے۔ ان پر آیات بھی کندہ ہیں۔

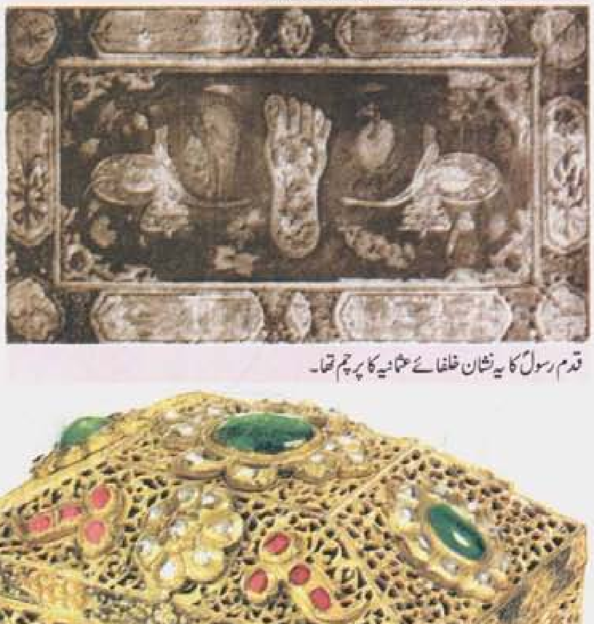
ہوا ہے۔ آپ کا دندان مبارک جو غزوۂ احد میں شہید ہوا تھا سونے کی ایک صندوقچی میں محفوظ ہے۔ ایک ڈبیہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف کی مٹی حفاظت سے رکھی ہوئی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دس بارہ موئے مبارک محدب شیشے کے مرتبانوں میں محفوظ ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم شریف کا نشان، جو پتھر پر ثبت ہے، شیشہ کے صندوق میں رکھا ہوا ہے۔ اسی کمرہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دو تلواریں اور آپکی کمان بھی رکھی ہوئی ہیں۔ اس کے بغل میں خلفائے راشدین کی تلواریں ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تلوار کافی لمبی چوڑی ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تلوار کافی وزنی معلوم ہوتی ہے۔ حضرت خالد بن ولید، حضرت عمار بن یاسر اور حضرت جعفر طیار رضوان اللہ علیہم اجمعین کی تلواریں بھی یہاں محفوظ ہیں۔

توپ کاپی میوزیم کے ایک کمرہ میں بعض انبیاء کرامؑ کے آثار وتبرکات رکھے ہوئے ہیں۔ ان کے قطعی ہونے کے بارے میں کچھ کہنا مشکل ہے۔ یہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا بھی رکھا ہوا ہے جو بانس کا ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کا سفید عمامہ اور حضرت داؤد علیہ السلام کی تلوار بھی موجود ہے۔

آثارِ مبارکہ کا یہ خزانہ دنیائے اسلام کے لئے عظیم ترین مصدقہ سرمایہ ہے۔



خوبصورت مرصع ڈبہ۔ جس میں مقدس آثار محفوظ ہیں۔



قدم رسولؐ کا یہ نشان خلفائے عثمانیہ کا پرچم تھا۔



رسول اللہ ﷺ کے غزوہ احد میں شہید ہونے والے دندان مبارک ان خوبصورت سونے کے ڈبوں میں محفوظ ہیں۔ یہ عثمانی حکمرانوں کا اندازِ عقیدت ہے

ضو ہے بصیرتوں کا خزینہ لیے ہوئے (ہلال نقوی) اک اعتبار دیدۂ بینا لیے ہوئے

(یہ رتبہ بلند جس کو مل گیا...... بقیہ ۳۳۸ صفحے سے)

★ حضرت ذکوانؓ بن جندب اسلمی کا لقب ''صاحب البُدن رسول'' تھا۔ بُدن کے معنی قربانی کے جانوروں کا نگراں۔ ناجیہ ان کا خطاب تھا۔ حُدیبیہ میں قیام کے موقع پر حضورؐ نے ایک تیر انہیں دیا اور خشک کنویں میں گاڑنے کا حکم دیا۔ حضرت ذکوان نے تیر گاڑا تو چشمہ اُبلنے لگا۔

★ حضرت دِحیہؓ بن خلیفہ کلبی (بنی کلب) کے بارے میں ارشاد نبویؐ ہے ''میں نے جس شخص کو سب سے زیادہ جبرئیلؑ کے مشابہ دیکھا وہ دِحیہ الکلبی ہے'' (طبقاتِ ابن سعد) حضرت جبرئیلؑ کبھی کبھی ان کی شکل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتے۔

★ حضرت سعد القرظؓ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک سے بنیاد رکھی جانے والی پہلی مسجد قباء کا ''موذن رسول'' بننے کا شرف حاصل ہوا۔ یہ بھی ارشاد ہوا کہ پانچ وقت مسجد قباء میں اذان دیا کرو اور جب بلالؓ مدینہ میں نہ ہوں تو مسجد نبوی میں بھی اذان دیا کرو۔

★ حضرت انسؓ بن مالک ''خادم رسول'' ہونے کے لقب پر فخر کیا کرتے کہ نو سال کی عمر سے آخر تک یہ خدمت انجام دی۔ حضورؐ نے دعا فرمائی ___ ''اے اللہ! تو اس کے مال اور اولاد میں کثرت بخش اور جنت میں داخل کر'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ''موئے مبارک'' سنبھال رکھا تھا وصیت کی کہ مرتے وقت میری زبان کے نیچے رکھ دینا۔

★ حضرت ابولبابہ رفاعہؓ بن عبدالمنذر (بنی اوس) کو یہودیوں نے غزوہ بنی قریظہ میں بطور حلیف مشورے کے لیے بھیجنے کی درخواست کی۔ ان سے پوچھا ہتھیار ڈال دیں تو کیا سلوک ہوگا؟ گلے پر ہاتھ پھیرا۔ احساس ہوا کہ اللہ اور رسولؐ کے ساتھ خیانت کی ہے۔ واپس ہوئے تو مسجد نبوی کے ایک ستون سے اپنے آپ کو باندھ لیا۔ رسول اللہؐ نے ۱۶ دن بعد ان کی توبہ قبول ہونے کی بشارت دی۔ اپنے دستِ مبارک سے ان کی زنجیریں کھولیں۔ آج بھی مسجد نبوی میں یہ ستون اسطوانہ ابولبابہؓ کے نام سے موجود ہے۔ قبولیت توبہ کا مقام ہے۔

★ حضرت جعفرؓ بن ابی طالب کے لیے لسان وحی ترجمان سے ''طیّار اور ذوالجناحین'' کے القاب عطا ہوئے۔ غزوۂ موتہ میں امیر (سپہ سالار) بنائے گئے علم نبوی اٹھائے ہوئے تھے کہ ایک رومی نے دونوں ہاتھ کاٹ دیئے۔ ارشاد نبوی ہے ''جبرئیلؑ نے خبر دی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کٹے ہوئے بازوؤں کے عوض دو نئے باز عطا کیے ہیں وہ جنت میں فرشتوں کے ساتھ اڑتے پھرتے ہیں''۔

★ حضرت خالدؓ بن سعید (بنی امیہ) جن کا لقب ''کاتب نبی'' تھا۔ قریش کے گنے چنے لکھنا پڑھنا جاننے والوں میں سے تھے۔ مدینہ منورہ میں اکثر ''کتابت'' کا شرف حاصل ہوا۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ انہیں مکہ میں پہلی وحی کو املا کرنے کی سعادت حاصل ہوئی۔

★ حضرت ابوطلحہ انصاریؓ (بنی نجّار) کو رسول اللہؐ کی آخری آرام گاہ کے لیے بغلی قبر کھودنے کا منفرد شرف حاصل ہوا۔

★ حضرت ابوطفیل عامرؓ بن واثلہ جن پر عہد صحابہ ختم ہوا۔ آخری ارشادِ نبویؐ کے بموجب سو سال بعد ۱۱۰ ہجری میں مکہ میں انتقال کیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ورثہ

ہتھیار

تلواریں (۹ تھیں جن کے نام)

(۱) ماثور (۲) عصب (۳) قلعی (۴) التیار
(۵) انخدہ (۶) الرسوب (۷) المخذم (۸) القضیب
(۹) ذوالفقار۔

زرہیں (۷ تھیں)

(۱) ذات الفضول جو بوقت وصال ایک یہودی کے پاس گروی تھی۔
(۲) الوشیاع (۳) ذات الحواشی (۴) السعیدہ (۵) فضہ
(۶) البر (۷) انخراق

کمانیں (چھ تھیں)

(۱) الزوراء (۲) الروحاء (۳) الصفراء (۴) البیضا
(۵) الکتوم (۶) اشداد

ڈھالیں (دو تھیں)

(۱) الزنوق (۲) المثنیٰ

خود (دو تھے)

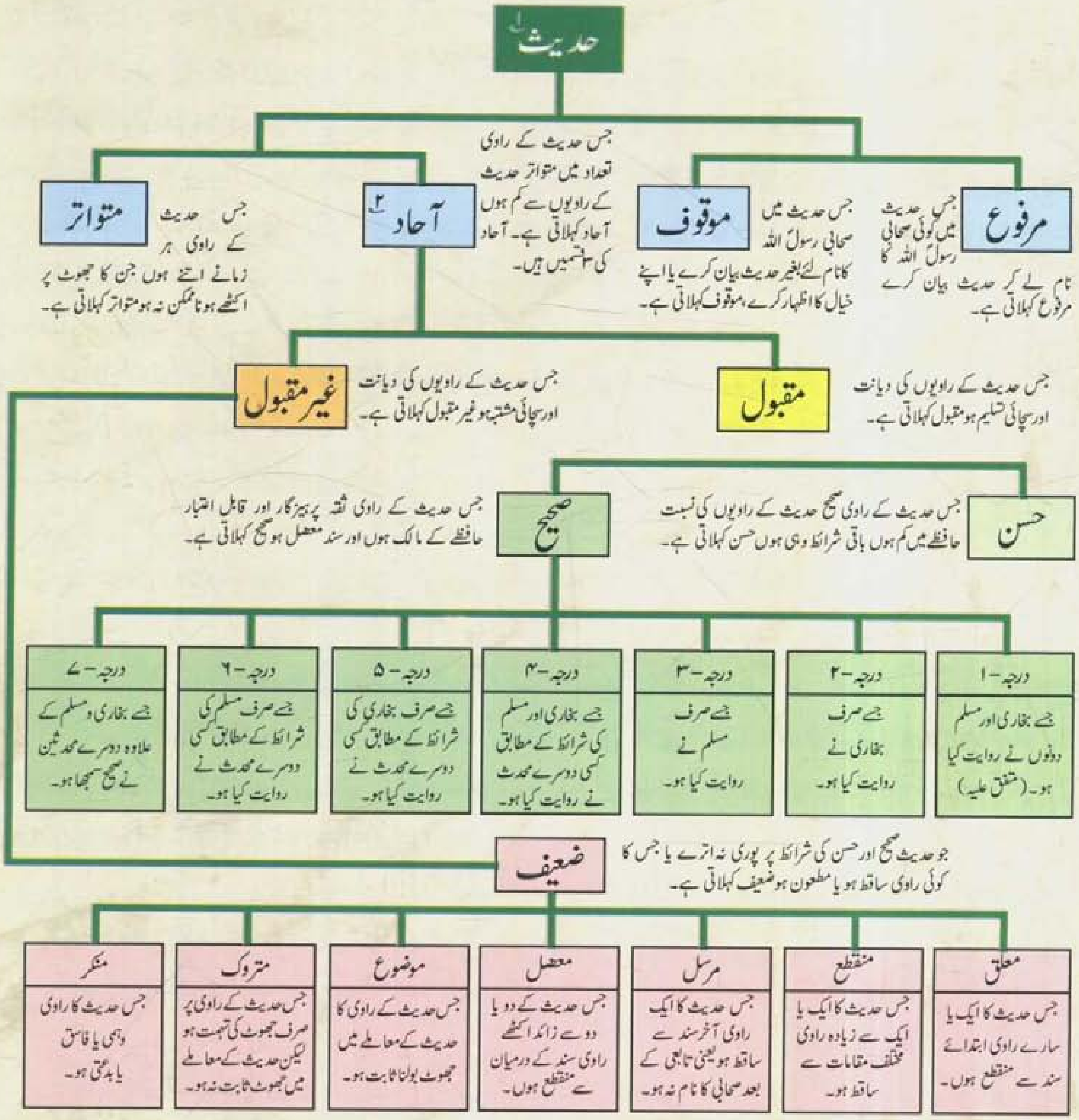
(۱) الموشح (۲) السبوع

اس صداقت کو محبت سے ربطِ جان و تن
اقبالؔ

ہے تازہ آج تک وہ نوائے جگر گداز

اقبال

مختصر اصطلاحاتِ حدیث



١ رسول اللہ کا فرمان قولی حدیث، آپ کا عمل فعلی حدیث، آپ کی اجازت تقریری حدیث کہلاتی ہے۔
٢ جس حدیث کے راوی ہر زمانے میں دو سے زائد رہے ہوں (مشہور)۔ جس کے راوی کسی زمانے میں کم سے کم دو رہے ہوں (عزیز)، اور جس حدیث کا راوی کسی زمانے میں ایک رہا ہو غریب کہلاتی ہے۔

اصطلاحات کتب

١- صحاح ستہ : حدیث کی چھ کتابیں بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ کو غلبۂ صحت کی بنیاد پر صحاح ستہ کہا جاتا ہے۔
٢- جامع : جس کتاب میں اسلام کے متعلق تمام مباحث (عقائد، احکام، تفسیر، جنت، دوزخ) وغیرہ موجود ہوں جامع کہلاتی ہے۔ مثلاً جامع ترمذی۔
٣- سنن : جس کتاب میں صرف احکامات کے متعلق احادیث جمع کی گئی ہوں سنن کہلاتی ہے۔ مثلاً سنن ابوداؤد۔
۴- مسند : جس کتاب میں ترتیب وار ہر صحابی کی احادیث یکجا کر دی گئی ہوں مسند کہلاتی ہے۔ مثلاً مسند امام احمد۔
۵- مستخرج : جس کتاب میں ایک کتاب کی احادیث کسی دوسری سند سے روایت کی جائیں مستخرج کہلاتی ہے۔ مثلاً مستخرج الاسماعیلی علی البخاری۔
٦- مستدرک : جس کتاب میں ایک محدث کی قائم کردہ شرائط کے مطابق وہ احادیث جمع کی جائیں جو اس محدث نے اپنی کتاب میں درج نہ کی ہوں مستدرک کہلاتی ہے۔ مثلاً مستدرک حاکم۔
٧- اربعین : جس کتاب میں چالیس احادیث جمع کی گئی ہوں۔ اربعین کہلاتی ہے۔ مثلاً اربعین نووی۔

چند آرا چند تبصرے

آپ نے سیرت النبی کو آثار کی تحقیق سے مزین کر کے برصغیر میں سیرت نگاری کو ایک نئی اور بہت اہم جہت دی ہے۔ جہاں آپ نے سیرت نگاری کو علمی ٹھوس بنیادیں فراہم کی ہیں وہاں اس کے نقد و تحقیق کا حق بھی ادا کردیا ہے۔ ''نشاناتِ ارضِ قرآن'' اس سلسلے کی اہم کڑی ہے جس میں مطالعہ قرآن کو تاریخ و آثار کا سیاق مہیا کیا گیا ہے۔ آج کے دور میں یہ سیرت و قرآن کی بہت بڑی خدمت ہے۔

ڈاکٹر محمد خالد مسعود (چیئرمین، اسلامی نظریاتی کونسل، حکومت پاکستان، اسلام آباد)

تعریف و تعارف کے لیے بلا مبالغہ قلم انگشت بدنداں ہے کہ اسے کیا لکھے۔ ''نشاناتِ ارضِ قرآن'' کا یہ امتیاز ہے کہ وہ حالات و واقعات جو پہلے الفاظ میں پڑھے اور سنے جاتے تھے اب مجسم ہوکر آنکھوں کے سامنے آ گئے ہیں۔ بالخصوص قرآن مجید میں جو واقعات بیان ہوئے ہیں۔ ان مقامات کی تصاویر اور مختصر تشریح نے اس تاریخی دستاویز کو ''تصویری تفسیر'' کا درجہ دے دیا ہے۔ بلاشبہ ارضِ قرآن کی اتنی جامع اور مکمل البم اس سے پہلے نظر سے نہیں گزری۔ دوران مطالعہ و مشاہدہ قاری ایک ایک تصویر پر محبت، عقیدت اور حیرت کے سمندر میں ڈوب جاتا ہے۔ تصاویر کے علاوہ ہر صفحہ پر موقع محل کی مناسبت سے خوبصورت و نادر اشعار نے کتاب کو مزید دلکش بنا دیا ہے۔ مبصر کی ناچیز رائے میں اس طرح کی تحقیقی و تاریخی اور وقیع و لطیف تالیفات مدتوں بعد منصہ شہود پر آتی ہیں۔ مصنف کی اس گرانقدر تالیف کے تعارف کے ساتھ ناشر کے حسن ذوق کی داد نہ دینا بے انصافی ہوگی۔ حقیقت یہ ہے کہ معنویت کے اعتبار سے یہ کتاب جس قدر بلند مرتبہ ہے ناشر نے اس کی طباعت، اشاعت، کمپوزنگ اور کاغذ کے انتخاب میں اس تناسب سے بلند ذوق کا مظاہرہ کیا ہے۔ ہم اس حسین و جمیل اور عدیم النظیر اشاعت پر ''فضلی سنز'' کو مبارکباد پیش کرتے ہیں۔

محمد ازہر (مدیر ماہنامہ ''الخیر'' جامعہ خیر المدارس، ملتان)

''نشاناتِ ارضِ قرآن'' ایک ایسا تاریخی کارنامہ ہے جسے دیکھ کر قلب منور ہوجاتا ہے اور روح پر وجد طاری ہوتا ہے۔ اتنی محنت، ایسی لگن، علم کا ایسا دریا جس سے سیراب ہونا ہر مسلمان کے لیے باعث سعادت ہے۔ اس کتاب کی ترتیب تدوین اور تالیف میں تاریخی حقائق کو جس طرح مدنظر رکھا گیا ہے جو معلومات فراہم کی گئی ہیں وہ نہایت اہم ہیں اس نے افادیت میں بے حد اضافہ کیا ہے۔ ایسے عظیم الشان کارنامے کے لیے مؤلف کو اور فضلی سنز کے طارق رحمٰن صاحب کو ہدیہ تبرک پیش کرتا ہوں۔ یہ بہت بڑا کارنامہ ہے بڑا اہم کارنامہ ہے اور اس کارنامہ کے توسط سے دونوں کا نام ہمیشہ زندہ رہے گا۔

ڈاکٹر اسلم فرخی (نگراں اعلیٰ (اعزازی) ادارہ تصنیف و تالیف و ترجمہ وفاقی اردو یونیورسٹی، کراچی)

بے مثال تحقیقی تالیف ''نشاناتِ ارضِ قرآن'' عکسی تاریخ بشمول تاریخ اسلام ہے۔ میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ اردو میں علمی نوعیت کی ایسی دینی عکسی کتاب کا دیدار مجھے کبھی نصیب ہوگا۔ دیکھا تو ایک پاکیزہ تخیل میں روح شرابور ہوگئی اور فرطِ مسرت سے آنکھیں چھلک گئیں۔

ف س، اعجاز۔ مدیر ماہنامہ ''انشاء'' کلکتہ (انڈیا)

''نشاناتِ ارضِ قرآن'' میں جو بات سب سے زیادہ کشش رکھتی ہے وہ ان آثار کے بارے میں تاریخی تبصرے اور حقائق ہیں۔ اس تعلق سے یہ کتاب بڑی قابل قدر ہے اور تحقیقی معیار کے لحاظ سے مستند ہے۔ یہ ''تصویری البم'' ایسی کتابوں میں شامل ہے جو ہر کتب خانے اور پڑھے لکھے گھرانے میں موجود ہونا چاہیے۔

پروفیسر جلیل نذیر۔ ''پارس'' عالمی ماہنامہ، ٹورنٹو۔ (کینیڈا)

علامہ اقبالؒ کو قائد اعظمؒ کا خراجِ عقیدت

''اگر میں ہندوستان میں ایک مسلم ریاست کے قیام تک زندہ رہا اور اس وقت مجھے اس انتخاب کا موقع دیا گیا کہ میں اپنے لیے ریاست کی حکمرانی اور تصانیف اقبال میں سے کسی ایک کو چن لوں تو میں اقبال کی تصانیف کو ترجیح دوں گا''۔

۲۱ اپریل ۱۹۳۸ء کو کلکتہ میں عظیم الشان جلسہ عام میں علامہ اقبال کی وفات کی خبر سن کر فرمایا —— ''بلاشبہ وہ پوری نسلِ انسانی کے عظیم ترین شعراء، فلسفیوں اور مستقبل کے پردوں میں مشہور حقائق و حوادث کو دیکھ لینے والوں میں سے ایک اور خود میرے لیے ایک ذاتی دوست، فلسفی اور رہنما ہی نہیں بلکہ جذبے کا منبع اور روحانی سہارا تھے''۔ (اسٹار آف انڈیا۔ ۲۲ اپریل ۱۹۳۸ء)

اُٹھائے کچھ ورق لالہ نے کچھ نرگس نے کچھ گل نے
اقبالؔ

سن تو سہی جہاں میں ہے تیرا فسانہ کیا — کہتی ہے تجھ کو خلقِ خدا غائبانہ کیا (آتش لکھنوی)

چند آرا چند تبصرے

سیرت کے انمول جواہر:

مصباح الدین شکیل نے جب بھی مدحت میں لب کھولے ہیں،
اسلامی تہذیب وتمدن ان کے لہو میں شامل ہے،
سیرت کا ہر پہلو روشن ہے ان کی تحریروں میں،
ان کی سوچ کا محور کیا ہے فکر زکر رسول اکرمؐ ہے،
علم وعمل کی بزم میں رونق مصباح الدین شکیل سے ہے،
خوش قسمت ہیں رب محمدؐ سے یہ ملا ان کو اعزاز،
سیرت پہ اعجاز کیا ہے جن جن لوگوں نے کام،

سیرت کے انمول جواہر ان کے قلم نے رولے ہیں،
زکر حبیب رب دو عالم ان کے فکر کی منزل ہے،
رنگ ازل کے اور ابد کے ان کی تصویروں میں،
تحریر اور تقریر کا یاروں ان کی ایک ہی عالم ہے،
آج بھی ان کے دل میں اجالا سیرت کی قندیل سے ہے،
شاخ سدرہ تک ہے ان کے فکر کے طائر کی آواز پرواز،
ان میں نمایاں ہو کے رہے گا مصباح الدین شکیل کا نام،

اعجاز رحمانی۔

نشانات ارض نبوی میں شاہ مصباح الدین شکیل نے صرف کیپشن ہی نہیں لگائے بلکہ پوری تاریخ رقم کی ہے اور اس میں کہیں ٹھوکر نہیں کھائی ہے۔ بعض غلط العام تصورات کو بھی درست کیا ہے۔ درست ہے کہ ایک تصویر ایک طویل بیانیہ اور طولانی خطبہ سے زیادہ مؤثر ہوتی ہے تصویر لمحوں میں انسانی جذبات کو جھنجوڑ کر رکھ دیتی ہے اس میں کوئی راکٹ سائنس نہیں حرمین شریفین میں توسیع کا کام اسی تیزی سے ہو رہا ہے کہ آج جو آثار موجود ہیں وہ کل نہیں ہوں گے شاہ مصباح الدین شکیل ہمارے محسن ہیں جنہوں نے آنے والے نسلوں کے لئے آثار نبویؐ کو اپنی کتاب میں محفوظ کر دیا ہے۔ ناشر نے بڑی محنت سے تصاویر کو زندہ کر دیا ہے اردو کے ذخیرۂ سیرت میں یہ کتاب اہم اضافہ تصور کی جائے گی شکیل صاحب جنہوں نے خود کو مورخ سیرت، محقق سیرت کے علاوہ اپنے آپ کو ''مصور سیرت'' بھی منوایا ہے۔

ڈاکٹر نگار سجاد ظہیر
چیرمین ڈپارٹمنٹ آف اسلامک ہسٹری،
جامعہ کراچی۔

نشانات ارض نبویؐ موصول ہوئی یہ تو رحل پر رکھ کر پڑھنے کی چیز ہے آپ سیرت نگار رسول اللہؐ ہیں اللہ تعالی نے نہ صرف قوت تحریر بلکہ قوت تاثیر بھی عطا فرمائی ہے اور آپ تحقیق وتدوین کے آدمی ہیں۔ زیر نظر کتاب کا ایک ایک ورق اس کی تصدیق کر رہا ہے۔

ابوالامتیاز ع۔س۔مسلم
حال مقیم دبئی

نشانات ارض نبویؐ سیرت لٹریچر میں ایک مفید اور خوبصورت اضافہ ہے۔ شاہ مصباح الدین شکیل نے یہ بڑا کام کیا ہے۔ ان کی محنت اور جاں فشانی اس کی ترتیب سے اور سلیقہ مندی اس کتاب کی طباعت سے ظاہر ہوتی ہے۔

مبصر۔ رفیع الزماں زبیری،
روزنامہ ایکسپریس کراچی۔

چند آرا چند تبصرے

ترجمان القرآن کا سفر:۔

نشانات ارض نبوی "بہترین" جامع زیادہ خوبصورت اور دیدہ زیب طباعت کے ساتھ شائع ہوئی ہے جو ایک اعتبار سے مؤلف کا حاصل حیات (Life work) ہے۔ زیر نظر مرقع کی اہمیت یہ بھی ہے کہ ارض قرآن مجد دو حجاز اور فلسطین بلکہ عالم اسلام سے متعلق بیسوں ایسے آثار کی تصویریں ہیں جن کا وجود مٹ چکا ہے یہ کتاب قدیم اور جدید کی ایک بیش بہا تاریخی اور تصویری دستاویز بن گئی ہے۔ ہر صفحے کے نیچے موضوع کی مناسبت سے ایک شعر دیا گیا ہے۔

یہ مرقع شاہ مصباح الدین شکیل کے برسوں کے مطالعہ اور تحقیق کا ماحصل ہے۔ ۲۰۰۱ء میں انھوں نے مزید تحقیق کے لئے سعودی عرب، لندن، امریکہ اور کینیڈا کا مطالعاتی دورہ بھی کیا۔ کتاب میں کچھ تقارب بھی شامل ہیں لیکن "مشک آنست کہ خوذ ببوید نہ کہ عطار بگوید" کے مصداق یہ مرقع دوسروں کی تعریف سے مستثنیٰ، خود آپ اپنا تعرف ہے۔ چھوٹوں بڑوں کے لئے معلومات کا خزانہ ہے جس سے بقدر ظرف و توفیق تازگی ایمان اور حصول برکت ممکن ہے۔ عازمین حج مطالعہ کریں تو مکہ اور مدینہ پہنچ کر وہاں کے در و دیوار، ماحول اور فضاؤں میں زیادہ اپنائیت اور مواسلت محسوس کریں گے۔

دبیز آرٹ پیپر پر کئی رنگوں کی طباعت ہر صفحہ آرٹ ورک سے مزین، بڑی تقطیع اور پروف خوانی میں دقت نظر کے اہتمام پر ناشر فضلی سنز اور طابع کی کاوش بھی قابل داد ہے۔

ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی

ترجمان القرآن (جنوری ۲۰۱۰ء)

لاہور۔

Nishana'at-Arz-i-Nabawai is as comprehensive a pictorial history as anything could be, carrying photographs that are well over 1,000 in number and priceless in their value.

Coming after the huge success recorded by ***Nishana'at-i-Arz-i-Quran***, the present volume has taken precedence over all the earlier works done in this direction, which include the ones by such great names as Sir Syed Ahmed Khan, Abul Kalam Azad and Maulana Mawdudi.

Just as was the case with the earlier presentation, the current volume will also be of particular interest to those intending to undertake the holy pilgrimage.

Roaming the land with a sense of history will surely add value to the physical and financial investment one makes on the occasion. It is a work that needs to be translated into English as well for it has worthy material for a global audience.

DAWN, Karachi.

''نشاناتِ ارضِ نبوی ﷺ'' اپنی نوعیت کی ایک منفرد تحقیقی کاوش ہے۔ ارضِ نبوی ﷺ کی روحانی سرحدیں تو عالم کون و مکان سے وابستہ ہیں مگر اس کی زمینی سرحدیں نجد و حجاز کی مقدس وادی میں بالعموم اور مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کی نورانی بستیوں میں بالخصوص اپنے آثار اور نشانات کے ساتھ موجود ہیں۔ مسلمان سیاحوں اور زائرین حرم نے گزشتہ صدیوں میں ان مقامات کے سینکڑوں سفرنامے تحریر کئے ہیں۔ ان سفرناموں اور دوسری تاریخی کتابوں کے مطالعے سے بہت سی ایمان افروز معلومات فراہم ہوتی ہیں مگر ان اماکن، آثار اور مقامات کا نقشہ ذہن پر واضح نہیں ہوتا۔ ''نشاناتِ ارضِ نبوی ﷺ'' کے مطالعے سے قاری ان نادر تصاویر اور نقشوں کی مدد سے اپنے آپ کو ان مناظر کے درمیان گھرا ہوا محسوس کرتا ہے۔ یہ وہ خوبی اور کمال ہے جسے شاہ مصباح الدین شکیل کی ریاضت نے بڑی ہنر مندی اور چابک دستی سے پیش کیا ہے۔ یہ تصاویر متعدد کتابوں، رسائل و جرائد اور ذاتی ذخائر میں موجود تھیں۔ فاضل مرتب نے کمال تن دہی اور محنت و مشقت سے انہیں اس کتاب میں جمع کر دیا ہے۔ ایسی نادر تصاویر کی جمع آوری ایک زبردست تخلیقی اور تحقیقی کارنامہ ہے جس کے پس منظر میں آتش شوق اور سوز محبت کی فراوانی محسوس کی جاسکتی ہے۔

''نشاناتِ ارضِ نبوی ﷺ'' میں شاہ مصباح الدین شکیل صاحب نے ایک مؤرخ اور محقق دونوں کی ذمہ داریوں کو پورا کرنے کی کوشش کی ہے۔ اپنے موضوع پر اس منفرد کاوش کا علمی حلقوں میں ان شاء اللہ العزیز شایانِ شان استقبال ہوگا۔

پروفیسر عبدالجبار شاکر
ڈائریکٹر دعوہ اکیڈمی
بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد

شاہ صاحب کی تازہ تخلیق ''نشاناتِ ارضِ نبوی ﷺ'' ہے جو اپنی تمام تر جلوہ سامانیوں کے ساتھ منظرِ عام پر آئی ہے۔ ۳۴۸ صفحات پر مشتمل یہ شہ پارہ ہر لحاظ سے ایک تاریخی، تحقیقی اور تخلیقی دستاویز ہے۔ اس کا ہر صفحہ نہ صرف دماغوں کو جلا بخشتا محسوس ہوتا ہے بلکہ ایمان کو تازگی بھی فراہم کرتا ہے۔ کتاب میں موقع محل کی مناسبت سے نادر و نایاب تصاویر بھی موجود ہیں اور چونکہ ان کا تعلق ارضِ مقدس سے ہے لہٰذا انہیں دیکھ کر قاری پر ایک عجیب سی روحانی کیفیت طاری ہو جاتی ہے، کتاب کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ اندازِ تحریر نہایت دلکش و سادہ و عام فہم ہے۔ تاریخی حقائق کی وضاحت اس قدر مؤثر انداز میں کی گئی ہے کہ قاری ہر سطر کو دل میں اترتا محسوس کرتا ہے۔ یقیناً یہ ایک ایسا شہ پارہ ہے جسے ہر گھر اور ہر کتب خانے کی زینت ہونا چاہیے۔

محمد ذاکر علی خان

عصر حاضر میں سیرتِ رسول اللہ ﷺ پر مختلف زاویہ ہائے نظر سے سینکڑوں کتابیں لکھی گئیں مگر اس کتاب کا انداز اور Format سب سے مختلف ہے۔ اس کتاب سیرت کو اور انداز سے سوچا گیا، سیرت کی تفہیم کے لئے اس کا ڈھانچہ بالکل مختلف اور جدید اسلوب سے ترتیب دیا گیا۔ اس انداز ترتیب اور اظہار بیاں کا اولین محرک مضامین سیرت اور متعلقات نبوی ﷺ کی ایسی دلآویز ترسیل ہے جو قارئین کے لئے معلومات کے ساتھ ساتھ دلچسپی کا باعث ہو۔ دلچسپی اور دل آویزی کے یہ عناصر عبارت کے علاوہ دوسرے بصری آثار کی شمولیت سے پیدا کئے گئے ہیں جو نئی نسل کی مطالعاتی عادات اور ماحول میں نمایاں اہمیت کے حامل ہیں۔

پروفیسر ڈاکٹر ریاض مجید
ایمینٹ ایجوکیشنسٹ / ریسرچ
ہائر ایجوکیشن کمیشن پاکستان
شعبہ اردو، پشاور یونیورسٹی، پشاور

ISBN 969441125-4
9789694411255